زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین روپئے — مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۱ — جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ مطابق جنوری ۱۹۸۶ء — جلد ۱۰

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷۔ ڈی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ الخ (پ ۱۴ - ع ۱۰)

اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو (حضرت تھانویؒ)

ابتدائے آفرینش سے رشد و ہدایت کیلئے بشیر و نذیر کی آمد جاری رہی ہے اگر ایک طرف شیطان کی اپنی تمام فتنہ سامانیوں کیساتھ انسان کو جادۂ مستقیم سے گمراہ کرنے کی کوشش جاری رہی تو دوسری طرف عنایت ایزدی بھی بندوں کے حال پر ہمیشہ مہربان رہی ہے یعنی اس نے وقتاً فوقتاً اپنے خاص بندوں کو اس امر پر مامور کیا کہ وہ انسان کو وہ فراموش شدہ حقیقت یاد دلائیں جسے بھول کر یہ شیطان کے فریب میں مبتلا ہوا ہے یعنی شیطان کی پیروی سے بچو، خدائے واحد کی عبادت کرو اور آخرت کا یقین رکھو، جو دستورِ حیات اللہ جل شانہٗ نے مقرر فرمایا ہے اس پر پورے طور پر عمل کرو، باہمی معاملات میں عدل و انصاف کا توازن برقرار رکھو۔ ارشاد خداوندی ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (پ ۲۷ - ع ۱۹) ہم نے (اسی اصلاح آخرت کیلئے) اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دیکر بھیجا اور ہم نے انکے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل فرمایا تاکہ یہ لوگ (حقوق اللہ و حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں (حضرت تھانویؒ)۔

دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ قانون الٰہی ہمیشہ اس رسم کا پابند رہا ہے کہ گم گشتہ راہ انسانوں کیطرف پہلے رسول و قاصد بھیجے جنھوں نے اللہ کے دین کیطرف دعوت دی جنت و دوزخ کا ذکر کیا، نفسانی خواہشات اور شیطان کی پیروی سے بچنے کی تلقین فرمائی اوامر الٰہیہ سے اجتناب اور نواہی کے ارتکاب پر پیش آمدہ عذاب سے ڈرایا، مگر جن لوگوں نے خدا کی بھیجی ہوئی واضح نشانیوں کو جھٹلایا اور تکذیب کی اور دین حق کے قبول کرنے سے انکار کیا دنیا کی نگاہوں نے انکا انکا انجام بہت جلد دیکھ لیا، قوم نوح غرق کر دی گئی، ثمود ہلاک ہوئے، قوم عاد تہس نہس کر دی گئی

قوم لوط کی بستیاں زیر و زبر کر دی گئیں اور فرعون جس نے انتہائی نخوت میں "انا ربکم الاعلیٰ" کا دعویٰ کیا تھا بہت بے بسی کے ساتھ دریا برد ہو گیا۔ مگر ہائے افسوس انسان کی سہل پسند طبیعت نے بہت جلد ان واقعات کے نقوش پر دہ ذہن سے مٹا دیئے وَكَانَ الْإِنْسَانُ جَهُولًا۔ دنیا ایک بار پھر ظلمتوں کی اسیر ہو چکی تھی کفر و شرک رواج عام پا چکے تھے غرضکہ پورے نوع انسان پر شیطان کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی چنانچہ اسوقت ضرورت تھی کہ ایک آفتاب تازہ بطن گیتی سے پیدا ہو تاکہ حق کے نمود سحر سے کفر کی ظلمت چھٹ جائے دین فطرت کے رخ روشن پر پراگندہ زلفوں کو ضرورت تھی پھر کسی شانہ کی جو اس گیسوئے برہم کو سنوار دے وقت کی یہ پکار بارگاہِ قدس میں مستجاب ہوئی

چنانچہ ربیع الاول کے مہینہ میں وہ آیا جسکا انتظار دنیا کو مدت سے تھا اور اس ذات کو رشد و ہدایت کے لئے ذریعہ بنایا گیا جو وجہ تخلیق کون و مکان ہے جیسا کہ فرمایا گیا لولاك لما خلقت الافلاك اور ساتھ ہی وہ مکمل اور ابدی دستور حیات دیکر بھیجا جو صرف اسی قرن او قریہ ہی کے لئے نہیں بلکہ رہتی دنیا تک کیلئے تمام عالم سے اس پر عمل کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور اسی لائحہ عمل کو انسانوں پر واجب کر دیا ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرماکر نبوت و رسالت کے سلسلے پر مہر لگا دی اور اسکی رسالت کو کافۃً للناس کہکر و ما ارسلناك الا رحمۃً للعالمین فرماکر تمام زمانہ اور سارے جہان کے لئے اسکے رسالت کے دائرۂ کار کو وسیع کر دیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا آپکی ذات اقدس پر دین الٰہی کی کامل و مکمل تشریح فرماکر اعلان فرما دیا گیا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا آج کے دن تمھارے دین کو میں نے (ہر طرح) کامل کر دیا اور (اس اکمال سے) میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا۔ اور اسکے ساتھ ہی وانا لہٗ لحافظون فرماکر رہتی دنیا تک اسکی حفاظت کا وعدہ کر لیا۔ نبوت و رسالت کا سلسلہ اگرچہ منقطع ہو چکا ہے مگر اس خیر امت میں ولایت و حکمت کے ذریعہ تبلیغ و ہدایت کا سلسلہ باقی رکھا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے العلماء ورثۃ الانبیاء ارشاد فرماکر علمائے کرام کو اس متاع گرانمایہ کا حامل بتایا۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ اس خیر امت کے علماء کے ہاتھوں وہ کارہائے عظیم

سے اور میں نے اسلام کو تمھارا دین بننے کیلئے (ہمیشہ کو) پسند کر لیا (حضرت تھانویؒ)

انجام پذیر ہوتے جسے دیکھکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی صداقت کا یقین کامل ہوجاتا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل جب بھی دین کے رخ روشن پر کثافتوں کی گرد بیٹھی بزم عشق سے کسی دانائے راز نے اٹھکر ان کثافتوں کو دور کردیا، اور سرخی خون جگر سے نقش ونگار کی تزئین کرکے از سرنو تازگی وتابندگی بخش دی۔ انھیں کو لسان نبوت نے مجدد کے خطاب سے سرفراز فرمایا ہے ان اللہ یبعث فی امتی علی رأس کل مأتہ من یجدد لھا دینھا (اللہ تعالیٰ میری امت میں ہر صدی کے آغاز پر ایسے شخص کو بھیجتا رہیگا جو اسکے دین کی تجدید کرتا رہے گا) اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی التھانوی قدس سرہٗ اور عارف باللہ حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ ہیں جن کے فیوض وبرکات سے آج تک امت مسلمہ بہرہ ور ہورہی ہے خداوندکریم کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں مغضوب وضال ہونے سے بچانے کے لئے ان سنگہائے میل کو قائم رکھا جو جادۂ مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتے رہے ہیں۔

تصدق اپنے خدا پہ جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھکو انشار
ادہر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے وہ دمبدم عنایت

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم والضالین۔

حضرت مصلح الامۃ قدس العزیزؒ نے اشاعت دین حق اور تربیت نسبت سلوک کیلئے جو مدرسہ وخانقاہ قائم کیا تھا حضرت علیہ الرحمۃ کی توجہ اور دعاؤں کی برکت سے اسکی تشنہ کاموں کو آسودگی بخش رہے ہیں اس انار کی اور مذہب بیزاری کے دور میں انکی اہمیت اور افادیت مزید بڑھتی جارہی ہے۔

مصلح الامت علیہ الرحمۃ کی مردم شناس ونگاہ دوررس نے اپنے لائحہ عمل اور طریق کار کی ترویج واشاعت کے لئے جس کا انتخاب کیا تھا اس نے حسن عمل اور ضبط نظم سے اسکا پورا پورا حق ادا کیا بلاشبہ سیدی حضرت قاری صاحب مدظلہٗ کی ذات بابرکات ہی ہے جس نے چمنستان

وصی اللّٰہی کی آبیاری کے لیے خود کو وقف کردیا اس کے تحفظ و بقار کی خاطر باد سموم کے مخالف جھونکوں کا ہمیشہ خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عن شر النوائب۔

الحمدللہ مدرسہ۔ خانقاہ اور مکتبہ کے فیوض سے عوام و خواص سبھی بقدر نصیب مستفیض ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے مدرسہ وصیۃ العلوم (الٰہ آباد) میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ رو بہ ترقی ہے چنانچہ امسال موقوف علیہ یعنی مشکوٰۃ شریف وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔

قارئین احباب سے بخوبی واقف ہیں کہ حضرت مصلح الامۃ کے دور مبارک میں خانقاہ سے متعلق ایک مکتبہ بھی تھا جہاں سے کتابیں رسائل اور ماہنامہ شائع ہوتا تھا الحمدللہ نشر و اشاعت کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے چنانچہ "رسالہ وصیۃ العرفان" ماہوار شایع ہو رہا ہے اور حضرت علیہ الرحمۃ کی تصنیفات و تالیفات کی اشاعت بھی جاری ہے ابھی حال میں جو کتابیں مکتبہ کی طرف سے شایع ہوئی ہیں انکی فہرست مختصر تعارف کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

مجموعہ تالیفات مصلح الامۃ (حصہ چہارم) جو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی مندرجہ ذیل نہایت اہم تالیفات پر مشتمل ہے (۱) وصیۃ الاخلاص (۲) تصوف و نسبت صوفیہ (۳) وصیۃ السنہ۔ (۴) بشریت کی راہ سے ترقی۔

وصیۃ الاخلاص: یہ رسالہ سیدی حضرت مصلح الامۃ نوراللہ مرقدہ نے مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہٗ کی خواہش پر تالیف فرمایا تھا ابتدا میں علم اور علمار کی فضیلت و اہمیت پھر اخلاص کی ضرورت اور فوائد پر بسیط انداز میں کلام فرمایا ہے یہ رسالہ اپنے موضوع پر عدیم المثال ہے

تصوف و نسبۃ صوفیہ: یہ رسالہ تصوف کے تعارف و تشریح کے سلسلہ میں نہایت عمدہ اور کارآمد مضامین پر مشتمل ہے پوری تفصیل اور تحقیق سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ نسبت صوفیہ قرآن و سنت کے عین مطابق ہے۔

وصیۃ السنۃ
بشریت کی راہ سے ترقی } یہ دونوں رسالے سنت نبوی کی اہمیت اور اتباع کی فضیلت کے بیان پر مشتمل ہیں اور یہ بیان فرمایا کہ انسان کس طرح بشری تقاضوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خدا تک پہونچ سکتا ہے۔ یہ مجموعہ ۸۴۴ صفحات پر

مشتمل ہے اعلیٰ کاغذ دیدہ زیب طباعت سے آراستہ ہے اصل قیمت -/۴۵ روپیہ ہے مگر احباب کو
خصوصی رعایت پر کل -/۳۵ روپیہ میں دیا جارہا ہے

حیات مصلح الامتؒ : حضرت اقدس عارف باللہ مولانا شاہ وصی اللہ قدس سرہٗ کی مستند سوانح عمری جس میں زمانۂ طفولیت سے لیکر ایام تعلیم وقیام تھانہ بھون مرشد تھانوی سے نسبت وتعلق اور طریقۂ اصلاح وتربیت اور حالات وفات غرضیکہ ہر ہر گوشہ پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے قیمت -/۵۰ روپیہ

آداب الصالحین : ترجمہ اسوۃ الصالحین ۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی معرکۃ الآراء تصنیف (آداب الصالحین) جو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو نہایت پسند تھی آپ اسکے مضامین اکثر بیان فرماتے تھے آپکی ایماء پر استاد محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی مدظلہ نے سلیس اردو میں اسکا ترجمہ بنام "اسوۃ الصالحین" کیا ہے ۔ وعدے یہ کتاب نایاب تھی اب طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہے قیمت -/۱۰ روپیہ

ادارہ کی مطبوعات کے علاوہ یہ اہم کتابیں بھی دفتر میں موجود ہیں آپ حاصل فرماسکتے ہیں ۔

دردِ دل دِرماں : مسلمانوں بالخصوص مسلمانانِ ہند کی موجودہ پریشانیوں کے اسباب اور انکے دینی علاج کے موضوع پر سیدی حضرت مولانا شاہ قاری محمد مبین صاحب دامت برکاتہم کے حسب ارشاد یہ رسالہ حضرت مصلح الامتؒ کے ملفوظات ومواعظ سے اقتباس کرکے مرتب کیا گیا ہے مسلمانوں کیلئے اسکا مطالعہ ایک نسخۂ اکسیر ہے قیمت -/۴
خصوصی رعایت پر -/۳ روپیہ ۔

"حکایات اولیاء معروف بارواح ثلاثہ : ہندوستان کی ۶۱ عظیم عہد آفرین شخصیتوں کے پاکیزہ حالات، علماء ومشائخ کے دلچسپ واقعات اور سبق آموز حکایات پر مشتمل ہے قیمت -/۲۵ روپیہ ۔

پنج گنج : عدیم الفرصت حضرات کیلئے بہترین تحفہ ہے سید الطائفہ حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی التھانوی قدس سرہٗ کے پانچ مواعظ کا خلاصہ اور انتخاب ہے اہل علم نے اسے بنظر استحسان دیکھا اور نہایت پسند کیا ۔ قیمت -/۸ روپیہ

اس تعارف کے بعد ہم آپ کو اس خبر سے بھی مطلع کرتے چلیں کہ قاری صاحب دامت برکاتہم گذشتہ ماہ نومبر کی ۳۰ تاریخ کو بمبئی سے الہ آباد تشریف لے آئے ہیں فی الحال قیام الہ آباد رہے گا۔

سال رواں کا یہ پہلا شمارہ ہے دفتر کے ذمہ پانچ فارم جو باقی تھے وہ مع شی زائد اس شمارہ میں رواں ہیں اس طرح الحمدللہ صفحات کی کمی پوری ہوگئی

۸۷ء میں چونکہ رسالہ کا سال جدید ہوگا حسب ذیل مضامین کی اشاعت کا خیال ہے پہلے فارم پر غیب جنت اور ترہیب نار کا مضمون حسب سابق چلتا رہے گا - فارم دوم پر مکتوبات اصلاحی کا سلسلہ ہنوز جاری رہیگا سوم پر حالات مصلح الامۃؒ جو مسلسل شایع ہوتا رہا ہے اب بھی رہیگا - فارم چہارم پر تنویر السالکین ترجمہ تنبیہ الغافلین بدستور نکلتا رہیگا اور جنوری ۸۷ء سے نصف دوم ابتدا ہو رہی ہے، دسمبر ۸۶ء پر نصف اول ختم کر کے علیحدہ سے کتابی صورت میں طبع کرانے کا ارادہ ہو - اللہ تعالیٰ پورا فرما دے - پانچویں فارم پر بزرگوں کی حکایات کا سلسلہ قائم کرنیکا ارادہ ہو اسکے لئے فی الحال حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانویؒ کی ایک کتاب نوادر المحسنین طبع کیجا رہی ہے - چھٹے فارم پر حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کے مواعظ میں سے محاسن الاسلام فی الحال منتخب کیا گیا ہے اسکے بعد اور بھی دوسرے مواعظ شایع کئے جائیں گے - انشاء اللہ تعالیٰ -

نوٹ : اشیاء کی روز افزوں گرانی کے پیش نظر ہو سکتا ہے کہ رسالہ ہذا کے سالانہ چندہ میں کچھ اضافہ کرنا پڑے ادارہ میں ابھی تو یہ مسئلہ زیر مشورہ ہے آئندہ ماہ میں اسکے متعلق کوئی فیصلہ کر کے ناظرین کو اطلاع دیجائیگی -

ہمارے ایک محترم (محمد ذاکر صاحب رحیمی) نے پرنام بٹ سے تحریر فرمایا ہے کہ : -

" الحمدللہ وصیۃ العرفان اپنی امتیازی خصوصیات کے ساتھ اس دور پرفتن میں سالکین کی رہبری کا حق ادا کرنے میں برابر ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے اور فی الحقیقت یہ اس مرد حق آگاہ کے اخلاصات کی باقیات صالحات ہیں جو اسم بامسمیٰ اور تواصی بالحق والصبر کا مکمل نمونہ تھا - آپ حضرات کی مساعی مشکورہ نہایت مفید و ہمت افزا ہیں تبارک اللہ ولکم اجعل سعیکم مشکوراً -

آخر میں محترم نے ایک اشاعتی غلطی کیجانب توجہ دلائی ناظرین کرام اسکی اصلاح فرمالیں ۔ ماہ اکتوبر ۸۶ء کے رسالہ کے ص۳ پر یہ عبارت طبع ہے " اہل جنت اسکے جہنم والے مکان کے وارث ہوجاتے ہیں " صحیح یوں ہے کہ " اہل جنت اس جہنم والے کے مکان کے وارث ہوجاتے ہیں " اس ذرا سے فرق نے معنی کیا سے کیا کر دیئے - ادارہ اپنے ان محترم کا ممنون و مشکور ہے جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

والسلام - (ادارہ)

کیونکہ یہ لوگ اللہ کی ناراضی اور عذاب سے ڈرتے ہیں اور اسکی رحمت اور ثواب کے امیدوار رہتے ہیں یہی امید و بیم کی ملی جلی حالت انکو ذکر و دعاء کے لئے مضطرب رکھتی ہے۔

نمازِ تہجد بستروں سے اٹھکر نماز و دعاء میں مشغول ہو جانے سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک نماز تہجد اور نوافل ہیں جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جاتی ہیں (ھو قول الحسن و مجاہد و مالک والاوزاعی) اور روایات حدیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔

مسند احمد، ترمذی اور نسائی وغیرہ میں حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا ایک روز میں دوران سفر میں صبح کے وقت آپ کے قریب ہوا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کرے اور جہنم سے دور کر دے آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ایک بڑی چیز کا سوال کیا ہے مگر جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کر دے اس کو وہ آسان ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ وہ عمل یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ اور پھر فرمایا کہ لو اب میں تمھیں خیر یعنی نیکی کے ابواب تلا دیتا ہوں (وہ یہ ہیں کہ) روزہ ڈھال ہے جو عذاب سے بچاتا ہے اور صدقہ آدمی کے گناہوں کی آگ بجھا دیتا ہے، اسی طرح آدمی کی نماز درمیان شب میں۔ اور یہ فرماکر قرآن مجید کی آیت مذکورہ تلاوت فرمائی تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ الخ

حضرت ابوالدرداءؓ اور قتادہؓ اور ضحاکؒ نے فرمایا کہ پہلوؤں کے بستروں سے الگ ہو جانے کی یہ صفت ان لوگوں پر بھی صادق ہے جو عشاء کی نماز جماعت سے ادا کریں پھر صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں اور ترمذی

میں بسند صحیح حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ یہ تَتَجَافیٰ جُنُوبُهُمْ عشاء کی جماعت سے پہلے نہ سونے اور جماعت عشاء کا انتظار کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور بعض روایت میں ہے کہ یہ آیت ان لوگوں سے متعلق ہے جو مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھتے ہیں (رواہ محمد بن نصر)۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کے متعلق فرمایا جو لوگ جب آنکھ کھلے اللہ کا ذکر کریں لیٹے بیٹھے اور کروٹ پر وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

ابن کثیر اور دوسرے ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ ان سب اقوال میں کوئی تضاد نہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت ان سب کو شامل ہے اور آخر شب کی نماز ان سب میں اعلیٰ و افضل ہے۔ بیان القرآن میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

اور حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی کھڑا ہوگا جسکی آواز تمام مخلوقات سنیں گی وہ ندا دیگا کہ اہل محشر آج جان لیں گے کہ اللہ کے نزدیک کون لوگ اکرام کے مستحق ہیں۔ پھر وہ فرشتہ ندا دے گا کہ اہل محشر میں سے وہ لوگ کھڑے ہوں جنکی صفت یہ تھی تَتَجَافیٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یعنی انکے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں، اس آواز پر یہ لوگ کھڑے ہونگے جنکی تعداد قلیل ہوگی (ابن کثیر)

اور اسی روایت کے بعض الفاظ میں ہے کہ یہ لوگ بغیر حساب جنت میں بھیج دیئے جائیں گے اسکے بعد اور تمام لوگ کھڑے ہوں گے ان سے حساب لیا جائے گا۔ (مظہری)۔

(معارف القرآن صـ ج ۷)

(مکتوب نمبر ۴۹۴)

حال: بعالی خدمت سراپا خیر و برکت حضرت سیدی دامت برکاتہم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ جناب والا کے رحم وکرم سے یہ نالائق مجلس مبارک میں شریک ہونے لگا، کسی خاص ضرورت سے حاضر نہ ہوسکا تو اور بات ہے ورنہ کوشش کرتا ہوں کہ ضرور حاضر ہوکر مستفید ہوں مجھے یقین ہے کہ میری نالائقی سے جناب کو جو انقباض وتکدر (میرے ہی فائدے کے لئے) ہوا تھا وہ صاف ہوگیا ہوگا۔

تحقیق: آپ کا صاف ہوا یا نہیں میرا تو اسی پر متفرع ہے۔

حال: اللہ تعالیٰ مجھکو اس لائق کرے کہ دن بدن ایسے اخلاق واعمال سرزد ہوں جن سے جناب کو مناسبت تامہ اس نامہ سیاہ سے ہوجائے۔ اللّٰھم آمین۔

تحقیق: آمین۔

حال: غصہ کی برائی، صبر کی فضیلت، نعمائے جنت کا تذکرہ، مشیت خداوندی کی تفصیل۔ میری شرکت مجالس میں ہوئے۔ اسمیں بڑی بات میرے لئے صبر کا بیان تھا۔ غصہ کے وقت صبر یہ اپنی جگہ خود ہی ایک بہتری اور فضیلت ہے گو اسکی وجوہات کچھ ہوں لیکن خالص اللہ تعالیٰ کے لئے غصہ آنا اور دوسرے کے غصہ پر صبر کرنا اور اسکی اذیت دہی پر خاموشی اور رضا یعنی یہ سمجھکر کہ صبر سے اللہ تعالیٰ خوش ہونگے عفو سے اجر ملے گا اسکا استحضار بہت ہی کم رہا۔

تحقیق: یہی تو بات ہی ہے

حال: بلکہ ہر مسرت ومصیبت میں صبر کا خیال قال خال ہی رہا، ویسے ذکر واذکار تلاوت وتہجد وغیرہ سب ہوتا رہا لیکن موقعہ غصہ وصبر میں علم وعمل سب جاتا رہا۔

تحقیق: ہاں ہاں۔

حال: عین وقت پر یہ سب چیزیں کام آجائیں اور اس پر عمل کی توفیق ہوجائے تو بڑا کام ہو اور زندگی بڑے آرام وسکون سے گذرے۔ تحقیق: بیشک۔

حال : حالات کچھ ہوں یعنی غیر اختیاری مصائب و غربت اگر اخلاقی حالات درست ہوں تو سکون و اطمینان میں فرق نہیں آتا۔ تحقیق : بیشک

حال : غرض ان مجالس کی شرکت سے علم پر عمل کی توفیق ہوئی اگرچہ گذشتہ نامساعد حالات سے انتہا سے زائد تکلیف ہوئی اور اب بھی بلا قصد خیال ہو جاتا ہے تو طبیعت میں ہیجان اور اسکے اثر سے نیند میں خلل پڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں قلب ہے وہ اپنی مرضیات میں لگائے رکھے اور حسن خاتمہ سے سرفراز کر کے بخشدے۔

تحقیق : آمین۔

حال : حضرت والا سے اپنی تمام پریشانیوں کے دور ہونے کی دعا کی درخواست کرتا ہوں اور اپنی نالائقیوں کا عذر خواہ ہوں۔

تحقیق : اللہ تعالیٰ اصلاح حال فرمادے، اللہ تعالےٰ معاف فرمادے۔

مکتوب نمبر ۴۹۵

حال : اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت والا کے طفیل سے میرے سینہ کو انبساط ومسرت سے لبریز فرمادیں۔

نظر بد کا تقاضا قلب میں رہتا ہے اسکے لئے مواقع کثیر مدرسہ میں ہونے کی وجہ سے بالقصد نظریں پڑ جاتی ہیں جس سے قلب تھوڑی دیر لذت اٹھا لیتا ہے پھر ایسی قلب میں ندامت محسوس کرتا ہوں گویا سینہ میں کوئی چیز تھی غائب ہوگئی۔ پھر توبہ واستغفار کثرت سے کرنے کے بعد ایک قسم کی بشاشت محسوس کرتا ہوں۔

حضرت والا سے عاجزانہ گذارش ہے کہ نظر بد کے دفعیہ کیلئے کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ لگا ہے غیر اختیاری پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہوں معمولی سی بات رہتی ہے اسکے لئے کئی مقدمات ذہن میں آکر قلب کو تشویش میں ڈالد یتے ہیں۔ حضرت والا اسکے نجات کیلئے کچھ تحریر فرمائیں

اگر کوئی سامنے یا پیچھے تعریف کر دیتا ہے تو خوش ہو جاتا ہوں اگر کوئی تذلیل

کرتا ہے اس سے طبیعت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ غرض حضرت والا سے عاجزانہ گذارش ہے کہ مادح و ذام دونوں یکساں نظر آئے یہ حالت پیدا ہونے کے لئے حضرت والا دعا فرمائیں۔

تحقیق: الحمدللہ بخیریت ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سینے کو مسرت و انبساط سے لبریز کر دیں۔ نظر بد کا علاج اسکے تقاضے پر عمل نکرنا ہے۔ صدور کے بعد استغفار سے تدارک از بس نافع ہے۔ تعریف سے خوش ہونا اور مذمت سے ناخوش ہونا یہ امر طبعی ہے مگر اختیار سے دونوں طرف التفات نکرنا چاہیئے، اور اس کے مقتضٰی پر عمل سے گریز کرنا ضروری ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۹۶)

حال: حضرت اقدس کی دعا کی برکت سے ہر کام اور ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی خوشی و ناخوشی کا خیال ہوتا ہے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں کوشاں رہتا ہوں اب اپنی زندگی میں بہت کچھ انقلاب پا رہا ہوں۔ ہمیشہ زندگی کو اپنے بزرگوں کی روش پر چلانے کی فکر رہتی ہے۔ الحمدللہ حضرت کی جوتیوں کے طفیل اس ناکارہ آوارہ کی حالت بہت کچھ بہتر ہوئی ہے ورنہ اس ناکارہ کی حالت بد سے بدہوتی۔ حضرت والا کے لئے بے اختیار دل سے دعا نکل جاتی ہے اور اکثر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ ابھی حضرت کی خدمت میں پہونچ جاؤں اور بقیہ زندگی حضرت اقدس کی جوتیوں کو اٹھاتے ہوئے گذار دوں۔

حضرت والا! طلبہ کی حالت اطمینان بخش ہے۔ طلبہ آنحضرت کیخدمت میں سلام مسنون و درخواست دعا کر رہے ہیں۔ حضرت والا اس ناکارہ خادم کیلئے دعا فرما دیں۔

تحقیق: الحمدللہ بخیریت ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپکو ہمیشہ بخیریت رکھے آپ نے فرمایا ہے کہ "ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی خوشی و ناخوشی کا خیال رہتا ہے" نہایت مبارک حال ہے اسکے زیادہ

انقلاب کیا ہوگا؟ بزرگوں کی روش پر اپنے کو چلانے کا خیال یہ اتباع ہے اُن کا اسی سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اور کلمات محبت جو تحریر فرمائے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مزید محبت اور اتباع نصیب فرمائے۔ حضرات طلبہ کی حالت سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ ان سب کی تکمیل فرمائے سب کو سلام کہیئے۔ ان سب کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۴۹۷)

حال: بحمد اللہ ببرکت دعائے حضرت والا معمولات کی ادائیگی ہو جاتی ہے گو عموماً کچھ کمی ہو جاتی ہے لیکن بحمد اللہ بالکل ناغہ نہیں ہوتا۔ تحقیق: غنیمت ہے۔

حال: حضرت والا سے برکت و رسوخ کی دعا کی ادباً استدعا ہے۔

تحقیق: دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال: و نیز اسکی بھی کہ حق سبحانہ و تعالیٰ صحت و قوت عطا فرمائیں کیونکہ آجکل صحت کچھ ٹھیک نہیں جسکی وجہ سے سویرے اٹھا نہیں جاتا اور معمولات کی تکمیل میں کمی رہجاتی ہے۔

تحقیق: اسی طرح چلے چلئے۔

حال: پھر رمضان کی آمد آمد ہے حضرت دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ صحت و عافیت عطا فرمائیں۔ اور ماہ مبارک میں اپنی مرضیات میں مشغول رہنے اور نامرضیات سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین۔

حال: اب اپنا ایک مرض عرض کرتا ہوں، خادم کی عادت دیرینہ ہے کہ دنیوی کام کو نہایت دلچسپی سے ادا کرتا ہے جسکی وجہ سے کام کے انجام دینے کے وقت تو حق تعالیٰ یا آخرت کا مطلق خیال نہیں آتا اور انجام دینے کے بعد بھی حالت یہ ہوتی کہ انھیں دنیوی امور کی جانب ذہن کھنچا رہتا ہے۔ خادم کا دماغ کچھ اس ساخت کا بنا ہوا ہے کہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ سوچا کرتا ہوں تو یہ قوت دنیوی امور ہی میں کلیتہً صرف ہو جاتی ہے

تحقیق: اسکا کیا مطلب ہے کہ اسکے بعد باقی نہیں رہتی؟ یہ کہیئے یہ ہے اصل مرض اسکو

انہاک سے تعبیر کرتے ہیں طالبین دین کو غیر دین سے اتنا بیّن انہاک نہیں ہوسکتا۔

حال : ہمیشہ خیال آتا ہے کہ فلاں کام رہ گیا فلاں کام کی تکمیل کرنا ہے انجام کار کے وقت کام میں از حد مشغول رہتی ہے۔ فراغت کار کے بعد کلی فراغت نصیب نہیں ہوتی۔

تحقیق : فراغت تو ہو جاتی ہے مگر آپ کے قلب کو فراغت نہیں ہوتی۔

حال : ہمیشہ سوچ میں گذرتی ہے کہ فلاں کام کرنا ہے فلاں رہ گیا ہے، کیا ہوگا؟ حتّٰی کہ نیند سے بیدار ہونے کے ساتھ ہی تمام اہم امور دنیوی ہی یاد آجاتے ہیں۔

تحقیق : سب دنیاداروں کا یہی حال ہے۔ سنو ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں　　این خیال است و محال است و جنوں

حال : مختصر یہ کہ ذہن و دماغ مہمات دنیا ہی میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں جس کی وجہ مہمات آخرت سے کلیۃً ذہول ہے۔

تحقیق : اب میں سمجھا کہ آپکو فائدہ اس وجہ سے نہیں ہو رہا ہے، مجھکو آپکی اس تحریر سے فائدہ پہونچا۔

حال : حضرت سلمہٗ اسکے علاج سے مطلع فرمادیں انشاء اللہ عمل کرونگا۔

تحقیق : جب آخرت مطلوب ہے اور آخرت کو ترجیح ہے دنیا پر، پس اسکو ترجیح دینا لازمی ہے۔

حال : نیز دعا بھی فرمادیں کہ حق تعالیٰ مہمات آخرت کی تکمیل کی دھن اور دھیا نصیب فرمادیں۔ تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۹۴

حال : حضرت والا کی دعا، و توجہ کی برکت سے سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہیں

تحقیق : الحمدللہ۔

حال : حضرت والا اس مرتبہ شب برات . . . . . میں حضرت والا کی رفا

میں گذارنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے بخشی کسقدر لطف حاصل ہوا بیان سے باہر ہے لفظوں میں ادا نہیں کیا جا سکتا جی چاہتا ہے کچھ تھوڑا سا اپنے تأثرات کا اظہار کردوں اللہ تعالیٰ عمل کی اور فہم سلیم کی توفیق عطا فرمائیں ۔ تحقیق : آمین ۔

سال : حضرت والا جمعہ کے دن جو مجلس ہوئی اس میں ایسی باتیں سنائی گئیں جو کبھی بھی نہ سنیں تھیں ادخلوا الجنہ بماکنتم تعلمون کی تفسیر اور نیز لا یدخل الجنہ احد بعملہ میں تطبیق بس طبیعت پھڑک اٹھی ۔ تحقیق : الحمدللہ

سال : اور بھی جتنے مضمون تھے سب ہی دلربا اور ایمان کی چنگاری اجاگر کرنیوالے طاعت پر ابھارنیوالے اور دل کو مجروح کرنیوالے تھے ۔ تحقیق : بیشک

سال : حضرت والا مجلس کے وقت ہی سے اس پراگندہ دل کو بھی احساس ہونے لگا تھا کہ رحمت و رافت اور انتہائی شفقت کا بادل منڈلا رہا ہے اور اس سے ترشحات شروع ہو گئے ہیں، خدا ہی خیر کرے دیکھئے کیا حال ہوتا ہے ؟ رات بھی متبرک آرہی ہے بے انتہا رحمت کی بارش برسانے والی ۔ محبین اور . . . . کے سیدھے سادے اور مخلص لوگ موجود ہی ہیں، دیکھئے آج رات کیا رنگ لاتی ہے ؟ سورج غروب ہوگیا بس آسمان دنیا پر تجلی شروع ہوگئی اور پکار شروع ہوگئی کہ کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ اسکی مغفرت کیجائے، کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اسکی دعا قبول کیجائے وغیرہ وغیرہ ۔ بس کیا پوچھنا ہے خدا کا لاڈلا بندہ اور برگزیدہ محبوب فرض کے بعد آگے مصلیٰ پر بڑھ ہی تو گیا اپنے خدا کے سامنے ۔ بس دل پر کیا کیفیت گذری اسکو کن لفظوں سے ادا کروں قاصر ہوں ۔

تحقیق : صحیح لکھ رہے ہو ۔

سال : اسکے بعد بیعت وغیرہ کا جو سلسلہ رہا تو اسکی کیفیت کیا عرض کروں مجھ جیسا سیاہ کار بھی احساس کرنے لگا کہ آج حضرت والا رحمت و شفقت سے سراپا شرابور ہیں اور محبین کو بھی سیراب کر رہے ہیں، اپنے اپنے ظرف کے مطابق سبھی جام چڑھا رہے ہیں ۔ پورے . . . . . میں رحمت کی موسلا دھار بارش ہوتی نظر آرہی تھی سکون

واطمینان کا کیا پوچھنا۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: بس اپنے پر کیا کیفیت گذر رہی تھی کہاں سے الفاظ لاؤں تحریر کرنے سے قاصر ہوں۔ تحقیق: بیشک۔

حال: بس کان میں توحید کی باتیں گونج رہی ہیں۔ شب برات کا منظر سامنے ہے، قلب بیحد متاثر اور مجروح ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا نے اس روز دل کے اندر ایک چنگاری لگا دی ہے جو سلگ رہی ہے۔ پہلے بھی جب حضرت والا سے قدمبوسی کر کے آتا تھا دل پر اثر ضرور رہتا تھا کچھ روز تک مگر اس مرتبہ کا یہ حال ہے کہ باوجود بیوی بچے وغیرہ ساتھ ہیں لیکن دل کا لگاؤ حضرت والا کی طرف رہتا ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: اور جب منظر۔۔۔۔ کا اور بیعت وتلقین کا خاکہ سامنے آجاتا ہے تو حضرت والا کے تلقین وغیرہ کے الفاظ کانوں میں گونجنے لگتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا سماں بندھ جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ زبان تو حضرت والا کی گویا ہے مگر یہ آواز کہیں اور سے آرہی ہے کہ بے اختیار آنسوؤں کے دریا اڈے چلے آتے ہیں دل سنبھالے نہیں سنبھلتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ کلیجہ سینے سے باہر نکل جائیگا۔ مرغِ بسمل کیطرح تڑپنے کو جی چاہتا تھا مگر ادب اور شانِ جلالت مانع ہو جاتی تھی جب یہ سب منظر سامنے آتا ہے تو دل بچین ہو جاتا ہے اور قلب کے اندر ایک ہیجانی اور اختلاجی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے بس یہی جی چاہتا ہے کہ سب چھوڑ چھاڑ کر قدموں میں جا کر پڑ رہوں۔ تحقیق: خوب

حال: کاشکہ ذمہ داریاں وغیرہ نہ ہوتیں، دل بیحد متاثر ہو جاتا ہے آنکھوں میں آنسو بھر آتا ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: اگر جلد از جلد قلب کو دوسری طرف متوجہ نہ کروں تو پھر شاید آپے سے باہر ہو جاؤں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صبر واستقامت عطا فرمائیں اور حضرت والا کے ہر ہر حکم پہ مر مٹنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین۔

تشریح از مرتب

حضرت مصلح الامتؒ نے شاہی مسجد مئو کے وعظ میں جو ۲۰ر جمادی الاول ۱۳۸۱ھ کو مجمع عام میں ہوا تھا کتاب الیواقیت والجواہر سے آیت تلاوت کردہ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ کی شرح کے سلسلہ میں حضرت شیخ اکبرؒ کی عبارت نقل فرمائی تھی ناقلِ وعظ نے اس بیان کا خلاصہ نقل کر دیا ہے پوری عبارت نقل نہیں کی تھی راقم نے مناسب سمجھا کہ اصل کتاب سے پوری عبارت اور اسکا مطلب مع ترجمہ بیان کر دے تاکہ ناظرین کے لئے مزید افاضہ کا باعث بنے اسلئے الیواقیت سے علامہ شعرانی کی وہ عبارت پیش کرتا ہوں وھو ہذا۔

وسمعتہٗ یقول ایضا فی قولہ تعالیٰ وذکر فان الذکری تنفع المومنین اذا رایت یا اخی من یدعی کمال الایمان ویذکرہ الناس فلا تنفعہ الذکریٰ فاعلم انہ فی ذلک الحال ناقص الایمان بمرۃ فان شہادۃ اللہ حق وھو الصادق وقد اعلمنا ان المؤمنین ینتفع بالذکری وقد راینا ھذا لم تنتفع فلا بد ان تقول ان ایمانہ تنوظای عنہ تصدیقا للہ۔

فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی علی خواصؒ سے آیہ کریمہ وذکر فان الذکری تنفع المومنین کی شرح کے سلسلے میں سنا کہ فرماتے تھے کہ اے بھائی! جو شخص کمالِ ایمان کا دعویٰ کرے اور لوگ اسکو وعظ و تذکیر بھی کرتے ہوں مگر تذکیر سے اسکو نفع نہ ہوتا ہو تو سمجھ لو کہ وہ اس صورت میں بالکل ناقص الایمان ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی شہادت حق ہے اور وہ صادق و مصدوق ہے اور اسنے ہمکو بتلایا ہے کہ ایمان والوں کو تذکیر نافع ہوتی ہے اور اسکو ہم دیکھ رہے ہیں کہ پند و تذکیر سے ذرا نفع نہیں ہوا تو یقیناً یہ بات ہے کہ اسکا ایمان اس سے پوشیدہ ہے اور ہم ایسا کہنے پر اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرنے کیوجہ سے مجبور ہیں۔

ولا معنی لتنفع الا وجود العمل منہ و بالجملہ فلا تری احداً یتوقف بما امر بہ الا و فی نفسہ احتمالٌ۔ ومن قام لہ فی شی اخبرہ الصادق بہ احتمال

پھر یہ سمجھو کہ نفع ایمانی کے کوئی معنی نہیں سوائے اسکے کہ اس سے اسکے مطابق عمل پایا جا رہا ہے حاصل یہ کہ تم کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے احکام میں عمل کرنے میں توقف کرتا نہ پاؤ گے مگر اسوجہ سے کہ اسکے نفس میں اسکے بارے میں کچھ شک شبہ اور دھکڑ پکڑ ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جو صادق

فلیس ھو بکامل الایمان مع انک لو سألتہ تقال لا شک فی صدق ما اخبرنا اللہ بہ و رسولہ۔ ۔ ۔

ہیں انکے حکم میں جو اس نوع کا تردد کرے اس کا ایمان کامل نہیں ہے حالانکہ اگر تم خود اس سے دریافت کرو تو وہ بڑے دعوے کیساتھ کہیگا کہ اللہ و رسولؐ کی خبر دی ہوئی باتوں میں مجھے ذرا شبہ نہیں ہے تو پھر عمل کیوں نہیں ہوتا ہے۔

- - - - - - - - -

فتنبہ یا اخی! لنفسک فانک لان تاتی اللہ تعالیٰ وانت کامل الایمان من غیر کثیر عمل خیر لک من ان تاتیہ باعمال الثقلین و فی ایمانک ثلمۃ و نقص۔

پس اس سے اے میرے بھائی! تم اپنے لئے تو یہ سبق لے ہی لو کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہو اس حال میں کہ تم کامل الایمان ہو (عمل چاہے بہت نہوں) یہ اس سے کہیں اچھا حال ہے کہ تم ثقلین (تمام جن وانس) کا عمل لئے ہوئے جاؤ مگر تمھارے ایمان میں کچھ نقص اور کھوٹ ہو

فعلم کما قال لہ الشیخ فی الباب التاسع والخمسین ومائتین ان الایمان علم ضروری یجدہ المومن فی قلبہ لا یقدر علی دفعہ وکل من آمن من دلیل فلا وثوق بایمانہ کما ذکرنا فی مقدمۃ ھذا الکتاب۔ و ذلک لان صاحب الدلیل معرض للشبہۃ القادحۃ فی ایمانہ اذ ھو ایمان نظری لا ضروری والنظری صاحبہ اسیر الدلیل و کل

پس جیسا کہ شیخ اکبر نے ۲۵۹ باب میں فرمایا ہے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایمان ایک علم ضروری شے ہے (نظری اور استدلالی نہیں ہے) جس کو کہ ہر مومن اپنے قلب میں ایسا راسخ پاتا ہے کہ اسکے دفع پر وہ قادر نہیں ہے اور جو شخص ایمان میں دلیل کا محتاج ہوتا ہے تو اسکے ایمان کا کچھ بھروسہ نہیں جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے مقدمہ میں اسکو بیان کیا ہے اور یہ اس لئے کہ دلیل والا کسی نہ کسی شبہ میں پڑا ہوتا ہے جو اسکے ایمان کے لئے نقص کی بات ہوتی ہے اسلئے کہ یہ ایمان تو نظری ہو جاتا ہے ضروری نہیں رہ جاتا اور نظری چیز کا حال یہ ہے کہ اسکا صاحب دلیل کا اسیر ہو جاتا ہے اور پھر جو

ترجح عنده فی وقت ترك ما کان علیه قبل ذلك ولهذا لا یشترط فی وجود الرسالة اقامة الدلیل للمرسل الیه ولذلك لم یجد مع وجود الدلیل وقوع الایمان من کل احد بل من بعضهم ۔ فقط فلو کان لنفس الدلیل لعم ونراه ایضا یجد ممن لم یر دلیلاً فدل علی ان الایمان انما هو نور یقذفه الله فی قلب من یشاء من عباده لا بدلیل ۔ ولذلك قلنا لا یشترط فیه وجود دلیل ۔ وقد ذکر نحو ذلك الشیخ محی الدین فی الباب التاسع والخمسین ومائة بقوله فقد نبهتك علی سر غامض لا یعرفه کل احد فاحتفظ ۔ والله تعالیٰ اعلم ۔ (الیواقیت ص۱۳۹ ج ۲)

بات اسکے نزدیک کسی وقت راجح ہوئی تو وہ اپنے پہلے خیال سے باز آجائیگا ۔ یہی وجہ تو ہے کہ وجود رسالت میں اقامت دلیل شرط نہیں ہے مرسل الیہ کیلئے ۔ چنانچہ دلیل کے بعد ہر ایک شخص ایمان لے ہی آوے ایسا نہیں ہوتا بلکہ صرف کوئی ہی کوئی ایمان لے آتا ہے تو اگر ایمان بالرسالت نفس دلیل کے ساتھ مربوط ہوتا تو اسکا نفع عام ہونا چاہیئے یعنی سب ہی لوگ ایمان لے آتے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ۔

بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ایمان اس شخص میں پایا جاتا ہے جس نے دلیل بالکل نہیں دیکھی ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ایک نور کا نام ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے جسکے قلب میں چاہتا ہے بلا دلیل کے عطا فرما دیتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ ایمان کے لئے دلیل کا ہونا شرط نہیں ہے ۔ شیخ اکبرؒ نے بھی ۱۵۹ ویں باب میں اسی کے مثل بیان فرمایا ہے ۔ اور یہ فرمایا ہے کہ ـــــ اے میرے بھائی! دیکھو میں نے تمکو ایک غامض سر کیجانب متوجہ کردیا ہے جسکو ہر شخص نہیں جانتا لہذا اسکو خوب اچھی طرح یاد رکھنا ۔

شاہی جامع مسجد کا یہ وعظ ہمارے ایک محترم بزرگ کے قلم کا لکھا ہوا ہے جو اس وعظ میں خود بھی موجود تھے اب اسکے بعد ایک دوسرے مولوی صاحب محترم کی تحریر پیش خدمت ہے جنھوں نے مواعظ کی باتیں ملفوظ کے انداز پر تحریر فرمائی ہیں اور نمبروار حضرت کے ۱۲ ملفوظات مفیدہ سے ہمیں مستفید فرمایا ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء

(واقعات وحالات منوناتھ بھنجن اعظم گڈھ)

مئو کے حضرات علماء کرام سے پوچھئے کہ میرے علم
(۱) فرمایا کہ ـــــــ
اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ
کے بارے میں وہ کیا فرماتے ہیں اور اس امر پر ہم خدام نیچے اترے
سئو میں علی العموم بازار کے قریب ہی ایک مکان میں فروکش ہوا کرتے تھے۔ بازار
سے گذر ہی رہے تھے کہ اتفاق سے مئو کے ایک معمر اور بڑے عالم جناب
مولانا ضمیر احمد صاحب قدسی (رحمۃ اللہ علیہ) سے ملاقات ہوگئی اور آپ سے
عرض کیا گیا کہ حضرت مئو کے علمائے کرام سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میرے علم
کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں؟ اور اسی کام کے لئے انھوں نے ہمکو بھیجا ہے
پس چونکہ آپ بھی یہیں کے علماء میں سے ہیں لہٰذا آپ اپنا خیال ظاہر فرمائیں

تنبیہ: مولانا موصوف مشہور عالم حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی
دیوبندی رحمۃ اللہ کے ہم سبق تھے، اور حضرت علامہ جناب مولانا محمود حسن صاحب
شیخ الھند دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے، فن ادب اور منطق
میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اور ساری زندگی تقریبا درس وتدریس میں گذاری
ابتدائی دور میں علمائے ظاہر کی طرح حالات تھے لیکن بعد میں اور خاصکر حضرت
اقدس مولانا فتحپوری قدس العزیز کے بار بار ورود مئو سے اور حضرت کی مجلس
اور صحبت مبارکہ سے کچھ اور رنگ چڑھ گیا تھا اور حضرت کے بیحد معتقد بلکہ خوشہ چین
ہوگئے تھے اور نہایت ہی عزت واحترام اور عجز واخلاص اور فروتنی کے ساتھ
حضرت کیخدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

آپ اس سوال کرنے پر سہم گئے اور فرمانے لگے حاشا وکلا میں اس کے
متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا میری کیا ہمت اور مجال کہ حضرت کے بارے میں کوئی رائے
دوں یا کلام کروں میری عقل وفہم اور ادراک سے یہ امر بالاتر ہے مگر ہم خدام نے
اصرار کیا کہ الامر فوق الادب جب حضرت خود ہی ارشاد وامر فرما رہے ہیں تو

ایسی صورت میں سکوت کرنے سے حضرت کو انتظار باقی رہے گا اور اس سے قلب و دماغ کو تشویش ہوگی اسلئے کچھ نہ کچھ فرما ہی دیجئے تاکہ ہملوگ اسکا جواب جاکر پیش کرسکیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ "علمار ظاہر کا علم خبری علم ہے اور اہل اللہ کا علم نظری علم ہے نظر کے معنی یہاں پر رویت اور دیدن کے ہیں کہ ــــــ ع "قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید" کے معنی یہی ہیں" ــ بس ہم خدام یہی جواب سنکر اور لیکر وہیں سے لوٹ آسئے اور آگے نہیں بڑھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا موصوف کے حوالہ سے یہ جواب من وعن نقل کرنے دیا گیا سنکر بیحد مسرور بلکہ محظوظ ہوئے اور فرمایا اب پوچھنے کیضرورت نہیں ہے

(۲) فرمایا کہ ــــــ عام طور پر علمار کے نزدیک یہ معروف و مشہور ہے کہ مشہور عالم حضرت ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ شارح مشکوٰۃ و صاحب مرقاۃ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے اور یہ بھی واضح رہے کہ وہ اسکے ساتھ ساتھ بہت بڑے عارف باللہ اور صاحب معرفت و ولایت تھے، وہ فرماتے ہیں کہ دین کی سمجھ کھلتی ہے تین چیزوں سے اور ضمناً یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ایک سمجھ ہے کتاب کی اور ایک سمجھ ہے دین کی۔ پس دونوں میں لزوم نہیں لہٰذا ہو سکتا ہے کہ کسی کو کتاب کی فہم تو خوب ہو مگر دین کی فہم سے خالی اور عاری ہو۔

پس دین کی فہم کھلنے کے لئے تین شرطیں ہیں پہلی شرط حسن نیّت ہے کہ جو کام بھی کرے اور جو ریاضت اور مشقت برداشت کرے اسکی غرض وغایت صرف رضار خداوندی ہو اسکے علاوہ اور کسی قسم کا خیال بھی نہ آنے پائے۔ اور دوسری شرط طعمۂ[۲] حلال ہے یعنی شکم میں جو کھانا پانی جائے وہ حلال اور طیب ہو اور تیسری شرط تعظیم[۳] و حرمت ہے۔ اس پر مخاطب نے حضرت سے عرض کیا کہ تعظیم اور حرمت دونوں ہم معنی ہیں پس یہ تو اضافۃ الشئی الیٰ نفسہ ہوگئی اسکا مطلب سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ تب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسکا مطلب ہے کہ مثلاً کوئی کتاب بازار میں دو چار روپیہ قیمت پر ملتی ہے اور کسی شخص کو کسی بادشاہ صاحب جلال

نے دعوت دی اور نہایت عزت واحترام سے اپنے شاہی قصر میں لے گیا اور قسم قسم کی نعمتیں کھلائیں اور آخر میں وہی کتاب جو بازاروں میں چار روپیہ میں ملتی ہے اس نے نہایت عزت واحترام سے اسکو ہدیۃً پیش کیا تو اب کتاب کی قیمت اور رفعت کتنی بڑھ جائیگی کہ اسکی نسبت ایک صاحب جلال وجبروت بادشاہ کیطرف ہوگئی جیسے جآء عبد السلطان میں عبد کی نسبت سلطان کیطرف ہونے سے کسقدر عبد کی رفعت زیادہ ہوگئی پس اسکا مطلب یہ ہوا کہ شیخ اور اپنے مصلح کیطرف سے جو چیز بھی اسکو ملجائے اسکو دنیا ومافیہا سے بڑھکر اور بہتر سمجھے اور اسکو حرز جاں بنالے۔

(۳) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ورود مئو کے موقع پر آس پاس کے شہروں اور مضافات مئو کے بھی اکثر حضرات استفادہ کے لئے چلے آیا کرتے تھے گورکھپور سے بھی چند حضرات کا معمول تھا کہ بہت توجہ اور پابندی کے ساتھ مئو میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے انھیں حضرات میں سے ایک صاحب شکار وغیرہ کا بہت شوق رکھتے تھے اتفاق سے حضرت کی مئو میں تشریف آوری کے وقت وہ شکار میں چلے گئے اور مئو میں حاضر ہونے والے احباب سے اپنا سلام اور نہ آنیکا عذر کہلایا۔ جب انھوں نے حضرت کیخدمت میں انکا سلام پہونچایا اور یہ بھی کہا کہ وہ شیر کے شکار کے لئے اسوقت چلے گئے ہیں اسوجہ سے حاضر خدمت نہیں ہوسکے اسپر حضرت نے معاً فرمایا کہ ان سے کہد یجئے کہ پہلے اپنے نفس کا شکار کریں اسکے بعد کوئی اور شکار کریں اسمیں تنبیہ فرمائی گئی کہ جب تک اہل اللہ کے پاس اخلاص اور استقلال سے حاضر نہیں ہونگے کام بننا مشکل بلکہ دشوار اور محال ہے اور حضرت یہی چاہتے تھے کہ میرے پاس آنے والے حضرات محبت ومعرفت کے نور سے معمور اور اس سے بھرے ہوئے رہیں۔ چنانچہ کبھی کبھی فرمادیا کرتے تھے کہ آپ لوگ اس طرح رہئے کہ دیکھنے والے خود سمجھ جائیں کہ یہ اور قسم کے لوگ ہیں۔ جیسا کہ فارسی کی مثل مشہور ہے کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید ــــ والفضل

ما شہدت بہ الاعذار۔

(۴) ایک مولوی صاحب جو کہ مئو کے ایک مدرسہ میں مدرس تھے اور حضرت سے شرف بیعت بھی حاصل کئے ہوئے تھے انھوں نے ایک خط حضرت کے پاس اس مضمون کا بھیجا کہ کانپور کے ایک ماہانہ رسالہ کے مدیر اور کارکن اپنے رسالہ میں شایع کرنے کے لئے مجھ سے مضمون مانگا کرتے ہیں اور میرے خیال میں ابتک کوئی مضمون نہیں آیا اب حضرت کی مجالس میں شرکت کے بعد قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوا ہے کہ حضرت کی فرمائی ہوئی باتوں کو اور ارشادات کو "اللہ والوں کی باتیں" کا عنوان دیکر مضمون انکو بھیجدوں اگر حضرت والا اجازت عنایت فرمائیں۔

اس خط کو پڑھکر حضرت کو ایک انقباض او تکدر پیدا ہوگیا اور اپنے ایک آدمی کو بلاکر فرمایا کہ فلاں صاحب نے اس مضمون کا خط میرے پاس بھیجا ہے ان سے جاکر کہئے کہ میں مئو میں اسی لئے آتا ہوں کہ مضمون نگاری سکھاؤں؟ اور آپ کسکی اولاد ہیں؟ یہ مولوی صاحب مئو کے ایک زبردست عالم کے صاحبزادے تھے جو کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید اور حضرت چاند شاہ صاحبؒ ٹانڈہ ضلع فیض آباد کے خلیفۂ خاص تھے۔

حضرتؒ کے آدمی آپ کے پاس مدرسہ کی درسگاہ ہی میں جاکر ملے اور انسے ان کے خط کا اور حضرت کے انقباض اور تکدر کا حال بیان کیا تو وہ اکدم سہم گئے اور خائف ہوکر بہت ہی پچھتانے لگے اور حیرت زدہ اور گویا کہ مبہوت سے ہوگئے ان سے پھر دوبارہ حضرت کے ذوق کے مطابق خط لکھنے کو کہا گیا تو کہنے لگے کہ میرے ہاتھوں اور انگلیوں میں ایسا معلوم ہورہا ہے کہ طاقت ہی نہیں اور نہ کسی قسم کا مضمون لکھنے پر قادر ہوں، بڑی مشکل سے بہت اصرار اور بار بار کے کہنے پر پھر دوبارہ اس مضمون کا خط لکھا کہ "ابتک بندہ جس چیز کو علم سمجھے ہوئے تھا وہ حضرت کے فیض سے معلوم ہوا کہ سراسر جہل ہے اور جس کو نور سمجھے ہوئے تھا

اب معلوم ہوا کہ وہ ظلمت ہے اور جسکو آب حیات جانتا تھا اب معلوم ہوا کہ زہر ہلاہل ہے اب انشاء اللہ بندہ ایسی چیزوں سے پرہیز کرے گا اور اسکی قلبی تمنا ہے کہ کہ حضرت والا سے میرا تعلق ویسا ہی ہو جائے جیسا کہ حضرت والد صاحب مرحوم ومغفور کو اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس چاند شاہ صاحبؒ سے تھا" یہ خط ان سے لکھوا کر حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا گیا پڑھتے ہی انشراح تام ہوگیا اور نہایت ہی محظوظ اور مسرور ہوکر فرمایا کہ ہاں اب ٹھیک لکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نفس کو کسی چور دروازے سے بھی قلب کے اندر گھسنے نہیں دینا چاہتے تھے اور ہر وہ چیز جو ظاہر میں جسقدر بھی دیدہ زیب اور اور مرصع اور مزین ہو اور اسمیں کسی طرح اور کسی گوشہ سے بھی نفس کا کید کام کر رہا ہو تو فوراً ہی اسکی گوشمالی فرماکر اسکی تمام چالوں کو نسیاً منسیاً اور ملیامیٹ فرما دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت کا مخصوص جملہ تھا کہ مجھکو جلبہ جلوس ہیں نہ لیجاؤ میں پٹیا پھاڑ کہدونگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجے کو بال بال اونچا کریں۔ امطر اللہ علیہ شآبیب رحمتہ ۔

(۵۱) ایک مولوی صاحب حضرت سے تعلق رکھتے ہیں انھوں نے ایک عربی رسالہ سے جو اسی صوبہ کے صدر مقام سے شایع ہوتا ہو کچھ باتیں از قبیل اذکار و ادعیہ اس رسالہ سے نقل کرکے حضرت کیخدمت میں پیش کردیا اور اتفاق سے وہ یہ لکھنا بھول گئے کہ ان کو بندہ پڑھے تو کیسا ہے؟ حضرت نے اس تحریر کو دیکھنے کے بعد اپنے ایک آدمی سے جو عالم ہیں، ان کے پاس کہلوایا کہ کیا انھوں نے ان دعاؤں کو میرے پڑھنے کے لئے لکھا ہے؟ اس بات کو سنکر لکھنے والے مولوی صاحب نہایت پریشان اور ششدر اور نادم ہوئے اور اپنا عذر پیش کیا اور اپنی غلطی کا اقرار کیا کہ حاشا وکلا یہ مقصود نہیں تھا جیسا کہ حضرت نے فرمایا ہے۔ ہاں اپنے پڑھنے کے لئے پوچھنا مقصود تھا جو سہواً لکھنے سے رہ گیا۔ بات رفع دفع ہوگئی ــــــ ۔۔۔۔

(بقیہ آئندہ)

قال اللہ تعالیٰ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلائیے

تَنْوِیْرُ السَّالِکِیْن

ترجمہ

تَنْبِیْہُ الْغَافِلِیْن

نصف دوم

(مولفہ)

حضرت فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد ابراہیم السمرقندیؒ

(مترجم)

العبد الراجی الی رحمۃ ربہ السبحان محمد عبد الرحمٰن جامی عفی عنہ

خانقاہ وصی اللّٰہی۔ الٰہ آباد

دفتر ماہنامہ العرفان بخشی بازار الٰہ آباد

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(نصف دوم)

چھتیسواں باب

(صدقہ کی فضیلت کا بیان)

فقیہ ابو اللیث ثمرقندیؒ سے مروی ہے کہ حضرت میمون بن مہران بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ نماز دین اسلام کا ستون ہے اور جہاد عمل کی چوٹی ہے اور صدقہ تو عجیب ہی چیز ہے۔ ان سے روزہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ وہ تو ایسی قربت ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی قربت نہیں۔ پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ بہتر ہے فرمایا کہ جو زیادہ ہو پھر اسکے بعد جو اس سے کم ہو اور اس پر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنی تم نیکی کو نہیں حاصل کرسکو گے یہانتک کہ اس چیز کو خرچ کرو جو تمکو محبوب ہو۔ کہا گیا کہ اگر کسی کے پاس اتنا مال نہ ہو تب وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی ضروریات سے جو مال فاضل بچے اسکو صدقہ کردے۔ کہا گیا کہ اگر کسی کے پاس یہ بھی نہ ہو پھر وہ کیا کرے؟ فرمایا کہ اپنی قوت سے کسی کی امداد کردیا کرے۔ کہا گیا کہ جو شخص یہ بھی نہ کرسکے وہ کیا کرے؟ فرمایا کہ اپنے آپ کو دوزخ سے بچائے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے صدقہ کرنے ہی سے سہی۔ کہا گیا کہ جو شخص یہ بھی نہ کرسکے؟ فرمایا کہ پھر کم ازکم وہ یہی کرے کہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ ایک روایت میں یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیگئی ہے۔

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ ہر دن سورج نکلتے وقت اس کے دونوں جانب ایک ایک فرشتے کھڑے ہوکر اعلان کرتے ہیں اور ان کے اعلان کو

سب روئے زمین والے سنتے ہیں سوا جن وانس کے، وہ یہ کہتے ہیں کہ اے لوگو اپنے رب کیطرف آؤ (یعنی اسکی مرضی کے مطابق خیر خیرات کرلو) اسلئے کہ جائز دنیا جو کہ چاہے قلیل ہی کیوں نہ ہو کافی ہو، اس کثیر سے بہتر ہے جو تم کو خدا اور آخرت سے غافل کر دے۔

اور دو سرے دو فرشتے اعلان کرتے ہیں کہ یا اللہ جو شخص تیری راہ میں مال خرچ کرتا ہو اسکے لئے دوسرے مال کو خلیفہ بنا دیجئے اور جو شخص اپنے مال کو روکے ہو یعنی خرچ نہ کرتا ہو اسکے مال کو تلف فرما دیجئے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے جو کہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر یوں دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ! میں تجھسے اس بیت کی حرمت کے طفیل میں یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے گناہ کو تو بخشدے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اللہ کے بندے تو اپنی حرمت کے طفیل میں کیوں دعا نہیں مانگتا کیونکہ مومن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیت اللہ کی حرمت سے زیادہ ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بڑا گنہگار شخص ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا تمھارا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس مال بہت ہے بکریاں بہت ہیں، گھوڑے بہت ہیں لیکن کوئی نقیر جب مجھ سے میرے مال میں سے کچھ مانگتا ہے تو میں مارے غصہ کے آگ بگولا ہو جاتا ہوں اور میرے چہرے سے آگ کا شعلہ نکلنے لگتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا کہ دور ہو جا میرے پاس سے اے فاسق کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنی آگ سے تو مجھے بھی جلا دے۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تو ہزار برس بھی روزہ رکھے اور ہزار برس تک نماز پڑھے لیکن اس بخل کیحالت میں یعنی لیئم ہو کر مرے تو اللہ تعالیٰ تجھے اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا تو نہیں جانتا کہ خست کفر کی بات ہے اور کفر کا انجام جہنم ہے اور سخاوت ایمان کی بات ہے اور ایمان جنت میں لیجانیوالا ہے۔

حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخاوت ایک درخت ہے جسکی جڑ تو جنت میں ہے اور اسکی شاخیں دنیا میں پھیلی

ہوئی ہیں جس نے اسکی کسی شاخ کو پکڑ لیا تو وہ اسکو کھینچکر جنت تک لیجا دیگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ بخیل شخص بعید ہے اللہ تعالیٰ سے، بعید ہے جنت سے، بعید ہے لوگوں سے۔ قریب ہے دوزخ سے اور سخی انسان اللہ تعالیٰ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے۔ اور بخل ایک درخت ہے جسکی جڑ جہنم میں ہے اور اسکی شاخیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں جس نے کسی شاخ کو پکڑا تو وہ اسکو دوزخ میں کھینچکر لیجائیگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ بخیل اللہ سے بعید ہے جنت سے بعید ہے لوگوں سے بعید ہے اور دوزخ سے قریب ہے۔ سے۔ اور سخی اللہ سے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے مالوں کی حفاظت کرو یعنی چور ڈاکو سے بچاؤ اسکو زکوٰۃ ادا کرکے۔ اور اپنے مریضوں کا علاج کرو صدقہ دیکر اور نوع بنوع بلا اور مصیبت کا مقابلہ کرو دعا کے ذریعہ۔

عبدالرحمٰن سلمان جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی فقیر یا سائل سوال کرے تو اسکی بات کو کاٹو نہیں یہاں تک کہ وہ پوری بات کہہ لے۔ اسکے بعد چاہو تو اسکو کچھ دے دلاکر نرمی اور وقار کے ساتھ واپس کردو یا نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اسکو جواب دیدو اسلئے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمھارے پاس ایسا شخص آجائے جو نہ تو انسان ہو نہ جن ہو بلکہ خدا تعالیٰ کا فرستادہ ہو اسلئے آئے کہ دیکھے کہ تم اس کے دیئے ہوئے مال میں کیا معاملہ اختیار کرتے ہو

حضرت سعید بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی شخص دن میں یا رات میں جب بھی صدقہ کرتا ہے تو وہ اس شب میں کسی جانور کے کاٹنے سے یا دیوار وغیرہ گر جانے سے یا اچانک مرجانے سے محفوظ

رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مال کبھی بھی صدقہ دینے کی وجہ سے کم نہیں ہوا اسی طرح کوئی شخص کسیکو آجتک اسکے ظلم کے معاف کر دینے کیوجہ سے ذلیل نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالےٰ نے اسکی عزت اور بڑھا دی ہے۔ اور جس شخص نے تواضع اختیار کیا اسکو خدا نے رفعت ہی بخشی ہے

حضرت عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ دو چیزیں شیطان کیطرف سے ہوتی ہیں اور دو چیزیں رحمان کی جانب سے ہوا کرتی ہیں اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی الشیطان یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا یعنی شیطان تو تمکو فقر سے ڈراتا ہے اور نازیبا امور کا حکم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے طاعت اور صدقہ کا حکم فرماتا ہے تاکہ اسکے ذریعہ تم مغفرت اور فضل حاصل کرلو واللہ واسع علیم یعنی اللہ تعالےٰ کا فضل وسیع ہے اور وہ صدقہ کرنیوالے کے ثواب کو جانتا ہے۔

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس قوم نے بدعہدی کی تو اللہ تعالیٰ انمیں باہم قتل و قتال قائم فرما دیں گے اور جس قوم میں زنا کا رواج بڑھا تو اللہ تعالیٰ انپر موت مسلط فرما دینگے اور جس قوم نے زکوٰۃ روکی تو اللہ تعالیٰ اسپر بارش بند فرما دینگے۔

حضرت ضحاک حضرت نزال سے روایت کرتے ہیں کہ جنت کے دروازہ پر تین سطروں میں یہ لکھا ہوا ہے۔ پہلی سطر میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دوسری میں ہے "امۃ مذنبۃ" ورب غفور" یعنی گنہگار امت کے لئے بخشنے والا رب موجود ہے تیسری میں ہے "وجدنا ما عملنا وربحنا ما قدمنا وخسرنا ما خلفنا یعنی ہم نے جیسا عمل تھا اسکا ویسا ہی بدلہ پا لیا۔ اور جو مال صدقہ کرکے ہم نے آگے بھیجا اسی میں تو ہم نے نفع دیکھا اور جو کچھ کما کر دنیا میں چھوڑ آئے اسمیں ہم نے خسارہ اٹھایا۔

کہا گیا ہے کہ جس شخص نے پانچ چیزوں کو روکا اس سے اللہ تعالیٰ بھی پانچ چیزوں

کو روک لیں گے، اول یہ کہ جس نے زکوٰۃ روکی اللہ تعالیٰ اسکی مال کی حفاظت روک لیں گے دوسرے یہ کہ جس نے صدقہ روکا اللہ تعالیٰ اس سے عافیت بند فرمالیں گے تیسرے یہ کہ جس نے پیداوار کی زکوٰۃ یعنی عشر روکا تو اللہ تعالیٰ اسکی زمین سے برکت کو اٹھالیں گے چوتھے یہ کہ جس نے دعا روک لی اللہ تعالےٰ اس سے اجابت کو روک لیں گے پانچویں یہ کہ جس نے نماز میں سستی کی تو اللہ تعالیٰ اس سے مرنے کے وقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو روک لیں گے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا کہ ایک درہم جسے انسان صحت اور احتیاج کی حالت میں صرف کرے بہتر ہے ان ایک سو درہموں سے جنکے صدقہ کیے جانے کی اپنی موت کے وقت وصیت کر جائے (کیونکہ اب تو یہ سمجھتا ہی ہے کہ مرجاؤں گا اور یہ سب دوسروں کے کام آئیں گے لہٰذا اسوقت ایک سو کے صدقہ کرنے میں وہ اخلاص نہ ہوگا جو صحت اور ضرورت کے موقع پر ایک درہم خدا کے رستہ میں خرچ کرنے سے ہوتا ہے)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص تھا غایۃ بخل کے سبب سے اسکا نام ہی ملعون پڑگیا تھا اسکے پاس ایک دن ایک مجاہد آیا جو جہاد میں جانا چاہتا تھا اور اس سے اسلحہ کی خواہش کی (یعنی روپیہ طلب کیا تاکہ جنگ کیلئے اسلحہ خریدے) اور یہ کہا کہ خدا آپ کو اس شرکت کیوجہ سے دوزخ سے بچالیگا۔ اس نے صاف انکار کردیا اور اسکی کچھ بھی امداد نہ کی۔ وہ شخص واپس چلا آیا اتنے میں ملعون نادم ہوا اور نہ دینے کا اسکو افسوس ہوا اسکو آواز دیکر بلایا اور اسکو اپنی ایک تلوار دیدی تلوار لیکر وہ شخص آہی رہا تھا کہ سامنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاتے ہوئے نظر آئے اور آپکے ہمراہ ایک عابد بھی تھا جس نے ستر سال تک خدا کی عبادت کی تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے دریافت کیا کہ یہ تلوار تمھیں کہاں سے ملی؟ اس نے کہا کہ مجھے ملعون نے دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ سنکر خوش ہوئے کہ خیر اسے صدقہ کی

توفیق نہ ہوئی۔ آگے بڑھے تو ملعون ابھی اپنے دروازہ ہی پر بیٹھا ہوا تھا جب عیسیٰ علیہ السلام سامنے سے گذرے تو ملعون نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے کھڑے ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان عابد صاحب سے ملاقات کرنی چاہیئے جب آگے بڑھکر ان حضرات سے ملاقات کی تو اس عابد نے کہا کہ میں تو اس ملعون سے دور ہی رہنا چاہتا ہوں اور دور بھاگوں گا قبل اسکے کہ بداخلاقی کی آگ مجھ تک پہونچے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ گنہگار سے کہدیجئے کہ میں نے اسکے گناہ معاف کر دیئے اسکے تلوار صدقہ کرنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اسکے قلب میں آپکی محبت اور عظمت ہے۔ اور اس عابد کو یہ سنا دیجئے کہ جنت میں یہ تیرا رفیق ہوگا۔ یہ سنکر اس عابد (متکبر) نے کہا کہ مجھے اسکے ہمراہ ہو کر جنت نہیں چاہیئے اور مجھے اسکی جنت میں رفاقت بھی درکار نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے پھر عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اس عابد (ناپارسا) سے کہیئے کہ تو میری قضا پر راضی نہیں ہے اور تو نے میرے اس بندے کو حقیر جانا اچھا تو میں تجھکو ملعون کرتا ہوں اور دوزخی بناتا ہوں اور تیری جو جگہ تھی جنت میں وہ اسکو دیتا ہوں اور اسکے جہنم والے مکان سے اسکو بدل دیتا ہوں یعنی اسکے دوزخ والے مکان کو تجھے دیتا ہوں اور تیرے جنت والے مکان کو اُسے دیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کے دروازوں میں سے ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ کون شخص اللہ تعالیٰ کو آج قرض دیتا ہے (اس وعدہ پر کہ) کل کو اسے مل جائے گا۔ اور دوسرا فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ لوگو! خوب اولاد پیدا کرو انجام کار ان سب کی موت ہے اور خوب بلند و بیکم اونچے مضبوط و مستحکم مکانات بنواؤ۔ بالآخر ان سب کو ایک دن ویران تو ہونا ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب آپ دنیا سے تشریف لیجائیں تو (ہمارے لئے کیا حکم ہے) آیا زمین کی پُشت بہتر ہے یا اسکا بطن ہمارے لئے بہتر ہے؟ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمھارے امراء و سلاطین تم میں سے

بہترین لوگ ہوں اور تمھارے مالدار لوگ سخی ہوں اور تمھارے تمام امور باہم مشورہ سے طے ہوتے ہوں تو زمین کے اوپر کا حصہ اسکے نیچے کے حصے سے تمھارے لئے بہتر ہے اور جب تمھارے حکام برے اخلاق والے لوگ ہوں اور تمھارے مالدار خسیس اور بخیل ہو جائیں اور تمھارے سب امور عورتوں کے حوالہ ہو جائیں تو اب تمھارے لئے بطنِ ارض ظہر ارض سے بہتر ہے (یعنی اب سکون قبر ہی میں ملے گا روئے زمین اس سے خالی ہو جائیگی۔ یہاں سوا فتنہ فساد، جنگ و جدال کے کچھ اور نہوگا)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو کہ اپنا خزانہ ایسی جگہ رکھو جہاں گھن اور کیڑے نیز چور اور ڈاکو سے محفوظ رہ سکے تو اسمیں سے صدقہ دیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے زکوٰۃ ادا کی اور مہمان نوازی کی اور دوسروں کی رکھی ہوئی امانت کو ادا کیا تو اس نے اپنے نفس سے خست اور بخل کو دور کر دیا (یعنی ایسے شخص کو بخیل نہیں کہا جائے گا جیساکہ آجکل لوگ منتظم شخص پر بھی بخل کا الزام لگاتے ہیں)۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے اوپر صدقہ کو لازم بجھو (خواہ کم ہو یا زیادہ) جو بھی ہو سکے صدقہ ضرور دیا کرو۔ اسلئے کہ صدقہ کے اندر دس خوبیاں ہیں جو پسندیدہ ہیں پانچ انمیں سے دنیا کے اعتبار سے اور پانچ آخرت کی رُو سے۔ دنیوی خوبیاں جو ہیں انمیں ایک تو یہ ہے کہ اسکی وجہ سے مال پاک ہوتا رہتا ہے جیساکہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خرید و فروخت میں لغو باتیں بلا وجہ قسم اور کذب وغیرہ پیش آہی جاتا ہے لہٰذا اسکو تم صدقہ کے ذریعہ پاک و صاف کر لیا کرو۔ دوسرے یہ کہ اسمیں بدن کی بھی تطہیر ہے گناہوں سے جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا یعنی اے رسول آپ انکے مالوں میں سے صدقہ لیجئے (اور اسکو فقرا کو دیجئے) جسکی وجہ سے آپ انکو پاک کر دیں اور گناہوں سے انکا تزکیہ ہو جائے۔ تیسرے یہ کہ اس سے بلا اور مرض بھی دور ہوتے ہیں جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کیا کرو۔

(قال اللہ تعالیٰ)

نحن نقص علیک نبأهم بالحق انهم فتیة آمنوا بربهم وزدناهم هدی وربطنا علی قلوبهم

چوں نص با لا مشعر ست بمطلوبیت ذکر مقبولین بدرایت عقائد صحیحہ و اعمال صالحہ واحوال محمودہ (کہ معبر است بایمان وہدی وربط قلب) برائے ایں ذکر کتاب

انوار المحسنین

حصہ سوم

ریاحین البساتین

متضمن بود بر حکایات جماعتے از کاملین متصفین بنعوت مذکورہ پس

(ایقاظاً للغافلین وتکمیلاً لنفع الطالبین)

باہتمام

(مولوی) شبیر علی مدیر

دفتر وصیۃ العرفان بخشی بازار الہ آباد

جمادی الاولیٰ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(تمہید کتاب انوار المحسنین)

بعد حمد و صلوٰۃ یہ وہی کتاب ہے اولیاء اللہ کی حکایات میں جسکا ذکر اشتہار معنون باضافہ نافعہ میں ہے جو ضمیمہ ہے رسالہ الشیخ بابت ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ کا اسکے قبل اس سلسلہ میں ایک کتاب ریاحین البساتین معہ اسکے حصہ دوم افانین الیاسمین کے مدون ہو چکی ہو اب اسکو اسکا حصہ سوم سمجھنا چاہیئے اور اسی جزئیت حکمیہ کے لحاظ سے اسکے تسمیہ میں بھی پہلے دونوں حصوں کی لفظی و معنوی رعایت رکھی ہے۔ لفظی تو قافیہ کی اور معنوی یہ کہ انوار جس طرح جمع ہے نور بضم نون بمعنی روشنی کی اسی طرح جمع ہے نور بفتح نون بمعنی شگوفہ و غنچہ کی بھی اور اسکی مناسبت ریاحین و بساتین و افانین بمعنی شاخ و یاسمین سے ظاہر ہے اور اسی سبب سے اسکی حکایات کا یہ سلسلہ بھی انھیں دو حصوں کی ترتیب سے رکھنا مصلحت سمجھا چنانچہ انکا نمبر اخیر ۱۰۱۶ ہوا تھا اسمیں ۱۰۱۷ سے شروع کیا گیا ہے۔

ان حکایات کا ماخذ حصتین سابقتین کے ماخذ کے علاوہ اور کتابیں تصوف کی ہیں۔ حکایت کے اول میں ماخذ کی تصریح ہوگی اور دوسرے ماخذ کی تصریح ہونے تک ماخذ اول ہی کو ممتد سمجھنا چاہیئے اور گو بوجہ اشتراک کتب فی بعض الحکایات اسمیں تکرار کا احتمال ضرور ہے مگر اسمیں تحرز کی کوئی صورت نہ تھی پھر کچھ مضر بھی نہیں جو تحرز کا اہتمام غیر مطاق کیا جاوے بلکہ ایک درجہ میں مفید ہی ہے گو بلا قصد سہی اور دلچسپ بھی بقول شاعر ؎

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ هو المسك ما كررته يتضوع

غایت ان حکایات کے مطالعہ کی ریاحین البساتین کی تمہید کے اخیر میں اور تمہید کے بعد مترجم کے خطبہ کے شروع میں لکھدی گئی ہے۔ اس کتاب انوار المحسنین کی مقدار کا اندازہ اب تک نہیں ہے کیونکہ اسکی تدوین مہتمم رسالہ "الشیخ" کی تحریک کا ثمرہ ہے اُس تحریک کی امتداد تک اسکا امتداد ہے اور اُسکا امتداد معلوم نہیں اسلئے اس باب میں وہی کہونگا جو مولانا رومیؒ نے مولانا حسام الدینؒ سے درباب مثنوی کے فرمایا ہے ؎ ہمت عالیٰ تو اے مرتجا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ میکشد ایں را خدا داند کجا

واللہ الموفق والمعین فی کل امر و حین ۔ اشرف علی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(از عوارف المعارف)

(۱۰۱۷) حدیث کی ہم سے شیخ صالح ابو الفتح محمد بن عبد الباقی نے انھوں نے کہا کہ خبر دی ہمکو حافظ ابو نعیم اصفہانی نے انھوں نے کہا حدیث کی ہم سے محمد بن احمد بن محمد نے انھوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عباس بن احمد شاشی نے انھوں نے کہا حدیث کی ہم سے ابو عقیل وصافی نے انھوں نے کہا حدیث کی ہم سے عبد اللہ خواص نے اور یہ حاتم کے منتسبین میں سے تھے انھوں نے کہا کہ میں عبد الرحمن حاتم اصم کے ساتھ رے میں داخل ہوا اور (اسوقت) انکے ہمراہ تین سو بیس آدمی تھے جو حج کا ارادہ رکھتے تھے اور ان کے بدن پر صوف کا لباس اور صوف کے جبے تھے۔ نہ انکے پاس تھیلے تھے (جس میں کپڑے یا اجناس ہوں) اور نہ کھانا تھا۔ پس (اس حالت سے) ہم ایک تاجر آدمی کے پاس داخل ہوئے جو درویش منش تھا اور تارکین کو دوست رکھتا تھا سو اس روز اس نے ہماری مہمانی کی جب اگلا روز ہوا اس نے حاتم سے کہا یا ابا عبد الرحمن کیا تمھارا کچھ کام ہے کیونکہ ہمارا ایک فقیہ ہے جو علیل ہے اور میں اسکی عیادت کرنا چاہتا ہوں (تو اگر کوئی تمھارا کام ہو تو اسکو پورا کر کے اسکی عیادت کو جاؤں) حاتم نے کہا اگر تمھارا کوئی فقیہ علیل ہے تو فقیہ کی عیادت میں خاص فضیلت ہے اور فقیہ کیطرف نظر کرنا عبادت ہے سو میں بھی تمھارے ساتھ چلتا ہوں اور وہ علیل محمد بن مقاتل قاضی رے تھے (تاجر) نے کہا کہ اے ابا عبد الرحمن ہمارے ساتھ چلو پس (انکے دروازہ پر آئے سو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک اونچا اور حسین دروازہ ہے سو حاتم سوچتے رہ گئے کہنے لگے کہ عالم کا دروازہ اس حالت پر

پھر ان سب کو اندر آنے کی اجازت ہوئی سو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بڑا سا وسیع مکان ہے اور کپڑے وغیرہ کا بڑا سامان ہے اور حشم خدم ہے اور پردے ہیں اور (ملازمین کی) جماعت ہے۔ پس حاتم سوچتے رہ گئے پھر (خاص) اس مجلس میں پہنچے جہاں وہ (محمد بن مقاتل) موجود تھے سو وہاں نرم نرم بستر تھے اور وہ ان پر لیٹے ہوئے تھے اور ان کے سرہانے ایک غلام تھا اور اسکے ہاتھ میں ایک مورچھل تھا (جس سے مکھی ہنکاتا تھا) پس وہ رَے والا تاجر بیٹھ گیا انکو پوچھنے لگا اور حاتم کھڑے رہے۔ ابن مقاتل نے انکی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ انھوں نے کہا میں نہیں بیٹھتا ابن مقاتل نے ان سے کہا کہ شاید تمکو کچھ کام ہے؟ انھوں نے کہا ہاں۔ انھوں نے کہا وہ کیا کام ہے؟ انھوں نے کہا کہ ایک مسئلہ ہے جس کو آپ سے پوچھنے والا ہوں۔ انھوں نے کہا مجھ سے پوچھ لو۔ انھوں نے کہا تو پھر اٹھکر سیدھے بیٹھ جاؤ تاکہ تم سے وہ مسئلہ پوچھوں۔ انھوں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا انھوں نے انکو سہارا لگا کر بٹھلا دیا۔ ان سے حاتم نے کہا کہ یہ جو تمھارا علم ہے اسکو تم کہاں سے لائے ہو انھوں نے کہا کہ ثقہ لوگوں نے مجھ سے اسکا بیان کیا ہے۔ حاتم نے کہا کہ کس سے؟ ابن مقاتل نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حاتم نے کہا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے کہا؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حاتم نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو کہاں سے لائے؟ ابن مقاتل نے کہا کہ جبریلؑ سے۔ حاتم نے کہا سو جس کو جبریلؑ نے اللہ کیطرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف پہونچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنے اصحاب کیطرف پہونچایا ہے اصحاب نے اسکو ثقات کیطرف پہونچایا ہے اور ثقات نے اسکو تمھاری طرف پہونچایا ہے تو کیا تم نے اس علم (کے سلسلہ) میں یہ سنا ہے کہ جس گھر میں دارو غہ یا حشم خدم زیادہ ہوا سکا رتبہ اللہ کے نزدیک زیادہ ہوتا ہے؟ ابن مقاتل نے کہا کہ نہیں۔ حاتم نے کہا کہ پھر کیسے سنا ہے؟ ابن مقاتل نے کہا کہ

(یہ سنا ہے کہ) جو شخص دنیا میں زہد اختیار کرے اور آخرت میں رغبت اور مساکین کو دوست رکھے اور اپنی آخرت کے لئے سامان کرے اسکا مرتبہ اللہ کے نزدیک زیادہ ہوتا ہے۔ حاتم نے کہا پھر تم نے کس کا اقتدار کیا ہے، کیا نبیؐ اور اصحاب اور صلحا، کا یا فرعون اور نمرود کا جس نے گچ کی عمارت سب سے پہلے بنائی۔ اسے برے علما، تمھارے جیسے شخص کو اگر جاہل (جو دنیا کا طالب اور اسمیں راغب ہے) دیکھے تو یوں کہے کہ عالم اس حالت میں ہے تو میں (اگر اس حالت میں رہوں تو) اس سے بدتر تو نہ ہونگا (کیونکہ اگر یہ حالت بری ہوتی تو اسکو عالم کیوں اختیار کرتا) اور یہ کہکر انکے پاس سے باہر چلے آئے) ابن مقاتل کا مرض (اس گفتگو کے صدمہ سے اور بڑھ گیا۔ اہل رے کو اس تمام گفتگو کی خبر پہونچی جو حاتم میں اور ابن مقاتل میں ہوئی تھی، لوگوں نے ان سے کہا اے ابا عبدالرحمٰن قزوین میں ایک عالم ہیں جو ان سے کہیں زیادہ عظیم الشان ہیں اور اس سے اشارہ طنافسی کیطرف کیا، ابوعبداللہ خواص راوی کہتے ہیں کہ وہ ان کے پاس قصداً چلے اور ان کے پاس پہونچے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت ہو میں ایک عجمی (یعنی ناواقف) آدمی ہوں میں چاہتا ہوں کہ مجھکو دین کا ابتدائی کا حکم یعنی نماز کی مفتاح سکھلادو کہ میں نماز کے لئے کس طرح وضو کیا کروں۔ طنافسی نے کہا ہاں بہت خوب، اے غلام ایک برتن لا جس میں پانی ہو، پس طنافسی بیٹھے اور تین تین بار وضو کیا پھر فرمایا کہ بس اس طرح وضو کیا کرو۔ پھر حاتم بیٹھے اور تین تین بار وضو کیا یہانتک کہ جب ہاتھوں کے دھونے تک پہونچے تو اسکو چار دفعہ دھولیا طنافسی نے فرمایا اے تم نے اسراف کیا حاتم نے کہا کہ کس چیز میں (میں نے اسراف کیا) طنافسی نے کہا کہ تم نے ہاتھوں کو چار دفعہ دھویا حاتم نے کہا سبحان اللہ میں تو ایک چلو پانی میں مصرف ہوگیا اور تم اس تمامتر (سامان) جمع کرنے میں مُسرف نہیں ہوئے۔ پس طنافسی کو معلوم ہوگیا کہ یہ اس ارادہ سے ان کے پاس آئے تھے اور ان سے (وضو) سیکھنا مقصود نہ تھا۔ پس (اس گفتگو کے

اندر چلے گئے اور مارے شرمندگی کے) چالیس روز باہر نہیں آئے اور رَے اور قزوین کے تاجروں نے یہ تمام گفتگو جو ان کے اور ابن مقاتل اور طنافسی کے درمیان میں جاری ہوئی تھی (اطراف میں) لکھ لکھکر بھیجی۔ پھر جب حاتم بغداد آئے تو اہل بغداد ان کے پاس جمع ہوئے اور ان سے کہنے لگے کہ اے ابو عبدالرحمٰن! تم ایک خستہ زبان عجمی آدمی ہو لیکن باوجود اسکے) کوئی شخص تم سے کلام نہیں کرتا جبکو تم بند نہ کردیتے ہو۔ انھوں نے کہا میرے پاس تین باتیں ہیں انکی وجہ سے اپنے مقابل پر غالب ہوجاتا ہوں لوگوں نے کہا وہ کونسی باتیں ہیں انھوں نے کہا ایک تو یہ کہ جب میرا مقابل صحیح بات کہے میں خوش ہوتا ہوں (گو اس صورت میں وہ غالب آجاوے گا) اور دوسری یہ کہ جب وہ غلط بات کہے میں غمگین ہوتا ہوں (گو اس صورت میں وہ مغلوب ہوجاویگا). اور تیسری بات یہ ہے کہ میں اپنے نفس کو محفوظ رکھتا ہوں کہ اسپر جہالت نکروں سو یہ خبر احمد بن حنبلؒ کو پہونچی سو وہ (ان سے ملنے) ان کے پاس آئے اور (انکی نسبت یہ کلمہ) فرمایا کہ سبحان اللہ کیسے کچھ عاقل ہیں پھر جب سب (مکان کے) اندر پہونچے تو ابن حنبل نے پوچھا اے ابا عبدالرحمٰن دنیا سے سالم رہنے کا کیا طریقہ ہے؟ حاتم نے کہا اے ابو عبداللہ تم دنیا سے سالم نہیں رہ سکتے یہاں تک کہ تمھارے پاس چار باتیں ہوں انھوں نے کہا وہ کونسی باتیں ہیں اے ابو عبدالرحمٰن۔ انھوں نے کہا کہ لوگوں کی جہالت تو معاف کردیا کرو اور اپنی جہالت کو ان سے دور رکھو اور ان کے لئے اپنی چیزیں خرچ کیا کرو اور انکی چیزوں سے ناامید رہو، پس جب ایسا ہوگا تو (دنیا سے) سالم رہوگے۔ پھر وہ مدینہ چلے گئے۔

(۱۰۱۸) ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں گذشتہ شب میں صبح تک اسکی کوشش میں رہا کہ لا الٰہ الا اللہ کہوں اور قادر نہ ہوا عرض کیا گیا یہ کس سبب سے ہوا انھوں نے کہا کہ مجھکو ایک نامناسب کلمہ یاد آگیا جسکو میں نے

اپنے بچپن میں کہا تھا پس مجھ پر اس کلمہ کی وحشت غالب آگئی اس نے مجھکو
اس (لا الٰہ الا اللہ کے کہنے) سے روک دیا (اسکا سبب غلبہ تھا) اور میں (اسوقت)
اس شخص سے تعجب کر رہا تھا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہے اور وہ اسکی کسی صفت
کے ساتھ متصف ہے (تعجب اسلئے کر رہا تھا کہ یہ کیسے ذکر کر رہا ہے اور مجھ سے
نہیں ہوتا۔)

(۱۰۱۹) ہمارے شیخ ابوالنجیب عبدالقادر سہروردیؒ نے بطور اجازت
کے کہا انھوں نے خبردی ہمکو ابومنصور بن خیرون نے بطور اجازت کے کہا
انھوں نے خبردی ہمکو ابومحمد بن حسن بن علی جوہری نے بطور اجازت کے کہا انھوں
نے خبردی ہمکو ابوعمر محمد بن عباس نے کہا انھوں نے خبردی ہمکو عبداللہ بن مبارک
نے کہا انھوں نے خبردی ہمکو اوزاعی نے حسان بن عطیہ سے کہا انھوں نے کہ
مجھکو یہ خبر پہونچی ہے کہ شداد بن اوس ایک منزل میں اترے اور بولے ہمارے
پاس دسترخوان لاؤ کہ ہم اس سے تفریح (وشغل) کریں، سوان سے یہ کلمہ بدنما
سمجھا گیا (یعنی سننے والوں کو مستبعد معلوم ہوا کیونکہ یہ موہم ہے طعام کے غیر محتاج الیہ
ہونے کا جوکہ بالکل ہی باطل ہے) وہ فرمانے لگے جب سے میں ایمان لایا ہوں
میں نے کوئی کلمہ زبان سے نہیں کہا جس کو میں نے نکیل نہ ڈالی ہو پھر باگ نہ دی ہو
بجز اس کلمہ کے (جو آج منہ سے نکل گیا) سو تم اسکو مجھ پر محفوظ مت کرنا (یعنی اسکو
نقل کر کے سند مت پکڑنا)۔ پس اسطرح سے ہوتا ہے اختیار کرنا آداب صالحین کا

(۱۰۲۰) حکایت بیان کی گئی ہے کہ بایزید بسطامی نے ایک روز اپنے کسی پاس
رہنے والے سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم اس شخص کی حالت پر نظر کریں جس نے
اپنے کو ولایت کے ساتھ مشہور کر رکھا ہے اور وہ شخص اپنے نواح میں مرجع خلق اور زہد
عبادت میں مشہور تھا پس ہم اسکی طرف گئے سو جب وہ اپنے گھر سے مسجد کے قصد سے
نکلا تو اس نے قبلہ کیطرف تھوک دیا۔ بایزیدؒ نے فرمایا واپس چلو پھر واپس آگئے اور اس
کو سلام بھی نہیں کیا کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک

ادب پر قابل اعتماد نہیں سوا اولیاء صدیقین کے جن مقامات کا دعویٰ کرتا ہے ان پر کیسے قابلِ اعتماد ہو گا

(۱۰۲۱) حضرت شبلیؒ کے خادم سے سوال کیا گیا تم نے انکی وفات کے وقت انکی کیا بات دیکھی؟ اسنے کہا کہ جب انکی زبان بند ہو گئی اور انکی پیشانی پر پسینہ آگیا تو میری طرف اشارہ کیا کہ مجھکو نماز کے لئے وضو کرا دو میں نے انکو وضو کرایا اور داڑھی میں خلال کرنا بھول گیا، پس میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری انگلیوں کو اپنی داڑھی میں خلال کرنے کے لئے داخل کیا

(۱۰۲۲) ذوالنون مصری نے کہا میں نے سواحل شام سے ایک جگہ پر ایک عورت دیکھی تو اس سے کہا تو کہاں سے آئی وہ بولی ان قوموں کے پاس سے جو خوابگاہوں سے اپنے پہلوؤں کو علیحدہ رکھتے ہیں۔ پھر میں نے کہا اور کہاں کا تیرا ارادہ ہے بولی ان مردوں کیطرف جنکو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت میں نے کہا انکی حالت بیان کر تو یہ ابیات اس نے پڑھیں۔

(ابیات)

قوم همو مهم بالله قد علقت　　فما لهم همم تسموا الی احد

فمطلب القوم مولاهم و سيدهم　　يا حسن مطلبهم للواحد الصمد

ما ان تنازعهم دنيا ولا شرف　　من المطاعم واللذات والولد

ولا للبس ثياب فائق انق　　ولا لروح سرور حل فی بلد

الا مسارعة فی اثر منزله　　قد قارب الخطو فيها باعد الابد

فهم رهائن عذران و اديه　　وفی الشوامخ تلقاهم مع العدد

(ترجمہ) یعنی وہ ایسی قوم ہے جنکے ارادے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معلق اور آویزاں ہیں اور انکی ہمتیں ایسی نہیں ہیں جو کسی اور کیطرف بڑھیں پھر ساری قوم کا مقصود انکا مولیٰ اور انکا سردار ہے تو اللہ پاک تنہا کیلئے کیا ہی اچھی انکی طلب ہے نہ دنیا انسے کشاکشی کرتی ہے اور نہ کوئی جاہ خواہ کھانے کی قسم سے ہو اور یا لذات اور اولاد ہو اور نہ پوشاک عمدہ اور نفیس پہننے کیلئے اور نہ کسی خوشی کی راحت کے لئے جو شہر میں واقع ہوئی ہو مگر یہ کہ ہر مرتبہ کے پیچھے انکو جلدی اور شتابی ہے جسمیں انکے قدم نے بُعدِ غیر متناہی کو قریب بنا دیا وہ چشموں اور سیل گاہوں میں محبوس ہیں (یعنی آبادی میں نہیں آتے) اور تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر ان سے گروہ کے گروہ سے ملاقات کریگا۔

(حسب نصوص اسلام کی خوبیاں اور غیر مسلموں کے شبہات کا جواب بتانے والا)

سلسلۂ التبلیغ کا چوبیسواں وعظ

مسمی بہ

محاسن الاسلام

منجملہ ارشادات

حکیم الامۃ سیدنا و مقتدانا مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب

تھانوی نور اللہ مرقدہ

باھتمام

العبد الراجی الی رحمۃ ربہ السبحان محمد عبد الرحمن جامی عفی عنہ

دفتر وصیۃ العرفان بخشی بازار۔ الہ آباد

جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(الوعظ المسمی بہ)

محاسن الاسلام

این	کہاں ہوا	انجولی ضلع میرٹھ مکان منشی عزیز الرحمن صاحب
متی	کب ہوا	۱۰ شوال ۱۳۳۲ھ بروز یکشنبہ بوقت صبح ۱۰ بجکر ۲۰ منٹ پر شروع ہوا
کم		۲ گھنٹہ ہوا (۱۲ بجکر ۵ منٹ پر ختم ہوا)
کیف	کیونکر ہوا	کھڑے ہوکر
لم	کیوں ہوا	منشی عزیز الرحمن صاحب نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا تھا حج سے انھوں نے احباب کا مجمع کرنا چاہا جسکا بہترین طریقہ مجلس وعظ کا انعقاد طے کیا۔
ماذا	کیا مضمون تھا	اسلام کی خوبیاں بیان فرمائیں اور مخالفین کے مشہور اعتراضوں کا جواب۔
من استمع	کس طبقہ کو زیادہ مفید تھا	ہر طبقہ کو عموماً اور نو مسلموں کو خصوصاً۔ اور ان مضامین کا مستحضر رکھنا مبلغین اسلام کو بہت ضروری ہے
من ضبط	کس نے ضبط کیا	احقر ظفر احمد تھانوی عفا اللہ عنہ وفقہ اللہ لما یحب ویرضی ورزقہ عاقبۃ
المستمعون	تعداد سامعین	تقریباً (۶۰۰) مرد اور مجمع مستورات اسکے علاوہ تھا۔
الاشتات	متفرقات	منشی عزیز الرحمن صاحب نے بعد وعظ اعلان کیا کہ جو لوگ دیہات سے آئے ہیں وہ کھانا کھا کر جائیں چنانچہ سے بہت سے ملکانے راجپوت بھی ٹھیر گئے اس وعظ کی برکت یہ ہوئی کہ انکو کبھی ساری عمر گائے کا گوشت نہیں کھایا تھا مگر اس دن بہت شوق سے کھا گئے اور آپس میں وہ یہ باتیں کرتے تھے کہ دیکھا بھئی ہمارا ہی مذہب سچا ہے بھلا آریوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو اس طرح چار گھنٹے تک کھڑے ہوکر بیان کرتا ہے پھر انکی یہ سب باتیں سمجھ میں آتی ہیں دلکو بھی لگتی ہیں اور آریوں کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں نہ معلوم کیا کہا کرتے ہیں بس جی ہم تو مسلمان ہی رہیں گے ہم شدھی نہ ہونگے معلوم ہوا کہ اسوقت بعض گاؤں شدھی ہونیوالے تھے مگر وعظ کی خبر سنکر انھوں نے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا اور کہا کہ پہلے وعظ سن لیں گے دیکھیں مسلمان عالم کیا کہتا ہے۔ وعظ سنکر اسلام پر جم گئے۔ ثبتہم اللہ وایانا علی دینہ القویم واماتنا وایاہم علیہ وحشرنا مع نبی الکریم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ

ومن یضللہ فلاھادی لہ ونشھد ان لآ الہ الا اللہ وحدہ
لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ
صلی تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم ۔ امابعد
فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
قال اللہ تبارک وتعالیٰ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ یہ ایک لمبی آیت میں سے چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اسکے متعلق مجھے اسوقت کچھ بیان کرنا ہے جسکا خلاصہ اسلام کی فضیلت ہے چنانچہ آیت ہی کو سنکر اکثر حضرات نے عموماً اور بعض حضرات نے خصوصاً اس مقصود کو سمجھ لیا ہوگا۔ ہرچند کہ اسلام کی فضیلت کا ہر مسلمان کو اعتقاد ہے مگر جو درجہ اسکی فضیلت کا ہے اسکا استحضار بہت کم لوگوں کو ہے چنانچہ عنقریب واضح ہوجائیگا پس یہ اشکال مندفع ہوگیا کہ یہ مضمون تو ہر ایک کو معلوم ہے پھر اسکے بیان کرنے کی کیا ضرورت اور وجہ اندفاع یہ ہے کہ جس درجہ کا علم ہونا چاہیئے اس درجہ کا علم حاصل نہیں ہے اسلئے اسپر تنبیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کی فضیلت اس درجہ کی ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی فضیلت نہیں

تفصیل اسکی یہ ہے کہ فضیلت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ فضیلت ہے کہ اگر وہ نہ حاصل ہو تو ضرر کچھ نہیں یہ درجہ فضیلت استحباب کا ہے۔ ایک درجہ فضیلت کا وہ ہے کہ اگر اسکو حاصل نہ کیا جائے تو ضرر ہوتا ہے اسکا حاصل کرنا ضروری اور ترک ناجائز ہے یہ فضیلت فرض کہلاتی ہے اور ایک درجہ اس سے بھی بڑھکر ہے اور وہ یہ کہ تمام فرائض کی تحصیل کسی خاص فضیلت کی تحصیل پر موقوف ہو کہ بدون اسکے کوئی فرض ادا نہیں ہوسکتا سب کی صحت اس پر موقوف ہے یہ درجہ بھی گو فضیلت فرض ہی کی ایک فرد ہے لیکن تمام افراد میں سب سے اعلیٰ ہے۔ یہ درجہ اسلام وایمان کو حاصل ہے کہ اسکا حاصل کرنا خود بھی فرض ہے اور تمام فرائض کا موقوف علیہ بھی ہے اب سمجھ میں آگیا ہوگا کہ اسلام کی فضیلت کا کتنا بڑا درجہ ہے۔

آجکل عام طور سے مستحبات میں فرض سے زیادہ فضیلت سمجھتے ہیں چنانچہ

نوافل اور مستحبات کا جو زیادہ پابند ہو اسکی بہت تعریف کیجاتی ہے گو وہ فرائض کو اچھی طرح بھی ادا نہ کرتا ہو اور جو شخص محض فرائض اور واجبات پر اکتفا کرتا ہو مگر انکو اچھی طرح ادا کرتا ہو اسکی زیادہ قدر نہیں کیجاتی نہ بہت تعریف ہوتی ہے یوں سمجھتے ہیں کہ اونہہ یہ کرتا ہی کیا ہے مگر حقیقت اسکے خلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ فرض کی فضیلت مستحبات اور نوافل سے بڑھی ہوئی ہے اور ثواب بھی اسی میں زیادہ ہے اس سے بڑھکر اسکی فضیلت کیا ہوگی کہ وہ ضروری ہے اور مستحب ضروری نہیں تو فرض کا وہ درجہ ہے جو غذا کا درجہ ہوتا ہے اور نوافل اور مستحباب کا درجہ چٹنی کی مثل ہے اور ظاہر ہے کہ غذا کو چٹنی سے زیادہ فضیلت ہے محض چٹنی بدون غذا کے بے سود ہے اور غذا بدون اسکے بے سود نہیں اس مسئلہ کو حدیث[ع] میں بھی صاف بیان کیا گیا ہے۔ فقہاء نے بھی اسکو طے کر دیا ہے اور صوفیہ نے بھی تصریح کی ہے کہ بہ نسبت نوافل کے فرائض سے قرب زیادہ ہوتا ہے اس سے ہماری غلطی معلوم ہوگئی کہ آجکل ان لوگوں کی زیادہ قدر ہے جو مستحبات میں مشغول ہوں گو فرائض میں کوتاہی کرتے ہوں اور تعجب یہ ہے کہ فرض ادا کرنیوالا بھی اپنے کو کچھ نہیں سمجھتا یہ خیال کرتا ہے کہ میں کرتا ہی کیا ہوں صرف فرائض ادا کرتا ہوں اسمیں در پردہ فرائض کا استخفاف ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس نعمت پر شکر ادا کرنے کی توفیق کم ہوتی ہے اور مستحب میں مشغول ہو گو فرائض ولایتی طریقہ سے ادا کرتا ہو لوگ بھی اسکے معتقد ہیں اور وہ خود بھی اپنا معتقد ہوتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ میں رات میں جاگتا ہوں گو فرائض میں بھاگتا ہی ہو بھاگتا یہ کہ صرف اٹھک بیٹھک کرتا ہے ارکان

ع : اشارت الی حدیث اخرجہ البخاری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل احببتہ۔ الحدیث کذا فی المشکوٰۃ (ج ۱۶۵ / ۱۲) مطبوعہ مطبعۃ النظامیۃ الدہلویۃ ۱۲ جامع۔

کو تعدیل سے ادا نہیں کرتا۔

اسی غلطی کا اثر یہ ہے کہ لوگوں کو نعمت اسلام کی قدر زیادہ نہیں اگر کوئی شخص دولت اسلام سے مشرف ہوا اور دیگر فرائض و واجبات میں کوتاہی کرتا ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس کیا ہے کچھ نہیں حالانکہ اسکے پاس ایک بہت بڑی دولت ہے یعنی اسلام گو دوسرے فرائض میں کوتاہی کرنے سے اسکو گناہ ہو لیکن پھر بھی اسکے پاس ایک ایسی دولت ہے کہ اگر اسکو صحیح سلامت اپنے ساتھ لے گیا تو انشاء اللہ نجات ہو جاویگی

اسی مضمون کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ کہ دین خدا تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے اہل علم اسکو سمجھتے ہیں کہ یہ ترکیب مفید حصر ہے جس سے گونہ قوت پیدا ہو گئی، مضمون میں اس سے اسلام کی فضیلت ظاہر ہے کہ وہ ایسا دین ہے کہ خدا کے نزدیک وہی مقبول ہے۔ یہاں یہ شبہ ظاہر میں ہو سکتا ہے کہ ادیان تو بہت ہیں پھر اسکا کیا مطلب کہ خدا کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے یوں فرمانا چاہیئے تھا کہ دین حق صرف اسلام ہی ہے مطلق دین کو اسمیں منحصر کرنا کیسا؟ میں کہتا ہوں کہ حصر کے علاوہ یہ دوسرا مبالغہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے "المطلق اذا اطلق یراد بہ فرد الکامل" کہ مطلق سے فرد کامل مراد ہوا کرتا ہے پس ہرچند کہ مطلب یہ ہے کہ دین کامل اسلام ہی ہے اور یہ حصر بلا کلام صحیح ہے کیونکہ دوسرے بعض ادیان یا تو اصل ہی سے حق نہیں اور یا منسوخ ہیں مگر مطلق کو منحصر کرنے میں ایک قسم کا دعویٰ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا کامل دین ہے جس کے سامنے اور مذاہب اس قابل نہیں ہیں کہ انکو دین کہا جائے چنانچہ محاورات میں بولا جاتا ہے کہ بس حسین تو فلاں شخص ہے جسمیں دعویٰ ہے کہ اسکا حسن تو ایسا کامل ہے کہ دوسرے حسین اس قابل نہیں ہیں کہ انکو حسین کہا جائے اس ادعا کی وجہ سے مطلق کا حصر کر دیا جاتا ہے۔ یہی صورت اس جگہ ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ گو ادیان اور بھی ہیں مگر اسلام ایک ایسا کامل و مکمل دین ہے کہ اسکے سامنے دوسرے ادیان دین کہلانے کے مستحق نہیں ہیں یہ فضیلت تو اس آیت میں مذکور ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے

ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ کہ جو شخص اسلام کے سوا کسی دین کو طلب کرے گا وہ ہرگز قبول نہ ہوگا یہاں حقیقت کے موافق کلام فرمایا گیا ہے کہ دوسرے مذاہب کو بھی دین کہدیا مگر اسلام کے مقابلے میں اسکو غیر قبول قرار دیدیا یعنی اسلام کے بغیر کسی دین کے اختیار کرنے سے نجات نہیں حاصل ہوسکتی۔

خلاصہ یہ کہ فضیلت کے اولاً دو درجے تھے ایک فرض کا ایک استحباب کا۔ پھر فرض میں بھی دو درجے ہیں ایک وہ جو مطلق نجات کا مدار ہو دوسرے وہ جو نجات کامل کا مدار ہو اور ظاہر ہے کہ درجۂ اول درجۂ ثانی سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ ایک کام تو وہ ہے کہ جس کے بغیر نجات تو ہوسکتی ہے مگر کامل نجات نہ ہوگی مثلاً فوراً دخول جنت نہ ہوگا کچھ دنوں کے بعد ہوگا اور ایک کام وہ ہے جس کے بغیر نجات ہو ہی نہیں سکتی نہ کامل نہ ناقص، اسلام اسی درجہ کا فرض ہے کہ اسکے بغیر نجات کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی اب یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام سے بڑھکر کسی چیز کی فضیلت نہیں یہ تمام اعمال و فرائض میں سب سے بڑی نعمت ہے مستحبات اور سنن کے ترک سے تو عتاب ہوتا ہے مگر عتاب کا نہ ہونا بھی ممکن ہے اور فرائض و واجبات کے ترک سے عذاب ہوگا اور ممکن ہے کہ بدون عذاب ہی کے مغفرت ہو جائے اور ایسا ہوگا بھی یعنی یہ محض امکان عقلی ہی نہیں بلکہ اسکا وقوع بھی ہوگا۔

بعض گنہگار بدون عذاب ہی کے بخش دیئے جائیں گے، معتزلہ کے سوا کسی کا اسمیں اختلاف نہیں انکے نزدیک گنہگار کو عذاب ہونا لازم ہے۔ تماشا ہے معلوم ان لوگوں کی عقل کہاں گئی وہ خدا کے ذمہ عقاب و ثواب کو واجب کہتے ہیں گویا خدا کو نعوذ باللہ قانون کا تابع کرتے ہیں حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ قانون بنانے والا قانون کے تابع نہیں ہوتا بلکہ خود قانون اسکے تابع ہوا کرتا ہے اگر ان کے نزدیک عذاب و ثواب کا وجوب عقلی ہے اس سے واجب کا مضطر ہونا لازم آتا ہے اور اضطرار امارات حدوث سے ہے اور واجب اضطرار سے منزہ ہوتا ہے اور اگر یہ وجوب شرعی ہے تو اسکے لئے دلیل شرعی کی ضرورت ہے اگر وہ وہ دلیل میں آیات وعید کو پیش کریں تو ہم

آیات عفو و مغفرت وشفاعت کو پیش کریں گے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ بہت گناہوں کو بدون عذاب کے بھی معاف کردیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے ان اللہ لا یغفران یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء (اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے ہوئے کو نہیں بخشتے اور اسکے علاوہ جس گناہ کو جسکے لئے چاہیں گے بخشدیں گے) باقی جن آیات میں افعال کبیرہ کا عقاب مذکور ہے وہاں استحقاق مراد ہے لزوم دوقوع مراد نہیں یعنی کبائر سے وہ شخص عذاب کا مستحق ہوجاتا ہے دقوع عقاب لازم نہیں ممکن ہے حق تعالیٰ ویسے ہی بخشدیں باقی دقوع کے متعلق آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الخ سے صاف معلوم ہوگیا کہ سب گناہوں پر عذاب لازم نہیں بجز شرک وکفر کے ان پر عذاب لازم ہے (یعنی شرعًا) غرض گناہ کبیرہ تو بدون عقاب کے معاف ہوسکتا ہے مگر کفر وشرک کا ارتکاب بدون عذاب کے نہیں رہ سکتا اس پر عذاب لازم ہے وہ بھی ابد الآباد کے لئے جنکا انقطاع کبھی نہو گا یہ جرم کسی طرح معاف نہ ہوگا نہ عذاب سے نہ بغیر عذاب کے۔

آجکل بعض لوگوں نے اسلام پر اعتراضوں کی فہرست میں ایک یہ اعتراض بھی داخل کیا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک کبائر بھی بدون عقاب کے معاف ہوسکتے ہیں تو اعتقاد کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کو کبائر پر اقدام زیادہ ہے وہ بڑے سے بڑا جرم کرکے بھی نجات کے امیدوار رہتے ہیں میں اس اعتراض کا جواب دینا چاہتا ہوں اسکا جواب یہ ہے کہ اقدام جرائم اگر عقیدۂ اسلام کا ثمرہ ہوتا تو اسکا نتیجہ ہوتا کہ جن لوگوں کو اسلام سے جتنا زیادہ تعلق ہے مثلاً علماء و اتقیاء و صوفیہ ان میں یہ ثمرہ زیادہ ظاہر ہوتا کیونکہ قاعدہ ہے کہ مذہب کے ثمرات کا ظہور ان ہی لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے جنکو مذہب سے تعلق زیادہ ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں اور کفار بھی اسکا مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ جن لوگوں کو اسلام سے تعلق زیادہ ہے وہ جرائم کا ارتکاب تو کیا کرتے وہ تو شبہات سے بھی احتراز کرتے ہیں۔

چنانچہ ہمارے ایک دوست کا جو بی۔ اے ہیں واقعہ ہے کہ وہ ایکبار ریل کا سفر کررہے تھے ان کے پاس اسباب پندرہ سیر سے زیادہ تھا اسٹیشن پر

تنگیٔ وقت کیوجہ سے وہ اسکو وزن نہ کراسکے اسوقت تو جلدی میں سوار ہو گئے لیکن جب منزل پر پہونچے تو وہاں کے بابو سے جاکر اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں جلدی میں اسباب کو وزن نہ کرا سکا اب آپ اسکو وزن کر لیجئے اور جو محصول میرے ذمہ ہو وصول کر لیجئے۔ بابو نے انکار کیا کہ مجھکو فرصت نہیں تم ویسے ہی لیجاؤ ہم تم سے محصول نہیں لیتے انھوں نے کہا کہ صاحب آپکو اس معافی کا کوئی حق نہیں کیونکہ آپ ریلوے کے مالک نہیں ملازم ہیں آپ کو محصول مجھ سے لینا چاہیئے مگر اس نے پھر بھی انکار کیا تو یہ اسٹیشن ماسٹر کے پاس گئے اس نے بھی کہا کہ آپ بلا تکلف سامان لیجائیں ہم آپ سے محصول نہیں لیتے انھوں نے اس سے بھی کہا کہ آپ کو معافی کا کوئی حق نہیں اسکے بعد اسٹیشن ماسٹر اور اس بابو میں انگریزی میں گفتگو ہونے لگی وہ یہ سمجھے کہ یہ مسافر انگریزی نہیں سمجھتا ہوگا (کیونکہ انکی صورت ملانوں کی سی تھی) غرض ان دونوں نے اس گفتگو میں یہ راے قرار دی کہ یہ شخص شراب پئے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ باوجو ہمارے انکار کے یہ محصول دینے پر اصرار کرتا ہے انھوں نے جوابدیا کہ صاحب میں نے شراب نہیں پی ہمارا مذہبی حکم ہے کہ کسی کا حق اپنے ذمہ نہ رکھو اس پر وہ دونوں بولے کہ صاحب اسوقت تو ہم اسباب وزن نہیں کر سکتے آخر یہ اسباب اٹھاکر پلیٹ فارم سے باہر لائے اور سوچنے لگے کہ یا اللہ اب میں ریلوے کے اس حق سے کس طرح سبکدوشی حاصل کروں آخر خدا نے امداد کی اور یہ بات دل میں ڈالی کہ جتنا اسباب زیادہ ہے اسکے محصول کے برابر ایک ٹکٹ اسی ریلوے کے کسی اسٹیشن کا لیکر چاک کر دیا جائے اس طرح ریلوے کا حق اسکو پہونچ جائے گا چنانچہ ایسا ہی کیا۔

میرے ایک اور دوست کا جو کہ ڈپٹی کلکٹر تھے واقعہ ہے کہ انکا ایک بچہ ریل کے سفر میں ان کے ہمراہ تھا جس کا قد بہت کم تھا کہ دیکھنے میں دس سال معلوم ہوتا تھا مگر اسکی عمر تقریبًا تیرہ سال کی تھی اور ریلوے کے قاعدے سے اس عمر کے بچے کا پورا ٹکٹ لینا ضروری ہے (باقی آئندہ)

اِنَّ اٰثَارَنَا تَدُلُّ عَلَيْنَا فَانْظُرُوْا بَعْدَنَا اِلَى الْاٰثَارِ

ترجمہ

ہمارے آثار (اور ہماری خدمات) تم کو ہماری خبر دینگے لہٰذا ہمارے بعد تم ہمارے (چھوڑے ہوئے) آثار کو دیکھو

یعنی

فہرست مضامین رسالہ معرفت حق و

وصیۃ العرفان از دسمبر ۱۹۶۳ء تا دسمبر ۱۹۸۶ء

ادارہ و دائرہ اشاعت خانقاہ مصلح الامۃ

۲۳ بخشی بازار الہ آباد یوپی

کتبہ صلاح الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

پیش نظر کتابچہ ہے تو دراصل معرفت حق اور وصیۃ العرفان کے مضامین کی ایک فہرست لیکن اسکی افادیت کی رو سے اگر اس کو کلید معرفت کا عنوان دیدیا جائے تو بیجا نہ ہوگا بس اس کے ذریعہ جسطرح سے ناظرین کو ایک جانب عرفان معرفت ہو سکے گا اسی طرح دوسری جانب معرفت عرفان بھی انشاء اللہ تعالیٰ پوری طرح حاصل ہو جائے گی اور جیسا کہ مقولہ مشہور ہے کہ

ع قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

وہ حضرات جو اس رسالہ کے سننے سنانے کا مشغلہ رکھتے ہیں اگر حضرت اقدس مصلح الامۃ رح کے کسی مضمون کو تلاش کرنا چاہیں گے تو بلا شبہ ان کے لئے حل مشکلات کی ایک کلید ہی ثابت ہوگا۔ اس ضرورت کے پیش نظر یہ ایک ناچیز سعی ہے جو ناظرین کی خدمت میں پیش کیجا رہی ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام ان عنوانات پر ایک سرسری نظر ڈال کر ہی اسکی افادیت کو محسوس فرمائیں گے اور عین ممکن ہے کہ بہت سے احباب ان افادات سے ان مضامین عالیہ کا سراغ لگالیں جو در مکنون کی طرح اس رسالہ کے اوراق میں منتشر ہیں۔ اس طرح اپنے گوہر مقصود تک ان کی رسائی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرمائیں۔

جو حضرات کہ رسالہ کے جدید خریدار ہیں ان کو شاید اسکی افادیت میں کچھ تردد ہو اس لئے ہم اسکی افادیت کے بعض پہلو واضح کرتے ہیں۔

موجودہ رسالہ وصیۃ العرفان نے ابتداءً دسمبر ۱۹۶۳ء میں معرفت حق کے نام سے اپنا سفر شروع کیا تھا اور آج الحمد للہ منزل بمنزل طے کرتا ہوا اپنی عمر کے بائیس سال پورے کر رہا ہے اس پورے دور میں رسالہ ہذا نے حضرت مصلح الامۃ شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے مشن کو باحسن وجوہ باقی اور جاری رکھنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت مصلح الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی آج کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی آپ کی ذات منبع الکمالات نے پورے دین کو عملی صورت میں آسان کر کے پیش فرمایا اور اس دین متین کی جاذبیت اور دل ربائی اور حقیقی فلاح و کامرانی کی سرشاری

چونکہ امت کے لئے متاع گم شدہ بن چکی تھی اسلئے حضرت والا نے ازسرنو اس کو منظر عام پر عملی صورت میں پیش فرمایا۔

حضرت مصلح الامۃؒ کی مجالس میں نہایت اہم اور فکر انگیز اصلاحی مضامین نہایت دلکش اور دل نشین انداز میں بیان ہوتے تھے اور الحمدللہ یہ رسالہ انھیں مضامین کا ترجمان رہا ہے بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم اس فہرست کے چند عنوانات پیش کرتے ہیں جو حدیثا ناظرین کے لئے ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا کا صحیح مصداق ہیں۔

۱۔ صدق وخلوص ۲۔ ذوق وحال ۳۔ اعتراف ذنوب
۴۔ ولایت کے درجات ۵۔ معیار خلافت واجازت ۶۔ بشریت کی راہ سے ترقی
۷۔ مضمون دعا ۸۔ اتباع ۹۔ حسن معاشرت ۱۰۔ مسئلہ معاش ۱۱۔ شیاطین الانس والجن سے نجات کا طریقہ ۱۲۔ ع این رہ بسوئے کعبہ بردآں بسوئے دوست ۱۳۔ تصوف اور نسبت صوفیہ
۱۴۔ محبۃ اللہ وہوی النفس ۱۵۔ الہویٰ والہدیٰ۔

ناظرین کرام ان عنوانات سے مضامین کی دل کشی اور افادیت کا اندازہ کرسکتے ہیں اور ان کے ذریعہ اپنے گوہر مقصود تک رسائی پاسکتے ہیں ظاہر ہے کہ اس پورے دور کے مضامین تک رسائی بدون اس فہرست کے سخت مشکل تھی یہی اس کوشش کا مقصود تھا۔

اسی سلسلہ میں ہمارا ارادہ ہے کہ فہرست کے آخر میں حضرت مصلح الامۃؒ کی ان تالیفات کی تفصیل بھی درج کردیں جو اولاً تو علیحدہ علیحدہ کتابی شکل میں چھپیں لیکن اب وہ سب تالیفات مصلح الامۃ نامی پانچ حصوں میں طبع ہوچکی ہیں۔ ان کے آخر میں ان چند کتابوں کے اسماء بھی درج کردئے جائیں گے جو حضرت والا کی تالیفات تو نہیں ہیں لیکن عربی وفارسی یا اردوئے قدیم سے سلیس اردو میں انکا ترجمہ کیا جاچکا ہے بعض تراجم حضرت کی نظر سے گذر چکے ہیں اور بعض حضرت کے پسند ہونے اور ہدایت کے بموجب بعد میں طبع ہوئے فقط

یکے از خدام حضرت والا عبدالرحمٰن جامی عفی عنہ
۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	صفحہ	کیفیت
شعبان ۱۳۸۲ھ ۔ جنوری ۱۹۶۳ء	خزینۃ الحکمت	۳۵	خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کی ہی نسبت پڑھائے
	آداب الدعوت	۳۶	تین احادیث
	احوال الصادقین	۴۰	مہمان اور میزبان کے آداب
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	قسط-۲ ابو زید یزدانی کی حکایت ختم قرآن پر معلم کو سو دینار د
فروری و مارچ ۱۹۶۳ء رمضان و شوال ۱۳۸۲ھ	تلاوت قرآن نمبر		الگ کتابی شکل میں شائع ہوئی تلاوت قرآن پر ایک نہایت پر مغز و دلچسپ تالیف
ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ ۔ اپریل ۱۹۶۳ء	مضمون نفاق	۴	
	مسئلہ ہلال	۱۱	مسئلہ ہلال ہلال رمضان ، ہلال عید ، رویت ہلال میں فاسق کی شہادت کا حکم ، آلات جدیدہ کا حکم
	اتباع سنت	۳۴	فتوح الغیب سے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ الخ کی تشریح بیان فرمائی
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ ۔ مئی ۱۹۶۳ء	قرآن پاک کا ایک عبرتناک واقعہ	۴	حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ
	مضمون علم و جہل و اہل و نا اہل	۴	

شمارہ	مضمون	صفحہ	تفصیل
جمادی الاول سنہ ۱۳۸۲ھ اکتوبر سنہ ۶۲ء	مضمون دعا	۴	حدیث بابتہ واقعہ تاجر وچور یعقوب ابن لیس سے سہل ابن عبداللہ کا فرمانا کہ میری دعا کیونکر قبول ہو جب کہ قیدخانہ میں مظلومین موجود ہیں ابن نافع کی بینائی واپس آنے کی دعا
	شیاطین الانس والجن سے نجات کا طریقہ	۷	
	معاش	۹	مرغی اور بکری میں برکت ہے۔ حضرت سعدؓ کو سب مال صدقہ کرنے سے منع فرمایا مال کے متعلق حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ابن ماجہ سے مقداد ابن عمر کا واقعہ قبرستان میں درہم کا پانا حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کا حضرت عبداللہ ابن مبارک کا واقعہ بیان فرمانا اصول الانقیاد از تسہیل المہذب
	اعتراف ذنوب	۳۳	قسط چہارم ارجیٰ کون سی آیت ہے
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
رجب سنہ ۱۳۸۲ھ دسمبر سنہ ۶۲ء	معیار خلافت واجازت	۴	فرق درمیان خلافت واجازت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی سند نوراللہ پھلتی کے نام اجازت نامہ محمد عابد ابن علاؤ الدین وَاِنْ نَكَثَ ... فَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ
	اعتراف ذنوب	۲۱	قسط پنجم حدیث سے ان دو شخصوں کا واقعہ جنہیں مواخاۃ تھی متقی کون لوگ ہیں احیاء العلوم سے مضمون بغض فی اللہ اور تواضع میں منافات نہیں دونوں میں تمیز ضروری ہے اور اسکا طریقہ احیاء العلوم کا واقعہ کشتی میں شراب کے مٹکوں کے توڑنے کا قصہ
	ترصیع الجواہر المکیہ	۳۴	حضرت دیوبندی کی تقریر میں مولوی لطف اللہ علی گڈھی کے آنیکا واقعہ

تاریخ	مضمون	صفحہ	کیفیت
شعبان ۱۳۸۴ھ [illegible]	تعلیم نبوی کا نمونہ	۴	حضرت سلمان رضؓ اور ایک کافر کا مکالمہ مضمون طہارت
	تصوف اور نسبت صوفیہ	۱۲	قسط ۲
	مکتوبات اصلاحی	۳۲	ارشاد الطالب لنیل المطالب
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ فروری ۶۵ء	پیش لفظ	۲	تصوف کی تحسین میں بعض خطوط
	فتن اور ان کا علاج	۳	قسط اول
	تصوف اور نسبت صوفیہ	۱۷	بزرگوں کے اتباع سنت کے سلسلہ میں چند واقعات
	مکتوبات اصلاحی	۳۴	ارشاد الطالب لنیل المطالب
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
شوال ۱۳۸۴ھ مارچ ۶۵ء	حج رب البیت	۳	
	فتن اور انکا علاج	۲۴	قسط ۲
	مکتوبات اصلاحی	۳۵	
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ اپریل و مئی ۶۵ء	امر بالمعروف و نہی عن المنکر	۴	قسط اول ایک عابد کے شجر کاٹنے کا واقعہ عالم بے عمل کو وعظ کہنا جائز ہے آداب احتساب واقعہ حضرت علی رضہ از علی آموز اخلاص عمل واقعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر بیت المقدس شرائط تبلیغ
	ملفوظ خاص	۳۱	بر وفات مولانا محمد یوسف صاحب رح
	مجالس علیگڑھ	۳۲	تمہید

تاریخ	عنوان	صفحہ	مضامین
محرم، صفر ۱۳۸۵ھ - جون ۱۹۶۵ء	مجلس پنجم	۳۱	حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پتھر کے رونے کا واقعہ عذاب قبر کا ثبوت مقاصد قرآن چھ ہیں خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد صاحب کا واقعہ منازل طریق تلاوت کا بیان حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا واقعہ هدی من ربهم کی نئی تفسیر
	ترصیع الجواھر المکیہ	۴۱	
ربیع الاول ۱۳۸۵ھ جولائی ۱۹۶۵ء	امر بالمعروف ونہی عن المنکر	۴	قسط ۳ احتساب و مسائل تجسس خلاصہ بیان صحیح طریقہ کار خیر القرون میں ہر گھر مدرسہ تھا قاضی صاحب کے سامنے دو عورتوں کی شہادت کا واقعہ
	مجلس ششم علی گڈھ	۱۹	مومن کے مرنے پر زمین چالیس دن روتی ہے ایک بزرگ نے ایک مریض پر کچھ آیتیں دم کیں بو علی سینا نے کہا کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔ امام رازی اور ایک بزرگ کا واقعہ اعتراض آسان ہے علم مشکل ہے ایک صحابی کا قول کہ مجھے بت نے نفع دیا
	نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ	۳۰	قسط ۲ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا سفر گنج مراد آباد مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کا واقعہ جنت کا بیان
	مکتوبات اصلاحی	۴۱	
ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ اگست ۱۹۶۵ء	مجلس ہفتم علیگڈھ	۳	آپ کو یہ شکایت ہے کہ کلام میں ربط نہیں ہے ایک بزرگ اور بادشاہ کا واقعہ آپ خدا تک کیسے پہونچے

تاریخ	عنوان	صفحہ	مضامین
ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ اگست ۱۹۶۵ء	نعم اجر العاملین	۱۷	سیروا فی الارض کی تفسیر قرآن شریف کے بعض خفی روابط إنما الاعمالُ بالنیات کی بحث مَن سَکَتَ سلم ومَن سَلم نجا انت حبرالسمین ، البلاء موکل بالمنطق تاجر اور طوطی کا واقعہ قسط ۳ امام شافعی اور تاجر زعفرانی کا واقعہ جنت کا مضمون
	روحانیت اور نفسانیت	۳۴	
	مکتوبات اصلاحی	۳۵	
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ ستمبر ۱۹۶۵ء	اطلاع بشکر صحت	۲	
	ہدایات اطبار	۳	
	مجلس ہشتم علیگڑھ	۴	مقاصد قرآن چھ ہیں حضرت تھانوی اور ایک شخص کا واقعہ رابطہ اور ضابطہ کے سلسلے میں سیر نظری اور سیر قدمی ، منازل طریق کا علم تعلیمات رسول ہی منحصر ہے حضرت مصلح الامۃ کا واقعہ ایک لڑکے نے کہا کہ والد صاحب آپ کے یہاں آنے سے ناراض ہوتے ہیں
	مجلس نہم علیگڈھ	۱۷	انبیاء کی بعثت سے مقصود عقائد عمل اور اخلاص کی تصحیح ہے مولانا تھانوی فرماتے تھے کہ بزرگی لو ہا لاٹ ہے شیخ اکبر اور علماء زمانہ کا اختلاف ، عمل صالح ولی کا وظیفہ ہے۔ فاسق اور کافر کا اشتباہ ولی کیساتھ ہوسکتا ہے
	ملفوظ	۳۱	بلغوا عني ولو آية
	ملفوظ	۳۲	فرعون کا ایمان نافع نہ ہوا
	مکتوبات اصلاحی	۳۳	
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ اکتوبر ۱۹۶۵ء	اطلاع	۴	شکر صحت و ہدایت اطبار
	مجلس دہم علیگڑھ	۵	عقائد پر گفتگو ، ایک عالم کا نماز پڑھنے پر بھینس دینے کا واقعہ پارسائے بخیل کا واقعہ ، ایک بزرگ کی نصیحت سفر حج میں ہاتھی کا گوشت کھانا ایک اور بزرگ کا واقعہ ۔ ظلمت ہوئی پھر فرمایا کہ اب ظلمت نہیں رہی

جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ اکتوبر ۱۹۶۴ء	مجلس نہم علیگڑھ	۵	فارس کے ایک حکیم کا قول تمہارے محمد اکبر کی کتاب کیسی ہوگی
	تعلیم تربیت اولاد	۱۲	عقائد و تصدیقات "اشعار" ابدا بنفسک الخ
	تعلیم قرآن کے لئے ذوق کا ہونا ضروری ہے	۳۶	
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
رجب المرجب ۱۳۸۴ھ نومبر ۱۹۶۴ء	عافیت	۴	یہ مضمون فتن اور انکے علاج کے مناسب ہے جو کہ فروری و مارچ ۶۵ء کے رسالوں میں شائع ہوا
	فتنۂ اموال و اولاد	۱۵	
	نسبت صوفیہ	۱۶	قسط اول، صحابہ کا سلوک، خواجہ محمد معصوم کا ارشاد اوقات، ابذکر و فکر مامور دارند، احوال رفیعہ، ابراہیم خواص کا واقعہ، عبد الخالق غجدوانی کا واقعہ، حضرت انس کی پھوپھی ربیعہ کا واقعہ، فرعون کی دعا کی قبولیت، سبب تاخیر اجابت دعائے مومن، ابراہیم ابن ادہم کا عجیب ترین واقعہ، انا حامد الخ، ابراہیم خواص کا واقعہ
	ضعف اسلام کا اصل سبب	۴۶	
	اعلان	۴۸	
شعبان ۱۳۸۴ھ دسمبر ۱۹۶۴ء	مجلس یازدہم علیگڑھ	۳	عقائد پر مفصل گفتگو، معراج کا بیان، پادری اور ایک جوتے کی حکایت، آپ کی معراج جسمانی تھی، پیر کامل کی تلاش ضروری ہے۔ حضرت صدیق رض کا واقعہ ایک سوراخ میں پیر اڑا دیا تھا، وحی کے مقابلہ میں عقل کوئی چیز نہیں، قوم سبا کا واقعہ
	ضمیمہ مجالس علیگڑھ	۱۷	شریعت اور طریقت ہشائخ مستقل نہیں، ولایت کا بار، ایک شاہ صاحب کا واقعہ، بچہ سفر میں نماز نہیں ہے، ولایت کا معیار
	دو بڑے عمل	۲۹	ترک غیبت ـ غض بصر
	مواظبت علی الاعمال کی ضرورت	۳۰	مرابطہ، مشارطہ، مراقبہ، محاسبہ، معاتبہ، معاقبہ، مجاہدہ اور معاتبہ کا بیان برائے طالبین
	اعلان	۳۲	
	مکتوبات اصلاحی	۳۳	
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	

ماہ	عنوان	صفحہ	کیفیت
جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ اگست ۶۸ء	مجلس الٰہ آباد	۲	صحبت کی ضرورت ۔ ایک بیوپاری کا واقعہ
	اہل اللہ کی اصل دولت	۱۴	
	محبۃ اللہ وہوی النفس	۲۵	بقیہ قسط ۱۱
	محبۃ اللہ وہوی النفس	۳۲	قسط ۱۲
	مکتوبات اصلاحی	۳۳	
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ ستمبر ۶۸ء	اخلاص و اتباع	۲	ایک شخص کا واقعہ ۔ اب تک گناہ بھی نہیں چھوٹے
	الادب والطلب	۱۰	
	ایک عجیب قرآنی قصہ	۲۱	واقعہ موسیٰ علیہ السلام
	جنت کے کام	۲۹	ایمان و عمل صالح
	فلاح دارین کا مطلب	۳۹	بقیہ قسط اول
	خیریت کب ہے	۴۰	
	مکتوبات اصلاحی	۴۱	
رجب المرجب ۱۳۸۸ھ اکتوبر ۶۸ء	داستان شاہ	۲	نظم از ڈاکٹر محمد احمد صاحب صدیقی
	مکتوب	۳	تعزیت نامہ از صوفی عبدالرب صاحب
	شام غم	۸	نظم از صوفی عبدالرب صاحب
	مجلس الٰہ آباد	۱۱	مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا واقعہ
			میمن سنگھ کے ایک ماسٹر صاحب کا واقعہ
			دال چاول میں ملاقات نہیں ہوا
			حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر کا واقعہ
	مجلس الٰہ آباد	۲۲	ایک بزرگ کے مرید کا واقعہ
			یہ مست ہے اور یہ نیم مست ہے ۔ امام بخاریؒ کے استاذ کا واقعہ
			او بڈھے بولتا کیوں نہیں ایک بزرگ کا واقعہ ۔ آج میری داڑھی
	مکتوبات اصلاحی	۳۵	
	ترصیع الجواہر المکیہ	۴۱	
شعبان ۱۳۸۸ھ نومبر ۶۸ء	عرض ناقل	۲	
	بمبئی کی آخری دس مجالس مجلس اول	۵	من اخلص للہ ۔ دین نام ہے قلب کی حیات کا
	مجلس دوم	۱۲	إنما الأعمال بالنيات

شعبان ۱۳۸۸ھ نومبر ۱۹۶۸ء	مجلس سوم	۲۱	انما الاعمال بالنیات کی شرح
	مجلس چہارم	۲۸	انما الاعمال بالنیات کی شرح مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کا طرز تدریس
	مکتوبات اصلاحی	۳۳	
	ترصیع الجواہر المکیہ	۳۷	آخری قسط ۳۶۔ کتاب ختم شد
	فہرست ترصیع الجواہر	۴۷	
رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ دسمبر ۱۹۶۸ء	نفس کا مارنا فرض ہے	۲	
	درویشوں کے مقامات کی سیر	۹	
	کشف پر عمل جائز ہے	۱۶	جانز شاہ کا واقعہ
	کسب فیض کا طریقہ	۲۴	
	نیت درست کرو خدا تک پہنچ جاؤ گے	۲۷	حضرت مولانا تھانویؒ کا واقعہ۔ باجی کوٹھے پر سو گرگئیں شاہ جہاں کے حریر پہننے کا واقعہ۔ مثنوی کی ایک حکایت طلباء کی چھٹی لینے کی تدبیر۔ شیخ عبد القدوس کا واقعہ تمہارے پنجابی پیر کیسے ہیں
	مکتوبات اصلاحی	۴۵	
شوال المکرم ۱۳۸۸ھ جنوری ۱۹۶۹ء	استشارہ	۲	بابت اشاعت ترصیع الجواہر
	بمبئی کی دس مجالس	۳	انما الاعمال بالنیات۔ علماء سے خاص خطاب بزرگوں کے پاس جانے میں ہر شخص کی نیت دین نہیں ہوتی ابراہیم بن ادہم کا عجیب ترین کا واقعہ
	تمہیدی گزارش	۱۱	سفر حج سے پہلے کے چند واقعات
	مجلس ششم	۲۲	ان دو پیش آنے والے واقعات اہل مجلس کو سنائے گئے
	مجلس ہفتم	۲۴	چند باتیں بواسطہ جامی صاحب
	مجلس ہشتم	۲۶	قیام بمبئی کا آخری یکشنبہ
	مجلس نہم	۳۳	دیباچہ گلستاں کا مضمون اہل مجلس کو سنایا گیا بواسطہ جامی صاحب
	مجلس دہم	۳۵	حقوق کی معافی
	اسوۃ الصالحین آداب الصالحین	۴۱	شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب اسوۃ الصالحین کا ترجمہ

ماہ و سنہ	عنوان	صفحہ	مضامین
محرم و صفر ۱۳۸۹ھ اپریل و مئی ۱۹۶۹ء	وصیۃ التلاوۃ تیسرا وعظ	۴۲	دُرالیق لیے کر دیدہ موجود ـ زیب النساء کا واقعہ امام احمد کا واقعہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا
	وصیۃ التلاوۃ کا چوتھا وعظ	۵۵	وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا سماع قبول بہت مشکل ہے ـ اڑنا بھی دو قسم کا ہوتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا مختصر واقعہ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ کی تفسیر تلاوت کا اثر اہل دل پر خدا یا شیخ ـ تھانہ بھون کا واقعہ دہلی کے ایک امام کا واقعہ ـ عشاق کی تسلی کلام اللہ کی تلاوۃ میں ہوتی
	وصیۃ التلاوۃ کا پانچواں وعظ	۷۸	قصہ موسیٰ علیہ السلام ـ دلی کے ایک بزرگ کا واقعہ نماز ہی رہ گئی ہے اس کو بھی خرید لو ـ خلیفہ اور لیلیٰ کا سوال و جواب عقیدت ـ بزرگوں سے عقیدت کے ساتھ ملنا چاہیے سید سلیمان ندوی کا واقعہ ـ امام غزالیؒ کی طالب علمی کا واقعہ علم سے تمہارا کیا مقصود ہے ـ حضرت مولانا اور ایک طالب علم کا واقعہ ساری امت محمدی المشرب ہے
	اخبار الطالبین باسماء المجازین	۹۷	فہرست خلفاء مجازین بیعت و مجازین صحبت
ربیع الاول ۱۳۸۹ھ جون ۱۹۶۹ء	معرفت حق کا اہم ذریعہ	۲	
	ملفوظ	۹	تضرع و زاری
	عدم دین کا سبب محبت دنیا	۱۰	
	تعلق مع اللہ کی قدر و قیمت	۱۵	برکات اخلاص ـ ایک عورت کا واقعہ جس کا لڑکا دریا میں ڈوب گیا ـ ایک بزرگ کا واقعہ جن کو زیارت موقوف ہو گئی ایک بزرگ کا واقعہ اندھے ہو گیا دیکھ کر چلو شاہ ولی اللہ کا واقعہ اللہ کے نام پر آدھی روٹی ـ ایک بزرگ کا واقعہ شیر ان کا مسخر اور ایک بزرگ کا واقعہ بغیر آگ کے ہانڈی پک جانا ـ ایک اور بزرگ کا واقعہ دیوار چلنے لگی حاجی صاحب کے چند اشعار پڑھ کر ایک بزرگ کا واقعہ شیر سے کہا کہ میرے مہمانوں سے تعرض مت ایک مؤذن کا واقعہ ـ حضرت گنگوہی کے یہاں کے ایک میاں جی کا واقعہ ایک انگریز نو مسلم کا واقعہ تم سے انگریزیت نہیں گئی ـ بی بی کا واقعہ

تاریخ	عنوان	صفحہ	مضامین
ربیع الاول سنہ ۱۳۶۹ھ جون سنہ ۴۹ء			صوفیوں کے ایثار کا واقعہ۔ حضرت ذوالنون مصریؒ کا واقعہ شاہ فضل الرحمان صاحبؒ کے درس حدیث کا واقعہ شاہ فضل الرحمان صاحبؒ کے ایک تصرف کا واقعہ۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور خانصاحب کا واقعہ
	تعلق مع اللہ کی قدر و قیمت	۲۶	بزرگوں سے اصل کار وابستہ بفرع کی شرح۔ باطن کو درست کرنا مشکل کام ہے۔ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ایک ہفتہ میں کامیاب ہو گیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور ایک کافر کا واقعہ۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ اور بھنگ والے کا واقعہ دلی کے ایک مجذوب کا واقعہ تو میرا خدا نہیں
	اخلاص و نفاق	۳۲	
	بزرگوں سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ	۳۷	
ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۸ھ جولائی سنہ ۴۹ء	مجلس الہ آباد	۳	حضرت نظام الدین اولیاء کا واقعہ تین بار عشاء کی نماز پڑھی حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کا واقعہ ایک شب میں ستر بار تازہ وضو کیا۔ ایک عالم کا واقعہ بھیکی کھچڑی کھانے سے نجات شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کا واقعہ کتے کے بجائے خود نالے میں کود پڑے حضرت مجدد صاحب شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے بیعت ہونے کیلئے تشریف لائے تھے۔ منکر بجائے ترسد۔ نور مٹھی بھر گھاس لینے سے ختم ہو گیا
	توحید حقیقی	۱۲	حضرت مولانا تھانویؒ کے شاگرد کا واقعہ۔ ایک انگریز سے نوکری طلب کرنیکا شیخ بدرالدین کی سفارش سلطان بلبن کے نام۔ پانی پت کے حاکم کا واقعہ قلندر صاحب کے ساتھ حضرت حاجی صاحبؒ کا استغناء۔ رقم لینے کیلئے ہم نہیں جائیں گے۔ ایک مسافر کا مسجد میں ٹھہرنے کا واقعہ اور یہ کہنا کہ ہم مرغ پلاؤ کھانے ہیں۔ بابا فرید کا واقعہ برادرانہ تقسیم کے بارے میں حضرت زکریا ملتانیؒ کا واقعہ۔ دودھ کے پیالہ پر پھول رکھ کر واپس کر دینا۔ مناجات مقبول سے ایک جوان کی دعا
	اسوۃ الصالحین	۲۵	
	محبۃ اللہ و ہوی النفس	۳۴	قسط ۱۵

ماہ	عنوان	صفحہ	کیفیت
رمضان ۱۳۸۹ھ دسمبر ۱۹۶۹ء	مجلس الٰہ آباد	۲	بڑھے بڑھے اڑنے کا واقعہ۔ ایک عالم کی نازک مزاجی کا علاج ازمولانا شہید
	مجلس الٰہ آباد	۹	علم جیسا کہ بیشتر خوانی پر بیان۔ خاک بیلقان کے ایک عالم کا قصہ حدیث کہ ہم امر بالمعروف کب ترک کردیں
			یوسف بن حسین کو حضرت ذوالنون کی نصیحتیں
	اسوۃ الصالحین	۱۷	
	وصیۃ الذکر	۳۳	قسط چہارم
شوال ۱۳۸۹ھ جنوری ۱۹۷۰ء	مجلس بمبئی	۲	لوگ کام کریں تو راہ کھل جائے
	مجلس	۸	ہر نبی کے ساتھ خاندان والوں نے مخالفت کی
	افاضات بمبئی	۱۸	الطاف ربانی
	افاضات بمبئی	۲۷	فہم بڑی چیز ہے
	کام کے درجات	۳۰	قسط اول
	مکتوبات اصلاحی	۳۳	
	ملفوظ	۳۹	جو مقلد ہوتا ہے وہ محقق ہو جاتا ہے
	اسوۃ الصالحین	۴۱	
ذی قعدہ و ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ فروری ۱۹۷۰ء	مجلس الٰہ آباد	۲	جنت کا بیان
	مجلس بمبئی	۱۳	فہم کے مطابق کلام کرنا چاہیے
	مجلس بمبئی	۲۳	قیاس
	اسوۃ الصالحین	۳۳	
محرم ۱۳۹۰ھ مارچ ۱۹۷۰ء	مجلس الٰہ آباد	۲	ایمان کے تین وجود غیبی، ذہنی، اور لفظی
	مجلس الٰہ آباد	۱۵	فلاح کیلئے نزاعات سے بچنا ضروری ہے
	علم حقیقی اور رسمی میں فرق	۲۱	
	وصیۃ الذکر	۲۵	قسط ۵
	اسوۃ الصالحین	۴۱	
صفر ۱۳۹۰ھ اپریل ۱۹۷۰ء	وصیۃ الذکر	۲	قسط ۶
	نظام نبوی اور فرق مراتب	۱۴	
	کام کے درجات	۲۹	قسط دوم
	مکتوبات اصلاحی	۳۲	
	اسوۃ الصالحین	۴۱	

شمارہ	مضمون	صفحہ	کیفیت
رمضان ۱۳۸۵ھ [illegible]	ایک اللہ والے کی آواز	۲	
	اصلاح و اخلاق کی اہمیت	۱۴	
	مکتوبات اصلاحی	۱۸	
	اسوۃ الصالحین	۲۵	
	وعظ حکیم الامۃ	۳۳	روح القیام
شوال المکرم ۱۳۸۵ھ [illegible]	مجلس الٰہ آباد	۸	عام مدارس کا حال یکساں ہے
	مجلس خاص	۱۴	طلبہ کے لئے ذکر و شغل کی ضرورت
	حضرت مصلح الامۃ کا طرز اصلاح	۱۸	
	حضرت والا کا پیغام اہل بمبئی کے لئے	۲۶	
	پیغام کی توضیح و تشریح از جامی	۲۶	
	مولانا حامد الانصاری کے تاثرات	۲۸	
	مولانا جمال الدین خطیب مسجد بھروا کے تاثرات	۳۰	
	مولانا ظل الرحمٰن خطیب مسجد سات راستہ کے تاثرات	۳۰	
	حضرت والا کا اثر بحوالہ تاثر اہل بمبئی	۳۲	ایک اہم مضمون
	اسوۃ الصالحین	۳۳	
	وعظ حکیم الامۃ	۴۱	روح القیام
ذی قعدہ [illegible]	التفکر فی القرآن	۲	
	احترام شریعت	۱۷	قسط اوّل
	اسوۃ الصالحین	۲۵	
	وعظ حکیم الامۃ	۴۱	روح الجوار
محرم [illegible]	احترام شریعت	۲	قسط دوم
	کامیابی کا طریقہ	۱۲	
	مومن کی صفات اور اس کا ثواب	۲۴	قسط اول
	اسوۃ الصالحین	۳۳	
	وعظ حکیم الامۃ	۴۱	روح الجوار

تاریخ	عنوان	صفحہ	مضمون
محرم ۱۳۹۲ھ فروری ۱۹۷۲ء	حالات مصلح الامۃ	۲۰	مکاتبت مولانا علی میاں ندوی
	التذکیر بالقرآن	۲۴	
	بیاض خاص	۳۳	مضامین تفسیریہ
	وعظ حکیم الامۃ	۴۱	روح الارواح
ربیع الاول ۱۳۹۲ھ مئی ۱۹۷۲ء	افادات جمیع	۲	ایک شخص کی غلطی پر مجمع کو تنبیہ
	مجلس مصلح الامۃ	۱۲	حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کی چند آیات اور انکی تشریح انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین جو شخص اپنے تمام احوال میں تقوی اختیار کرتا ہے تو ایسا شخص محسن ہے اور اللہ تعالی المحسنین کا اجر ضائع نہیں فرماتے للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ کی تشریح قرآن شریف کی تلاوت سے جتنا اچھا حال پیدا ہوتا ہے اور کسی ذکر سے بھی نہیں ہوتا۔ تلاوت کے آداب اگر اتر جاتے ہو تو قرآن شریف کا وعظ کہو
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	التذکیر بالقرآن
	بیاض خاص	۳۳	مضامین تفسیریہ
	وعظ حکیم الامۃ	۴۱	روح الارواح
ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ جون ۱۹۷۲ء	بقیہ مجلس سابقہ	۲	
	مجلس الہ آباد	۴	شیخ کا ادب جیسا حیات میں ہے ویسا ہی بعد ممات کے بھی اور ان سے مساوات کا دعوی سخت بے ادبی ہے
	مجلس الہ آباد		جو شخص مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کرتا ہے تو اللہ تعالی اس سے ناراض ہوتے ہیں اور مخلوق کو بھی اس سے ناراض کر دیتے ہیں
	بزرگوں کے حالات سننے سے ایمان تازہ ہوتا ہے	۱۸	
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	التذکیر بالقرآن
	بیاض خاص	۳۳	مضامین تفسیریہ
	وعظ حکیم الامۃ	۴۱	الاستغفار

شمارہ	مضمون	صفحہ	مضمون
محرم و صفر ۱۳۹۶ھ جنوری ۱۹۷۶ء	کثرت عبادت	۲	مجلس شب برات
	ارشادات مصلح الامۃ	۱۳	
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۱۸	
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	مکاتبت علامہ بلیاوی
	بیاض خاص	۳۳	
	فوائد الصحبۃ	۴۱	دوسرا وعظ التذکیر حصہ اول
صفر و ربیع الاول ۱۳۹۶ھ اپریل ۱۹۷۶ء	نکاح کا شرعی طریقہ	۲	
	علامہ شعرانی کا ایک عہد	۱۰	ماخوذ از الدر المنضود
	دو ملفوظات	۱۲	دین اور نسبت کے تحفظ کا ذریعہ - ایک اصلاحی تجربہ
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۱۷	
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	مکاتبت علامہ بلیاوی
	بیاض خاص	۳۳	
	تذکیر الآخرہ	۴۱	التذکیر حصہ اول تیسرا وعظ
ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ مئی ۱۹۷۶ء	کثرت عبادت	۲	اتباع سنت کی ترغیب
	ارشادات مصلح الامۃ	۹	طلب صادق کی ترغیب
	کام کے اصول	۱۳	فہرست اصول حضرت والا
	ایک عجیب و غریب تبرک	۱۵	حضور کی ایک دعا
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۱۷	
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	خطوط علامہ بلیاوی
	بیاض خاص	۳۳	
	التذکیر الآخرہ	۴۱	تیسرا وعظ التذکیر حصہ اول
ربیع الثانی و جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ جون ۱۹۷۶ء	اصلاح کسے کہتے ہیں	۲	
	ارشادات مصلح الامۃ	۱۲	مجلس بر مدح ذم
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۱۷	
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	مکاتبت علامہ بلیاوی

ماہ و سال	مضمون	صفحہ	کیفیت
جون ۷۲ء	بیاض خاص	۳۳	
	تذکیر الآخرہ	۴۱	تیسرا وعظ التذکیر حصہ اول
جمادی الاخری ۱۳۹۲ھ جولائی ۷۲ء	مال کی شرعی حیثیت	۲	قسط اول
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۱۷	
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	مکاتبت علامہ بلیاوی
	بیاض خاص	۳۳	
	ارشادات مصلح الامۃ	۴۱	دو مجلس حضرت والا
رجب ۱۳۹۲ھ اگست ۷۲ء	مال کی شرعی حیثیت	۲	قسط دوم
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۱۷	
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	مکاتبت علامہ بلیاوی
	بیاض خاص	۳۳	
	تذکیر الآخرہ	۴۱	تیسرا وعظ التذکیر حصہ اول
	الاتفاق	۴۵	چوتھا وعظ التذکیر حصہ اول
شعبان ۱۳۹۲ھ ستمبر ۷۲ء	مال کی شرعی حیثیت	۳	قسط سوم
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۱۷	
	حالات مصلح الامۃ	۳۳	مکاتبت علامہ بلیاوی
	الاتفاق	۴۱	چوتھا وعظ التذکیر حصہ اول
رمضان ۱۳۹۲ھ اکتوبر ۷۲ء	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۳	
	حالات مصلح الامۃ	۱۷	مکاتبت علامہ بلیاوی
	بیاض خاص	۳۳	
	الاتفاق	۴۱	چوتھا وعظ التذکیر حصہ اول
شوال ۱۳۹۲ھ نومبر ۷۲ء	طاعت ومحبت کا صلہ	۲	قسط اول
	ارشادات مصلح الامۃ	۱۷	
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	مکاتبت علامہ بلیاوی
	بیاض خاص	۳۳	
	الاتفاق	۴۱	چوتھا وعظ التذکیر حصہ اول

ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ دسمبر ۱۹۷۱ء	طاعت و محبت کا صلہ	۱۱	قسط دوم
	حالات مصلح الامۃ	۲۳	قاری محمد طیب صاحب
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۳۳	
	ارشادات مصلح الامۃ	۴۱	
ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ جنوری ۱۹۷۲ء	عکس تحریر حضرت والا		سرورق
	پیش لفظ	۲	تعلیمات کی تعمیم
	حالات مصلح الامۃ	۸	مکاتبت قاری محمد طیب صاحب
	تقرب خداوندی کا محبوب ترین ذریعہ	۱۸	قسط اول
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۳۳	
	الاتفاق	۴۱	چوتھا وعظ التذکیر حصہ اول
محرم ۱۳۹۲ھ فروری ۱۹۷۲ء	تقرب خداوندی کا محبوب ترین ذریعہ	۲	قسط دوم
	بحضرت مصلح الامۃ	۱۴	طلبہ کو ہدایات ۔ معلمین خانقاہ کو انکی غفلت پر انتباہ
	نسبت صوفیہ حصہ دوم	۱۷	مخلصین کو احساس ذمہ داری پر تحریض ۔ اہل اصلاح کو صلاح ایک عمومی اعلان
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	قاری محمد طیب صاحب اور دوسرے حضرات دیوبند کی مکاتبت
	الاتفاق	۴۱	چوتھا وعظ التذکیر حصہ اول
صفر ۱۳۹۲ھ مارچ ۱۹۷۲ء	علم طب کی ضرورت اور اسکی اہمیت	۶	
	حالات مصلح الامۃ	۲۲	سفر لکھنؤ اور بقیہ مکاتبت دیوبند قاری طیب صاحب و عزیز الرحمن صاحب
	بیاض خاص	۳۳	
	حفظ اللسان	۴۳	پانچواں وعظ التذکیر حصہ اول
ربیع الاول ۱۳۹۲ھ اپریل ۱۹۷۲ء	تعلیمات مصلح الامۃ	۲	مضامین رسالہ الاحسان ماخوذ از دیباچہ معرفت
	حالات مصلح الامۃ	۲۵	مکاتبت دیوبند
	بیاض خاص	۳۳	
	الخشوع	۴۱	چھٹا وعظ التذکیر حصہ اول

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

فروری　شمارہ ۲　۱۹۸۶ء　جلد ۱۵

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲۳ بخشی بازار الہ آباد

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: عبدالمجید عفی عنہ | تین ۳ روپئے

شمارہ ۲ | جمادی الاخریٰ سنہ ۱۴۰۰ھ مطابق فروری ۱۹۸۰ء | جلد ۱۰

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر و مدیر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۔ ۹۔ ۱۷۔ ڈی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

جنوری ۱۹۸۳ء کا شمارہ ۲۰ دسمبر کو پریس جا چکا تھا خیال تھا کہ روانگی کی تاریخ کو ۱۲ دن باقی ہیں اسلئے ان شاء اللہ وقت پر روانہ ہو جائیگا لیکن ؎

اک بات کا رونا ہو تو رو لیں صبر آئے — ہر بات کے رونے کو کہاں سے جگر آئے

اس مرتبہ پریس نے بجلی کی دقتوں کا عذر پیش کر دیا اور مجبوراً تاریخ لینی پڑی اور اول عشرہ کے بجائے رسالہ تیسرے عشرہ میں جا سکا۔ اللہ تعالیٰ ہماری مشکلات کو دور فرمائیں تاکہ ہم ناظرین کے انتظار کی کلفت کو ختم کر سکیں۔

بعض احباب نے تنویر السالکین (ترجمہ تنبیہ الغافلین) کی فرمائش شروع کر دی ہے حالانکہ ابھی طبع کہاں ہوئی ہے میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ دسمبر ۱۹۸۲ء تک اسکا نصف اول ہو چکا ہے اب جنوری ۱۹۸۳ء سے اسکا نصف دوم شایع کیا جائیگا اور یہ بھی ارادہ ہے کہ نصف اول کو الگ مستقل کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ اب بھی عرض کرتا ہوں کہ یہ ارادہ ضرور ہے لیکن ابھی اسکے طبع ہونے میں کچھ وقت درکار ہے بہرحال اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اس عزم کو پایۂ تکمیل تک پہونچا دے

اسوۃ الصالحین الحمد للہ طبع ہو کر نکل رہی ہے۔ حیات مصلح الامتؒ اور تالیفات اول و چہارم کیلئے بھی احباب اپنے حلقہ میں کچھ تحریک فرما دیں تو سلسلۂ اشاعت آگے بڑھے۔

آخر میں ایک گذارش یہ کرتا ہوں کہ بہت سے ان حضرات کے رسالے فروری ۱۹۸۳ء سے بند ہو چکے ہیں جنھوں نے ابتک ۱۹۸۳ء کا چندہ ارسال نہیں فرمایا ہے یعنی جس کے متعلق ہم بار با کہتے آئے ہیں کہ چندہ پیشگی عنایت فرمائیے تاکہ نظام درست ہو سکے وہ چندہ پیشگی تو کیا آتا سال ختم ہو جانے کے بعد تک وصول نہیں ہوا اور نہ ہی رسالہ جاری رکھنے نہ رکھنے کی کوئی تحریر آئی اسلئے مجبوراً بادل ناخواستہ ہم ان حضرات کے نام رسالہ بھیجنا موقوف کرتے ہیں۔ یہ ایک بڑی کمی اور دشواری ہے جو رسالہ کو پیش آئی اسلئے اسکے مکافات کی یہی صورت ہے کہ احباب تھوڑی توجہ فرما دیں اور جدید ممبروں کا اضافہ کرکے اس کمی کی تلافی فرما دیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

والسلام

(ادارہ)

(۲۵)

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۗ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۗ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۝

(پ ۲۲ ع ۱۲)

پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچائی جنکو ہم نے (تمام دنیا جہان کے) بندوں میں سے (باعتبار ایمان کے) پسند فرمایا (مراد اس سے اہل اسلام ہیں جو اس حیثیت ایمان سے تمام دنیا والوں میں مقبول عند اللہ ہیں گوان میں کوئی دوسری وجہ مثل سوء عمل کے موجب ملامت بھی ہو مطلب یہ کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں وہ کتاب پہونچائی) پھر (انمیں باوجود اشتراک فی الاصطفار کے تین قسمیں ہیں کہ) بعضے تو ان میں (کوئی گناہ کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کرنیوالے ہیں اور بعضے ان میں (جو نہ گناہ کرتے ہیں اور نہ طاعات میں ضروریات سے تجاوز کرتے ہیں) متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں جو خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں کہ گناہوں سے بھی بچتے ہیں اور فرائض کے ساتھ غیر فرائض کی بھی ہمت کرتے ہیں۔ غرض ہم نے تینوں قسم کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں وہ کتاب پہونچائی اور) یہ (یعنی اسی کتاب کا پہونچا دینا خدا کا) بڑا فضل ہے (کیونکہ اس پر عمل کرنے کی بدولت کیسے اجر وفضل کے مستحق ہوگئے آگے اجر وفضل مذکور بالا کا بیان ہے کہ) وہ (اجر وفضل) باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے (اور) انکو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک انکی وہاں ریشم کی ہوگی اور (وہاں داخل ہوکر) کہیں گے اللہ کا

لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لیے) رنج وغم دور کیا بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے جس نے ہمکو اپنے فضل سے ہمیشہ کے مقام میں لا اتارا جہاں ہمکو کوئی کلفت نہ پہونچے گی اور نہ ہمکو کوئی خستگی پہونچیگی

(تفسیر بیان القرآن ص۹۶ ج ۵)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ ان کے اوپر ایسے تاج ہونگے جس کا معمولی موتی اتنا چمکدار ہوگا کہ مغرب سے لیکر مشرق تک اس سے روشن ہو جائیگا

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل لا الہ الا اللہ پر انکی قبروں میں کچھ وحشت نہ ہوگی اور نہ انکو اس دن کوئی پریشانی ہوگی جس دن کہ اعمالنامے نشر کئے جاویں گے اور گویا کہ میں اہل لا الہ الا اللہ کو دیکھ رہا ہوں کہ اپنے اپنے سروں پر سے خاک جھاڑتے ہوئے نکل رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ

(آیات ہذا کی تفسیر معارف القرآن سے)

امت محمدیہ خصوصًا اسکے علماء کی ایک اہم فضیلت وخصوصیت

اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا یعنی جنکو ہم نے منتخب اور پسندیدہ قرار دیا اپنے بندوں میں سے جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد امت محمدیہ ہے اسکے علماء بلاواسطہ اور دوسرے لوگ بواسطہ علماء۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا سے مراد امت محمدیہ ہے اللہ تعالےٰ نے انکو ہر اس کتاب کا وارث بنایا ہے جو اس نے اتاری ہے۔ (یعنی قرآن سب کتب سابقہ کی تصدیق وحفاظت کرنے والی کتاب ہونے کی حیثیت سے تمام آسمانی کتابوں کے مضامین کی جامع ہے اسکا وارث بننا گویا

سب آسمانی کتابوں کا وارث بنایا ہے) پھر فرمایا فَظَالِمُهُمْ يُغْفَرُ لَهٗ وَمُقْتَصِدُهُمْ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا وَّ سَابِقُهُمْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ یعنی اس امت کا ظالم بھی بخشا جائیگا اور میانہ روی کرنے والے سے آسان حساب لیا جائیگا اور سابق بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا۔ (ابن کثیر)

اس آیت میں لفظ اصطفینا سے امت محمدیہ کی سب سے بڑی عظیم فضیلت ظاہر ہوئی کیونکہ لفظ اصطفا قرآن کریم میں اکثر انبیاء علیہم السلام کے لئے آیا ہے اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ اور ایک آیت میں ہے اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ آیت مذکورہ میں حق تعالےٰ نے امتِ محمدیہ کو اصطفاء یعنی انتخاب میں انبیاء اور ملائکہ کے ساتھ شریک فرمادیا۔ اگرچہ اصطفاء کے درجات مختلف ہیں انبیاء و ملائکہ کا اصطفاء اعلیٰ درجہ میں اور امتِ محمدیہ کا بعد کے درجہ میں ہے۔

امت محمدیہ کی تین قسمیں فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ یہ جملہ پہلے جملہ کی تفسیر و توضیح ہے یعنی ہم نے اپنے جن بندوں کو منتخب اور پسند فرما کر انکو قرآن کا وارث بنایا ہے انکی تین قسمیں ہیں، ظالم، مقتصد، سابق۔

ان تینوں قسموں کی تفسیر امام ابن کثیرؒ نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ ظالم سے مراد وہ آدمی ہے جو بعض واجبات میں کوتاہی کرتا ہے اور بعض محرمات کا بھی ارتکاب کرلیتا ہے۔ اور مقتصد (یعنی درمیانی چال چلنے والا) وہ شخص ہے جو تمام واجبات شرعیہ کو ادا کرتا ہے اور تمام محرمات سے بچتا ہے مگر بعض اوقات بعض مستحبات کو چھوڑ دیتا ہے اور بعض مکروہات میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور سابق بالخیرات وہ شخص ہے جو تمام واجبات و مستحبات کو ادا کرتا ہے اور تمام مکروہات و محرمات سے بچتا ہے اور بعض مباحات کو اشتغال عبادت یا شبہ حرمت کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔

یہ ابن کثیر کا بیان ہے۔ دوسرے مفسرین نے ان تینوں قسموں کی تفسیر میں بہت مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ روح المعانی میں بحوالہ تحریر تینتالیس اقوال کا ذکر کیا ہے مگر غور کیا جائے تو ان میں سے اکثر کا حاصل وہی ہے جو اوپر ابن کثیر کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔

ایک شبہ اور جواب مذکورہ تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا سے مراد امتِ محمدیہ ہے اور اسکی یہ تین قسمیں ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اسکی پہلی قسم یعنی ظالم بھی اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا یعنی اللہ کے منتخب بندوں میں شامل ہے۔ اسکو بظاہر مستبعد سمجھکر بعض لوگوں نے کہا کہ یہ امت محمدیہ اور اِصْطَفَیْنَا سے خارج ہے مگر بہت سی احادیث صحیحہ معتبرہ سے ثابت ہے کہ تینوں قسمیں امت محمدیہ کی ہیں اور اصطفینا کے وصف سے خارج نہیں یہ امت محمدیہ کے مؤمن بندوں کی انتہائی خصوصیت اور فضیلت ہے کہ ان میں جو عملی طور پر ناقص بھی ہیں وہ بھی اس شرف میں داخل ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اس جگہ وہ سب روایات حدیث جمع کردی ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا کی تینوں قسموں کے متعلق فرمایا کہ یہ سب ایک ہی مرتبہ میں ہیں اور سب جنت میں ہیں (رواہ احمد، ابن کثیر) ایک مرتبہ میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ سب کی مغفرت ہو جائیگی اور سب جنت میں جائیں گے یہ مطلب نہیں کہ درجات کے اعتبار سے ان میں تفاضل نہ ہوگا۔

اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے باسانید متعددہ ایک حدیث منقول ہے ابن کثیر نے ان سب کو نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو ابن جریر نے ابوثابت سے نقل کی ہے کہ وہ ایک روز مسجد میں گئے تو وہاں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ پہلے سے بیٹھے تھے ابوثابت رضی اللہ عنہ انکے برابر جاکر بیٹھ گئے اور یہ دعا کرنے لگے۔ اَللّٰھُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ وَارْحَمْ غُرْبَتِیْ وَیَسِّرْ لِیْ جَلِیْسًا صَالِحًا یعنی یا اللہ میری قلبی وحشت و پریشانی کو دور فرما

اور میری حالت مسافرت پر رحم فرما اور مجھے کوئی جلیس (ہمنشین) صالح نصیب فرما (یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ سلفِ صالحین میں جلیس صالح کی طلب و تلاش کا کیا درجہ تھا کہ اسکو اہم مقصد اور سب پریشانیوں کا علاج سمجھکر اللہ تعالےٰ سے اسکی دعائیں مانگتے تھے) ابوالدرداء نے یہ دعا سنی تو فرمایا کہ اگر آپ اپنی اس دعاء وطلب میں سچے ہیں تو میں اس معاملہ میں آپ سے زیادہ خوش نصیب ہوں (مطلب یہ کہ مجھے آپ جیسا جلیس صالح اللہ نے بے مانگے دیدیا) اور فرمایا کہ میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے مگر جب سے میں نے اسکو سنا ہے ابتک کسی سے بیان کرنے کی نوبت نہیں آئی وہ یہ ہے کہ آپ نے اس آیت کا ذکر فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا الآیہ پھر فرمایا ان تینوں قسموں میں سے جو سابق بالخیرات ہیں وہ تو بے حساب جنت میں جائیں گے اور جو مقتصد یعنی درمیانے ہیں انسے ہلکا حساب لیا جائیگا اور ظالم یعنی جو اعمال میں کوتاہی کرنے والے اور گناہوں کی لغزش میں مبتلا ہونے والے ہیں انکو اس مقام میں سخت رنج وغم طاری ہوگا پھر انکو بھی جنت میں داخلہ کا حکم ہوجائے گا اور سب رنج وغم دور ہوجائیں گے اسی کا ذکر اگلی آیت میں آیا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ یعنی وہ کہیں گے شکر ہے اللہ کا جس نے ہمارا غم دور کردیا۔

اور طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَكُلُّهُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ یعنی یہ تینوں قسمیں اسی امتِ محمدیہ میں سے ہونگی۔

اور ابوداؤد طیالسی نے عقبہ ابن صہبان ہنائی سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو انھوں نے فرمایا بیٹا یہ تینوں قسمیں جنتی ہیں۔ ان میں سے سابق بالخیرات تو وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گذر گئے جنکے جنتی ہونے کی

شہادت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدی اور مقتصد وہ لوگ ہیں جو انکے نشانِ قدم پر چلے اور سابقین کی اقتدا پر قائم رہے یہاں تک کہ انکے ساتھ مل گئے باقی رہے ظالم لنفسہ تو ہم تم جیسے لوگ ہیں۔ یہ صدیقہ عائشہؓ کی تواضع تھی کہ اپنے آپ کو بھی انھوں نے تیسرے درجہ میں یعنی ظالم لنفسہ میں شمار کیا حالانکہ وہ احادیث صحیحہ کی تصریحات کے مطابق سابقین اولین میں سے ہیں۔

اور ابن جریر نے محمد بن حنفیہؒ سے نقل کیا فرمایا کہ یہ امت، امتِ مرحومہ ہے اس کا ظالم بھی مغفور ہے اور مقتصد یعنی میانہ رو جنت میں ہے اور سابق بالخیرات اللہ کے نزدیک درجات عالیہ میں ہے۔

اور حضرت محمد بن علی باقر رضی اللہ نے ظالم لنفسہ کی تفسیر میں فرمایا:۔ اَلَّذِیْ خَلَطَ عَمَلاً صَالِحاً وَّ اٰخَرَ سَیِّئاً یعنی وہ شخص جس نے نیک و بد دونوں طرح کے اعمال میں خلط ملط کیا ہو۔

علمائے امتِ محمدیہ کی عظیم الشان فضیلت

اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جو ہمارے بندوں میں منتخب اور برگزیدہ ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کتاب اللہ اور علوم نبوت کے بلاواسطہ وارث حضرات علماء ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی ارشاد ہے اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ حاصل اسکا یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت کے علوم کا شغل اخلاص کے ساتھ نصیب فرمایا یہ اسکی علامت ہے کہ وہ اللہ کے برگزیدہ اولیاء ہیں جیسا کہ حضرت ثعلبہ بن الحکمؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز علماء امت سے خطاب فرما کر کہیں گے کہ میں نے تمھارے سینوں میں اپنا علم و حکمت صرف اسلئے رکھا تھا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ تمھاری مغفرت کردوں عمل تمھارے کیسے بھی ہوں (یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ جس شخص میں خشیت اور خوف خدا نہیں وہ علماء کی فہرست ہی سے خارج ہے۔ (باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۴۹۹)

حال: گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس ماہِ مبارک میں چند روز قیام کی توفیق ہوئی اللہ تعالیٰ اسمیں برکت عطا فرمادیں اور ہدایت کے راستہ پر لگا دیں۔ دو ماہ قبل نوافل کی پابندی تھی اسکے بعد سے ابتک دو رکعت بھی نہ پڑھی ترک نوافل کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ ظاہری طاعات بالخصوص نوافل نفس کو بھلی لگتی ہیں اور اندرونی فریب یہ تھا کہ باطن کیطرف متوجہ نہیں ہونے دیتا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ اتنا بڑا تصور سمجھ میں آیا۔ ذکر لسانی جتنا بھی ہو جاتا ہے اللہ کا شکر ہے۔ کوشش رہتی ہے کہ قلب بھی شریک رہے۔ اپنے قصور اور معصیت کے پیش نظر غم ہی رہتا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: پستی سے نکلنا نصیب نہ ہوا تو خوشی کی کیا صورت ہے؟ اس غم نے تندرستی پر بھی اثر ڈالا مگر غم بذاتِ خود کس کام کا جب منزل کیطرف متوجہ نہ کر سکے اسمیں ایک عیب یہ ہو جاتا ہے کہ بعض وقت پست ہمتی ہو جاتی ہے۔ یہ اور زیادہ بُرا ہے کل کی مجلس میں تسلی ہو گئی اپنی حالت پر رونا آتا ہے، کیفیات پر کیا التفات ہو، اگر یہ کچھ ہوں بھی تو ان سے تلافی مقصود کب ہوتی ہے۔ موت کی یاد غفلت کو دور کر دیتی ہے اور زندگی کا مزہ بے لطف کر دیتی ہے۔ کبھی کبھی کا ترکِ اختیار حق کو اچھا لگتا ہے۔ طلب کے اضطراب میں جو لذت آجاتی ہے وہ کسی چیز میں نہیں۔ مجھ مفلس کے پاس کچھ بھی نہیں اگر کچھ ہے تو طلب وہ بھی ناقص ہے۔ کچھ ہونے کا خیال دل سے نکلا جا رہا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اس خیال سے بھی پیار آتی ہے۔ جیوں تو بے نام رہوں مروں تو بے نشان میں اسی کو اپنی معراج سمجھوں اگر بدترین طالبین میں میرا شمار ہو جائے۔ تحقیق: بیشک

حال: اللہ تعالیٰ کے فضل کا سہارا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضرت کے در کا کتا بنائے رہیں اور اسی میں مجھکو موت دیدیں اور آخرت میں بزرگوں کا گوشۂ دامن منہ چھپانے کو مل جائے۔ تحقیق: آمین۔ حال: حضرت والا دعا فرمادیں کہ اس گندہ بندہ کو بندگی اور اطاعت کرنا آجائے دین کی سمجھ میں زیادتی ہو۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں

(مکتوب نمبر ۵۰۰)

حال: حضرت والا رمضان المبارک پانچویں تاریخ روز جمعہ بعد نماز جمعہ بچی کا نکاح کر دینے کا ارادہ مصمم طریقہ پر ہو گیا ہے۔ حضرت والا اسکے لئے سعادت دارین کی دعاء فرماویں۔
تحقیق: دعاء کرتا ہوں

حال: ایک ضروری بات یہ بھی ہے کہ میں چاہتا تو یہ تھا کہ اسکی شہرت زیادہ نہو لیکن شہرت ہو ہی گئی، اسکی وجہ سے طبیعت میں سکون نہیں ہے حق تعالےٰ فتنہ سے مامون رکھیں مہلکات سے حفاظت فرماویں۔ تحقیق: آمین

حال: حضرت والا اس سلسلہ میں بہت ہی توجہ کے ساتھ دعاء فرماویں، عُجب و ریاء و غرور وغیرہ مہلکات سے حق تعالیٰ بچالیں، بڑا اندیشہ ہو رہا ہے اس اندیشہ کیوجہ سے طبیعت میں سکون نہیں رہا حضرت والا کی جوتیوں کے صدقہ یہ اندیشہ تو ضرور ہونا چاہیئے اسکو تو سمجھتا ہوں فکر یہ ہے کہ کہیں خدا نخواستہ لغزش نہو جائے شہرت کے وقت لغزش کا بہت امکان ہوتا ہے، حضرت سے عاجزانہ درخواست ہے حضرت والا بہت ہی توجہ فرماویں۔
تحقیق: دعاء کرتا ہوں

حال: شہر ہندوپور کا سفر جہاں تک غور کیا مفید ہی معلوم ہوا وہاں کے لوگوں کے اندر دینی جذبہ اور شوق پایا۔ حضرت والا ہی کے مضامین سناتا رہا اور رسائل پورے وہاں بھیجا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: چند رسائل ساتھ تھے وہ دیکر بھی آیا تھا اور تاکید کیا تھا کہ کم از کم ایکبار اول سے آخر تک پڑھ لیں۔ اور پڑھا کر سن لیں پھر مجھے لکھیں کہ یہ رسائل کیسے ہیں ان میں جو مضامین ہیں آج انکی کسقدر ضرورت ہے خدا کرے کہ وہاں مدرسہ کے متعلقین ان رسائل کو سمجھ جائیں تو انشاء اللہ وہاں کے اطراف و اکناف میں بڑا ہی

فائدہ ہوگا۔ حضرت والا بھی دعاء فرمادیں۔ **تحقیق**: دعاء کرتا ہوں۔

حال: حضرت والا نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ اصلاحی مضامین ہیں دنیا کو اسکی ضرورت ہے "ضرورتِ وقتی کے لحاظ سے بیان اور تحریر ہوا کرتی ہے"۔ یہاں طلبہ اور اساتذہ کو زیادہ سے زیادہ ان رسالوں کیطرف توجہ دلانے کی ضرورت سے کچھ عرض کر رہا تھا اسکے ضمن میں میں نے حضرت والا کا مذکورہ ارشاد بھی سنایا تھا اور کہا تھا کہ یہ ارشاد کیا ہے اور کیسا ہے سمجھنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔

میں جیسا سمجھتا ہوں بیان کروں تو شاید کوئی کچھ کا کچھ نہ سمجھ جائے بعد میں تنہائی میں مولوی . . . . سلمہٗ نے کہا کہ دل چاہتا ہے اس سلسلہ میں کیا سمجھے ہو سن لوں۔ میں نے کہا بھائی کوئی راز کی بات نہیں ہے۔ حدیث میں ہے "میں بندہ کو چاہنے لگتا ہوں حتیٰ کہ اسکی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اسکے کان بن جاتا ہوں جس سے سنتا ہے۔ الحدیث"

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

(انکی گفتگو اللہ تعالیٰ کی گفتگو ہوتی ہے اگرچہ وہ عبد اللہ کی زبان سے نکلی ہوئی ہو)

یہ ارشاد منجانب اللہ ہے۔ یہ مضامین ہر حال میں دنیا میں پھیلیں گے ہماری خوش نصیبی ہوگی اگر ہم اسکے قبول کرنے والوں اور پھیلانے والوں میں شمار کرلئے جائیں۔ **تحقیق**: بیشک

حال: امسال مدرسہ سے فارغین میں سے ایک حقیقی بھتیجے مولوی . . . سلمہ اور دوسرے میرے نسبتی برادر مولوی سید . . . . سلمہٗ طب حاصل کرنے کی غرض سے طبیہ کالج . . . . میں داخل ہوگئے تھے اب سال کی تعلیم سے فارغ ہوکر تعطیل میں یہاں آئے ہیں۔ سید . . . سلمہ نے یہ خوش خبری سنائی کہ وہاں اساتذہ میں ایک فاضل دیوبند بھی ہیں انھوں نے ان رسائل کو دیکھکر بالخصوص "وصیۃ الاحسان" کا مطالعہ کرکے کہا کہ قرآن اسکے دیکھنے کے بعد ہی سمجھ میں آنے لگا میں تو سمجھا تھا کہ نفاق کا وجود اب نہیں رہا یہ کتاب پڑھنے سے

معلوم ہوا کہ سخت غلطی میں مبتلا تھا۔ ان عزیزوں کی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مولوی صاحب بہت ہی زیادہ متاثر ہوگئے ہیں ۔ تحقیق: الحمدللہ۔
حال: یہ عزیز جب یہ قصہ سنا رہے تھے تو میرے چچیرے بھتیجے مولوی۔۔۔ جو پہلے سے ۔۔۔۔۔ میں داخل ہیں سن رہے تھے، خاموش تھے۔ میں نے بھی اس سلسلہ میں ان سے کچھ کہنا سننا موقوف کردیا ہے جب تک خود احساس پیدا نہو۔ اپنی سابق غلطی کو نہ سمجھنے لگیں کچھ عرض کرنا رشتہ داری میں کرکری پیدا کرنے کے مرادف ہے۔ میں نے ان بچوں سے اتنا ہی کہا کہ ان رسالوں کو خوب پھیلاؤ اور اچھے سمجھدار لوگوں کو سمجھنے کا موقع دینا چاہیئے ۔ یہ فاضل دیوبند مولوی صاحب اچھی طرح سے ان باتوں کو دل میں اتارلیں گے تو وہاں ۔۔۔۔ شہر میں اور اسکے اطراف واکناف میں بہت فائدہ ہوگا یہ مضامین منجانب اللہ ہیں حضرت والا دعا فرمائیں کہ یہ تمام کوششیں محض اخلاص وللٰہیت پر مبنی ہوں۔
تحقیق: دعا کرتا ہوں۔
حال: فتنوں سے مامون ومصئون رہوں، حق تعالیٰ کی کامل رضامندی حاصل ہوجائے کامل ایمان کے ساتھ وقت پر خاتمہ ہوجائے ۔ یہی دعا اپنے اور اپنے تمام متعلقین کے لئے بھی ہے اور تمام قرضوں سے جلد سبکدوشی حاصل ہوجائے۔ مقاصد دارین پورے ہوں۔ والسلام۔
تحقیق: دعا کرتا ہوں

(مکتوب نمبر ۵۰)

حال: حضور سے بہت سے لوگوں کو فیض پہونچا اور اپنی منزل مقصود تک پہونچ گئے۔ تحقیق: یہ آپ کا حسن ظن ہے۔
حال: حضور والا! مہربانی فرماکر مجھکو بھی اس نگری میں پہونچا دیجئے۔ جہاں اللہ والوں کا پتہ ملتا ہے۔

تحقیق : آپ لکھ رہے ہیں کہ تم سے بہت سے لوگوں کو فیض پہونچا اور اپنی منزل مقصود تک پہونچ گئے پھر تو آپ کو اس نگری کا پتہ مل گیا جہاں اللہ والوں کا پتہ ملتا ہے۔

حال : حضور میں چاہتا ہوں کہ اب آپکا دامن پکڑ لوں اور حضور کی شفقت و محبت سے اس منزل تک پہونچ جاؤں جہاں پر نیک لوگوں کا ٹھکانا ہے۔

تحقیق : یہ صحیح ہے مگر اصل یہ ہے کہ آدمی اتباع سے پہونچتا ہے۔

حال : حضور اس ناچیز پر رحم کر دیجئے۔ تحقیق : ضرور

حال : میں توبہ کرتا ہوں۔ تحقیق : ہاں بھائی کرو۔

حال : پھر اسی کام کی طرف رغبت ہوتی ہے جس سے توبہ کی۔ پھر توبہ کرتا ہوں

تحقیق تفصیل لکھو تو علاج بتاؤں۔

حال : حضور میں بہت شرمندہ ہوں اپنے کئے پر مگر حضور یہ نفس مجھے گڈھے میں لئے جا رہا ہے۔

تحقیق : جب جانتے ہو کہ گڈھا ہے تو کیوں اسطرف جاتے ہو اسکا کہنا نہ کرو۔

حال : آپ اللہ تعالے سے دعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ رحم کر کے میری حالت بدل دیں اور میرے دل میں اپنی اور اپنے رسولؐ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دیں اور مجھ میں جو برائیاں ہیں انھیں دور کر دیں۔ تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

حال : جب میں آپ کے یہاں آتا ہوں نیک لوگوں کی صورتیں دیکھتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ تو بھی انھیں لوگوں میں شامل ہو جا۔

تحقیق : الحمد للہ کہ یہ تدین کی علامت ہے

حال : مگر جب اپنی حالت کا جائزہ لیتا ہوں تو کچھ نہیں پاتا ہوں۔

تحقیق : حالات لکھا کرو لکھنے سے فائدہ ہوگا۔

حال : میں رحم کی درخواست کرتا ہوں۔ تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

حال : میں حضور سے زبانی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تحقیق : بہتر ہے

(مکتوب نمبر ۵۰۲)

حال : عرض خدمت اقدس میں ہے کہ خط موصول ہوگیا جواب پڑھکر اس درجہ خوشی ہوئی جسے الفاظ میں تحریر نہیں کرسکتا ۔ تحقیق : الحمدللہ۔

حال : آپ نے مجھے حاضری کی اجازت بھی دیدی اور تحریر فرمادیا کہ میں اپنے آپکو حضرت سے بیعت ہی سمجھوں ۔ تحقیق : جی ہاں ۔

حال : اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے ۔ میں نے اس درمیان میں کئی بار حاضری کی کوشش کی مگر حاضر نہیں ہوسکا ۔ حضرت میں نے دل سے آپکو شیخ مان لیا ہے

تحقیق : الحمدللہ

حال : اور اسی روز آپکی وصیۃ الاحسان پڑھنے کو مل گئی ۔ الحمدللہ میرے لئے آئینہ ثابت ہوئی جیسے جیسے پڑھتا جاتا تھا میرے گناہ میرے سامنے آتے جاتے تھے آخر میں یہ ظاہر ہوگیا کہ میں سرتاپا گناہ گار ہوں گنا ہوں کا مجھے احساس نہیں ہوتا تھا مجھے افسوس اور شرمندگی ہوئی اسی وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خیال ہوا جنکی رحمت اس گنہگار کے ساتھ ساتھ رہتی ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا کئی روز یہی حالت رہی ۔

تحقیق : مبارک ہو ۔

حال : حضرت آپکا خیال بار بار آتا اور اس گنہگار کے آنسو اور تیز ہوجاتے ۔ یہ حالت نماز میں زیادہ رہتی ۔ اللہ بزرگ و برتر کی بارگاہ میں توبہ کا خیال ہوا اور میں نے انکے حضور میں توبہ کی اور گناہوں کی معافی مانگی ۔

تحقیق : اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔

حال : الحمدللہ ایک روز یہ آنسو خود بخود رک گئے ، اور دلکو سکون مل گیا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ۔ تحقیق : خوب

حال : حضرت میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں میں نے پہلے خط میں تحریر

کیا تھا کہ میری حالت بہت بدل گئی ہے۔ چہرہ پر ڈاڑھی ہے اور لباس بھی بدل گیا ہے لیکن حضرت آج معلوم ہوا کہ یہ سب ظاہر ہے۔ باطن کیطرف خیال بھی تھا

تحقیق: اپنے علم کے موافق سمجھا تھا، باطن کیطرف خیال نہیں جایا کرتا۔

حال: حضرت اللہ کی رحمت نے اس گنہگار کو نہیں چھوڑا آپ سے امید کرتا ہوں کہ میرے حالات معلوم ہونے پر مجھے اپنی شفقت سے محروم نہ فرمائیں گے۔

تحقیق: ضرور "کہ مستحق کرامت گناہگارانند"۔

حال: میرے لئے دعاء فرما دیجئے کہ میں حضرت کیخدمت میں حاضر ہو جاؤں۔

تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

حال: میرا خیال برابر آپکی طرف پہونچتا ہے اور پھر گھنٹوں انھیں خیالات میں کھویا رہتا ہوں۔ بہت دنوں سے حضرت کو خط لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں سمجھ میں نہیں آتا کس طرح لکھوں۔ اللہ پاک سے کل دعاء بھی کی تھی شاید اسی لئے میں یہ خط لکھکر پورا کر رہا ہوں۔

تحقیق: بہت لطف آیا۔

(مکتوب نمبر ۵۰۳)

حال: راقم الحروف حافظ قرآن ہے سہارنپور مدرسہ مظاہر العلوم سے عربی درس نظامیہ کا فارغ ہے فراغت کو بھی ایک طویل عرصہ ہو چکا اس خط کے لکھنے کا سبب یہ ہے کہ قرآن میں نفس کے سدھار پر بہت زور دیا گیا ہے اور فلاح ان ہی نفوس کے لئے بتائی گئی ہے جو متزکی ہونگے۔ اس سلسلہ میں متعدد مصلحین کے پاس رہنے کا موقع ملا لیکن مناسبت نہو سکی چونکہ انکا طریق اصلاح یہ پایا کہ ان کے پاس احوال تجسس کرنے والے لوگ رہتے ہیں اور بعد تجسس مصنوعی طور پر احوال کے مصداق بن جاتے ہیں اور حقیقۃً ایسے نہیں ہوتے دوسرے کتاب وسنت کا صحیح علم بھی کم دیکھا گیا تو ظاہر ہے کہ

کہ جب خود مصلح کے احوال میں صداقت نہ ہوگی تو اس سے وابستہ اصحاب میں کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اصحاب اپنے مصلح کے صحیح احوال سے واقف ہوں اور پھر جب کتاب و سنت کا صحیح علم نہ ہو تو ظاہر ہے کہ صحیح عمل بھی صحیح نہ ہوگا۔ صحیح عمل کا معیار کتاب اللہ کا کامل علم اور کتاب اللہ کی آیات کی تفسیر خود آیات ہی سے ہوں کیونکہ ذکر (ما انزل اللہ) کا وعدہ ہے اللہ جل شانہ کیطرف سے اور کسی کی محافظت کا وعدہ نہیں لہٰذا صرف وہ ہی قطعی الثبوت ہو سکتا ہے اور پھر سنن متواترہ بہرحال راقم آپ سے مکاتبت کی اجازت چاہتا ہے۔

تحقیق: آپ کا خط ملا مضمون خط اور آپکی فہم سے جی خوش ہوا۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ آپ کا پہلا خط ہے آپ نے اصلاح نفس کیضرورت محسوس فرمائی ہے اور اس سلسلہ میں مجھ سے مکاتبت فرمانا چاہتے ہیں۔ میرا چونکہ کام ہی یہی ہے اسلئے ہر مسلمان کی باطنی خدمت کے لئے دل سے حاضر ہوں لیکن ایک بات یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے شیخ کے لئے جو معیار رکھا ہے اس میں شک نہیں کہ بالکل صحیح لکھا ہے یعنی یہ کہ اسکے اندر کتاب و سنت کا صحیح علم ہونا چاہیئے اور اسکے احوال میں صداقت ہونی چاہیئے تو اس پر میں آپ کے نزدیک کس دلیل سے پورا اترا نیز نفع کے لئے جو چیز بمنزلہ شرط اول کے ہے یعنی شیخ اور مرید میں مناسبت جس کے نہ ہونے کے سبب آپ کو متعدد مصلحین کے پاس رہنے کے بعد بھی نفع نہیں ہوا تو وہ مناسبت آپ کو مجھ سے حاصل ہے یا حاصل ہونے کی امید ہے؟ اسکو آپ نے کیونکر دریافت فرمالیا۔ ان امور کے بارے میں بھی کچھ فرمائیے جواب کا منتظر ہوں۔

اشعار مجذوب

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ کے لئے — اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد
یہ مقفّیٰ قول ہے رنگین بھی سنگین بھی — حضرت مرشد کا یہ ارشاد رکھ تا عمر یاد

(از مرتب)

حضرتؒ نے اپنی مجلس میں جو علی العموم مئو کی شاہی مسجد کٹرہ میں ہوا کرتی تھی
اسی مذکورہ امر یا غلطی پر پوری مجلس فرمائی اور صراحۃً اور اشارۃً فرماتے رہے کہ
بعض لوگوں کو اپنے تقویٰ کا غرہ ہو جاتا ہے یہانتک کہ اپنے شیخ تک کے بھی خیال
اور ادب سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور حسب عادت کتابوں سے انکے نظائر پیش کئے
کہ اس قسم کی چیزیں اس طریق میں نہایت مضر بلکہ مہلک ہیں۔

مجلس ختم ہونے کے فوراً ہی بعد اس خط لکھنے والے مولوی صاحب سے
فرمایا کہ یہ سب باتیں میں نے آپ ہی کے اوپر کہی ہیں۔ سبحان اللہ۔ کیا تھی شفقت
اپنے ماننے والوں پر اور تعلق رکھنے والوں پر کہ ایک غبار اور دھبہ بھی اپنے لوگوں
پر دیکھنا نہیں چاہتے تھے بلکہ پوری صفائی اور ظاہر و باطن کے فضائل اور محاسن
سے انکو پُر رکھنا چاہتے تھے۔

(۲) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ذکر کے ساتھ ساتھ علم کی اور خاصکر تفقہ فی الدین کی
بہت زیادہ حرص رہا کرتی تھی بغیر علم کے ذکر کرنے والوں کو وظیفچی کے خطاب سے
نوازتے تھے۔ مئو کے مشہور مدرسہ دارالعلوم کے عالم جو اس مدرسہ کے صدر مدرس
تھے اور حضرت کے متوسلین میں سے تھے ایک روز حضرت کے جائے قیام پر شب کے
وقت جبکہ حضرتؒ کے تنہائی کا وقت تھا تو اسوقت انھوں نے حضرتؒ سے عرض کیا
کہ بندہ ایک مشورہ کی غرض سے حاضر ہوا ہے وہ یہ کہ مدرسہ میں اکثر و بیشتر چپقلش
اور اختلافات رہا کرتے ہیں جو فتنہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور قلب کا سکون جاتا
رہتا ہے اسلئے بندہ چاہتا ہے کہ مدرسہ کی ملازمت ترک کر دے اور اللہ تعالےٰ
رزق کا کوئی سامان مہیا کر دینگے۔ اس کہنے پر حضرتؒ چونک گئے اور گویا کہ سنبھل کر
ان سے فرمانے لگے کہ میں کبھی بھی درس و تدریس اور مدرسہ کی ملازمت کو ترک کرنے
کی رائے نہیں دونگا کون سا مدرسہ اختلاف اور فتنہ سے خالی ہے اگر سب حضرات
یہی کہکر کہ اختلاف ہو گیا ہے درس و تدریس اور تعلیم و تعلم چھوڑ دیں تو یہ کتابیں کون
پڑھائے گا اور سارا دین ہی مختل ہو جائے گا۔ مجھکو آپ حضرات جو کچھ دین کا کام

کر رہا ہوں دیکھ رہے ہیں میں نے بھی تو انھیں مدرسوں میں پڑھا ہے اور وہیں سے علم سیکھ کر دین کی خدمت کر رہا ہوں ۔ ہاں اتنا کہونگا کہ آپ خود اختلاف میں نہ پڑیں ان فتنوں اور چپقلش سے اپنی طاقت بھر الگ رہیں اور اپنے ضروری کام میں مشغول رہیں ۔ اسمیں حضرتؒ نے تمام علمار مدرسین کو گویا ایک راہ بتلادی کہ اس فتنہ کے دور میں بھی بغیر تعلیم و تعلم کے دین کا کوئی کام نہیں ہو سکتا اور اگر ہوگا بھی تو کالعدم بلکہ مضر اور مہلک ۔

(۷) حضرت مولانا ضیار احمد صاحب قدسی مرحوم و مغفور جنکا حال عل میں بیان ہوچکا ہے انکا مکان مئو کی جامع مسجد شاہی کٹرہ سے بالکل ہی متصل اور ملا ہوا ہے حضرت کی مجلس جامع مسجد مذکور میں زیادہ تر صبح کے وقت ہوا کرتی تھی ایک روز مجلس کے ختم ہونے کے بعد حاضرین گذر رہے تھے مولانا مرحوم کا دروازہ سڑک کے بالکل سامنے ہی تھا گذرنے والے حضرات میں سے ایک مولوی صاحب کو مولانا مرحوم نے بلایا اور ان سے فرمانے لگے کہ میں نے منطق پچاس برس تک پڑھائی ہے اور اسمیں زندگی کھپائی ہے مگر اب اہل اللہ اور عرفار کی مجلس میں بیٹھنے اور ان حضرات کی نصیحتوں کو سننے کے بعد یہ حقیقت کھل گئی کہ یہ سب منطق وغیرہ سراسر جہل اور نادانی ہے صحیح علم اور معرفت صرف اللہ والوں کے پاس ہے جو زبان سے تجاوز کر کے قلب میں اور بال بال اور روئیں روئیں میں پیوست ہو جاتی ہیں چنانچہ مولانا موصوف کا یہ حال تھا کہ جب جامع مسجد کٹرہ میں حضرت کی مجلس میں شرکت کے لئے حاضر ہوتے تھے تو نہایت ہی معمولی اور مسکین کی شکل میں آتے تھے اور کبھی کبھی تو روتے ہوئے نہایت عاجزی اور ابتہال کے ساتھ حضرت سے عرض کرتے تھے کہ دعار فرمائیں کہ یہ دنیا سے خالی خولی نہ جائے تو حضرت نہایت ہی شفقت سے انکے جسم پر ہاتھ رکھکر دعائیں دیتے تھے ۔

مئو کے لوگ چونکہ بہت زیادہ حضرت سے ملنے کے لئے ٹوٹتے تھے چنانچہ حضرت خود فرماتے تھے کہ مئو کے لوگ جب تک تیرہ مرتبہ مصافحہ نہیں کر لیتے ہیں تب تک

چین نہیں ہوتا اسلئے خدام نے یہ انتظام کیا تھا کہ بعد مجلس کے جب حضرت اپنی قیام گاہ پر تشریف لا چکتے تو سب کو ملنے کی اجازت تھی اور اسوقت سبھی حضرات آکر ملتے مصافحہ کرتے اور چلے جاتے بیٹھنے کا موقع نہیں تھا ایک نشست قیام گاہ پر بعد مغرب ہوا کرتی تھی جسمیں مئو کے علماء و فضلاء علی العموم تشریف لاتے اور حضرت رح کے انفاس قدسیہ سے بالخصوص مستفید اور مستنیر ہوتے تھے مگر مولانا ضمیر احمد صاحب ہمیشہ صبح والی ملاقات کے وقت عام لوگوں کے ساتھ نہایت ہی معمولی ہئیت میں ایک معمولی کرتا اور تہمد باندھے ہوئے حضرت کیخدمت میں حاضر ہوتے تھے اور عام لوگوں کی طرح صرف مصافحہ کرکے چلے جاتے کوئی نمایاں حالت مطلقاً نہیں ہونے دیتے تھے۔ مولانا موصوف کا حضرت کی زندگی ہی میں انتقال ہوگیا۔ اسکے کچھ عرصہ کے بعد حضرت کے ایک آدمی صبح کی نماز کے بعد جبکہ وہ ایک مسجد میں بیٹھے ہوئے اپنے کاموں میں مشغول تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مولانا ضمیر احمد صاحب کی صورت مثالیہ اسکے سامنے کھڑی ہے اور ہئیت یہ ہے کہ کمر سے لیکر سر تک جسم ہے نہایت عمدہ صافہ باندھے ہوئے ہیں اور نہایت خوبصورت چہرہ ہے پان بھی کھائے ہوئے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ آپ فلاں نے مجھکو جو تم اس حال میں دیکھ رہے ہو یہ تمھارے حضرت مولانا فتحپوری دامت برکاتہم کی دعاؤں کی برکت ہے۔ تین مرتبہ یہی بات فرمائی اور پھر جسم غائب ہوگیا تو انھوں نے یہ باتیں لکھکر حضرت کو پیش کیں تو حضرت رح نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ اسمیں میرے ماننے والوں کے لئے تبشیر ہے اور نہ ماننے والوں کے لئے تنذیر ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اسوقت یہاں جو مولوی صاحبان ہیں ان سب لوگوں کو یہ تحریر دکھا دیجئے

(۸) مئو کے بعض حضرات نے کہا کہ حضرت کی باتیں بہت ہی عمدہ اور گہری اور اونچی ہوتی ہیں مگر بہت سی باتیں ہمکو سمجھ میں نہیں آتیں۔ یہ بات حضرت تک بھی پہونچ گئی حضرت بعد نماز عصر ٹہلنے کے لئے جایا کرتے تھے اور اپنے ساتھ جسکو چاہتے تھے لیجاتے تھے اس روز اتفاق سے مئو کے اکثر علماء ساتھ تھے کچھ دور رکشا وغیرہ پر بیٹھکر جاتے اور پھر اتر کر ٹہلنے لگتے تھے بس اسی پیدل چلنے کیحالت میں حضرت رح رفقاء سے فرمانے لگے

کہ لوگ کہتے ہیں کہ میری باتیں انکی سمجھ میں نہیں آتیں کیا میں جاپانی یا دیگر زبان میں کلام کرتا ہوں اردو ہی میں تو بولتا ہوں مگر بات یہ ہے، اس کہنے کے بعد ایک فارسی کا شعر پڑھا سہ

قومے ز وجودِ خویش فانی رفتہ ز حروف در معانی

یعنی یہ اللہ والوں کی جماعت ایسی ہے جس نے اپنے ظاہری وجود کو فنا، اور ختم کر دیا ہے اللہ کے لئے مٹا دیا ہے اور یہ حضرات حروف یعنی ظاہر سے گذر کر معانی یعنی حقیقت میں پہونچ گئے ہیں، یعنی لفظ سے گذر کر اسکے مطالب میں پہونچے ہوئے ہیں اور وہی مطلب کی اور مغز کی حقیقی باتیں فرماتے ہیں اور جو لوگ اصحاب ظواہر ہیں وہ ابھی لفظ ہی میں پڑے ہوئے ہیں اسی لئے انکے پلے کچھ باتیں نہیں پڑتیں اور پھر اسی امر کو ایک مجلس میں جامع مسجد کرہ کے اندر فرمایا، وہ بھی فارسی کا ایک شعر ہے سہ

تو نہ دیدی گہے سلیمان را چہ شناسی زبان مرغاں را

یعنی تم نے کبھی نہیں دیکھا سلیمان (یعنی مرد کامل و عارف) کو تو تم چڑیوں کی زبان کیسے جان سکتے ہو۔

(۹) ایک روز مغرب بعد کی مجلس میں فرمایا کہ جو تقرب مع اللہ نماز فرائض و واجبات میں حاصل ہوتا ہے وہ تقرب سنن و نوافل میں حاصل نہیں ہو سکتا مگر شیطان اور نفس کا اغوار اور اضلال یہ ہے کہ لوگوں کے قلوب میں سنن و نوافل کا درجہ اور وقعت زیادہ پیدا کر دیا ہے اور فرائض و واجبات کے درجہ کو اور وقعت کو گھٹا دیا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی نماز فرائض خوب دل لگا کر اور ہر چیز کا اہتمام کر کے اخلاص اور استقامت سے ادا کرے تو لوگوں کی نظر میں اسکی وقعت اور عزت اتنی نہیں ہوتی جسقدر کہ اگر معلوم ہو جائے کہ یہ تہجد گذار ہے اور برابر تہجد پڑھا کرتا ہے۔ پس یہ بھی شیطان کا بڑا اغوار ہے کیونکہ ہر شخص کو اسی کے رنگ میں بہکانے کی کوشش کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ شیطان نے حق سبحانہٗ تعالیٰ سے کہا کہ قسم ہے آپ کے عزت و جلال کی کہ میں ابن آدم کے بہکانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھونگا جب تک کہ وہ زندہ رہیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو علم کے

رنگ میں اور جاہل کو جہالت کے رنگ میں اور عابد کو عبادت کے رنگ میں انکے ذہنوں اور دماغوں کو خراب کرنے کی کوشش کریگا کیونکہ ایک عالم اور عابد کوئی گندہ اور گرا ہوا کام تو کر نہیں سکتا شیطان اس سے مجبور ہے تو سوچتا ہے کہ ان سے کم از کم یہی کام کرا دو تاکہ یہ اپنے درجہ سے ہٹ جائیں اور گر جائیں اور مقصود تک پہونچنے نہ پائیں یا کم از کم رکاوٹ ہی ہو جائے۔

اور پھر مئو کے مشہور و معروف عالم و محدث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سے فرمایا کہ آپ اس مضمون کو مسجد میں بھی بیان فرما دیں چنانچہ نماز عشاء کے وقت مولانا موصوف نے جبکہ مصلیان مسجد جمع ہو گئے تو اٹھے اور فرمایا کہ میں کوئی وعظ کہنے کے لئے نہیں کھڑا ہوا ہوں بلکہ حضرت مولانا فتحپوری دامت برکاتہم کے فرمانے سے ایک مضمون سے آپ حضرات کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں، اور بہت ہی اچھے انداز سے جو مولانا کا خاص طرز ہے بیان فرمادیا اور سب حاضرین بھی خوب سمجھ گئے۔

(۱۰) ایک روز ظہر بعد کی مجلس میں جامع مسجد کے اندر اس حدیث پر ان اخوف ما اخاف علی امتی کل منافق علیم اللسان پر بہت مبسوط کلام فرمایا اور اس قسم کی احادیث کے ذخیرہ کو مئو کے مشہور عالم کے صاحبزادہ سے نقل کرا کر مجمع میں جامع مسجد کے اندر خوب ہی خوب تشہیر و توضیح فرمائی اور اسکے مضار و مہالک کو بیان فرمایا۔ اثناء بیان میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اثناء درس میں فرمایا کہ اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود کرکے نہ دکھا گئے ہوتے تو اس رکوع و سجود کی ہیئت میں بھی سخت اختلافات ہو جاتا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عملی اور فعلی نمونہ سے اختلافات کا سد باب ہو گیا۔ اور یہ فرما کر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب زید مجدہم سے جو قریب ہی تشریف فرما تھے کہا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ بات آپکو بھی یاد ہوگی! تو انھوں نے بھی توثیق فرمائی کہ مجھکو بھی یاد ہے۔

(۱۱) گورکھپور کے وہ صاحب جنکا ذکر ع۲ میں آچکا ہے جو تنکار کیوجہ سے ایکمرتبہ

مئو میں حاضر خدمت ہونے سے قاصر رہے پھر دوبارہ مئو میں حضرت کی تشریف آوری پر یہ صاحب حسب معمول حاضر ہوئے اور ان سے بتلایا گیا کہ اس سے پہلے حضرت کی خدمت مبارک میں آپ کا ذکر آیا تھا اور حضرت والا نے یہ ارشاد فرمایا تھا تو یہ بہت ہی خوشی میں بھر گئے اور بمصداق ع ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس مجلس میں ہے۔ کہنے لگے کہ میں اس خوشی پر کس طرح شکریہ ادا کروں تو ان سے کہا گیا کہ آپ اس خوشی میں مئو کے ان حضرات علماء کرام کی جو حضرت کی خدمت میں آیا جایا کرتے ہیں اور حضرت سے تعلق رکھتے ہیں ان سب حضرات کی دعوت کر دیجئے اور خوب اچھی اچھی چیزیں پکوا کر اور لاکر کھلائیے چنانچہ اس پر انھوں نے عمل کیا اور انھیں سب حضرات علماء کی دعوت کی گئی اکثر حضرات جو اس وقت قصبہ میں موجود تھے خوشی خوشی تشریف لائے۔ بعد فراغ طعام حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے عرض کیا گیا کہ مولانا رومؒ کے ان اشعار کی توضیح و تشریح فرما دیں کہ یہ موقع بہت ہی اچھا ہے اکثر حضرات اہل علم رونق افروز ہیں اور بقول امیر مینائی مرحوم ؎

امیر جمع ہیں احباب حال دل کہہ دے کہ التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار یہ ہیں ؎

علم رسمی سر بسر قیل است و قال نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال
(ظاہری اور رسمی علم تو سراسر قیل وقال کا نام ہے جس سے نہ تو کوئی کیفیت حاصل ہوتی ہے نہ حال حاصل ہوتا ہے)

علم چوں بود آنکہ رہ بنمایدت زنگ گمراہی ز دل بزدایدت
(علم وہ ہوتا ہے جو تم کو راہ (حق) دکھادے اور تمھارے دل سے گمرہی کا زنگ مٹادے)

ایں ہوی را از سرت بیروں کند خوف و خشیت در دلت افزوں کند
(اور ہوی اور پندار کو تمھارے دماغ سے نکالدے تمھارے دل میں خوف و خشیت کو زیادہ کردے)

تو نہ دانی جز یجوز و لا یجوز خود نہ دانی تو کہ حوری یا عجوز
(لیکن) تمھارا حال یہ ہے کہ تم سوا جائز و ناجائز کے کچھ اور جانتے ہی نہیں تمکو یہی نہیں معلوم کہ تم حور ہو یا بڑھیا (یعنی اچھے ہو یا برے)

علم نبود غیر علم عاشقی ما بقی تلبیس ابلیس شقی
(علم تو بس وہی ہے جس میں عشق و محبت الٰہی کا بیان ہو اور اسکے ماسوا سب تلبیس ابلیس ہی ہے)

علم چوں بر دل زنی یارے شود   علم چوں بر تن زنی مارے شود

(علم کو اگر دل پر مارو یعنی اس سے قلب کو متاثر کرو تو بہترین دوست ہو اور تن پر مارو یعنی تن آرائی سیکھو تو تمہارے حق میں سانپ ہے)

جانِ جملہ علمہا این ست و این   کہ بدانی من کیم در یوم دین

(تمام علوم کا حاصل صرف یہ ہے کہ تم یہ جان لو کہ میں کیا ہوں گا قیامت کے دن جنتی یا دوزخی؟ (یعنی فکر آخرت ہی علوم کی جان ہے)

حضرت مولانا موصوف الصدر نے تعلیم و تعلم کے انداز میں نہیں بلکہ مشفقانہ اور ناصحانہ پیرائے میں بہت ہی نپے تلے الفاظ میں جامع اور مختصر طور پر سمجھایا کہ سب کے دلوں میں وہ باتیں اتر گئیں اسکے بعد حضرت والا کو اس دعوت کی کیفیت اور شرکاءِ دعوت کے اسمارِ گرامی اور پوری کیفیت من وعن لکھکر پیش کی گئی تو بہت ہی محظوظ ہوئے اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ اب ایسی دعوتیں کہاں ہوتی ہیں۔

(۱۲) ایک روز صبح کی مجلس کے وقت سے کچھ پہلے ہی تشریف آوری ہوگئی اور شاہی جامع مسجد کٹرہ ہی کے حدود میں مئو کے مشہور مدرسہ مفتاح العلوم کی عمدہ عمارتیں پھیلی ہوئی ہیں اسکی ایک درسگاہ میں حضرتؒ رونق افروز ہوگئے چونکہ مجلس شروع ہونے کا وقت ابھی نہیں ہوا تھا اسلئے یہیں کچھ مخصوص باتیں شروع فرما دیں بلکہ جو خاص لوگ جانے بوجھے ہوئے موجود تھے انکو بھی بلا لیا گیا اور فرمایا کہ اہل اللہ کی سوانح عمری لکھنے کے لئے بہت قلب و جگر اور بصیرت و معرفت کی حاجت ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ کی سوانح عمری تو لکھدی گئی مگر اصل سوانحعمری لکھنے اور سمجھنے کے لئے بہت ہی نور و بصیرت کی ضرورت ہے۔ جب حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرض میں بہت شدت ہوگئی اور طبیعت بہت زیادہ ناساز ہوگئی تو حضرت کے متوسلین اور خادمین تھانہ بھون میں خانقاہ کے اندر جمع ہوگئے حضرت اسہال کی وجہ سے گھر کے اندر زنان خانہ ہی میں رہنے لگے ہم خدام نے یہ مشورہ کیا کہ ہم لوگوں کو بھی اسوقت کچھ خدمت کی سعادت حاصل کرنی چاہیئے، لیکن حضرت سے کہے کون۔ باہر تشریف بھی نہیں رکھتے تھے، زنان خانہ میں شدت مرض میں مبتلا تھے اسلئے بڑے غور و خوض کے بعد حضرت

مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری کو ہم سب خدام نے اپنا وکیل بنایا کہ کسی طرح جاکر ہم سب لوگوں کیطرف سے یہ گذارش حضرت کی خدمت میں پیش کریں اگرچہ ہم لوگوں کو ظن غالب یہی تھا کہ ہم لوگوں کو اس خدمت کی اجازت نہیں ملیگی کیونکہ حضرت کی نزاکت طبع سے سب لوگ واقف تھے اور مرض میں اور بھی اسس میں زیادتی ہوجاتی ہے اسلئے ہم لوگ اس خدمت سے ناامید ہی تھے بہرحال جناب مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ خبر کراکر زنان خانے میں حضرت کے پاس تشریف لے گئے اور عرض کیا کہ بندہ اپنی طرف سے اور تمام حضرات خدام موجودہ خانقاہ کی طرف سے وکیل بنکر گذارش کرتا ہے اور سب لوگوں کی قلبی تمناؤں کا اظہار کرتا ہے کہ ہملوگوں کو بھی خدمت کا موقع عنایت فرمایا جاوے حضرت نے نفی میں جواب فرمایا اور مولانا پھولپوریؒ نے وہاں سے باہر آکر ہملوگوں سے یہ جواب نفی والا نقل فرمایا ہم لوگ تو پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ اجازت ملنی مشکل ہے۔ استنے ہی میں ایک آدمی تشریف لائے اور فرمایا کہ مولانا عبدالغنی صاحب کو حضرت نے بلایا ہے۔ چنانچہ آپ حاضر ہوئے ان سے حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ جو لوگ میرے یہاں رہتے ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہیں اور اللہ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں ان لوگوں سے میں پاخانہ میں پانی رکھواؤنگا اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ میں ان سے خدمت لینے پر قادر نہیں۔ حضرت مولانا پھولپوریؒ نے حضرت کا جب یہ جواب ہم لوگوں سے نقل فرمایا تو سب لوگ حیرت زدہ اور ششدر رہ گئے کہ ہم لوگ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہم لوگوں کو نا اہلیت کیوجہ سے خدمت کا موقع نہیں مل رہا ہے اور وہاں بات بالکل اسکے الٹی تھی کہ اہلیت کی بنا پر خدمت نہیں لیجارہی ہے اور یہ فرمایا جارہا ہے کہ میں اسس پر قادر نہیں۔ سبحان اللہ کیا اونچا مقام ہے اور کیا قدردانی و ہمت افزائی ہے اور تواضع ہے ایسی مقدس ذات کے بارے میں لوگ مشہور کئے ہوئے ہیں کہ وہ بہت سخت ہیں بہت کڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی روح کو رفیع سے رفیع درجے نوازے

(باقی آئندہ)

چوتھی خوبی یہ کہ اسکی وجہ سے غرباء اور مساکین کا دل خوش ہوتا ہے اور کسی مومن کو خوش کر دینا افضل اعمال میں سے ہے۔ پانچویں یہ کہ اسکی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اور رزق میں وسعت ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ یعنی تم جو کچھ خرچ کروگے اللہ تعالیٰ اسکا بدل تمکو عطا فرمائینگے اور آخرت کی پانچ خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ صدقہ قیامت میں اپنے صاحب کے لئے سخت گرمی کے وقت سایہ ثابت ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اسکی وجہ سے اسکے حساب میں آسانی ہوگی۔ تیسرے یہ کہ صدقہ وزن کے وقت ترازو پر نہایت وزنی ثابت ہوگا۔ چوتھے یہ کہ اسکی وجہ سے پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا۔ پانچویں یہ جنت میں زیادتی درجات اور بلندی مراتب کا سبب بنے گا۔

علاوہ ازیں اگر صدقہ میں کوئی اور فضیلت نہوتی سوا اسکے کہ اسکی وجہ سے مساکین کی دعاء ملتی ہے تب بھی ایک عاقل پر واجب تھا کہ اس میں رغبت کرے چہ جائیکہ جب اس میں اسقدر خوبیاں ہیں تو کیوں نہ کوئی عاقل اسمیں رغبت کرے گا۔ بالخصوص جبکہ اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور شیطان کی ذلت بھی ہوتی ہے (شیطان کو مومن کے اس اجر کی وجہ سے جو اسکو ملتا ہے اسکے صدقہ کرنے کی وجہ سے بڑی کھسیاہٹ ہوتی ہے) اسلئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ کوئی شخص صدقہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا جب تک کہ کسی زندہ شخص سے ستر شیاطین کو دور نہیں کرلیتا۔ اور پھر یہ کہ اس وصف میں صالحین کی اقتداء بھی ہے (جو خود ایک مستقل سعادت ہے) کیونکہ ہمیشہ اور ہر دور میں ان حضرات کو صدقہ کی جانب برابر رغبت رہی ہے۔

چنانچہ فقیہ ابو اللیثؒ سمرقندی اپنی سند کے ساتھ ام ذرؓ سے روایت کرتے ہیں جو کہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں برابر آیا جایا کرتی تھیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے دو بڑے بوروں میں بھر کر مال بھیجا جو تقریباً ایکسو اسی ہزار درہم تھے

اور حضرت عائشہ روزے سے تھیں آپ نے لوگوں پر تقسیم کرنا شروع کر دیا چنانچہ شام ہوتے ہوتے سب تقسیم فرما دیا جب افطار کا وقت ہوا تو خادمہ سے کہا کہ افطاری لا جلدی اس نے یہ سنکر روٹی اور زیتون کا تیل سامنے لاکر رکھدیا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ سے یہ بھی نہ ہوسکا کہ میں جو مال تقسیم کررہی تھی (وہ تو میرا ہی مال تھا) اس میں سے ایک درہم لیکر اسکا گوشت ہی لاکر پکا لیتی۔ خادمہ نے عرض کیا حضرت مجھے نہ ملامت کیجئے آپ مجھ سے تذکرہ کئے ہوتیں تو میں ضرور گوشت لاکر پکاتی (بلا اذن میری کیا مجال جو تصرف کرتی)۔

حضرت عروۃ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ ستر ہزار درہم صدقہ کردیئے اور انکے کرتہ میں ایک جانب پیوند لگا ہوا تھا (مطلب یہ کہ اتنا مال ملا تھا تو یہ بھی نہیں کیا خود اپنا ایک کرتہ ہی بنوا لیتیں)

بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالملک بن ابجر نے پچاس ہزار درہم میراث میں پائے اسکو تھیلیوں میں کرکے اپنے سب بھائیوں کے پاس بھجوادیا اور فرمایا کہ جب میں اپنے بھائیوں کے لئے جنت کا سوال کرتا ہوں یعنی یہ خواہش رکھتا ہوں کہ خدا ان سب کو جنت عطا فرمائے تو پھر ان سے دنیا کے بارے میں کیوں کر بخل کروں

روایت ہے کہ حضرت حسان بن ابی سنان کے پاس ایک عورت کچھ سوال کرتی ہوئی آئی اسکو وہ غور سے دیکھنے لگے معلوم ہوا کہ بہت حسین وجمیل عورت ہے (اور کمسن بھی ہے) آپنے اپنے غلام سے فرمایا کہ اے غلام! اسکو چار سو درہم دیدے۔ آپ سے کسی نے کہا کہ اے عبداللہ وہ تو ایک سائلہ تھی ایک درہم کا سوال کررہی تھی یہ آپ نے چار سو درہم اسے کیوں دیدیئے انھوں نے فرمایا کہ میں نے جب اسکا حسن وجمال دیکھا (اور اسکے ساتھ ساتھ اسکو سوال کرتا ہوا دیکھا) تو مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اسکا فقر اسکو کسی فتنہ میں مبتلا کردے اور اسکی وجہ سے مبتلائے معصیت ہو جائے لہذا میں نے اسکو اسقدر مال دے کر مالدار بنادیا کہ شاید اب کوئی مال کی لالچ میں اس سے نکاح کرلے اور وہ حرام کاری

سے بچ جائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کے گھر بکری کی سری ہدیہ آئی انھوں نے خیال کیا کہ میرا فلاں بھائی مجھ سے زیادہ حاجتمند ہے اسلئے اسکو اسکے یہاں بھیجدیا۔ پھر جس کے پاس وہ سری اب آئی اس نے سوچا کہ میرا فلاں بھائی مجھ سے زیادہ غریب ہے اس نے اسکو اسکے پاس ہدیہ کردیا غرض اسی طرح سے ایک شخص دوسرے کے پاس اسکو بھیجتا رہا یہاں تک کہ سات آدمیوں کے پاس گھومتے گھماتے پھر اسی اول شخص کے پاس آگئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ یعنی یہ لوگ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اس چیز کے محتاج ہوں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول ایک انصاری کا واقعہ ہے جسکو حضرت حسنؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص روزہ سے تھا جب شام ہوئی تو کوئی شئے افطار کے لئے نہ پائی چنانچہ پانی سے افطار کرکے اگلے دن پھر روزہ رکھا اسدن بھی یہی معاملہ ہوا کہ سوا پانی کے کچھ افطار کے لئے نہ ملا پانی سے افطار کرکے تیسرے دن پھر روزہ رکھا اس تیسرے دن اسکو بھوک کی بہت تکلیف ہوئی انصار میں سے ایک شخص نے اسکی تکلیف (فاقہ) کو محسوس کرلیا اور جب شام ہوئی اپنی اہلیہ سے کہا ایک مہمان آج شب قیام کرے گا کچھ کھانے پینے کو موجود ہے اس نے کہا بس صرف اتنا کھانا ہے جس سے ایک آدمی کا پیٹ بھر سکتا ہے اب چاہے آپ خود کھالیں یا مہمان کو کھلادیں یا بچے کو کھلا دیں اور یہ دونوں صاحب خانہ بھی روزے سے تھے ان کا ایک بچہ بھی تھا۔ ان انصاری صحابی نے فرمایا کہ بس ٹھیک ہے ہم اس کھانے کو اپنے مہمان کو کھلا دیں گے اور خود ہم دونوں آج رات فاقہ کرلیں گے اور تم بچہ کو بہلا پھسلا کر عشاء سے پہلے ہی سلا دو اور دیکھو جب تم ہمارے سامنے کھانا رکھنا تو چراغ کو بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم دونوں اسکے ہمراہ کھانے میں شریک ہیں اور

وہ اکیلے پیٹ بھر کر کھانا کھالے چنانچہ وہ عورت ثرید لیکر آئی (یعنی شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی یہ عرب میں بہترین کھانا شمار ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سید الطعام الثرید او کما قال) اور برتن کو مہمان کے سامنے رکھا اور خود اٹھکر چراغ کے پاس گئی ظاہر یہ کیا کہ بتی درست کر کے روشنی تیز کر رہی ہے مگر اس نے پھونک مار کر اسکو بجھا دیا (اب عرب میں اس زمانہ میں ماچس تو تھی نہیں چراغ کا جلانا آسان نہ تھا سب لوگ اندھیرے میں ہی کھانے کے لئے بیٹھ گئے) انصاری میزبان بھی پلیٹ میں ہاتھ ڈالتا تھا اور میزبان کے ہاتھ سے ٹکرا بھی دیتا تھا تاکہ وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ بھی کھانے میں شریک ہیں مگر کچھ کھاتا نہیں تھا جبکی وجہ سے مہمان نے خوب شکم سیر ہوکر کھانا کھایا۔ جب انصاری نے صبح کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز فجر ادا کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد انکی انصاری صحابی کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کے (شب والے) معاملہ سے بہت خوش ہوئے یعنی تم دونوں سے راضی ہوئے اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ویؤثرون علیٰ انفسھم الخ یعنی جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسمیں اپنے غیر کو ترجیح دیتے ہیں اور خود کو محروم کر لیتے ہیں اگرچہ خود بھوکے ہی کیوں نہ ہوں ومن یوق شح نفسہٖ فاولٰئک ھم المفلحون یعنی جو شخص اپنے نفس سے بخل کو دور کرتا ہے یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے والے ہیں۔

حضرت حامد لفافؒ سے مروی ہے فرمایا بھائی میں تم سے چار باتوں پر بھی راضی ہو جاؤنگا اگرچہ سلف کا طریقہ اسکے خلاف تھا۔ ایک یہ کہ تم فرائض کو چاہے مختصر ہی ادا کرو مگر اسمیں اہتمام ایسا تو کرو جیسا کہ اسلاف زائد فضیلت کے حاصل کرنے میں کیا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ اسلاف تو طاعت کر کے بھی قبول نہ ہونے کا خیال کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرتے تھے تم اپنے گناہ ہی میں خدا سے ڈرو کہ شاید وہ تمکو معاف نہ کرے۔ تیسرے یہ کہ اگلے لوگ تو حلال میں بھی زہد کیا کرتے تھے تاکہ مشتبہات میں نہ پڑ جاویں تم حرام ہی سے زہد کرلو تو بڑی بات ہے (حلال سے

زہد تو دور کی بات ہے) چوتھے یہ کہ تم شفقت اور نیکی کے معاملہ میں اپنے اخوان اور احباب کو ہی ترجیح دیکر دکھلا دو اور اسلاف تو اپنے اوپر اپنے اعداء و مخالفین کو ترجیح دیا کرتے تھے

(شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ با دوستانت خلافست و جنگ)

(سینتیسواں باب)

(صدقہ کن مصائب کو دور کرتا ہے اس کا بیان)

نقیہ ابواللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوالفرج ازدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک بستی میں تشریف لے گئے اس بستی میں ایک دھوبی رہتا تھا جس سے اہل بستی کو شکایت تھی چنانچہ ان سب نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم یہ دھوبی ہمارے کپڑے پھاڑ ڈالتا ہے اور بہت بہت دنوں میں کپڑے لاتا ہے (جسکی وجہ سے ہم لوگ بہت پریشان ہیں) آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ اب جو وہ اپنی لادی لیکر گھاٹ گیا ہے خدا کرے وہاں سے نہ لوٹ کر آوے عیسیٰ علیہ السلام نے بددعا کر دی کہ اے اللہ اب اسکو واپس نہ لا راوی کہتے ہیں کہ وہ دھوبی کپڑے لیکر دھونے کیلئے گیا اور اپنے ساتھ اپنے کھانے کے لئے تین روٹیاں لیتا گیا ایک عابد جو اس اطراف میں کسی پہاڑی پر عبادت کیا کرتا تھا اسکے پاس آیا اور دھوبی کو سلام کر کے کہا کیا تم مجھے ایک ٹکڑا روٹی کھلا سکتے ہو یا نہیں تو کم از کم دکھلا ہی دو تاکہ میں آنکھوں سے دیکھ لوں اور اسکی خوشبو ہی سونگھ لوں کیونکہ مجھے اتنا زمانہ ہوگیا روٹی نصیب نہیں ہوئی دھوبی نے

اسکو ایک روٹی دیدی اس عابد نے دعا دی کہ اے دھوبی خدا تجھے معاف کرے اور بخشدے اور تیرے قلب کو طاہر فرما دے یہ سنکر اس دھوبی نے اس کو دوسری ایک روٹی اور دیدی۔ عابد نے پھر دعا دی کہ اے دھوبی! اللہ تعالےٰ تیرے اگلے اور پچھلے سب گنا ہوں کو معاف کر دے۔ اس پر دھوبی نے اسکو اپنی تیسری روٹی بھی کھلا دی۔ اس عابد نے کہا اللہ تعالےٰ تیرے لئے جنت میں محل بنائے۔ شام ہوئی تو دھوبی گھاٹ سے صحیح سلامت واپس آ یا بستی والوں نے آکر عرض کیا کہ اے عیسیٰ وہ دھوبی تو گھاٹ سے واپس آگیا آپ نے فرمایا اسکو بلاؤ۔ جب وہ خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا اے دھوبی بتا تو نے آج کون کون سے عمل کئے ہیں۔ اس نے کہا یا نبی اللہ اس پہاڑی کے عابدوں میں سے ایک عابد میرے پاس آگیا تھا اس نے مجھ سے روٹی طلب کی میں نے یکے بعد دیگرے اسکو اپنی تینوں روٹیاں کھلا دیں اسنے ہر بار مجھے دعائیں دیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا اپنی لادی (دھلے ہوئے کپڑوں کی گٹھری) تو لے آ تا کہ میں اسکو دیکھوں وہ لیکر آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسکو کھولا تو اس میں ایک کالا سانپ نکلا جسکے منہ پر لوہے کی لگام لگی ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ اے اسود کیا میں نے تجھکو اسکی طرف نہیں بھیجا تھا اس نے کہا حضور نے بیشک بھیجا تھا لیکن اس کے پاس ایک عابد پہاڑی پر سے آگیا اس نے اسکو اپنی سب روٹیاں کھلا دیں اسنے اسکے لئے دعا کردی اور ایک فرشتہ کھڑا ہوا آمین کہہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو بھیجا اس نے میرے منہ پر یہ لگام لگا دی جس کی وجہ سے میں تعمیل حکم سے قاصر رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس دھوبی سے کہا جاؤ بھائی تم نے جو کام آج کیا ہے ایسا ہی کیا کرو۔ اللہ تعالےٰ نے تمکو تمھارے اس صدقہ کرنے کی وجہ سے بخشدیا۔

حضرت ابو معاویہ نے اعمش سے انھوں نے سالم بن ابی جعدؓ سے نقل

کیا ہے کہ ایک عورت کہیں سفر میں جا رہی تھی اسکے ہمراہ اسکا ایک چھوٹا بچہ بھی تھا ایک بھیڑیا آیا اور اس کے بچہ کو اس سے اچک کر چنپت ہوگیا۔ عورت اسکے پیچھے پیچھے دوڑی لیکن تاکے؟ راستہ میں ایک سائل ملا اس نے اسکو اسکے پاس جو توشہ تھا کھلا دیا اتنے میں دیکھتی کیا ہے کہ سامنے سے بھیڑیا اسکے بچے کو صحیح سالم منہ میں دبائے چلا آرہا ہے اور عورت کے سامنے لاکر اسکو ڈالدیا اور چلدیا اور ایک ہاتف نے ندا دی کہ یہ لقمہ تیرے اس لقمہ کا بدلہ ہے جو تو نے سائل کو دیا (اسلئے اس نے بھی اپنا نوالہ تیرے حوالہ کیا)۔

نیز اسی سند کے ساتھ حضرت اعمش رضؓ نے ابوسفیان سے اور انھوں نے معتب بن سُمی سے روایت کیا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک راہب اپنے گرجے میں ساٹھ سال تک عبادت کرتا رہا ایک جنگل کو دیکھا تو وہاں کی سرزمین اسے بہت بھائی اس نے دل میں خیال کیا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں اس زمین میں پہاڑی پر سے اترتا اور اس سرزمین کی سیر کرتا اور اسکی تفریح سے لطف اندوز ہوتا۔ چنانچہ یہ خیال کرکے اترا اور اپنے ساتھ کچھ روٹیاں بھی لئے ہوئے تھا اسکے سامنے ایک عورت پڑی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا یہ زاہد اس پر فریفتہ ہوگیا اور اپنے نفس پر قادر نہ ہوسکا یہاں تک کہ اس سے زنا کرلیا اسی اثنا میں اس پر نزع کا عالم طاری ہوگیا اور ایک سائل بھی آگیا اس نے وہ روٹیاں جو اسکے پاس تھیں سائل کو دیدیا اور مرگیا اب اس کی ساٹھ سال کی عبادت کو ایک پلہ میں رکھا گیا اور اسکے اس گناہ یعنی زنا کو دوسرے پلہ میں رکھا گیا تو گناہ کا پلہ بھاری ہوگیا اور عبادت کا پلہ ہلکا رہا۔ پھر اسکی نیکیوں کے پلہ میں اسکا آخری عمل یعنی روٹیوں کے صدقہ کو رکھا تو یہ پلہ روٹیوں والا گناہ کے پلہ سے بھاری ہوگیا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ صدقہ شر کے ستر دروازوں کو بند کرتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضؓ سے روایت ہے کہ روئے زمین پر کوئی صدقہ نہیں دیا جاتا مگر یہ کہ اسکی وجہ سے ایک شخص سے ستر شیطان ہٹ جاتے ہیں (یعنی شیاطین کا ایک گروہ اسکے درپے رہتا ہے کہ کوئی شخص صدقہ دینے نہ پائے لیکن جب کوئی شخص

دے دیتا ہے تو وہ سب کے سب غائب و فاسر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ واللہ اعلم)

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم سے کہا گیا کہ صدقہ گناہ کو اس طرح محو کردیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ وہ بیٹھی ہوئی تھیں کہ انکے پاس ایک عورت آئی جو کہ اپنے ہاتھ کو آستین میں چھپائے ہوئے تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اس سے کہا کہ ہاتھ آستین میں کیوں چھپا رکھا ہے باہر کیوں نہیں نکالتیں اس نے کہا کہ اے ام المومنین اسکے متعلق نہ سوال کیجئے۔ آپ نے فرمایا نہیں یہ تو تجھے بتانا ہوگا (اس نے جب اصرار دیکھا تو) عرض کیا کہ اے ام المومنین میرے ماں باپ جب زندہ تھے تو میرے والد صاحب مرحوم صدقہ دینے کو بہت پسند کرتے تھے اور خوب صدقہ دیا کرتے تھے اور میری والدہ اللہ انکو بخشے صدقہ دینے سے انکو گویا بغض تھا چنانچہ میں نے کبھی انکو صدقہ کرتے ہوئے دیکھا نہیں مگر یہ کہ کبھی کچھ چربی خیرات کردی یا کچھ پھٹا پرانا کپڑا ہوا تو کسی کو دیدیا بس۔ چنانچہ ان دونوں کا انتقال ہوگیا اسکے بعد میں نے ایک دن یہ خواب دیکھا کہ گویا محشر قائم ہے اور میری ماں سب لوگوں کے سامنے کھڑی ہے اور ایک پرانے کپڑے سے صرف اپنا ستر ڈھانکے ہوئے ہے اور ہاتھ میں ایک ٹکڑا چربی کا لئے ہوئے ہے اور اسے چوس رہی ہے اور چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ ہائے بڑی پیاس لگی ہے اور میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ ایک حوض کے کنارے اور سب آنے جانے والوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ چنانچہ دنیا میں بھی انکو پانی پلانے کا بڑا شوق تھا۔ میں نے بھی ایک پیالہ میں پانی لیا اور اپنی ماں کو پلا دیا اتنے میں اوپر سے کسی نے پکار کر کہا کہ ارے کس کمبخت نے اسکو پانی پلا دیا ہے اسکے ہاتھ شل ہوجائیں اتنے میں میری آنکھ کھل گئی دیکھا تو واقعی میرا ہاتھ شل تھا اسی عیب کو لوگوں سے چھپانے کے لئے اسکو آستین کے نیچے کئے رہتی ہوں۔

نقل ہے کہ ایک ملامتی کو سماع میں مدعو کیا تو وہ نہ آیا اس سے اسکی بابت کہا گیا تو کہا اسواسطے، اگر میں آتا تو مجھے وجد ہوجاتا اور میں نہیں پسند کرتا کہ کسی کو میرا حال معلوم ہو

(۱۰۲۴) شیخ سدید الدین ابو الفخر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہو کہ کہا میں ابی بکر شروطی کے پاس بغداد میں تھا کہ ہماری طرف ایک فقیر اپنے گوشہ[1] سے باہر آیا جو میلے چکٹ کپڑے پہنے ہوئے تھا بعض فقرا نے اس سے کہا کہ کپڑے کس واسطے نہیں دھوتے ہو کہا اے بھائی مجھے فرصت نہیں ہے۔ شیخ ابو الفخر فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس فقیر کے اس قول کا مزہ کہ "مجھے فرصت نہیں ہے" لیا کرتا ہوں اس واسطے کہ وہ فقیر اس قول میں صادق تھا تو اسکے قول میں لذت پاتا ہوں جب کبھی وہ یاد آتا ہے۔

(۱۰۲۵) اور منقول ہے کہ بعض صالحین نے اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ اس کو غزوہ کے لئے بلایا تھا اس نے لکھا کہ بھائی کل سرحد اور دربند میرے لئے ایک ہی گھر میں جمع[1] ہیں اور دروازہ مجھ پر بند ہے۔ اس کے بھائی نے جواب لکھا کہ اگر کل آدمی ایسے ہوتے کہ جو تو نے اپنے اوپر لازم کیا ہے وہ بھی لازم[2] پکڑتے تو مسلمانوں کے کاموں میں خلل پڑتا اور کافر لوگ غالب آجاتے اسوجہ سے غزوہ اور جہاد ضروری ہے۔ اس نے لکھا اے میرے بھائی! جس کام پر میں ہوں اگر سب آدمی لازم پکڑتے اور اپنے اپنے گوشوں میں مصلوں پر اللہ اکبر کہتے تو قسطنطنیہ کی شہر پناہ منہدم ہوجاتی۔

(۱۰۲۶) دثیق ابن الرومی سے روایت ہے کہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور وہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ مسلمان ہو جا اور اگر تو اسلام لے آئے تو میں مسلمانوں

---

[1] یعنی خود میرے اندر ہی سب ابواب مجاہدات موجود ہیں اور ان سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں۔
[2] یعنی گوشہ نشینی۔ ۱۲

کے کسی کام میں تجھ سے مدد لوں کیونکہ انکی امانتوں کے کام میں اس شخص سے امداد طلب کرنا زیبا نہیں جو ان میں سے (یعنی مسلمان) نہو۔ میں نے انکار کردیا۔ عمرؓ نے کہا کہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔ پھر جب انکی وفات کا وقت قریب آیا تو مجھے آزاد کردیا کہا جا جہاں تیرا جی چاہے۔ یہ قوم خدمت اغیار کو مکروہ جانتے ہیں اور انکی آمیزگاری سے کلی انکار کرتے ہیں۔

(۱۰۲۷) اور میں نے اپنے شیخ کو بعض فقیروں سے کہتے ہوئے سنا جب اس کے اور اسکے بھائی میں کچھ بدمزگی اور وحشت پیدا ہوجاتی کہ اٹھ اور استغفار کر تو وہ فقیر کہتا کہ میں اپنا باطن صاف نہیں پاتا اور استغفار کے لئے بغیر صفائی باطن کے کھڑا ہونا پسند نہیں کرتا ہوں، شیخ فرماتے کہ تو اٹھ تیری اس سعی اور قیام کی برکت سے تجھکو صفائی نصیب ہوگی تو وہ اسکا احساس کرتا اور اسکا اثر فقیر پر معلوم ہوتا اور دل نرم ہوجاتے تھے اور وحشت دور ہوجاتی تھی۔

(۱۰۲۸) ابو عمرو الزجاجی سے روایت ہے کہ کہا کہ مدت تک میں جنید کے پاس رہا تو انھوں نے مجھے کبھی نہ دیکھا مگر یہ کہ کسی نہ کسی قسم کی عبادت میں ضرور مشغول رہتا تھا سو مجھ سے کچھ نہ بولتے حتیٰ کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ جماعت سے مکان خالی تھا تو میں اٹھا اور کپڑے اپنے اتارے اور مکان میں جھاڑو دی اور اسکو صاف کیا اور اس میں پانی چھڑکا اور طہارت کی جگہ کو دھویا پھر شیخ اوپر آئے اور میرے اوپر گرد و غبار پڑا دیکھا تو میرے لئے دعا کی اور کہا مرحبا جزاک اللہ اور کہا کہ تو نے خوب کیا بس ایسا ہی کیا کر۔ یہ تین بار کہا۔ اور مشائخ صوفیہ جوانان نوخیز کو خدمت کی طرف بلاتے ہیں تاکہ بیکاری سے وہ محفوظ رہیں۔ اور ہر ایک کو ایک حصہ معاملہ کا ملنا ہے اور ایک حصہ خدمت کا۔

(۱۰۲۹) ہمارے شیخ علیہ الرحمۃ کا یہ حال تھا کہ وہ منیٰ کی مسجد خیف میں پھرتے تھے اور ایک ایک کا منہ دیکھتے تھے اس بارہ میں آپ سے پوچھا گیا فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جب وہ کسی شخص کیطرف دیکھ لیتے ہیں تو اسکو سعادت بخش دیتے ہیں تو میں

اسکو طلب کر رہا ہوں۔

(۱۰۳۰) بعض صالحین کو میں نے سنا ہے انھوں نے اپنے ایک مرید سے کہا اب تو ایسے مقام پر پہونچ گیا ہو کہ وہاں شیطان شر کی راہ سے تو تجھ تک نہیں پہونچ سکتا مگر خیر کے طریق سے تیرے پاس اب بھی پہونچے گا۔

(۱۰۳۱) روایت ہے کہ ذوالنون مصریؒ نے بایزیدؒ کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور کہا کہ ان سے کہنا کہ یہ خواب اور راحت کب تلک اور حالانکہ قافلہ کوچ کر گیا بایزیدؒ نے قاصد سے کہا کہ میرے بھائی سے کہنا کہ مرد تو وہ ہے کہ تمام رات سوتا رہے اور صبح قافلہ سے پیشتر منزل میں پہونچے۔ ذوالنونؒ نے کہا کہ انکو یہ حال مبارک ہو یہ وہ کلام ہے جہاں تک ہمارے احوال نہیں پہونچتے۔

اور انھیں سے حکایت ہے کہا کہ میں ایک جنگل میں گیارہ دن تک بغیر کھانا کھائے رہا اور میرے نفس نے تاک لگائی کہ جنگل کی گھاس کھائے تو میں نے دیکھا کہ ایک سبزی میری طرف چلی آتی ہے، میں اس سے بھاگا پھر مڑکر دیکھا تو وہ مجھ سے پھر گئی تھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ اس سے کیوں بھاگے تھے؟ کہا میرے نفس کو انتظار ہو گیا کہ وہ میری مدد کرے گی۔ تو یہ لوگ اپنے دین کو بچانے کے لے بھاگنے والے ہیں۔

عبداللہ مروزیؒ سے منقول ہے کہ اباعلی رباطیؒ ان کے ساتھ سفر میں ہوئے تو عبداللہ نے کہا کہ بتلاؤ میرے ذمہ ہے کہ میں امیر ہوں کہ تم ہوتے ہو انھوں نے کہا نہیں بلکہ تم ہی ہو وہ برابر اپنا اور اباعلی کا زادراہ اپنی پشت پر لادتے رہے اور ایک رات مینہ برسا تو تمام رات عبداللہ اپنے رفیق کے سرہانے کھڑے رہے اور انکو اپنی چادر کے ساتھ مینہ سے بچاتے تھے اور جب کبھی اباعلی کہتے کہ ایسا نکرو تو وہ کہتے کیا میں امیر نہیں ہوں اور کیا تمھارے ذمہ میری اطاعت اور انقیاد واجب نہیں ہے

(۱۰۳۲) روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو عطیات دے رہے تھے کہ ناگاہ ایک شخص اپنے بیٹے کو ساتھ لئے آیا اس سے حضرت عمرؓ نے کہا جیسا یہ تیرے مشابہ ہے ایسا

اور کسی کو مشابہ کسی کے میں نے نہیں دیکھا اس شخص نے کہا اسکی حکایت میں آپ سے کہتا ہوں۔ میں نے سفر کا ارادہ کیا اور یہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اس کی ماں نے کہا تو جاتا ہے اور مجھے اس حالت میں چھوڑے جاتا ہے۔ سو میں نے کہا اللہ کے سپرد کرتا ہوں جو تیرے پیٹ میں ہے۔ پھر چلا گیا پھر میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکی تھی سو ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک آگ اسکی قبر پہ روشن نظر آئی تو میں نے لوگوں سے کہا کہ یہ آگ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ آگ فلانی عورت کی قبر سے معلوم ہوتی ہے جسے ہم ہر شب دیکھا کرتے ہیں میں نے کہا قسم ہے اللہ کی وہ عورت بڑی روزہ دار اور قائم اللیل تھی سو میں نے پھاوڑہ لیا یہاں تک کہ قبر تک پہونچے اور ہم نے اسے کھودا تو کیا دیکھتے ہیں کہ یکایک ایک چراغ نظر آیا اور یکایک یہ لڑکا چلتا دکھیا تب کہا گیا یہ تیری امانت ہے اور اگر تو اسکی ماں کو ہمارے سپرد کرتا تو اسکو بھی زندہ پاتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا واقعی وہ تیرے ساتھ اس سے بھی زیادہ مشابہ ہے جیسا کوّا کوّے سے مشابہ ہوتا ہے۔

(۱۰۳۵) بعضے فقرا سے نقل ہے کہ ایک دن میں بھوکا تھا اور اس وقت مجھ پر حال یہ غالب تھا کہ میں کسی سے نہ مانگوں پھر میں بغداد کی بعض مخلوق میں گذرتا ہوا اور سامنے ہوتا ہوا آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ کوئی چیز اپنے بعض بندوں کے ہاتھ سے دلوائے سو کچھ نصیب نہ ہوا پھر میں بھوکا سو رہا اور خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ فلانی جگہ جاؤ اور جگہ بھی بتلا دی وہاں ایک نیلگوں کپڑا ہے جسمیں کچھ ریز گاری ہے اسے نکال اور اپنے کام میں لا۔

(۱۰۳۶) اور ہمارے بعض مشائخ نے ایک شخص کی حکایت بیان کی جو گناہوں پر مصر تھا پھر متنبہ ہوا اور توبہ کی اسکی توبہ بہت اچھی ہوئی اور اسکو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک حال پیدا ہوگیا اسکا بیان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ قافلہ کے ساتھ میں حج کروں اور میں نے نیت کرلی کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں اور اس پر اکتفا کیا کہ اللہ کو میرے حال کا علم ہے وہ کہتے ہیں کہ چند روز میں راستے میں بیمار ہا تو اللہ تعالےٰ نے

حاجت کے وقت توشہ اور پانی بھیجا پھر اس امر میں کچھ توقف ہوگیا اور مجھے کچھ نہ پہونچا اور میں بھوکا اور پیاسا رہا حتیٰ کہ میرے بدن میں ذرا طاقت نہ رہی اور چلنے سے رہ گیا اور کچھ قافلہ سے بچھڑتا گیا یہاں تک کہ قافلہ آگے بڑھ گیا تو یہ میں نے اپنے دل کہا اب اس حالت کا حاصل خود اپنی طرف سے نفس کا ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اللہ نے اس سے منع کیا ہے اور یہ اضطرار کا مسئلہ ہے تو سوال کروں پھر جب سوال کا ارادہ کیا تو میرے اندر سے اسکا انکار پیدا ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ عہد جو میں نے اللہ سے کیا ہے اسے میں نہ توڑوں گا اور مجھکو عہد شکنی کے مقابلہ میں موت آسان معلوم ہوتی ہے پس ایک درخت کیطرف چلا اور اسکے سایہ میں بیٹھا اور اپنا سر جھکا کر مرنے کے لئے آمادہ ہوگیا اور قافلہ چلدیا میں اسی حالت میں تھا کہ اچانک ایک جوان گلے میں تلوار ڈالے آیا اور مجھے ہلایا میں اٹھا اور اسکے ہاتھ میں ایک برتن تھا جس میں پانی تھا پھر مجھ سے کہا کہ پی تو میں نے پیا پھر میرے سامنے کھانا رکھا اور کہا کہ کھا تو میں نے کھانا کھایا بعد ازاں مجھ سے کہا کہ تو کیا قافلہ چاہتا ہے میں نے کہا کہ مجھکو قافلہ کون پہونچائے گا وہ تو چلا گیا اور آگے بڑھ گیا اس نے کہا اٹھ اور میرا ہاتھ پکڑا اور میرے ساتھ تھوڑے قدم چلا پھر مجھ سے کہا کہ بیٹھ قافلہ تیرے پاس آرہا ہے میں ایک ساعت بیٹھا رہا اچانک معلوم ہوا کہ قافلہ میرے پیچھے سے میری طرف آرہا ہے یہ شان اس شخص کی ہے جو اپنے مولا کے ساتھ صدق سے معاملہ کرے۔

(۱۰۳۷) بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ اسکے دل میں خطرہ رزق کے اہتمام کا آیا اور کسی جنگل کو نکل گیا ایک پرندہ قنبرہ دیکھا جو اندھا لنگڑا اور ضعیف تھا اسے دیکھکر تعجب کیحالت میں اس فکر میں کھڑا ہوگیا کہ وہ جب اڑنے اور چلنے اور دیکھنے سے معذور ہے تو کھاتا کیسے ہوگا؟ پس وہ اسی حالت تھا کہ اچانک زمین شق ہوگئی اور اسمیں سے دو سکورے نکلے ایک میں صاف تل تھے اور دوسرے میں صاف پانی تھا، اسنے تل کھائے اور پانی پیا پھر زمین شق ہوئی اور دونوں

سکورے غائب ہوگئے وہ کہتا ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا تو میرے دل سے وہ اہتمام رزق کا جاتا رہا۔

(۱۰۳۸) بعض صوفیہ نے نوری رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور لوگوں سے بھیک مانگتے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس امر کو ان سے گراں سمجھا اور اچھا نہ جانا پھر میں جنیدؒ کے پاس گیا اور انکو خبر دی وہ بولے کہ یہ امر تجھکو گراں نہ معلوم ہونا چاہیئے اسواسطے کہ نوری لوگوں سے نہیں مانگتے مگر صرف اسلئے کہ ان کا سوال آخرت میں پورا کرتے ہیں تاکہ انکو اجر ملجاوے اور نوریؒ کو کوئی ضرر نہو اور جنیدؒ کا یہ قول ہے یعطیہ یعنی تاکہ انکو وہ دے[1] ایسا ہے جیسا بعض صوفیہ کا یہ قول الید العلیا ید الاخذ لانہ یعطی الثواب یعنی اوپر والا ہاتھ لینے والے کا ہے اسواسطے کہ وہ ثواب دلواتا ہے بعد ازاں جنیدؒ نے کہا ترازو لاؤ پھر انھوں نے سو درہم وزن کئے پھر ایک مٹھی بھر درہم لیکر اس سیکڑہ میں ڈالدیئے پھر کہا کہ یہ ان کے پاس لیجا میں نے دل میں کہا وزن صرف اسلئے ہوتا ہے کہ اسکی مقدار معلوم ہو پھر غیر وزن کے درم وزن کئے ہوؤں میں کسطرح ملادیئے حالانکہ یہ حکیم شخص ہیں مگر مجھے ان سے دریافت کرتے شرم آئی پھر وہ تھیلی نوری کے پاس لے گیا انھوں نے کہا ترازو لا پس انھوں نے سو درم تول کر کہا کہ یہ ان ہی کے پاس لوٹا لے جا اور ان سے کہدینا میں تمھارے دیئے ہوئے قبول نہیں کرتا۔ اور جو سو درم پر زائد تھا وہ لے لیا راوی کہتے ہیں اس مجھے اور زیادہ تعجب ہوا پھر میں نے نوری سے یہ ماجرا پوچھا انھوں نے کہا جنید مرد بڑے عقلمند ہیں چاہتے[2] ہیں کہ رسی کو دونوں سروں سے پکڑ لیں

---

[1] مطلب یہ کہ نوری کو لینا مقصود نہیں بلکہ دینا مقصود ہے یعنی ثواب کا اس طرح سے کہ لوگوں کو نفع پہونچ جائے اور نوری کو کوئی ضرر نہ ہو۔۱۲ [2] یعنی عطا کا سبب بنجاوے ۱۲

[3] مطلب یہ کہ دونوں طرح کا حصہ لینا چاہتے ہیں ثواب بھی اور خلوص کامل بھی تو جتنا ثواب کا حصہ تھا وہ میں نے نہیں لیا کہ یہ جنید کا ہے اور دوسرا حصہ اللہ کا تھا وہ لے لیا۔

اسلئے سو درم تو اپنی ذات کے لیے تولا کر ثواب حاصل ہو اور اس پر ایک مٹھی درم اللہ کے واسطے ڈال دیئے تو میں نے وہ تو ڑے لئے جو اللہ کے واسطے تھے اور جو انھوں نے اپنے نفس کیواسطے دیئے تھے وہ پھیر دیئے۔ کہا اسے میں جنید کے پاس لے گیا تو وہ رو دیئے اور کہا اپنا مال لے لیا اور ہمارا مال پھیر دیا۔

(۱۰۳۹) اور جو لطائف میں نے اپنے شیخ کے اصحاب سے سنے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ شیخ نے ایک روز اپنے یاروں سے کہا کہ ہم کسیقدر مال کے حاجتمند ہیں تو تم اپنے اپنے خلوت کے مکانوں میں جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جو خدا تمکو عطا کرے میرے پاس لے آؤ سوان سب نے ایسا ہی کیا بعد ازاں ایک شخص انہیں سے آیا جو اسمٰعیل بطائحی کے نام سے مشہور تھا وہ ایک کاغذ لایا جس پر تیس۳۰ دائرے تھے اور کہا یہ ہے جو اللہ نے مجھے میرے واقعہ میں عطا فرمایا ہے تو شیخ نے وہ کاغذ لے لیا ایک ہی ساعت گذری تھی کہ اچانک ایک شخص آیا اسکے پاس کچھ سونا تھا اور شیخ کے پاس رکھدیا پھر وہ کاغذ کھولا دیکھا تو وہ سونا تیس اشرفی تھیں سو ہر ایک اشرفی کو ایک ایک دائرے پر رکھا اور کہا یہ شیخ اسمٰعیل کی فتوح ہے یا اسی قسم کا کوئی کلام جس کے یہ معنی تھے کہا۔

(۱۰۴۰) میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ نے ایک شخص کے پاس ایک آدمی بھیجا اور کہا فلانے شخص کا تیرے پاس جو غلہ اور سونا ہے اسمیں سے اس قدر غلہ اور اسقدر سونا مجھے دیدو۔ اس شخص نے کہا میں کس طرح اس امانت میں جو میرے سپرد ہے تصرف کروں اور اگر آپ سے استفسار کروں تو آپ خود اس تصرف کے متعلق فتویٰ نہ دینگے شیخ نے پھر اسکو دینے کے لئے تاکید کی اس نے شیخ کی نسبت حسن ظن کیا اور جو مانگا تھا اس قدر حاضر کیا جب اس میں تصرف ہو چکا تو صاحب امانت کا ایک خط آیا اور وہ بعض اطراف عراق میں تھا کہ شیخ عبدالقادر کے پاس اسقدر غلہ اور اسقدر سونا پہونچا دے اور یہ وہی مقدار تھی جو شیخ عبدالقادر نے معین کی تھی۔ تب شیخ نے اسکے توقف پر ملامت کی اور کہا تو نے فقراء کی نسبت

یہ ظن کیا کہ انکے اشارات غیر صحیح اور خلاف علم ہوتے ہیں۔
(۱۰۴۱) بایزیدؒ سے کہا گیا کہ ہم آپ کو کوئی پیشہ کرتے نہیں دیکھتے پھر کہاں سے آپکی معاش ہے؟ انکفوں نے کہا میرا مولا کتے اور سور کو تو روزی دیتا ہے تو کیا تو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بایزید کو روزی نہ دیگا۔
(۱۰۴۱) روایت ہے کہ بعض عارفوں نے زہد اختیار کیا اور اپنے زہد میں اس حد کو پہونچا کہ لوگوں سے جدا ہو گیا اور شہروں سے نکل گیا اور کہا میں کسی سے کچھ نہ مانگونگا یہاں تک کہ میرا رزق میرے پاس آوے اور سفر شروع کر دیا پھر پہاڑ کے نیچے سات دن رہا کہ اسکو کوئی شے نہ ملی حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جاوے تب کہا اے پروردگار اگر تو نے مجھے زندگی دی تو مجھے میرا رزق دے جو میری قسمت میں دیا ہے اور نہیں تو میری جان قبض فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے اسکے قلب میں الہام کیا کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے میں تجھے رزق نہ دونگا جبتک تو شہروں میں نہ جائے اور لوگوں میں نہ رہے سہے پس وہ شہر میں آیا اور آدمیوں کے درمیان قیام کیا تو ایک کھانا لا رہا ہے اور ایک پانی لا رہا ہے پھر اس نے کھایا اور پیا اسکے دل میں اسکے متعلق خطرہ آیا (کہ یہ کیا بات ہے) تو ہاتف سے سنا کہ تو نے ارادہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کو اپنے زہد فی الدنیا سے باطل اور معطل کرے تو کیا تو نہیں جانتا کہ وہ جو بندوں کو بندوں کے ہاتھ سے رزق دیتا ہے یہ بات اسے زیادہ محبوب اور مرغوب ہے کہ انکو قدرت کے ہاتھوں سے رزق دے۔
(۱۰۴۳) روایت ہے احمد بن حنبل ایک دن شام کی سڑک پر گئے اور آٹا خرید کیا وہاں کوئی اسکا اٹھانے والا نہ تھا اتفاق سے ایوب حمال مل گئے اور اسے اٹھا کر لے آئے اور احمدؒ نے انکو اجرت بھی دیدی جب ان کے بعد گھر میں آئے اتفاق سے گھر والوں نے کچھ رونٹی پکا رکھی تھی اس آٹے کی جو گھر میں موجود تھا اور روٹیاں تخت پر رکھ چھوڑی تھیں تاکہ ٹھیری ہو جائیں تو ایوب نے انکو دیکھا اور وہ صائم الدہر تھے، (باقی آئندہ)

انھوں نے اسکا پورا ٹکٹ لینا چاہا تو ساتھیوں نے بہت منع کیا کہ اسکو تیرہ سال کا کون کہہ سکتا ہے آپ آدھا ٹکٹ لے لیجئے کوئی کچھ نہ کہے گا مگر انھوں نے کہا بندے کچھ نہ کہیں گے تو کیا حق تعالیٰ بھی باز پرس نہ فرمائیں گے کہ تم نے دوسرے کی چیز میں بدون اسکی اجازت کے کیوں تصرف کیا۔

غرض انھوں نے پورا ٹکٹ لیا اور ان کے ساتھی انکو بیوقوف بناتے رہے مگر۔ ع۔ اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد۔ بھلا اسکی نظیر کوئی قوم بھی دکھلا سکتی ہے کہ ایک شخص کو ریل بابو اور اسٹیشن ماسٹر خود کہدے کہ تم بلا تکلف اسباب لیجاؤ ہم محصول نہیں لیتے اور وہ پھر بھی ان پر اصرار کرے کہ نہیں مجھکو محصول لینا پڑے گا اور جب وہ کسی طرح وصول نہیں کرتے تو یہ محض خدا کے خوف سے ریلوے کا ٹکٹ مقدار محصول کے برابر خرید کر چاک کرتا ہے (اور یہ صورت شبہات سے احتراز کی عام لوگوں کی نظر وںمیں ہی ہے ورنہ حقیقت میں یہ شبہات کی قسم سے نہیں بلکہ صریح واجب کا امتثال ہے) پس اگر اس عقیدے کا اثر اقدام علی الجرائم ہوتا تو علماء و صلحاء سب سے زیادہ بیباک اور جرائم پر اقدام کرنے والے ہوتے حالانکہ مسلمانوں میں یہ طبقہ جو اسلام کے حقیقی مرتبہ کو پہچانتا ہے سب سے زیادہ جرائم سے بچنے والا اور شبہات سے احتراز کرنے والا ہے پس معلوم ہوا کہ عقیدے کا یہ اثر نہیں ہے جو ان معترضوں نے سمجھا ہے بلکہ اسکا اثر جرائم سے رکنا اور گناہوں سے نفرت پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ عنقریب بتلاؤں گا کہ اس عقیدہ کا اثر گناہوں سے نفرت پیدا ہونا کس طرح ہے مگر افسوس ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

(بدخواہ آنکھ خدا اسکا ناس کرے انسان کے ہنر کو لوگوں کی نظر میں عیب بنا کر دکھاتی ہے)

ایسا پاکیزہ مسئلہ جو جرائم کی جڑ کا ٹنے والا ہے بد اندیش کو اقدام جرائم کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ یہ جواب تو مشاہدہ کے متعلق ہے کہ عقلاً و مشاہدۃً اس عقیدہ کا یہ اثر جو تم بتلاتے ہو غلط ثابت ہو رہا ہے اور جواب عقلی اسکا یہ ہے کہ یہ عقیدہ عقلاً اقدام جرائم کا سبب نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکا حاصل صرف یہ ہے کہ حق تعالیٰ جس کو

چاہیں گے باوجود کبائر کے عذاب آپکو معاف کردیں گے جس میں تعیین کسی کی نہیں ہے یعنی کسی شخص کو معلوم نہیں کہ میرے متعلق مشیت الہٰی بصورت عفو ہے یا بصورت عذاب (نظراً الی اصل الاستحقاق قانوناً ۱۲ جامع) پھر اس صورت میں کوئی شخص بھی عذاب سے بے فکر نہیں ہوسکتا بلکہ ہر ایک کو یہ اندیشہ لگا ہوا ہے کہ شاید میرے ساتھ قانونی برتاؤ کیا جاوے اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک عنین شخص شرم و ندامت کیوجہ سے خودکشی پر آمادہ ہوکر سنکھیا استعمال کرے اور اتفاقاً سنکھیا کھاکر ہلاک نہو بلکہ سنکھیا ہضم ہوکر اسکے اندر قوت مردمی پیدا کردے چنانچہ بعض جگہ ایسے واقعات ہوئے ہیں مگر کیا اس اتفاقی واقعہ سے کسی کو سنکھیا کھانے پر جرأت ہوسکتی ہے ہرگز نہیں، بلکہ ہر عاقل سمجھتا ہے کہ زہر کا خاصہ تو ہلاک کرنا تھا مگر اتفاقاً اس شخص میں اسکی خاصیت کا ظہور نہ ہوا تو اس سے خاصیت نہیں بدل گئی اس لئے مردانگی بڑھانے کے لئے سنکھیا کھانے کی نہ کوئی اجازت دے سکتا ہے اور نہ ہر شخص اس پر جرأت کرسکتا ہے علیٰ ہذا سب لوگوں کو معلوم ہے کہ بعض دفعہ حکام و سلاطین مراحم خسروانہ سے کسی قاتل کو رہا بھی کردیتے ہیں مگر اس علم کیوجہ سے ہر شخص کو قتل پر جرأت نہیں ہوتی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ قتل کی اصل سزا تو قتل ہی ہے اور عمل بھی اکثر اسی قانون کے مطابق ہوتا ہے اور مراحم خسروانہ کوئی قانون نہیں بلکہ محض حاکم کی مشیت پر ہے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کس کے ساتھ مراحم خسروانہ کا برتاؤ کرے کس کے ساتھ نہ کرے لہٰذا مراحم خسروانہ کے بھروسہ پر اقدام جرائم کی جرأت نہیں ہوسکتی بعینہ اسی طرح کبائر کا بدون عذاب کے معاف ہوجانا بطور مراحم خسروانہ کے ہے پس اس مسئلہ کو اقدام جرائم کا سبب کیونکر سمجھ لیا گیا بھلا اگر کوئی شخص جنگل میں پاخانہ کرنے جائے اور استنجے کے لئے ڈھیلا توڑتے ہوئے اسکو زمین سے سونے کا گھڑا مل جائے تو کیا اس اتفاقی بات پر بھروسہ کرکے کوئی شخص بھی تجارت و زراعت سے مستغنی ہوکر بیٹھ سکتا ہے کہ مجھکو بھی اسی طرح پاخانہ کرتے ہوئے سونے کا گھڑا مل جاویگا۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح اتفاقاً کسی مرتکب کبائر کا بدون عذاب کے بخشدیا جانا اتفاقی ہے اسلئے یہ اقدام جرائم کا سبب ہرگز نہیں ہوسکتا

مگر پھر بھی جو لوگ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اپنی طبیعت کے خبث سے ایسا کرتے ہیں۔ اس عقیدے کو اسمیں کیا دخل۔ پھر یہ جو بعض گنہگاروں کی مغفرت بدون عقاب کے ہو جاتی ہے اسکی وجہ بھی معلوم ہے کہ یہ مغفرت کیونکر ہوگی یہ بھی کسی عمل صالح ہی کی وجہ سے ہوگی۔ ابو داؤد کی ایک حدیث سے ابھی یہ مسئلہ معلوم ہوا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ ایک مقدمہ میں کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹی قسم کھائی اور اس طرح کہا اشهد بالله الذی لا اله الا هو ما فعلت ذلك قسم اس ذات کی کہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم بلی قد فعلت ولکن غفر الله لك باخلاص قول لا اله الا هو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے یہ کام ضرور کیا (اور تیری قسم جھوٹی ہے جسکا بہت بڑا گناہ ہوتا ہے) لیکن حق تعالیٰ نے تجھے اس اخلاص کی برکت سے بخشدیا جو لا اله الا هو کہتے ہوئے تجھسے صادر ہوا نہ معلوم اسوقت کس دل سے اس نے خدا کا نام لیا تھا جو اس درجہ مقبول ہوگیا (یعنی اس نے خدا کا نام کامل اخلاص سے لیا تھا اسکی برکت سے حلف کا ذنب کا گناہ معاف ہوگیا) اسکا یہ مطلب نہیں کہ حضورؐ نے ڈگری اسکی کردی بلکہ محض اس گناہ کی مغفرت کا بیان فرمانا مقصود ہے کیونکہ جب وحی سے اسکا ذنب فی الحلف ہونا معلوم ہوگیا تو اب ڈگری اسکے حق میں کیونکر ہوسکتی تھی۔ تو دیکھئے گناہ کتنا سنگین کہ جھوٹی قسم کھائی اور وہ بھی حضور کے سامنے کہ حضور کے سامنے جھوٹی قسم کھانا ایسا ہے جیسے خدا کے سامنے اور ظاہر ہے کہ محل و زمان کی عظمت سے بھی فعل میں عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ زنا کرنا گناہ ہے مگر مسجد میں زنا کرنا اور بھی اشد ہے۔ اور اگر کوئی نامعقول کعبہ میں ایسا فعل کرے تو بہت ہی سخت ہے۔ اسی طرح جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے مگر حضورؐ کے سامنے اسکا گناہ اور بڑھ جاتا ہے کیونکہ آپ نائب خدا ہیں آپ کے سامنے جھوٹی قسم ایسی ہے جیسے خدا کے سامنے ہو۔

شاید کوئی یہ کہے کہ ہم تو اسوقت بھی جو کچھ کرتے ہیں سب خدا ہی کے سامنے ہے اور جس جگہ جو کام ہوگا وہ خدا کے سامنے ہوگا تو چاہیئے ہر جگہ وہی گناہ ہو جو حضورؐ کے

سامنے جھوٹی قسم سے ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسوقت تم تو خدا کے سامنے ہو مگر خدا تمھارے سامنے نہیں اور میرا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کے سامنے قسم کھانا ایسا ہے جیسے خدا تعالیٰ کو سامنے سمجھ کر قسم کھانا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک قرب حسّی یہ تو جہاں ہوتا ہے طرفین سے ہوتا ہے اور ایک قرب علمی یہ ایک طرف سے بھی ہو سکتا ہے۔ پس اسوقت جو تم خدا کے سامنے ہو یہ قرب علمی ہے کہ خدا تعالیٰ سے تمھارا کوئی حال مخفی نہیں وہ سب کچھ جانتے ہیں مگر اس حالت میں تمکو قرب حاصل نہیں ورنہ ہر شخص کا مقرب ہونا لازم آئے گا اور قیامت میں جو تم خدا کے سامنے ہوگے وہ قرب جانبین سے ہوگا کہ تم بھی خدا تعالیٰ کے سامنے ہوگے اور خدا تعالیٰ بھی تمھارے سامنے ہونگے نحن اقرب الیہ من حبل الورید میں قرب علمی مراد ہے اسی لئے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی ہم سے قریب ہو بلکہ صرف اپنا قرب بیان فرمایا کیونکہ یہاں تماشہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تو ہم سے قریب ہیں مگر ہم ان سے دور ہیں ؎

یار نزدیک تراز من بہ من است　　ویں عجب تر کہ من از وے دورم

تو حضور کے سامنے جھوٹی قسم ایسی ہے جیسے خدا کے سامنے قیامت میں جھوٹی قسم کھانا جبکہ تم بھی حق تعالیٰ کو اپنے سامنے سمجھو گے یہاں شاید کسی مخالف کو یہ شبہ ہو کہ کیا مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے برابر ہیں تو انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ عبادت میں مسلمانوں کے نزدیک خدا کا کوئی شریک نہیں حضورؐ بھی اس میں شریک نہیں۔ اسی لئے حضورؐ کو سجدہ کرنا نہ زندگی میں جائز تھا نہ اب آپکی قبر کو سجدہ جائز ہے۔

مگر اطاعت میں حضورؐ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے نہ اسلئے کہ آپ شریک فی الاطاعت ہیں بلکہ اسلئے کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب خدا کیطرف سے پیغام ہوتا ہے تو آپکا حکم درحقیقت آپکا حکم نہیں بلکہ پیغمبر ہونے کیوجہ سے وہ خدا ہی کا حکم ہے اسلئے یہ کہا جاتا ہے کہ آپؐ کے حکم کی اطاعت خدا ہی کی اطاعت ہے۔

مَن یُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَد اَطَاعَ اللّٰہَ اور اِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰہَ
اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے بادشاہ وزیر کو حکم دیتا ہے کہ رعایا میں یہ قانون
شائع کردو پس اسوقت وزیر کی زبان سے جو قانون شائع ہورہا ہے وہ درحقیقت
بادشاہ کا حکم ہے اسلئے وزیر کی اطاعت بعینہ بادشاہ کی اطاعت ہے مگر
اس سے ہرگز کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ وزیر بادشاہ کے برابر ہوگیا اور کوئی جاہل ایسا
سمجھنے لگے اور آئندہ سے بجائے بادشاہ کے تخت کو بوسہ دینے کے وزیر کی
کرسی کو بوسہ دینے لگے تو یقیناً وہ معتوب ہوگا۔ اسی طرح اگر آپ کسی مقدمہ میں
ایک شخص کو وکیل کردیں تو جو کچھ وہ کہیگا سب آپکی طرف منسوب ہوتا ہے کہ گویا تم خود
کہہ رہے ہو مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وکیل تمھارے برابر ہوگیا کہ تمھاری تمام
جائداد کا مالک ہوجاوے کہ اسمیں جو چاہے تصرف کردے۔ ہرگز نہیں پس مسلمان
رسول کی اطاعت کو اسی معنی کر خدا کی اطاعت کہتے ہیں جیسے وزیر کی اطاعت
بادشاہ کی اطاعت ہوتی ہے اور وکیل کا قول مؤکل کا قول ہوتا ہے۔ خوب
سمجھ لو اس سے شرکت و مساوات ہرگز لازم نہیں آتی مگر افسوس یہ ہے کہ مخالفین
اعتراض کرتے ہوئے مسائل اسلامیہ کی حقیقت کو ذرا نہیں سمجھتے، اور اگر سمجھتے ہیں
تو منشاء اعتراض کا محض حسد ہے ورنہ مسائل اسلامیہ پر کوئی اعتراض کلی وارد نہیں
ہوسکتا۔ غرض ابوداؤد کی حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض دفعہ کوئی گناہ بدون عذاب
کے اسلئے معاف ہوجاتا ہے کہ اس شخص کے پاس ایک عمل صالح اس درجہ کا موجود ہے
جو خدا کے یہاں بہت مقبول ہوچکا ہے اسکی برکت سے دوسرے گناہ معاف
ہوجاتے ہیں تو اب کوئی شخص اس مسئلہ عفو و مغفرت کے بھروسے کیونکر بے فکر
ہوسکتا ہے کیونکہ یہ بات تو کسی کو معلوم نہیں کہ میرے پاس کوئی ایسا عمل کلی ہے
جو خدا تعالےٰ کے یہاں بہت زیادہ مقبول ہوچکا ہے کیا کسی کو اپنا کوئی عمل ایسا یاد ہے
جو نہایت اخلاص سے ہوا ہو اگر کوئی کہے کہ ہاں ہمکو بعض اعمال اپنے یاد ہیں
جو ہم نے اخلاص سے کئے ہیں تو سمجھ لو کہ اخلاص کلی مشکک ہے جسکے تحت میں افراد متفاوتہ

ہیں تو کسی عمل میں اخلاص ہو جانے سے یہ کیونکر معلوم ہوگیا کہ یہ اخلاص اس درجہ کا ہے جس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بہرحال بے فکری کسی حال میں نہیں ہو سکتی گو ناامیدی بھی نہ چاہیئے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ بعض گناہوں کا بدون عقاب کے معاف ہو جانا یہ حق تعالیٰ کا عفو کرم ہے اسکو سنکر لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ حق تعالےٰ بڑے رحیم و کریم ہیں جو اپنے بندوں پر بے حد عنایت فرماتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ طبائع سلیمہ میں عنایت و کرم سے اطاعت و عبادت میں ترقی ہوتی ہے نہ کہ سرکشی سے۔ اگر آقا کی عنایات زیادہ ہوں تو اسکی اطاعت کا شوق بڑھتا ہے۔ وہ نوکر بڑا ہی پاجی ہے جو آقا کی بے حد عنایت کے بعد بھی سرکشی ہی کرے۔ طبائع سلیمہ تو احسان و کرم و عنایات سے بندۂ بے درم ہو جاتی ہیں اسلئے یہ عقیدہ اقدام علی الجرائم کا سبب ہرگز نہیں بلکہ جرائم و سرکشی کی جڑ کاٹنے والا ہے جن لوگوں کی طبائع سلیم ہیں وہ خدا کی ان نعمتوں اور عنایتوں کو دیکھکر اور زیادہ عبادت کرتے ہیں چنانچہ جو لوگ اسلام سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں ان میں یہ اثر مشاہد ہے اب اگر اس عقیدے سے کسی میں اقدام جرائم کا وصف پیدا ہو تو کہا جائے گا کہ یہ اثر نہیں بلکہ اس شخص کی کجئ طبع کا اثر ہے۔ جیسا بادشاہ کا کریم ہونا طبائع سلیمہ کے لئے زیادت وفاداری کا سبب ہوتا ہے گو بعض نالائق بادشاہ کے کرم کیوجہ سے جرائم پر بھی دلیر ہو جاتے ہیں مگر کیا اسکا سبب بادشاہ کے کرم کو کہا جائے گا یا انکی بدطینتی کو اسکا فیصلہ عقلا خود کرسکتے ہیں بعض لوگوں کو آیت لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا سے دھوکہ ہوا ہے اور وہ بے فکر ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اسکا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ حق تعالےٰ یقیناً سب گناہوں کو معاف کردیں گے کیونکہ یہاں لمن یشاء کی قید نہیں ہے سو انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ اول تو یہ آیت عام نہیں ہے بلکہ اسکا نزول ان لوگوں کے بارے میں ہوا ہے جو کفر سے اسلام کی طرف آنا چاہتے تھے مگر انکو اسلام سے یہ خیال مانع تھا کہ ہم نے حالت کفر میں بڑے بڑے جرائم کئے ہیں انکا کیا حشر ہوگا آیا اسلام کے بعد

ان پر مواخذہ ہوگا یا نہیں، اگر مواخذہ ہوا تو پھر اسلام سے ہی کیا فائدہ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا لو اسلمنا فما یفعل بذنوبنا التی اسلفنا (اوکما قالوا) کہ ہم اگر اسلام لے آئیں تو ہمارے پہلے گناہوں کے متعلق کیا برتاؤ ہوگا؟

اس پر یہ آیت نازل ہوئی جسکا مطلب ہے کہ اسلام کے بعد پہلے گناہ جو حالتِ کفر میں کئے گئے ہیں سب معاف ہو جاویں گے پس اس میں جو مغفرت کا وعدہ حتمی ہے وہ عام نہیں مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ اور لوگوں کے گناہ بدون عقاب کے معاف نہ ہونگے، نہیں دوسروں کے بھی معاف ہوں گے جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن انکے لئے وہی وعدہ ہے جو دوسری آیت میں مذکور ہے ویغفر مادون ذلک لمن یشآء جسمیں حتمی وعدہ نہیں بلکہ مشیت کی قید سے مشروط ہے اور اس آیت میں جو بلا قیدِ مشیت وعدہ حتمی کیا گیا ہے یہ صرف نو مسلموں کے لئے ہے کہ اسلام سے انکے پہلے گناہ ضرور معاف ہو جاوینگے جیسا کہ شانِ نزول سے معلوم ہو رہا ہے اور شانِ نزول مثل تفسیر کے ہے۔

بہت سے نصوص بظاہر عام ہیں لیکن شانِ نزول سے انکی تقیید کیجاتی ہے لیس من البر الصیام فی السفر بظاہر عام ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں حالانکہ فتویٰ یہ ہے کہ اگر سفر میں مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور حدیث کو مقید کیا گیا ہے حالتِ مشقت کے ساتھ کیونکہ حضورؐ نے یہ ارشاد ایسے موقع پر فرمایا تھا جبکہ آپ کا گذر ایسے شخص پر ہوا جو سفر میں روزہ دار تھا اور ضعف کی وجہ سے بیہوش و بدحواس ہوگیا تھا لوگ اس پر سایہ کررہے تھے تاکہ دھوپ سے دماغ پر زیادہ گرمی نہ چڑھ جائے اور اس واقعہ میں آپ کا یہ ارشاد فرمانا اسکا قرینہ ہے کہ مراد ایسا سفر اور ایسی حالت ہے کہ اس میں روزہ رکھنا خلاف افضل ہے بلکہ اگر جان کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اس آیت کو شانِ نزول سے مقید نہیں کرتے کیونکہ اصل قاعدہ تو یہ ہے العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد

اور آیت میں یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ بظاہر سب کو عام ہے خواہ
خواہ نومسلم ہوں یا مسلم قدیم تو میں کہتا ہوں کہ آپ شان نزول سے مقید نہیں کرتے
تو دوسری آیت سے اسکو مقید کرنا پڑے گا اور ایک آیت کو دوسری آیت سے
مقید کرنا اتحاد واقعہ میں لازم ہے اور ظاہر ہے کہ آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ
یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور آیت یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی
اَنْفُسِهِمْ دونوں عُصاۃ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور ایک جگہ مغفرت بقید
مشیت مشروط ہے اور دوسری جگہ مطلق ہے تو مطلق کو مقید پر حمل کیا جاوے گا
رہا یہ سوال کہ جب دونوں جگہ مشیت کی شرط ہے تو ایک آیت میں اطلاق کیوں
رکھا گیا؟

اس میں نکتہ یہ ہے کہ ایک جگہ تو قاعدے اور قانون کا بیان کرنا مقصود ہے
اسلئے وہاں تو قید کو ظاہر کر دیا کہ حق تعالیٰ بدون عقاب کے بھی اگر چاہیں گے تو
معاف کر دیں گے اور دوسری جگہ مایوسین کی یاس کا زائل کرنا مقصود ہے وہاں
شرط مشیت کے ظاہر کر دینے سے یاس کا ازالہ نہ ہوتا کیونکہ مایوس آدمی کو طرح
طرح کے توہمات پیدا ہوا کرتے ہیں۔ شرط مشیت کے اظہار سے اسکو اور وساوس
پیدا ہوتے ہیں کہ نہ معلوم میرے لئے مشیت ہوگی یا نہیں تو اسکی یاس زائل نہ ہوتی اسلئے
وہاں قید کو بیان نہیں فرمایا تاکہ آیت کو سنتے ہی اس پر رجاء کا غلبہ ہو جائے اور
یاس کا غلبہ جاتا رہے اور واقعی مایوس کا علاج یہی ہے کہ اسکو ایک دفعہ کامل اطمینان
دلا دیا جائے جب وہ حالت یاس سے نکل جاوے پھر اسکو تدریجاً اصل قانون سے مطلع
کر دیا جاوے اسکو وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جن پر کبھی یہ حالت گذری ہو، یہ تو حکمت ہے
اس اطلاق کی اور اسکی ضرورت بھی تھی کیونکہ اس میں مانع اسلام کو بھی مرتفع کیا گیا
ہے۔ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو کفار کو سخت وسوسہ لاحق ہوتا اور وہ اسلام سے محروم
رہتے اور یہ وسوسہ لاحق بھی ہو چکا ہے لہٰذا انکو مطمئن کر دیا گیا کہ تم بے فکر ہو کر اسلام
لے آؤ حق تعالیٰ تمہارے سب گناہ معاف کر دیں گے۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہو

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

مارچ شمارہ ۳ ۱۹۸۰ء جلد ۱۵

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲ بخشی بازار الہ آباد

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللہ کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ
فی پرچہ مدیر: عبد المجید عفی عنہ تین روپئے
شمارہ ۳ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ مطابق مارچ ۱۹۸۱ء جلد ۱۰

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و نیر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپواکر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ال ۲-۹-۱۷ ڈی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مارچ ۸۷ء کا شمارہ پیش خدمت ہے امید ہے کہ یہ رسالہ وقت پر ناظرین کو مل جائیگا بلکہ اب انشاء اللہ تعالیٰ ہر رسالہ اپنے صحیح وقت پر مل جایا کرے گا جہاں تک اپنے اختیار کی بات ہے اسکے نظم کا اہتمام کرلیا گیا ہے۔ اتفاقات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

اس ماہ میں مولوی عبدالرحمن صاحب جامی مسلسل علیل رہے اب طبیعت گو قدرے صحتمند ہے تاہم انکی صحت کے لئے ناظرین سے دعاء کی درخواست ہے۔

مخدوم و مکرم حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہٗ ایک طویل قیام کے بعد وطن سے واپس تشریف لے آئے ہیں بحمداللہ اچھے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایہ سلامتی کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور انکے فیوض و برکات سے وابستگان کو مستفیض فرمائے۔

مشورہ کے بعد ابھی تک رسالہ کے چندہ میں اضافہ کی رائے تو نہیں ہورہی ہے ناموافق حالات کے اثرات سے احباب کو بحد امکان بچانے ہی کا خیال ہے ہاں اگر مجبوری آپڑی تو آئندہ عرض کیا جائیگا۔ فی الحال ناظرین سے اتنا تو عرض کردینا ہی ہے کہ اپنے احباب میں سے ایک ایک خریدار مزید بڑھانے کی سعی فرمادیں اور دفتر میں موجودہ کتب جنکی فہرست وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہی ہے ان کے آرڈر دلوائیے کہ اعانت رسالہ کی یہ بھی ایک آسان صورت ہے

فی الحال نئی اشاعت میں اسوۃ الصالحین منظر عام پر آچکی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ آداب معاشرت کے باب میں یہ ایک بے نظیر اور معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ قیمت تیس ۳۰ روپیہ بقیہ امور دفتر سے بذریعہ مکاتبت معلوم کیجئے۔

والسلام

(ادارہ)

اسلئے یہ خطاب انہی لوگوں کو ہوگا جو خشیۃ اللہ میں رنگے ہوئے ہوں ان سے یہ ممکن ہی نہیں ہوگا کہ وہ بے فکری سے گناہوں میں ملوث رہیں طبیعت بشریہ کے تقاضوں سے کبھی کبھی لغزش ان سے بھی ہوتی ہے اسی کو اس حدیث میں فرمایا کہ عمل تمھارے کیسے بھی ہوں تمھارے لئے مغفرت مقدر ہے۔

یہ سب روایات تفسیر ابن کثیر سے لی گئی ہیں اور آخری حدیث جو حضرت ثعلبہؓ سے روایت کی گئی ہے اسکو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے جس کی سند کے سب رجال ثقات ہیں (تفسیر مظہری) اور تفسیر مظہری میں بحوالہ ابن عساکر حدیث مذکور کا یہی مضمون ابو عمر صنعانی سے بھی روایت کیا ہے اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محشر میں اللہ تعالےٰ اپنے سب بندوں کو جمع فرمائیں گے پھر ان میں سے علماء کو ایک ممتاز مقام پر جمع کرکے فرما دینگے اِنِّیْ لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ اِلَّا لِعِلْمِیْ بِکُمْ وَلَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ لِاُعَذِّبَکُمْ اِنْطَلِقُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ یعنی میں نے اپنا علم تمھارے قلوب میں اسی لئے رکھا تھا کہ میں تم سے واقف تھا کہ تم اس امانتِ علم کا حق ادا کروگے میں نے اپنا علم تمھارے سینوں میں اسلئے نہیں رکھا تھا کہ تمھیں عذاب دوں جاؤ میں نے تمھاری مغفرت کردی (مظہری)

فائدہ: اس آیت میں سب سے پہلے ظالم کو پھر مقتصد کو آخر میں سابق بالخیرات کو ذکر فرمایا ہے، اس ترتیب کا سبب شاید یہ ہو کہ تعداد کے اعتبار سے ظالم لنفسہ سب سے زیادہ ہیں ان سے کم مقتصد اور ان سے کم سابق بالخیرات ہیں جنکی تعداد زیادہ ہے انکو مقدم کیا گیا۔

ذٰلِکَ هُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ شروع میں اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ منتخب لوگوں کی تین قسمیں بتائی ہیں پھر فرمایا ذٰلِکَ هُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ یعنی ان تینوں کو برگزیدہ بندوں میں شمار کرنا یہ اللہ کا بہت بڑا افضل ہے آگے

انکی جزاء کا بیان ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے انکو سونے کے کنگن اور موتیوں کے زیور پہنائے جائیں گے اور لباس انکا ریشمی ہوگا۔

دنیا میں مردوں کے لئے سونے کا زیور پہننا بھی حرام ہے اور ریشمی لباس بھی اسکے عوض میں انکو جنت میں یہ سب چیزیں دیجا ئینگی اور اس میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ زیور پہننا تو عورتوں کا کام ہے مردوں کے شایان شان نہیں کیونکہ آخرت اور جنت کے حالات کو دنیا کے حالات پر قیاس کرنا بے عقلی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کے سروں پر تاج موتیوں سے مرصع ہوں گے اور انکے ادنی موتی کی روشنی ایسی ہوگی کہ مغرب سے مشرق تک پورے عالم کو روشن کردے گی (رواہ الترمذی والحاکم وصححہ والبیھقی۔ از مظہری)

امام قرطبی نے فرمایا ہے کہ حضرات مفسرین نے فرمایا ہے کہ ہر جنتی کے ہاتھ میں کنگن پہنائے جائیں گے ایک سونے کا ایک چاندی کا ایک موتیوں کا۔ جنتی کنگن کے متعلق ایک آیت میں چاندی کے اور دوسری میں سونے کے مذکور ہیں۔ اس تفسیر سے ان دونوں آیتوں میں تطبیق بھی ہوگئی

جو شخص دنیا میں سونے چاندی کے برتن اور ریشمی لباس استعمال کرے گا جنت میں ان سے محروم ہوگا

حضرت حذیفہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ریشمی لباس نہ پہنو اور سونے چاندی کے برتنوں میں پانی نہ پیو اور نہ انکی پلیٹ کھانے میں استعمال کرو کیونکہ یہ چیزیں دنیا میں کفار کے لئے ہیں اور تمھارے لئے آخرت میں (بخاری ومسلم)۔

اور حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مرد نے دنیا میں ریشمی کپڑا پہنا وہ آخرت میں نہ پہن سکے گا (بخاری ومسلم)۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضؓ کی ایک روایت میں ہے کہ دنیا میں ریشمی لباس

پہننے والا مرد آخرت میں اس سے محروم رہے گا اگرچہ جنت میں چلا بھی جائے (مظہری)

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ یعنی اہل جنت جنت میں داخل ہونے کے وقت کہیں گے شکر ہے اللہ کا جس نے ہمارا غم دور کر دیا اس غم سے کیا مراد ہے اس میں ائمہ تفسیر کے مختلف اقوال ہیں اور صحیح یہ ہے کہ سارے ہی رنج و غم اسمیں داخل ہیں دنیا میں انسان کتنا ہی بڑا بادشاہ بن جائے یا نبی و ولی، رنج و غم سے کسی کو چھٹکارا نہیں ؎

درین دنیا کسے بے غم نباشد دگر باشد بنی آدم نباشد

اس دنیا میں غموں یا فکروں سے کسی نیک و بد کو نجات نہیں۔ اسلئے اہل دانش دنیا کو دار الاحزان کہتے ہیں اس آیت میں جس غم کے دور کرنے کا ذکر ہے اسمیں یہ دنیا کے غم بھی سب کے سب داخل ہیں دوسرا غم و فکر قیامت اور حشر و نشر کا تیسرا حساب و کتاب کا، چوتھا جہنم کے عذاب کا، اہل جنت سے اللہ تعالیٰ یہ سب غم دور فرما دینگے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ والوں میں نہ موت کے وقت کوئی وحشت ہوتی ہے اور نہ قبر میں اور نہ محشر میں، گویا کہ میں آ دیکھ رہا ہوں کہ جس وقت یہ لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو یہ کہتے ہونگے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ (رواہ الطبرانی مظہری)

اور حضرت ابوالدرداء کی جو حدیث اوپر گذری ہے اس میں جو یہ فرمایا ہے کہ یہ قول ان لوگوں کا ہو گا جو ظالم لنفسہ ہیں کیونکہ محشر میں انکو ابتداءً سخت رنج و غم اور اضطراب پیش آئے گا آخر میں دخول جنت کا حکم مل کر یہ اضطراب دور ہو جائیگا۔ یہ حدیث ابن عمر کی حدیث کے منافی نہیں کیونکہ ظالم لنفسہ کو دوسروں کے غموں سے زیادہ ایک غم محشر میں بھی پیش آئیگا جو دخول جنت کے وقت دور ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ یہ قول تو سبھی اہل جنت کہیں گے خواہ سابقین میں سے ہوں یا مقتصدین میں سے یا ظالم لنفسہ لیکن ہر ایک کے غموں کی فہرست الگ ہونا مستبعد نہیں۔

امام جصاصؒ نے فرمایا کہ مومن کی شان یہی ہے کہ دنیا میں فکر و غم سے خالی نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہؓ کے حالات میں ہے کہ یہ لوگ اکثر محزون و مغموم نظر آتے تھے۔

اَلَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ اس آیت میں جنت کی چند خصوصیات بیان فرمائی ہیں، اول یہ کہ وہ دارالاقامۃ ہے اسکے زوال یا وہاں سے نکالے جانے کا کسی وقت خطرہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہاں کسی کو کوئی غم پیش نہ آئے گا۔ تیسرے یہ کہ وہاں کسی کو تکان بھی محسوس نہیں ہوگا جیسے دنیا میں آدمی کو تکان ہوتا ہے، کام چھوڑ کر نیند کی ضرورت محسوس کرتا ہے، جنت اس سے بھی پاک ہوگی بعض روایات حدیث میں بھی یہ مضمون مذکور ہے (مظہری)

(معارف القرآن ص۳۵۱ ج ۷)

(۲۶)

ان اصحٰب الجنة الیوم فی شُغُلٍ فٰکِهُوْنَ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (یٰسین)

اہل جنت کا حال یہ ہے کہ وہ بیشک اس روز اپنے مشغلوں میں خوشدل ہونگے وہ اور انکی بیبیاں سایہ میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے (اور) انکے لئے ہر طرح کے میوے ہونگے اور جو کچھ مانگیں گے انکو ملیگا (اور) انکو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائیگا (یعنی حق تعالیٰ خود فرمائیں گے السلام علیکم یا اہل الجنۃ۔ (رواہ ابن ماجہ)

حدیث میں آیا ہے کہ جنت میں اونچے اونچے درخت ہونگے جنکے سایہ میں

بیٹھا جائیگا۔ شیخین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہوگا کہ سوار اسکے سایہ میں سو سال تک چلے گا اور اسکو قطع نہ کر پائیگا سو اگر تم چاہو تو یہ پڑھو کہ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ظل ممدود ایک درخت ہے جو ایک ایسے تنے پر کھڑا ہے کہ سوار بھی اسکے سایہ میں سو سال تک چل سکتا ہے۔ اہل جنت، اہل عزت اور ان کے علاوہ اور لوگ اس درخت کے پاس جاوینگے اور اور اسکے سایہ میں باتیں کرینگے

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ہ اصحاب جہنم کی پریشانیوں کا ذکر کرنے کے بعد قیامت میں اصحاب جنت کا حال ذکر فرمایا کہ وہ اپنی تفریحات میں مشغول ہوں گے فٰكِهُوْنَ، فاکہۃ کی جمع ہے خوشدل خوش حال کو کہا جاتا ہے اور اس پہلے فی شغل کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اصحاب جہنم کو پیش آنیوالی پریشانیوں سے بالکل بے غم ہونگے (کما قالہ بعض المفسرین)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس جگہ یہ لفظ فِيْ شُغُلٍ اس خیال کے دفع کرنے کے لئے بڑھایا ہو کہ جنت میں جبکہ نہ کوئی عبادت ہوگی نہ کوئی فرض و واجب اور نہ کسب معاش کا کوئی کام تو کیا اس بیکاری میں آدمی کا جی نہ گھبرائے گا اسلئے فرمایا کہ انکو اپنی تفریحات ہی کا بڑا شغل ہوگا، جی گھبرانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ ازواج میں جنت کی حوریں بھی داخل ہیں اور دنیا کی بیبیاں بھی

وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ یدعون دعوت سے مشتق ہے جسکے معنی بلانے کے ہیں یعنی اہل جنت جس چیز کو بلا دیں گے وہ انکو مل جائیگی، قرآن کریم نے اس جگہ

یسئلون کا لفظ نہیں فرمایا کیونکہ کسی چیز کا سوال کر کے حاصل کرنا بھی ایک محنت مشقت ہے جس سے جنت پاک ہے بلکہ وہاں ہر ضرورت کی چیز حاضر موجود ہوگی

(۲۷)

وما تجزون الا ما كنتم تعملون الا عباد الله المخلصين ۝ اولئك لهم رزق معلوم فواكه وهم مكرمون في جنات النعيم على سرر متقابلين يطاف عليهم بكاس من معين بيضاء لذة للشاربين لا فيها غول ولا هم عنها ينزفون وعندهم قاصرات الطرف عين كانهن بيض مكنون فاقبل بعضهم على بعض يتساءلون قال قائل منهم اني كان لي قرين يقول ائنك لمن المصدقين أإذا متنا وكنا ترابا وعظاما ائنا لمدينون قال هل انتم مطلعون فاطلع فرآه في سواء الجحيم قال تالله ان كدت لتردين ولولا نعمة ربي لكنت من المحضرين فما نحن بميتين الا موتتنا الاولى وما نحن بمعذبين ان هذا لهو الفوز العظيم لمثل هذا فليعمل العاملون ۝　　(پ ۲۳ الصافات)

تم کو اس ہی کا بدلہ ملیگا جو کچھ تم (کفر وغیرہ) کیا کرتے تھے ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں (مراد اس سے اہل ایمان ہیں کہ انھوں نے حق کا اتباع کیا اللہ تعالے نے انکو مقبول اور مخصوص فرمالیا سو) انکے واسطے ایسی غذائیں ہیں جنکا حال (دوسری سورتوں میں) معلوم ہو چکا ہے یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (اور) انکے پاس ایسا جام شراب لایا جاوے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاویگا (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانہار من خمر) جس سے اسکی کثرت اور لطافت معلوم ہوئی اور دیکھنے میں سفید ہوگا (اور پینے میں) پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی (اور) نہ اس میں درد سر ہوگا (جیسا دنیا کی شراب میں ہوتا ہے جسکو خمار کہتے ہیں) اور نہ اس سے عقل میں فتور آوے گا۔

(مکتوب نمبر ۵۰۴)

حال : احقر اپنی اس غلطی پر
تحقیق : غلطی کی حقیقت پر کلام فرمائیے کہ آپ نے اسکی حقیقت کیا سمجھی ؟
حال : کہ شیخ کے سامنے ناملائم کلام کرنا یا کوئی بھی اس قسم کی نامناسب حرکت کرنا اس قدر شدید خطرناک امر ہے اور اس طریق کے مہلکات میں سے ہے کہ اسکو یکدم طریق ہی سے نکالکر حرمان وخسران کے قعر عمیق میں گرا دیتا ہے اور بالکل تباہ وبرباد کرکے رکھدیتا ہے ۔ بظاہر ڈھانچہ اگرچہ اچھا معلوم بھی ہو مگر باطن نہایت ہی ابتراور اقبح رہتا ہے اور یہ آمدورفت سوائے رسم ونمائش کے کچھ بھی نہیں پس اپنے اس فعل قبیح پر دل سے متاسف اور نادم ہے ۔

جب سے اس مرض پر تنبیہ ہوئی ہے سچ کہتا ہوں مارے غم کے دل بیٹھا جاتا ہے کہ سب کیا دھرا شیطان ناس مار دینا چاہتا ہے اور اس تعلق کو جو اصلاح کے لئے قائم کیا ہے ایک دم ہی اس طرح ختم کردینا چاہتا ہے کہ ظاہر میں تو بنا رہے مگر باطن میں لاشئی محض ہوجائے اولاً حق سبحانہ تعالیٰ اسکے بعد حضرت والا کا قلب وزبان سے شکرگذار ہوں کہ آپنے میرے اس مرض کے مداوا کی فکر فرماکر تنبیہ کی اور آگاہ فرمایا ۔ فجزاکم اللہ ما یلیق لشانہ ۔

بندہ اسی وقت سے استغفار قلبی میں مشغول ہے اور دل سے رب سلم رب سلم کی رٹ لگی ہوئی ہے ۔ اور دل سے اللہ تعالیٰ کی مدد پر عہد کرلیا ہے ۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ ثم انشاء اللہ تعالیٰ اس فعل شنیع سے احتراز کرنے کی سعی بلیغ کرونگا اور دواءً اور زجراً للنفس حضرت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ جلوت میں یا خلوت میں دوچار جوتے اس نالائق کو رسید فرمائیں کیونکہ یہ نفس خبیث اسیطرح سنبھلے گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ جوتے باعث نزول انوار وحصول برکات ہونگے جیساکہ بزرگوں سے مشاہدہ ہے ۔ آخر میں حضرت کا اس فکر وتنبیہ پر صمیم قلب سے

شکریہ ادا کرتے ہوئے قلم کو روکتا ہے کہ کہیں اس میں کبھی نفس کوئی چال نہ چل جائے اور حضرت کی مزید توجہ اور دعاؤں کی درخواست کرتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۵۰۵)

حال: غلطی کی حقیقت یہ سمجھ میں آئی کہ اس طرز سے اپنے علم و دانش پر شیخ کے سامنے ادعا، صریح ہے۔ اور حاشا وکلا خود کو فاضل اور شیخ کو مفضول بنا رہا ہے اور یہ صریح قلب ماہیت اور قلب موضوع ہے پھر ایسے شخص کو سوائے بُعد عن الشیخ اور خروج عن الطریق کے اور کیا حاصل ہوگا؟ اعاذنا اللہ منھا۔

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ آجکل علی العموم ہم لوگوں نے سلوک یا پیری مریدی کو صرف چند اوراد و وظائف کی پابندی میں دائر رکھا ہے اور اسکی اصل حقیقت اور حدود سے اس قدر ناواقف اور دور ہیں کہ کبھی اسطرف ذہن کو خیال ہی نہیں ہوتا اور اسی مصنوعی سکہ رائج الوقت کو اپنا مبلغ علم اور منتہائے ترقی سمجھ رکھا ہے اور حضرت کے یہاں جو طریق اصلاح ہے اسکے حدود و قواعد نہایت جامع اور بہت ہی لطیف ہیں جس میں ذراسی بھی غلطی کرنے سے آدمی کہیں کا کہیں پہونچ جاتا ہے اور بجائے نفع کے ضرر عظیم ہو جاتا ہے۔ پس اب معلوم ہوا کہ بہت ہی پھونک پھونک کر قدم رکھنا اور جملہ حدود و قواعد کی رعایت ہمہ وقت دل و جان سے رکھنی بہت ضروری ہے اور اسکے لئے جسقدر بھی مجاہدہ ہو اسے خوشی خوشی قبول کرنا لازم ہے

تحقیق: آپ نے سب باتیں صحیح تحریر فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمادے آمین۔ ان مضامین کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا لازم اور عین طریق ہے۔

(مکتوب نمبر ۵۰۶)

حال: احقر بوجہ اپنا اعتبار کھو دینے کے ہمت نہیں کرتا تھا کہ حضرت والا کی

خدمت بابرکت میں اپنے حالات لکھے اسکے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال آتا رہا کہ کہیں حالات نہ لکھنے پر بالکل ہی نظر کرم پھیر لی گئی تو خسر الدنیا والآخرۃ کا سامنا کرنا پڑے گا اس خیال نے احقر کے ضعیف اور بوسیدہ قلب میں ھمت کی لہر دوڑا دی اور حالات لکھنے پر مجبور کردیا۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: انشاء اللہ بہت سنبھل کر حالات بیان کروں گا تاکہ مکر وفریب کی آمیزش تحریر میں نہ آنے پائے۔ تحقیق: یہی ہونا چاہیئے۔

حال: احقر ہی کیا بلکہ ہر شخص جس پر حضرت والا کی نظر شفقت، معرفت اور عشق سے پڑ پڑی ہے وہ یہ کہنے پر تیار ہے کہ کس قدر احسان ہے اس پاک ذات کا جس نے حضرت والا جیسا ماہر نفس اور شفیق شیخ عطا فرمایا۔ تحقیق: صحیح ہے۔

حال: میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی شخص حضرت والا کی خدمت میں تھوڑی ہی مدت خلوص اور سچائی کے ساتھ گذار دے تو انشاء اللہ اسکے قلب میں ایسی چیز پیدا ہو جائیگی جس کی برکت سے پھر کبھی شیطان اسکو راستے سے ہٹانے پر قادر نہیں ہوسکتا گو شیطان بوجہ تکمیل نہ ہونے کے اپنے مکر وفریب سے سبز باغ کی طرف مائل کردے مگر جو چیز قلب میں پیدا ہوچکی ہے اسمیں اتنی طاقت ہے کہ پھر وہ زبردستی اسکو اپنے راستہ پر لگادیگی وہ چیز جو حضرت والا کی صحبت بابرکت سے ملتی ہے وہ (۱) اخلاص و نفاق میں تمیز اور (۲) خالق و مالک کی محبت۔ یہی دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر سارے شیاطین ملکر اسکو راستے سے ہٹانا چاہیں تو انشاء اللہ ایسی پٹخنی کھائیں کہ وہ بھی یاد کریں۔ تحقیق: صحیح ہے

حال: اسکی وجہ یہ ہے کہ جب مرید اپنے گذشتہ اعمال کا مقابلہ اپنے موجودہ اعمال سے کرتا ہے تو بیّن فرق دیکھتا ہے آہستہ آہستہ یہ تمیز بڑھتی چلی جاتی ہے اور وہ راستے سے تھوڑا بھی ہٹتا ہے تو اپنے کو پرانے عمل پر دیکھتا ہے چونکہ فرق کو خوب اچھی طرح سمجھ جاتا ہے اسلئے اب پرانے عمل کی

سکون نہیں ملتا ہے نیز ایسی الجھن اور پریشانی ہوتی ہے کہ پھر راستہ پر آجاتا ہے اسکے ساتھ ساتھ حضرت والا کی برکت سے جو عشق کی تھوڑی سی جھلک مرید اپنے قلب میں پاتا ہے وہ سارے باطل خیالات اور جذبات کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔
تحقیق: بیشک

حال: یہ وہ نعمت ہے کہ خدا کی قسم مرید اس احسان کا بدلہ ہرگز نہیں چکا سکتا بجز اسکے کہ وہ اسکو اپنے خالق و مالک ہی پر چھوڑ دے وہی ذات انشاء اللہ اس احسان کا بدلہ دے گی احقر کو اس مرتبہ انھیں دونوں نعمتوں نے گھسیٹ کر حضرت والا کی چوکھٹ پر لا پھینکا ورنہ شیاطین نے پورا زور احقر کو راستہ سے ہٹانے پر لگا دیا تھا۔ الحمد للہ سارے جذبات سرد ہو گئے۔ تحقیق: الحمد للہ

تحقیق: ہوش و حواس میں بجائے ضعف ہونے کے اور اضافہ ہو گیا جس خبیث مرض اور وساوس کا ہمیشہ شکار ہو جایا کرتا تھا الحمد للہ ان پر انکی معرفت کے ساتھ اپنے کو غالب پاتا ہوں، ہمہ وقت اندیشہ کے مقام سے چوکنا رہتا ہوں۔
تحقیق: الحمد للہ۔

حال: ہر وہ جگہ اور ہر وہ ساتھی جہاں سے احقر اپنے خالق و مالک سے دور ہوتا رہا انکو سمجھ کر اور ہوشمندی سے چھوڑ دیا ہے۔ تحقیق: خوب کیا۔

حال: احقر نے اس مرتبہ نیا ارادہ، نئی روشنی اور فہم، نیز اپنے کو نیا مرید سمجھتے ہوئے سلوک کے راستہ میں قدم رکھا ہے۔ تحقیق: مبارک ہو۔

حال: حضرت والا سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مقصد میں کامیاب فرمائیں۔ تحقیق: آمین

حال: ہو سکتا ہے کہ احقر بوجہ اپنا اعتبار کھو دینے کے اور حد سے زیادہ تکلیف پہونچانے کے حضرت والا کے قلب میں جگہ نہ پاسکے مگر پھر بھی احقر حضرت والا کو ہرگز نہیں چھوڑے گا اور ساری زندگی اپنے مشفق اور کریم کی چوکھٹ پر ایک کتے کیطرح امید لگائے بیٹھا رہے گا کبھی نہ کبھی تو نظر پڑے ہی گی اور اپنے مالک

کے دربار میں رسائی ہوگی۔ تحقیق، انشاء اللہ۔

حال، حضرت والا سے دست بستہ گذارش ہے کہ جو کچھ حضرت کو احقر کی بدفہمی اور بیوقوفی کی وجہ سے تکلیف پہونچی ہے اسکو معاف فرمادیں۔ تحقیق، معاف ہے

حال، حضرت میرے اختیار میں صرف اتنا ہی ہے۔ تحقیق، بیشک۔

حال، اسکے علاوہ حضرت جو بھی حکم دیں میں اسکے لئے دل وجان سے تیار رہوں۔

تحقیق، آپ جو کر رہے ہیں بس یہی میں بھی کہتا ہوں۔

حال: حضرت والا گذشتہ شب میں قمرالزماں بھائی نے بوستان پڑھائی جس کے اخیر شعر نے اور بھی ہمت میں اضافہ کردیا۔ وہ شعر یہ ہے۔

ز سعدی شنو کیں سخن راست است — نہ ہر بار سے افتادہ برخاست است

اس شعر نے اچھی طرح آنکھیں کھولدیں اور سارے جسم میں ہمت کی لہر دوڑادی

تحقیق: الحمد للہ

حال، حضرت والا سے مزید دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالے نفس و شیطان کے فریب سے محفوظ رکھیں۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

(مکتوبات ۵۰۷)

حال: کل مجلس میں جو ارشادات اس نالائق کے خاص حالات کے متعلق حضرت نے فرمائے ہیں الحمد للہ وہ سمجھ میں اسوقت تو اچھی طرح آگئے ہیں اور ان پر عمل کرنے کی بحمد اللہ اپنے اندر ہمت بھی پاتا ہوں اور عزم بھی کرلیا ہے۔

تحقیق، خوب کیا۔

حال: مگر میں چونکہ اپنے کو پہچان چکا ہوں اور بار بار ارادہ توڑتے رہنے سے اپنا اعتبار کھو چکا ہوں اسلئے طبیعت ڈر رہی ہے کہ اس عزم کا بھی کہیں ویسا ہی حشر نہ ہو وَمَا تَشَاءُونَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ کل کے حضرت کے ارشادات جن سے مجھے بہت نفع ہوا اور آئندہ عمل کرنے سے مزید اور بے نہایت

نفع کی امید ہے وہ یہ ہیں :-

اولاً شیطان کا زبردست حملہ سب پر اور خصوصاً سالکین پر یہ ہوتا ہے کہ جس طرح وہ خود حق تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوا جس کی وجہ سے ابلیس کہلایا اسی طرح وہ سالک کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کرکے تباہ کرنا چاہتا ہے ناامیدی یاس گناہ کبیرہ ہے اور اسکا یہ درجہ کہ حق تعالیٰ کے کمال قدرت عموم علم اور وسعت کرم کا منکر ہو جائے یہ معاذاللہ کفر ہے - اپنی بدعملی کے استحضار شدید سے وسعت کرم کو بھول جائے یہ توالبتہ مسلمان سے ممکن ہے مگر یہ بھی کبیرہ ہے اس سے استغفار کرنا چاہیئے -

اور قبض کیحالت میں برابر اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرتا رہے تو علاج یاس کا ہوا -

ثانیاً جس شخص کو نفاق کا مرض گھیرے ہوئے ہے اسے چاہیئے کہ قرآن پاک سے وہ آیات جو منافقین اور نفاق کی مذمت اور سزا میں ہیں انتخاب کرکے اسی نیت سے کچھ عرصہ تک پڑھتا رہے، انشاءاللہ یہ مرض جاتا رہے گا قرآن پاک ہوتے ہوئے کون سا مرض ہے جسکا علاج اسمیں نہیں ہے -

ثالثاً مایوسی اور اپنی ناکارگی کے استحضار میں بھی یہ نہ کرے کہ شیخ سے خط وکتابت بند کردے یا اسکی مجلس میں حاضری سے رک جائے - حالات بدلتے رہتے ہیں اس قسم کا حال کبھی جسمانی کمزوری سے ہوتا ہے - کبھی بلکہ بیشتر اعمال قلبیہ کو چھوڑ دینے سے اچھا حال غائب ہو جاتا ہے اور قلب تاریک ہونے یا معلوم ہونے لگتا ہے - اعمال قلبیہ کرنے اور کرتے رہنے سے حالات قلب کے درست ہونے لگتے ہیں - اب اگر کوئی شخص اعمال قلبی مثلاً رجاء، اخلاص، دعا وغیرہ پر عمل نہ کرے اور حالات اچھے بھی چاہے تو یہ امنیہ محضہ ہے - اسلیئے میں نے سوچا ہے کہ قرآن سے ابتدائے بقرۃ، سورہ توبہ اور سورۂ منافقون سے کچھ حصہ متعین کرکے اسکی تلاوت اس نیت سے کہ نفاق کی مذمت دل میں بیٹھے اور وہ

دور ہو اور اخلاص نصیب ہو روزانہ پڑھوں اور حضرت کی مجلس میں اس نیت سے حاضر ہوا کروں کہ گویا میں خدا کے قرب میں جا رہا ہوں۔

تحقیق: ہاں یہی نیت ہونا چاہیئے

حال: اور خدا سے (جو شیخ کے قلب میں یقیناً ہے اور دوسری جگہ سے زیادہ ہے اور فیض دینے ہی کے لئے ہے) فیض لینے جا رہا ہوں۔ تحقیق: ہاں۔

حال: حق تعالیٰ مجھے ان چاروں باتوں کی توفیق دیں۔ اور ان پر استقامت بھی

تحقیق: آمین۔

حال: حضرت والا نے مجھ جیسے ناکارہ کے لئے طریق کو بہت سہل فرما دیا۔ جزاکم اللہ۔ کل کے ارشادات کا جو خلاصہ احقر نے اوپر لکھا ہے اسمیں جو غلطیاں ہوگئی ہوں اس سے براہ کرم مطلع فرمایا جاؤں۔

تحقیق: ٹھیک ہے۔

(مکتوب نمبر ۵۰۸)

حال: بہت دنوں سے اپنی اصلاح اور شریعت کے مقتضیٰ کے موافق دین والی زندگی گذارنے کا خیال دامنگیر رہتا ہے۔

تحقیق: الحمدللہ بارک اللہ کہ شروع عمر سے یہ فکر دامنگیر ہے۔

حال: سعی کیجاتی ہے کہ بزرگان دین کے اقوال و افعال سے اس سلسلہ میں رہبری حاصل کر کے اس پر عمل درآمد ہو۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ آسان کر دے

حال: یہاں کی حاضری موجب سعادت ہے

تحقیق: نیک بخت ایسا ہی سمجھتا ہے

حال: اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مجھے یہاں کی حاضری سے فائدہ حاصل ہوا۔

تحقیق: الحمدللہ۔

حال : دینی امور کی ادائیگی کے شوق ورغبت میں اضافہ ہوا اور دل یہی چاہتا ہے کہ یہاں کا قیام طویل ہو۔ تحقیق : خوب

حال : اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح اور سچا تعلق پیدا کیا جائے۔ ظاہر کی درستگی کے ساتھ باطن کی درستگی بھی کیجائے۔ تحقیق : بیشک۔

حال : اور اخلاص ضروری ہے جس کے بغیر خسارہ ہی ہے۔

تحقیق : جی ہاں۔

حال : اس میں شیخ کامل کی ضرورت ہے۔ تحقیق : بیشک ضروری ہے

حال : تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق قائم ہو سکے۔ اور انکی رضامندی حاصل ہو۔ تحقیق : آمین۔

حال : حضرت والا کی مجالس میں شریک ہوا اس سے دل میں ایک حوصلہ ہوا اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ دیں اور دین پر استقامت عطا فرمادیں۔

تحقیق : دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو دولت باطنی عطا فرمائے اور اپنے صالحین بندوں میں داخل فرمائے۔(آمین)

(مکتوب نمبر ۵۰۹)

حال : عرض ہے کہ احقر کے معمولات بفضلہ تعالیٰ ادا ہو رہے ہیں اخیر شب میں نماز تہجد بعدہٗ ذکر بارہ تسبیح، بعد فجر مناجات مقبول کی ایک منزل اور ایک پارہ تلاوت قرآن مجید اور ایک بار سورۂ یٰسین، ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور دس بار سورۂ اخلاص، بعد عشاء ایک بار سورۂ ملک، چلتے پھرتے استغفار اور کبھی درود شریف کا ورد۔ ان سب پڑھتے وقت زبان کے ساتھ دل بھی زیادہ تر شریک رہتا ہے

تحقیق : یہ بہت غنیمت ہوا کہ ان میں دل بھی شریک رہتا ہے اور باطنی معمولات بھی سمجھ میں آئے یا نہیں اور آئے تو کیا سمجھ میں آئے مفصل بیان فرمائیے۔

اس موقع پر دل کہہ رہا ہے کہ چونکہ حضرت حکیم الامۃؒ فاروقی النسب تھے اسلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر اپنے مورث اعلیٰ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کا پرتو اور نمونہ رکھا تھا اور حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کا بہترنمونہ علامہ دمیریؒ نے "حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ" میں تحریر فرمایا ہے

وھا بہ الناس ھیبۃ عظیمۃ حتیٰ ترك الجلوس بالا فنیۃ فلما بلغہ ھیبۃ الناس لہ جمعھم ثم قال علی المنبر حیث کان ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یضیع قدمیہ فحمد اللہ تعالیٰ واثنیٰ علیہ بماھو اھلہ و وصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال بلغنی ان الناس ھابوا شرتی وخافوا غلظتی وقالوا قد کان عمر یشتد علینا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اظھرنا ثم اشتد علینا وابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والینا دونہ فکیف الان وقد صارت الامور الیہ ۔ ولعمری من قال ذلك فقد صدق کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنت عندہ خادمہ حتی قبضہ اللہ عزوجل وھو عنی راض والحمد للہ و انا اسعد الناس بذالك ثم ولی

(حضرت عمرؓ سے) لوگ بہت ڈرتے تھے یہاں تک کہ مکان کے باہر دروازہ پر لوگوں نے اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دیا تھا جب انکو اسکی اطلاع ہوئی کہ لوگ آپ سے اسقدر خوف زدہ رہتے ہیں تو سب کو جمع کیا اور ممبر کی اس سیڑھی پر بیٹھکر جس پر حضرت صدیقؓ دونوں پیر رکھتے تھے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اسکے بعد فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ لوگ میری سختی سے بہت ڈرتے ہیں اور میرے غصہ سے بہت خوف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں ہم پر بہت سخت تھے پھر ابوبکرؓ کی خلافت میں بھی ہم پر سخت ہی رہے تو اب جبکہ خود خلیفہ ہوگئے ہیں تو کیا کچھ سختی نہ کرینگے تو سنو بقسم کہتا ہوں کہ جس نے یہ بات کہی ہے بالکل سچ کہا ہے ۔ لیکن بھائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو آپؐ کا خادم اور غلام تھا (آپؐ میری جس تیزی کو نا پسند فرماتے منع فرما سکتے تھے) یہانتک کہ آپ اللہ کو پیارے ہوگئے اور خدا کا شکر ہے کہ مجھ سے خوش دنیا سے تشریف لے گئے اور میں اس سلسلہ میں خود کو سب سے سعید تر پا رہا ہوں اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ

ولی ابوبکر رضی اللہ عنہ فکنت خادمہ وعونہ اخلط شدتی بلینہ فاکون سیفا مسلولا حتی یغمدنی او یدعنی فمازلت معہ کذلک حتی قبضہ اللہ تعالیٰ وھو عنی راض والحمد للہ وانا اسعد الناس بذالک ثم انی ولیت امورکم اعلموا ان تلک الشدۃ قد تضاعفت ولکنا انما تکون علی اھل الظلم والتعدی علی المسلمین واما اھل السلامۃ والدین والقصد فانا الین لھم من بعضھم لبعض ولست ادع احدا ویتعدی علیہ الی اضع خدہ علی الارض واضع قدمی علی خد الاخر من یذعن بالحق۔

والی مقرر ہوئے تو میں انکا بھی خادم اور مددگار رہا اپنی سختی کو میں نے انکی نرمی کے ساتھ ملا دیا تھا (کہ کام دونوں ہی سے چلتا ہے) پس میں انکی شمشیر برہنہ تھا چاہتے تو میان میں رکھ لیتے اور چاہتے تو کھلی رہنے دیتے ہر حال میں تا حیات انکے ساتھ ایسا ہی رہا یہاں تک کہ وہ بھی خدا کو پیارے ہو گئے اور اللہ کا شکر ہے وہ بھی مجھ سے خوش خوش گئے اور میں اسبارے میں خود کو سعید تر پاتا ہوں پھر اسکے بعد میں تمہرا حاکم ہوا تو اب سن لو کہ وہ پہلی شدت مجھ سے ختم اور کمزور ہو گئی ہے کہ وہ ان لوگوں پر جو مسلمانوں پر ظلم و تعدی کرینگے اب بھی رہیگی باقی اہل سلامۃ اور دیندار اور میانہ رو آدمیوں کے حق میں (انشاء اللہ) میں اس سے نرم برتاؤ کرونگا جتنا کہ تم میں بعض بعض پر کرتا ہے اور میں کسی کو کسی پر ظلم و زیادتی بھی نہ کرنے دونگا بلکہ اگر کوئی شخص ایسا کریگا تو میں اسکا ایک گال تو زمین پر رکھوں گا اور دوسرے پر اپنا پیر رکھکر اسکو پیس دونگا اور جو شخص کہ حق کا انکار کرے گا۔

اور پھر اسکے چند سطروں بعد تحریر فرماتے ہیں :۔

وروی ان طلحۃ خرج فی لیل مظلمۃ فرای عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد دخل بیتا ثم خرج فلما اصبح طلحہ ذھب الی ذلک البیت فاذا عجوز عمیاء

روایت میں آتا ہے کہ حضرت طلحہ ایک اندھیری رات میں اپنے مکان سے باہر نکلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک گھر میں داخل ہوئے اور ذرا دیر کے بعد باہر آگئے۔ صبح کو حضرت طلحہؓ اس مکان پر گئے دیکھا تو اسکے اندر ایک بہت بوڑھی عورت ہے جو اندھی

مقعد ۃ فقال لھا طلحۃ مابال	بھی ہے اور اپاہج بھی (یعنی نہ اٹھ سکتی ہے اور نہ بیٹھ سکتی
ھذا الرجل یاتیتک فقالت انہ	ہے) اس سے حضرت طلحہؓ نے پوچھا کہ یہ شخص (یعنی حضرت عمرؓ)
یتعاھدنی منذ کذا وکذا	تیرے پاس کیوں آتے ہیں؟ اس نے کہا کہ اسے بیچارے
بما یصلحنی و یخرج عن الاذی	وہی تو میری دیکھ بھال اتنے اتنے زمانے سے کر رہے ہیں
تعنی القذر	اور وہی مجھ سے گندگی بھی دور کر دیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں
(حیواۃ الحیوان الکبری ص۵)	کہ اس سے اسکی مراد یہ تھی کہ میرا پاخانہ وغیرہ بھی صاف کر دیا کرتے ہیں

(حاصل اس مضمون کا یہ ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ لوگ کسی شخص کو سخت مزاج اور غصہ ور وغیرہ سمجھتے ہوں اور واقعہ اسکے بالکل خلاف ہو یعنی فی الحقیقت وہ بہت ہی نرم دل اور شفیق ہو جیسا کہ حضرت عمرؓ کے دونوں واقعات سے ظاہر ہے۔

اسی طرح سے حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی قدس سرہٗ بھی چونکہ فاروقی تھے اللہ تعالیٰ نے اس وصف کا ایک حصہ حضرت کو بھی عطا فرما رکھا تھا کہ بہت لوگ حضرت کو سخت سمجھتے رہے اور وہ انتہائی رحم دل، شفیق اور اہل علم کا احترام اور انکی عظمت کا لحاظ کرنے والے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔ از جامی ۱۲)

زمانہ قیام مئو کے ان ملفوظات کے ملاحظہ فرمانے کے بعد ناظرین کو اندازہ ہوا ہو گا کہ حضرت مصلح الامتؒ نے مئو میں اہل علم کے مجمع میں کیسی گفتگو فرمائی بعض حاضرین مجلس سے سنا کہتے تھے کہ مئو کے تقریباً سب ہی علماء حضرت کی مجلس اور ملفوظات سے بہت ہی محظوظ ہوئے اور حضرت والا کا وعظ سنکر بعض حضرات نے تو یہ فرمایا کہ ۔ اجی مولانا ایسا عمدہ بول لیتے ہیں ہم تو اتنا نہیں سمجھتے تھے واقعی حضرت کے وعظ اور مجلس میں بڑا ہی لطف آیا ۔ الغرض حضرت والا کی تذکیر کا اہل مئو پر بہت اثر ہو رہا تھا اور مزید اثر ہوتا کیونکہ ع زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔
لیکن بعض حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ ع

وہ چپ ہو گئے داستاں کہتے کہتے

(اسفار مئو ملتوی ہو جانے کے اسباب)

ناظرین نے گذشتہ صفحات میں قیام مئو کا نقشہ ملاحظہ فرمایا، لوگوں کی توجہ سے حضرت والا بھی خوش تھے اور عوام و خواص سب ہی حضرات مجالس حضرت والا اور ملفوظات نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سن رہے اور اصلاح حال و بال کی جانب مائل تھے، مئو کا مصافحہ تو مشہور ہی ہے ماشاء اللہ مسلمانوں کا خاصا مجمع ہوتا تھا چنانچہ ایک گھنٹہ مجلس اور وعظ فرمانے کے بعد تقریباً آدھ گھنٹہ لوگوں سے مصافحہ کرنے کے لئے درکار ہوتا حضرت والا تھک جاتے تھے اسلئے اعلان ہوا کہ لوگ حضرت اقدس سے وعظ کے بعد مصافحہ نہ کریں اسکے لئے ملنے کا دوسرا وقت قیام گاہ پر مقرر ہوا چنانچہ لوگ مصافحہ کرنے اور ملنے کے لئے وہیں جانے لگے اس طرح مخلصین بھی آتے اور عام بھیڑ جو رسماً مصافحہ کرتی تھی وہ کم ہوگئی۔

اسی طرح حضرت والا نے ایک اور اصلاح اہل مئو کی یہ فرمائی کہ دیکھا کہ اکثر لوگ جمعہ کی فرض نماز پڑھکر مسجد سے چلے جاتے ہیں بعض اہل علم اور خواص کا مقصد تو یہ ہوتا تھا کہ اپنے اپنے گھر جا کر ادا فرمائے لیکن حضرت والا کو جب اسکا علم ہوا تو بڑی شد و مد کے ساتھ اس پر تنبیہ فرمائی اور ادائے سنت کے اہتمام پر لوگوں کو آمادہ کیا۔

مقامی علماء اور عوام میں بُعد محسوس فرماتے ہوئے اس پر بھی لوگوں کو ابھارا کہ آپ لوگ دین اور اصلاح کے لئے دوسروں کے کب تک محتاج رہیے گا آپ کے یہاں بڑے بڑے اہل علم موجود ہیں آپ لوگ کچھ وقت نکالکر ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا کیجئے اور ان سے دین سیکھئے باہر کا آدمی کب تک آپ کے یہاں آئیگا اور کتنے دن قیام کرے گا۔ غرض اس نوع کی اور باتیں وقتاً فوقتاً فرماتے رہے۔

حضراتِ علماء کرام پر بھی حضرت والا نے اپنے عمل سے ثابت فرما دیا کہ
کہ عوام اور علماء کے درمیان ربط کا ہونا نہایت ضروری ہے اور مقامی علماء ہی
عوام کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ حضرت اقدس نے علماء سے بھی فرمایا کہ آپ لوگ ہی اپنے
قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکالکر لوگوں کی دینی خدمت کریں۔ غرض یہ سب
حالات نہایت امید افزا تھے اور یہ خیال ہوتا تھا کہ شاید اب مئو کی دینی حالت
بہتر سے بہتر ہو جائے گی لیکن جس طرح سے علماء اور مشائخ دین کی ترقی کے لئے
کوشاں رہتے ہیں اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا سلسلہ اس کے
خلاف بھی پیدا فرمایا ہے جو ان حضرات کے مشن کے خلاف دوسرا کام کرتا رہتا ہے
اور یہ دونوں سلسلے دنیا میں شروع سے قائم ہیں چنانچہ یہاں بھی یہی ہوا کہ جب
دینی سلسلہ کچھ حرکت میں آیا اور لوگوں میں دیانت کی کچھ تحریک پیدا ہونے لگی تو
شیطان نے ایک شوشہ چھوڑ ہی دیا یعنی اسی اثناء میں الکشن کا دور آگیا اور
جیسا کہ ظاہر ہے یہ نزاع و شقاق کی بنیاد ہی ہے اختلافِ و مخالفت حتیٰ کہ
سبّ و شتم تک ان ایام میں روا رکھا جاتا ہے، خوب خوب ہنگامہ آرائی ہوئی۔
حضرت اقدس کو بھی بعض حضرات نے اس فتنہ میں شریک کرنا چاہا لیکن حضرت والا
کو چونکہ دوسرا ہی کام کرنا تھا جس کا تعلق عام مسلمانوں سے تھا اس سلئے
حضرت والا اس سے بمراحل دور رہے اور جس نے کسی بہانہ میں حضرت کو ملوث
کرنا چاہا اس سے سخت مواخذہ فرمایا لیکن انسان کی طاقت ہی کیا جو خدا کو منظور ہوتا ہے
وہ ہو کر رہتا ہے، باہم خوب اختلاف ہوا اور ایک مولوی صاحب بھی ممبری کیلئے اٹھے تھے
جب وہ ناکام ہوگئے تو ان کے مخالفین نے (جو مسلمان ہی تھے) ان کے خلاف
جلوس میں نہایت توہین آمیز نعرے لگائے جو اخلاق و شرافت کے علاوہ مذہب
کے بھی خلاف تھا۔ حضرت والا کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو بہت رنج ہوا۔ آئندہ
تحریرات میں حضرت والا کا یہی تاثر دیکھا جا سکتا ہے
حضرت والا کا یہ طریقہ تھا کہ جس بستی کے کچھ لوگ بھی کسی خُلق بد کا شکار ہوتے

توحضرت اس پر اپنی خفگی اور ناراضگی ظاہر فرمانے کے لئے اپنے ہی لوگوں پر مواخذہ فرماتے جسکی ایک صورت یہ بھی ہوتی تھی کہ اس بستی کے لوگوں کی آمد ورفت خط وکتابت چند ایام کے لئے بند فرما دیتے تھے اسکی وجہ سے اگر اثر پڑتا ہوتا توحضرت کے متوسلین کے واسطے سے ان مجرمین پر بھی پڑتا جو اصل مجرم ہوتے اور وہ اصلاح پر مجبور ہوتے اور اس معاملہ کا ایک اثر یہ بھی ہوتا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عام لوگوں میں شہرت ہو جاتی کہ فلاں فلاں کی حرکت کی وجہ سے سب لوگوں کو حضرت نے آنے جانے سے منع کردیا ہے انکی وجہ سے جو لوگ فتنہ سے دور رہتے ان سب کی ملامت اہل فتنہ پر پڑتی جسکا سہارا اس جمہوری دور میں آسان نہوتا بہرحال اس نوع کے مواخذات سے کچھ نہ کچھ نفع ہی ہوجاتا۔ یہاں بھی یہی ہوا کہ پہلے تو حضرت والا نے اپنی ایک تحریر کے ذریعہ ایک جماعت کی مذمت فرمائی کہ میں اسکو فرقہ باطلہ میں سے سمجھتا ہوں میرے لوگوں کو اولاً تو سیاست ہی سے بالخصوص اس جماعت سے دُور رہنا چاہیئے چنانچہ اہل مئو کے نام یہ پیغام عام تحریر کیا گیا۔

(تحریر بنام اہل مئو)

میں نے بارہا آپ حضرات سے کہا ہے کہ میں ظاہری تعلق اور رسمی آمد ورفت کو نہ صرف فضول بلکہ اپنے طریقہ کا رکے خلاف سمجھتا ہوں لیکن اب بھی ایسا ہوتا ہے کہ بہت سے غیر مخلص یہاں گھس ہی آتے ہیں اسی کو میں کہتا ہوں کہ نہ خود کام کرتے ہیں اور نہ کرنے دیتے ہیں۔ ایک فرقہ کو میں فرقہ باطلہ میں سے سمجھتا ہوں اور صاف صاف اسکا اظہار بھی کردیتا ہوں لیکن یہاں بھی آتے رہیں اور اس سے بھی تعلق رکھیں اور انکی وجہ سے لوگ مجھے بھی اس سے متعلق سمجھیں اور طرح طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا ہوں اسطرح میرے کام میں -

رکاوٹ کا ذریعہ نہیں یہ کیسا ہے۔ اب ایسا نہ ہوگا جو شخص اپنے کو مستقل سمجھتا ہو اور یہاں سے مستغنی ہو اس میں کیا حرج ہو کہ وہ یہاں نہ آوے اسی میں طرفین کو راحت ہے۔

وصی اللہ عفی عنہ

انھیں ایام میں اخلاص کا مطالبہ فرماتے ہوئے کسی اور جگہ ایک صاحب کو خط گیا جسکا مضمون تمام ہی لوگوں کے لئے یکساں ثابت تھا۔ تحریر فرمایا کہ:۔

"آپ جانتے ہیں کہ طریق کا مدار اخلاص پر ہے اور میں نے بھی سب باتوں کو ایک طرف کر کے اب اسی کا مطالبہ ہی کرنا شروع کر دیا ہے چنانچہ امسال رمضان شریف سے میں نے طریقہ بدل دیا ہے اور اپنے بچوں، مہمانوں، مقامی اور غیر مقامی امیر و غریب سب ہی لوگوں سے اسکا مطالبہ کر رہا ہوں آپ تو خود بھی کافی سمجھدار آدمی ہیں جانتے ہیں کہ اخلاص کے بغیر دین تو دین اس زمانہ میں دنیا کی گاڑی کا چلنا بھی ناممکن ہے۔ آپس کی خانہ جنگی کا خاتمہ اگر کسی چیز سے ہو سکتا ہے تو وہ اخلاص ہی سے ہو سکتا ہے اور اس زمانہ میں دو شخص باہم یکدل ہو کر اگر اس دنیا کو جنت بنا سکتے ہیں تو وہ بھی اخلاص ہی کا ثمرہ ہے۔ اور میں نے اس بات کو خوب اچھی طرح آپ لوگوں کو سمجھا دیا ہے پھر طریق اور بالخصوص پیر و مرشد کا تعلق جو کہ تعلق میں ضرب المثل ہے اس میں اخلاص کی کسقدر ضرورت ہے ظاہر ہے اسلئے آپ کو پہلے بھی لکھا تھا اور اب پھر لکھتا ہوں کہ کوئی شخص کہیں آنا جانا چاہے یا خط و کتابت کرنا چاہے تو اسکے لئے سب سے پہلے اخلاص کی ضرورت ہے اگر اخلاص پا دے تو پھر آنے جانے میں خط و کتابت کرنے میں بھی نفع ہے ورنہ یہ سب باتیں بیکار ہیں۔

آپ سے کہتا ہوں کہ اب تو اخلاص کا نام اہل دنیا اور اہل سلطنت کی زبانوں پر بھی آنے لگا ہے پھر میں اپنے ہی یہاں سے اسکو معاف کردوں؟ اس بات کو آپ کو سمجھنا ہوگا بدون اخلاص کے تعلق محض رسمی ہے اور اسکا ہونا نہونا دونوں برابر ہے۔ والسلام
وصی اللہ عفی عنہ

(ایک اصلاحی پیغام برائے اہل مئو)

اس وقت عام طور پر مسلمانوں میں جو انتشار پایا جاتا ہے اسکی وجہ سے مسلمانوں کی جو کچھ بھی ذلت ہو تھوڑی ہے بالخصوص مئو اور کوپا کیحالت پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے، معلوم نہیں ان لوگوں کو کب عقل آئیگی، اخبار والے تک نے لکھا کہ مئو اور کوپا کانگریس کے مستحکم قلعے تھے وہاں مولانا عبدالطیف اتنے ووٹوں سے ہار گئے جبکہ اسکے قبل اتنے ووٹوں سے کامیاب ہوئے تھے اور یہ بھی لکھا کہ مولانا کیخلاف مسلمانوں کی طرف سے ناقابل فراموش نعرے لگائے گئے بعض لوگوں سے نعروں کی تفصیل بھی معلوم ہوئی کہ مئو کا کاٹھو ہار گیا، ڈاڑھی والا ہار گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب ایک ایماندار آدمی مسلمانوں کی زبان سے اس قسم کے الفاظ سنکر کس قدر تکلیف محسوس کریگا مولانا عبدالطیف صاحب کانگریس سے تعلق رکھتے ہیں یا کسی اور سیاسی جماعت سے مجھے اس سے کچھ بحث نہیں لیکن وہ ایک مسلمان ہیں، عالم ہیں انکے متعلق اس قسم کے الفاظ مسلمانوں کی زبان سے سنکر سخت اذیت ہوئی، میرے مئو جانے کے بعد مسلمانوں کے یہ اخلاق وجذبات، مئو والوں نے مجھ سے یہی سیکھا ہے؟ اگر میرے جانے کا یہی نتیجہ اور اثر ہے تو بجائے ہدایت کے گویا اور ضلالت وگمراہی اختیار کی گئی۔ (باقی آئندہ)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مالک بن دینارؒ ایک روز بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس ایک سائل آیا اس نے آپ سے کچھ سوال کیا آپ کے پاس ایک ٹوکری میں کچھ کھجور رکھے تھے آپ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اس ٹوکری کو میرے پاس لاؤ اسکو لیکر اس میں سے آدھی کھجوریں اسکو دیدیں اور بقیہ آدھی بیوی کو واپس کردیا انکی بیوی نے یہ دیکھکر عرض کیا کہ آپ جیسے کو تو لوگ ناحق زاہد کہتے ہیں، یہ بتائیے کہ کیا کوئی شخص اگر بادشاہ کو کسی چیز کا ہدیہ دینا چاہے تو توڑ کر اسمیں سے دے گا؟ حضرت مالک بن دینارؒ نے یہ سنکر پھر اس سائل کو آواز دی اور وہ بقیہ کھجوریں بھی اسکو دیدیں اور اپنی اہلیہ سے فرمایا جزاک اللہ اسی طرح کا عمل کیا کرو اور خوب کیا کرو اسلئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (یعنی اس کافر نا دہندہ بخیل کو پکڑو، اسکے پیر میں بیڑی ڈالو اور ایک لمبی زنجیر میں اسکو باندھکر جسکی لمبائی ستر گز کی ہو جہنم میں اسکو ڈالدو) دریافت کیا گیا کہ اسکو ایسی سخت سزا کیوں ملی گی فرمایا کہ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ یعنی یہ ایک تو اللہ عظیم پر ایمان نہیں لایا تھا دوسرے یہ کہ مسکین اور فقیر کے کھانا کھلانے پر کسی دوسرے کو (بھی) آمادہ نہیں کرتا تھا۔ (پس تمھاری یہ ترغیب فدائی منشار کے مطابق ہو کر لائق تحسین ہوئی)

حضرت فقیہ ابو اللیث ثمرقندی اپنی سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں ایک بصرہ کے رہنے والے شخص سے کہ ایک بدو کے پاس پالو جانور بہت تھے اور وہ صدقہ نہیں دیا کرتا تھا، ایک مرتبہ اس نے ایک دبلا پتلا بکری کا بچہ صدقہ کر دیا پس خواب میں دیکھا کہ اسکی سب بکریاں سینگ سے اسکو مارہی ہیں اور دبلا بکری کا بچہ اسکو ان سب سے بچا رہا ہے۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو کہا کہ اگر میں چاہتا تو بچہ جیسا اپنا معین بہت سارے بنالیتا چنانچہ اسکے بعد سے وہ خیرات کرنے لگا اور دوسروں کو دینے لگا۔

حضرت عدی بن حاتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ قیامت میں گفتگو فرمائیں گے چنانچہ وہ شخص اپنی داہنی جانب اور بائیں جانب مڑکر دیکھے گا تو سوا اپنے عمل کے کچھ نہ پائیگا سامنے دیکھے گا تو جہنم نظر آئیگی لہٰذا اے لوگو تم دوزخ سے بچو اگرچہ ایک ٹکڑا کھجور ہی کا دیکر سہی۔

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ ان باتوں کیوجہ سے انسان بڑے لوگوں کا مرتبہ پاسکتا ہے اور انکا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔ ایک کثرت سے صدقہ کرنا۔ دوسرے کثرت سے تلاوت قرآن کرنا۔ تیسرے ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا جو اسکو آخرت کی یاد دلائیں اور دنیا سے اسکو زاہد بنائیں۔ چوتھے صلہ رحمی کرنا۔ پانچویں مریض کی عیادت کرنا۔ چھٹے ایسے مالدار لوگوں کے پاس نہ اٹھنا بیٹھنا جنکو انکی مالداری نے آخرت سے غافل کردیا ہو۔ ساتویں کل کو (یعنی بروز قیامت) جو معاملہ اسکے ساتھ پیش آنے والا ہے اس پر تفکر کرنا اور اسکی تیاری کرنا۔ آٹھویں طول امل سے بچنا اور موت کا کثرت سے یاد کرنا۔ نویں زیادہ تر خاموش ہی رہنا بہت کم بقدر ضرورت کے بولنا۔ دسویں تواضع اختیار کرنا یعنی موٹا جھوٹا پہننا، غریبوں سے محبت کرنا اور انکی ہمنشینی اختیار کرنا، یتیموں اور مسکینوں کو اپنے سے قریب کرنا ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنا۔

کہا گیا ہے کہ سات چیزیں ہیں جن سے صدقہ بڑھتا ہے (یعنی اس سے ثواب اور زیادہ ہوجاتا ہے۔ ایک یہ کہ اسکو حلال مال سے نکالے اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اپنی کمائی میں سے طیب مال کو خرچ کرو۔ دوسرے یہ کہ صدقہ اس کمائی سے دینا جو مشقت سے حاصل ہوئی ہو اور کم بھی ہو۔ تیسرے یہ کہ صدقہ دینے میں جلدی کرے ایسا نہو کہ اس سے پہلے موت آجائے۔ چوتھے یہ کہ عمدہ مال میں سے دے ردی مال نہ دے تاکہ اپنے سے بخل کا الزام دور کرسکے اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے مال میں ردی اور خبیث کا قصد دینے کے لئے نکرو حالانکہ تم خود اسکو اپنے حق میں لینے کے لئے تیار نہ ہو، مگر

پوشی ہی کر جاؤ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہارے صدقہ سے بے نیاز ہے اور ہر حال میں مختار ہے۔ پانچویں یہ کہ صدقہ کو پوشیدہ دے تاکہ ریاء کے شائبہ سے کلی احتراز ہو جائے۔ چھٹے یہ کہ صدقہ دینے کے بعد اس پر مَنّ یعنے احسان جتانے سے بچے تاکہ کہیں اجر ضائع نہ ہو جائے۔ ساتویں یہ کہ اس پر احسان رکھنے کا گناہ نہ ہو اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى یعنی اپنے صدقہ کو مَنّ و اذیٰ کے ذریعہ باطل نہ کرو یعنی اجر ضائع کرکے گناہ مول نہ لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اٹھائیسواں باب

(ماہ رمضان کی فضیلت کا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جنت سال بھر تک خوشبو سے مہکائی جاتی ہے اور آراستہ کیجاتی ہے ماہ رمضان کی آمد کی خاطر جب رمضان کی اول شب آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے اسکا مثیرة نام ہے اسکی وجہ سے درختوں کے پتے باہم ٹکراتے ہیں (ان پتوں سے) ایسی سہانی آواز نکلتی ہے کہ کسی سننے والے نے اس سے اچھی آواز کبھی نہ سنا ہوگا (اسے سنکر) حورعین نکلتی ہیں اور جنت کے کنارے کھڑے ہوکر پکار کر کہتی ہیں کہ ہے کوئی اللہ تعالیٰ سے ہمارا پیغام دینے والا تاکہ اللہ تعالیٰ اس سے ہمارا نکاح کردے۔ اسکے بعد وہ جنت کے پہرہ دار رضوان فرشتے سے پوچھتی ہیں کہ اے رضوان یہ آج کونسی شب ہے؟ رضوان لبیک

کہکر حاضر ہوگا اور عرض کریگا کہ یا خیرات حِسان (یعنی اے خیر والیو حسینہ جنت)
آج یہ رمضان کی اول شب ہے۔ ادھر حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے رضوان!
امت محمدیہ کے روزہ داروں کے لئے جنتوں کے سب دروازے کھول دو۔
اور مالک (داروغہ جہنم) سے فرمائیں گے اے مالک!! امت محمدیہ کے روزہ داروں
کے لئے دوزخ کے سب دروازوں کو بند کردو۔ اور جبرئیلؑ کو حکم دیں گے کہ
اے جبرئیل جاؤ زمین میں اترو اور سرکش شیاطین کو بیڑیاں لگاکر گہرے سمندر
میں پھینک دو تاکہ یہ سب میرے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
میں جاکر ان کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ اسکے بعد ماہ رمضان کی ہر شب میں
تین بار اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مجھ سے سوال کرنے والا کہ میں اسکا
سوال پورا کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اسکی توبہ قبول کروں۔ ہے کوئی
استغفار چاہنے والا کہ میں اسکو بخشدوں۔ پھر اسکے بعد اعلان کیا جاتا ہے کہ
کوئی قرض دیتا ہے مال والے کو جو غریب و نقیر نہیں ہے (کہ اندیشہ عدم ادائیگی کا
ہو) اور وہ لیکر ادا کردینے والا کبھی ہے، ظالم یا نادہند نہیں (کہ ڈر ہو عدم واپسی کا)
اور یہ کہ رمضان شریف میں اللہ تعالیٰ ہر روز ایک لاکھ شخصوں کو دوزخ سے آزاد
فرماتے ہیں حالانکہ وہ سب کے سب سزا اور عذاب کے مستحق ہوچکے تھے چنانچہ
اس ماہ مبارک میں جب جمعہ کا دن یا جمعہ کی شب آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے
ہر ہر ساعت میں ایک ایک لاکھ جہنم کے قیدیوں کو جو اپنی بدعملی کے باعث مستحق
نار ہوچکے تھے آزاد فرمادیتے ہیں چنانچہ جب اس ماہِ مبارک کا آخری دن آتا ہے
تو حق تعالےٰ اس دن اتنے لوگوں کو دوزخ سے رہا فرماتے ہیں جتنے کہ سارے رمضان
میں اول دن سے لیکر آخر دن تک لوگوں کو آزاد فرمایا تھا۔

پھر جب لیلۃ القدر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل کو حکم دیتے ہیں اور وہ
فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ آسمان سے دنیا میں نزول فرماتے ہیں ان کے
ہاتھ میں ایک ہرا جھنڈا ہوتا ہے اسکو وہ بیت اللہ شریف پر لگا دیتے ہیں انکے

چھ سو پر ہیں جن میں سے اپنے دو پروں کو وہ کبھی نہیں کھولتے سوا لیلۃ القدر کے چنانچہ اس شب اسکو پھیلاتے ہیں اور وہ مشرق و مغرب سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔ حضرت جبرئیل دنیا میں آکر اپنے فرشتوں کو امت محمدیہ کی جانب بھیج دیتے ہیں چنانچہ وہ ہر قائم و قاعد کو اور نماز پڑھنے والے اور ذاکر کو سلام کرتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں اور انکی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یہ سب طلوع فجر تک ہوتا رہتا ہے صبح صادق ہونے پر جبرئیل علیہ السلام اعلان فرماتے ہیں کہ اچھا اب اے فرشتو یہاں سے کوچ کرو۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اے جبرئیل یہ تو بتاؤ کہ رب تبارک و تعالٰی نے امت محمدیہ کے مومنین کے رفع حوائج کے بارے میں کیا کیا؟ وہ جواب میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے ان سب پر نظر عنایت فرمائی کہ ان کے قصور کو معاف کر کے انکو بخشدیا بجز چار قسم کے لوگوں کے۔ فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ وہ چار قسم کے لوگ کون ہیں؟ فرمایا ہمیشہ شراب پینے والا، اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔ قاطع رحم اور مشاحن عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مشاحن کون لوگ ہیں؟ فرمایا گیا وہ تعلق کا ختم کرنیوالا جو اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بات چیت نہ کرے۔ پس جب شب عید ہوتی ہے تو ملائکہ اسکو شب جائزہ کہتے ہیں اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ تعالٰی فرشتوں کو زمین پر بھیجتے ہیں اور وہ ہر ہر شہر اور بستی میں پھیل جاتے ہیں اور گلی کے موڑ پر کھڑے ہوکر آواز دیتے ہیں اور انکی پکار کو ہر مخلوق سنتی ہے سوا جن و انس کے وہ کہتے ہیں کہ اے امت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ اٹھو اور نکلو اپنے رب کریم کیطرف جو بہت زیادہ دینے والا ہے اور بڑے بڑے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ اور جب وہ لوگ عیدگاہ جانے کے لئے نکلتے ہیں تو اللہ تعالٰی فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو بتاؤ اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جو اپنے کام کو پورا کرے؟ فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ اے ہمارے معبود اور اے ہمارے سید اس اجر کا بدلہ تو یہی ہے کہ اسکی پوری پوری اجرت دیدی جائے۔ اس پر حق تعالٰی فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتو تم سب گواہ رہنا

کہ میں نے اپنے بندوں کے صیام وقیام کے بدلے میں اپنی رضا اور مغفرت ان کو دیدی ہے ۔ پھر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو تم مجھ سے سوال کرو اور قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ آج کے دن تم مجھ سے جو کچھ مانگو گے خواہ دین کے متعلق ہو یا دنیا کے میں اسکو تمھیں دوں گا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہر رمضان میں میری امت کو پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں کہ اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں ۔ ایک یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے دوسرے یہ کہ انکے لئے فرشتے دعا مانگتے رہتے ہیں افطار کرنے تک تیسرے یہ کہ اس ماہ میں سرکش شیاطین قید کر دئیے جاتے ہیں ۔ چوتھے یہ کہ اللہ تعالےٰ رمضان شریف کے ہر دن میں اپنی جنت کو سجاتے ہیں اور اس سے فرماتے ہیں کہ (گھبرا مت) عنقریب ہی میرے صالح بندے جن سے میں مشقت اور تکلیف کو دور کر دونگا تجھ سے ملاقات کریں گے اور پانچویں یہ کہ اسکی آخری شب میں لوگوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے ۔ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا وہ شب قدر کی شب ہوگی ؟ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ کام کرنے والے کی اجرت کام ختم کرنے کے بعد دیدی ہی جایا کرتی ہے ۔

حضرت مولف رحمۃ اللہ علیہ دوسری سند سے حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے آنے سے پہلے) اپنے صحابہ کو خوشخبری سنایا کرتے اور فرماتے تھے کہ تمھارے رمضان شریف کا مہینہ آنے والا ہے یہ ایک مبارک مہینہ ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اس ماہ کے روزے کو تم پر فرض فرمایا ہے اس میں جنت کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں ۔ جہنم کے دروازے بند کر دئیے جاتے ہیں ۔ سرکش شیاطین اس ماہ میں قید کر دئیے جاتے ہیں ۔ اسی مہینہ میں ایک شب لیلۃ القدر کہلاتی ہے

جو ہزار مہینوں سے بڑھکر اجر و ثواب رکھتی ہے ۔

حضرت اعمش رحضرت خیثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ایک رمضان سے لیکر دوسرے رمضان تک اسی طرح ایک حج سے لیکر دوسرے حج تک اور ایک جمعہ سے لیکر دوسرے جمعہ تک اور ایک نماز سے لیکر دوسری نماز تک کے مابین گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بشرطیکہ آدمی کبائر سے اجتناب کرے (یعنی ایک فرض نماز ادا کرنے کے بعد سے لیکر دوسری فرض نماز ادا کرنے تک اگر کبیرہ سے بچا رہا تو صغیرہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دینگے یہی حال جمعہ سے جمعہ تک حج سے حج تک اور رمضان سے رمضان تک کا بھی ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب فرض نمازوں سے گناہوں کا کفارہ ہوتا رہا تو جمعہ سے جمعہ کے درمیان گناہ رہ ہی کہاں گیا تو پھر کفارہ کسکا ہوگا ؟ جواب یہ ہے کہ اگر گناہ ہوگا تو کفارہ ہو جائیگا اور اگر نہ ہوگا تو اسکا درجہ بلند اور رتبہ بڑھا دیا جائیگا یہ بھی ایک نفع ہی ہے جو اسکو کبھی مل سکتا ہے۔ واللہ اعلم)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا تو فرماتے مرحبا خوش آمدید ہے اس ماہ مبارک کے لئے جو ہمکو (گناہوں سے پاک و صاف کرنے کے لئے) آیا ہے ۔ اور فرماتے تھے کہ رمضان شریف کا کیا کہنا وہ تو سراپا خیر ہی خیر ہے دن میں روزہ رکھکر (ثواب اور خیر حاصل کیجئے) اور شب کو نماز پڑھکر خدا کا قرب حاصل کیجئے) اور اس دن جو کچھ کسی پر خرچ کیا جائے وہ ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے مہینے میں دن کا روزہ اور شب کا قیام ایمان کے ساتھ ادا کیا اور ثواب سمجھکر کیا تو اسکے آئندہ کے سب گناہ بخشدیئے جائیں گے ۔

نیز انھیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نیکی جس کو بنی آدم کرتا ہے اسکا ثواب کم از کم دس اور زیادہ

سے زیادہ سات سو گنے تک بڑھا دیا جاتا ہے (جیسا جسکا اخلاص ہو) لیکن فرمایا کہ سوا روزہ کے کہ وہ تو اس نے میرے لئے رکھا ہے لہٰذا میں بذاتِ خود اسکا بدلہ دونگا اسلئے کہ وہ (بیچارہ) اپنی خواہشات کو اپنے کھانے پینے کو میرے لئے ہی چھوڑتا ہے۔ اور روزہ ڈھال ہے۔ اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہونگی ایک تو افطار کے وقت دوسری جب قیامت میں وہ اپنے رب سے ملیگا۔

فقیہ ابو اللیث ثمرقندی اپنی سند سے حضرت سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اس میں آپؐ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم پر ایک بابرکت اور عظیم الشان مہینہ سایہ فگن ہوا ہے ایسا مہینہ کہ اسمیں ایک رات ایسی ہے جو ہزاروں راتوں سے بڑھکر ہے (اسکا نام ہے) شب قدر۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کے روزے فرض کئے ہیں اور اس ماہ میں رات کی نماز کو (مراد تراویح ہے) نفل قرار دیا ہے۔ جس شخص نے اس مہینہ میں کوئی عبادت نفلی طور سے ادا کی تو ایسی ہوئی جیسے اور مہینوں میں فرض ادا کرے۔ اور جس شخص نے اسمیں فرض ادا کیا تو وہ ایسا ہوا جیسے کسی نے دوسرے مہینوں میں سے کسی مہینہ میں ستر فرض ادا کئے ہوں۔ یہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ غمخواری کا مہینہ ہے اور ایسا مہینہ ہے کہ جس میں مومن کا رزق بڑھ جایا کرتا ہے۔ جس نے کسی روزہ دار کو افطار کرا دیا تو ایسا ہوا جیسے اس نے ایک غلام آزاد کر دیا ہو۔ اور اس ماہ میں انسان کے گناہ بھی معاف کئے جاتے ہیں۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ یہ سنکر ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں ہر شخص ایسا تو نہیں ہے جو دوسروں کو افطار کرانے کی طاقت رکھتا ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اسکو بھی عطا فرمائیں گے جو کسی کو (پیٹ بھر کھانا نہ سہی) صرف ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی ہی پلا دے باقی جو شخص کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دیگا تو یہ اسکے لئے اپنے گناہوں کی معافی کا سبب بن جائیگا اور اللہ تعالیٰ اسکو حوض سے ایسا سیراب فرمائیگا کہ پھر اسکے بعد وہ دخولِ جنت تک پیاسا ہی نہ ہوگا۔

پس احمد نے اپنے بیٹے صالح سے کہا کہ ایوب کو بھی کچھ روٹی دو انھوں نے دو گروہ روٹی کے دیئے انھوں نے پھیر دیں۔ احمد نے کہا خیر رکھدے۔ پھر تھوڑی دیر ٹھیر کر کہا یہ دونوں روٹی لے اور ایوب کو جاکر دیدے، چنانچہ وہ لیکر گئے تو انھوں نے دونوں روٹی لے لیں۔ صالح تعجب کرتے ہوئے لوٹے۔ احمد نے کہا اسکے پھیرنے اور لینے سے تجھے تعجب ہوا؟ کہا ہاں۔ کہا یہ مرد صالح ہے اول جب روٹی دیکھی اسکے نفس کو روٹی کیطرف رغبت ہوئی، جب ہم نے رغبت کی حالت میں دیا تو اس نے پھیر دیا۔ پھر وہ مایوس ہوگیا تو پھر ہم نے ناامیدی کے بعد دوبارہ دیں پس لے لیں۔

(۱۰۴۴) بعضے فقراء سے میں نے سنا جب اس سے پوچھا گیا کہ نکاح کیوں نہیں کرتے کہنے لگا کہ عورت مردوں کے واسطے ہوتی ہے اور میں مردوں کے درجہ کو نہیں پہونچا پھر میں کس طرح نکاح کروں۔

(۱۰۴۵) بشر بن حارثؒ سے کہا گیا کہ لوگ آپ کے حق میں کلام اور گفتگو کرتے ہیں کہا کیا کہتے ہیں؟ کہا گیا کہ یہ کہتے ہیں کہ آپ تارک السنت ہیں یعنی نکاح نہیں کرتے انھوں نے کہا کہ ان سے کہدو کہ میں فرض میں مشغول ہونے کے سبب سنت کی فرصت نہیں رکھتا۔

(۱۰۴۶) حکایت ہے کہ جب ذوالنون بغداد میں آئے تو ایک جماعت ان کے پاس آئی اور ان کے ساتھ ایک قوال تھا پھر ان لوگوں نے آپ سے اجازت مانگی کہ یہ کچھ کہے آپ نے کہا کہ اچھا، اسوقت قوال نے کچھ اشعار کہے ؎

صغیر ہواک عذبنی فکیف بہ اذا احتنکا

(تیری معمولی سی محبت بھی مجھے عذاب دینے کیلئے کافی ہے چہ جائیکہ جب مجھ پر غالب آچکی ہو (پھر تو اسکا پوچھنا ہی کیا)

و انت جمعت من قلبی ھویً قد کان مشترکا

کیونکہ محبت جو میرے اور تیرے قلب میں مشترکہ طور پر تھی اسکو تونے سب کی سب میرے قلب میں جمع کر دیا ہے

اما ترثی لمکتئب اذا ضحک الخلی بکی

کیا تجھے اس عاشق زار پر رونا نہیں آتا جسکا یہ حال ہے کہ جب احباب ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے۔

انکا دل خوش ہوا اور کھڑے ہو گئے اور وجد کیا اور پیشانی کے بل گر پڑے اور انکی پیشانی سے خون ٹپکتا تھا اور زمین پر نہیں گرتا تھا۔ پھر ان لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اسکی طرف ذوالنون نے دیکھا اور کہا خوف و اندیشہ کر اس سے جو تجھے دیکھتا ہے جبکہ تو کھڑا ہوتا ہے پھر وہ شخص بیٹھ گیا اور اسکا بیٹھنا بسبب اسکے صدق اور علم اس کے اس جاننے کے تھا کہ وہ کامل الحال نہیں ہو تو وجد کیا تھ کھڑے ہونے کے لائق اور قابل نہیں ہے۔

(۱۰۴۷) بعضوں نے کہا ہے کہ ہم ساحل پر تھے ہمارے بعضے بھائیوں نے سماع سنا تو وہ پانی پر آمد و رفت کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ کو واپس آئے۔ اور نقل ہے کہ بعضے ان حضرات میں سے آگ پر لوٹتے تھے اور اسکی انکو خبر نہیں ہوتی تھی۔ اور نقل ہے کہ بعض صوفیہ کو سماع کے وقت وجد پیدا ہوا تو انھوں نے شمع لی اور اپنی آنکھوں میں کر لی ناقل نے کہا کہ میں اسکی آنکھ کے قریب ہوا کہ دیکھوں تو میں نے ایک آگ یا نور کو دیکھا کہ اسکی آنکھ سے نکلتا تھا اور شمع کی آگ کو (اپنی قوت سے) ہٹاتا تھا۔

(۱۰۴۸) بعضے اصحاب سہل نے بیان کیا کہ میں برسوں سہل کے ساتھ رہا کبھی میں نے انکو نہیں دیکھا کہ کسی چیز سے متغیر ہوئے ہوں خواہ ذکر ہو قرآن ہو۔ جب انکی عمر آخر ہونچی انکے سامنے یہ آیت پڑھی گئی لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ یعنی تم سے کوئی فدیہ نہ لیا جاویگا تو آپ کپکپائے اور قریب تھا کہ گر پڑیں تو میں نے اسکا سبب پوچھا تو کہا مجھے ضعف ہو گیا اور ایک دفعہ یہ آیت سنی تھی اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ آج کے دن بادشاہت حق رحمٰن کا ہے تو آپ تڑپنے لگے تو ابن سالم نے آپ سے سوال کیا جو آپ کے یار تھے، کہا ہر آئینہ مجھے ضعف ہو گیا۔ آپ سے کہا گیا کہ اگر یہ ضعف ہے تو قوت کیا ہے؟ کہا قوت یہ ہے کہ ہر آئینہ کامل پر کوئی وارد نہیں آتا مگر یہ کہ وہ اپنی قوت حال سے اسکو ہضم کر جاتا ہے پس اسکو کوئی وارد متغیر نہیں کرتا۔

(۱۰۴۹) حکایت ہے کہ ایک جوان جنید رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہتا تھا اور جب کبھی کوئی چیز سنتا نعرہ مارتا اور متغیر ہو جاتا۔ آپ نے اس سے ایک روز کہا کہ آج کے بعد اگر تجھ سے کوئی چیز (اس قسم کی) ظاہر ہوئی تو میری صحبت میں مت رہنا اسکے بعد

وہ اپنے تئیں ضبط کرتا اور بسا اوقات اسکے ہر ایک بال سے عرق کے قطرے ٹپکا کرتے۔ ایک دن اس نے ایک سخت نعرہ مارا اور اسکی روح نکل گئی۔

(۱۰۵۰) حکایت ہے کہ نیشاپور کے مقام میں ایک دعوت میں فقیہ اور صوفیہ جمع ہوگئے اور کسی صوفی کا خرقہ گر پڑا اور اس مجلس میں ابو محمد جوینی تو شیخ الفقہا تھے اور ابو القاسم قشیری شیخ الصوفیہ تھے عادت کے موافق خرقہ تقسیم کر لیا گیا تو شیخ ابو محمد نے بعض فقہا کیطرف دیکھا اور چپکے سے کہا یہ اسراف اور اتلاف مال ہے۔ ابو القاسم قشیری نے بھی سن لیا اور کچھ نہ کہا یہاں تک تقسیم سے فراغت ہو چکی پھر خادم کو بلایا اور کہا مجالس میں دیکھو جس کے پاس خرقوں کے ٹکڑوں کا مصلیٰ ہو تو اسے میرے پاس لے آ وہ ایک مصلی لایا پھر ایک شخص آگاہ واقف کار کو حاضر کیا اور کہا کہ یہ مصلیٰ زیادہ سے زیادہ کتنے پر خرید کروگے کہا ایک دینار پر، کہا اور اگر اسمیں کا ایک ہی قطعہ ہوتا تو کتنے کا ہوتا کہا نصف دینار کا پھر شیخ ابو محمد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اسکا نام مال کا تلف کرنا نہیں ہے

حکایات اخلاق صوفیہ

(۱۰۵۱) میں نے اپنے شیخ ضیاء الدین ابو النجیب کو دیکھا جبکہ میں ملک شام کے سفر میں انکے ساتھ تھا اور ہر آئینہ بعض اہل دنیا نے آپ کے پاس اسیران فرنگ کے سروں پہ کھانا بھیجا تھا اور وہ لوگ انکی قید میں تھے پس جب دستر خوان بچھایا گیا اور قیدی لوگ برتنوں کے منتظر تھے تاکہ وہ خالی ہوں (تو انکو لیجاویں) آپ نے خادم کو فرمایا کہ قیدیوں کو لے آؤ تاکہ دستر خوان پر درویشوں کے ساتھ بیٹھیں پس خادم ان کو لایا اور دستر خوان پر ایک صف میں انکو بٹھا دیا اور شیخ اپنے مصلے سے اٹھے اور ان کے پاس گئے اور ان کے بیچ میں اس طرح بیٹھ گئے کہ گویا انھیں میں سے ایک ہیں بعد از آں آپنے کھانا کھایا اور ان سب نے کھایا۔

(۱۰۵۲) ابو یزید بسطامیؒ نے کہا ہے کہ میرے اوپر کوئی شخص ایسا غالب نہیں ہوا جیسا کہ بلخ کا ایک جوان غالب ہوا وہ حج کو جاتے ہوئے میرے پاس آیا اور کہتا

اسے بایزید آپ کے نزدیک زہد کی کیا حقیقت ہے میں نے کہا کہ (زہد اسکا نام ہے کہ جب ہمیں ملے تو کھالیں اور نہ ملے تو صبر کرلیں۔ اس پر اس نے کہا کہ ایسے تو ہمارے یہاں بلخ کے کتے بھی ہیں۔ تو میں نے اس سے کہا تمھارے نزدیک زہد کی کیا حقیقت ہے کہا کہ (زہد اسکا نام ہے) جب ہمیں نہ ملے تو شکر کریں اور جب ملے تو اپنے اوپر دوسروں کو مقدم رکھیں (یعنی اپنی حوائج سے پہلے دوسروں کی حوائج پوری کریں)۔

(۱۰۵۳) ابوالحسن انطاکی کے پاس ملک رے کے ایک گاؤں میں تیس آدمی سے زیادہ جمع ہوئے اور ان کے پاس چند روٹیاں تھیں کہ ان میں سے پانچ آدمیوں کا بھی پیٹ ان سے نہ بھرتا تو روٹیوں کے ٹکڑے کرلئے اور چراغ کو بجھا دیا اور کھانے کیلئے بیٹھے پھر جب کھانا بڑھایا تو دیکھا کہ وہ کھانا بدستور موجود ہے ان میں سے کسی نے نہ کھایا تھا اس سبب سے کہ ہر ایک نے یہ چاہا تھا کہ اپنے نفس پر دوسرے کو مقدم رکھے۔

(۱۰۵۴) حذیفہ عدوی سے حکایت ہے کہ میں یرموک[1] کے دن اپنے چچیرے بھائی کی تلاش میں چلا اور میرے پاس تھوڑا پانی تھا اور میں (اپنے دل میں) کہتا تھا کہ اگر اسمیں کچھ سانس باقی ہوگا تو اسکو پلاؤں گا اور اسکا منہ صاف کرونگا تو اچانک وہ مجھے مل گیا میں نے کہا کہ میں تجھے پانی پلاؤں اس نے اشارہ کیا کہ ہاں، پس ناگاہ ایک شخص (کو سنا) کہ وہ آہ آہ کر رہا تھا[2] میرے بھائی نے کہا کہ یہ پانی اسکے پاس لیجاؤ پس میں اسکے پاس لے گیا دیکھا تو وہ ہشام بن عاص تھے میں نے کہا کہ تمھیں پانی پلاؤں تو ہشام نے ایک اور شخص کو سنا کہ وہ آہ آہ کر رہا ہے پس انھوں نے کہا کہ اسکے پاس لیجاؤ اسکے پاس سے گیا دیکھا تو مرچکا تھا پھر میں ہشام کیطرف لوٹ کر آیا دیکھا تو وہ بھی مرچکے تھے تب میں اپنے بھائی کی طرف پھرا دیکھا تو وہ بھی مرچکے تھے

(۱۰۵۵) روایت ہے کہ جب صوفیہ کی (بادشاہ کے یہاں) برائی اور غمازی کیگئی

---

[1] یرموک ملک شام میں ایک مقام ہے وہاں مسلمانوں کی کفار کے ساتھ بہت سخت لڑائی ہوئی ہے
[2] نطع کھال ہوتی ہے کہ اس پر بٹھا کر گردن ماری جاتی ہے

اور جنیدؒ وضع علمی کو اختیار کر کے (صوفیوں سے) جدا ہو گئے (تاکہ گرفتار نہ کئے جائیں) اور شحام اور رقام اور نوری پکڑے گئے اور انکی گردن مارنے کے لئے نطع بچھایا گیا تو نوری آگے ہو کر بیٹھے (تاکہ پہلے انکو قتل کیا جاوے) ان سے کہا گیا کہ کس بات کی جلدی کرتے ہو (یعنی قتل کیا جانا تو ایسی بات نہیں ہے جسکی جلدی کرو) کہا کہ میں ایک ساعت کی زائد زندگی کے لئے اپنے دوستوں کو ترجیح دیتا ہوں۔

(۱۰۵۶) منقول ہے کہ رودباری اپنے ایک مرید کے گھر تشریف لائے اور اسکے گھر کا دروازہ بند پایا تب آپ نے فرمایا کہ صوفی اور اسکا دروازہ بند! اسکے دروازے کو توڑ ڈالو پس لوگوں نے اسے توڑ ڈالا اور آپ نے حکم دیا کہ جو کچھ اسکے گھر میں ملے اسے بیچ ڈالو (پس تعمیل ارشاد کے لئے) اس اسباب کو بازار لے گئے اور ارزاں قیمت لی اور گھر میں (آنکر) بیٹھے، پھر صاحب خانہ آیا اور کچھ نہ کہا، پھر اسکی بی بی آئی اور چادر اوڑھے ہوئے تھی اور گھر کے اندر آئی اور چادر کو پھینک دیا اور کہا یہ بھی گھر کے بقیہ اسباب میں سے ہے اسے بھی بیچ ڈالو۔ میاں نے اس سے کہا کہ یہ تکلف تو نے اپنے اختیار سے کیوں کیا؟ وہ بولی کہ خاموش! شیخ جیسا ہم سے بے تکلفی کرے (کہ ہمکو اپنا سمجھکر ہمارا اسباب بکوا دے) اور ہمارے اوپر حکومت کرے اور پھر ہمارے پاس کوئی ایسی چیز باقی رہ جاوے جسے ہم اس سے بچا رکھیں

(۱۰۵۷) حکایت ہے کہ قیس بن سعد بیمار ہوئے تو ان کے دوستوں نے انکی عیادت میں تاخیر کی آپ نے انکا حال پوچھا کہ میری عیادت کو کیوں نہیں آئے، لوگوں نے کہا کہ وہ اس وجہ سے (آتے ہوئے) شرماتے ہیں کہ آپ کا قرض انکے ذمہ ہے۔ کہا اللہ ایسے مال کو برباد کرے جو دوستوں کو ملاقات سے باز رکھتا ہے۔ پھر منادی کو حکم دیا کہ اعلان کر دے کہ جس پر قیس کا کچھ مال آتا ہو وہ اسکو معاف ہے تب تو انکے عیادت کرنے والوں کی اتنی کثرت ہوئی کہ شام کے وقت انکے گھر کی دہلیز بھی ٹوٹ گئی۔

(۱۰۵۸) نقل ہے ایک شخص اپنے دوست کے پاس آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، پس جب وہ باہر نکلا تو پوچھا کہ تم (اس وقت) کس لئے آئے؟ کہا چار سو درم کے لئے

جو میرے اوپر قرض ہیں۔ پس وہ گھر میں گیا اور چار سو درم تو سے اور اسکو لا کر دیئے اور روتا ہوا گھر میں گیا۔ اسکی بی بی نے کہا کہ جب دینا تمھارے اوپر گراں تھا تو بہانہ کیوں نہیں کر دیا۔ کہا میں اسلئے نہیں روتا ہوں کہ دینا گراں گذرا (بلکہ) اس لئے روتا ہوں کہ اسکے حال کی جستجو میں نے خود کیوں نہیں کی حتیٰ کہ مجبور ہو کر اسے خود کہنا پڑا۔

(۱۰۵۹) معاویہ بن عبدالکریم روایت کرتے ہیں کہ ہم محمد بن سیرین کے آگے شعر پڑھا کرتے اور وہ بھی پڑھتے اور ہم ان کے سامنے ہنسی کرتے اور وہ بھی ہم سے ہنسی کرتے اور ہم ان کے پاس سے ہنستے ہوئے اٹھتے۔ اور جب ہم حسن کے پاس جایا کرتے تو ان کے پاس سے اس حالت میں اٹھتے کہ قریب ہوتا کہ ہم رو دیتے۔

(۱۰۶۰) ابو وائل سے حکایت ہے کہا میں اپنے ایک دوست کے ساتھ سلمانؓ کی ملاقات کے لئے گیا پس انھوں نے ہمارے کھانے کے لئے جَو کی روٹی اور دردرہ نمک پیش کیا۔ میرے ساتھی نے کہا کاش اگر اس نمک میں پودینہ ہوتا تو اور مزہ دار ہو جاتا پس سلمان باہر گئے اور وضو کا لوٹا گروی رکھکر پودینہ لائے۔ پھر جب ہم کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے جو کچھ ہمیں دیا اس پر ہمکو قانع کر دیا۔ اسپر سلمان نے کہا اگر تم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی چیز پر قانع ہوتے تو میرا لوٹا رہن نہ ہوتا۔

(۱۰۶۱) منقول ہے کہ جب ابو حفص عراق میں تشریف لائے تو جنیدؒ انکے پاس آئے اور انکے مریدوں کو دیکھا جو انکے پیچھے کھڑے ہوئے تھے اور وہ انکے حکم کی ایسی تعمیل کرتے تھے کہ ان میں سے کوئی ذرا خلاف نہیں کرتا تھا تب جنید نے کہا اے ابو حفص! تم نے اپنے مریدوں کو بادشاہوں کا سا ادب سکھایا ہے (یعنی تم اپنی ایسی تعظیم کراتے ہو جیسی بادشاہ کرایا کرتے ہیں) انھوں نے کہا کہ نہیں اے ابوالقاسم (یہ بات نہیں ہے مجھے اپنی تعظیم کرانی مقصود نہیں) لیکن (بات یہ ہے کہ) ظاہر کا حسن ادب ابتدا ہے باطن کے ادب کی۔

(۱۰۶۲) ابو عبید قاسم بن سلام سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور اکثر اوقات میں کعبہ کے مقابل بیٹھا کرتا تھا اور اکثر اوقات میں

لیٹ بھی رہتا اور اپنے پاؤں پھیلا دیتا، پس عائشہ مکیہ آئیں اور کہا اے ابو عبید مشہور ہے کہ تم علماء میں سے ہو میری ایک بات مانو خدا تعالیٰ کے سامنے ادب سے بیٹھا کرو ورنہ دفتر قرب سے تمہارا نام مٹا دیا جائے گا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ وہ عارفہ تھیں

(۱۰۶۳) ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ استاد ابو علی کسی چیز سے تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ ایک روز وہ ایک مجلس میں تھے میں نے ارادہ کیا کہ ان کی پیٹھ کے نیچے تکیہ رکھدوں اس واسطے کہ میں نے انھیں دیکھا کہ بے سہارے بیٹھے ہیں پس وہ تکیہ سے کسی قدر ہٹ کر بیٹھ گئے، مجھے یہ خیال ہوا کہ وہ تکیہ سے اس واسطے علیحدہ ہوگئے کہ اس پر مصلیٰ یا کپڑا نہ تھا۔ آپ نے کہا کہ میں سہارا لگانا ہی نہیں چاہتا پھر میں نے اسکے بعد غور کیا تب میں سمجھا کہ وہ (قصداً ایسا کرتے ہیں کہ) کبھی کسی چیز کا سہارا لگا کر نہیں بیٹھتے

(۱۰۶۴) ایک صوفی نے جو کہ دقاقؒ کا چیلا تھا کہا کہ میں نے ایک امرد لڑکے کی طرف نظر کی تو دقاق نے مجھے اسکی طرف نظر کرتے دیکھ لیا پس آپ نے کہا ضرور تو اسکا برا نتیجہ بھگتے گا اگرچہ برسوں بعد ہو۔ کہا کہ برسوں بعد مجھے اسکا یہ نتیجہ بھگتنا پڑا کہ قرآن بھول گیا (والعیاذ باللہ)

(۱۰۶۵) سری نے کہا ہے کہ ایک رات میں نے حسب معمول نماز پڑھی اور (اس سے فارغ ہوکر) محراب میں اپنے پاؤں پھیلا لئے تو مجھے آواز دی گئی کہ اے سری کیا بادشاہوں کے سامنے اسی طرح بیٹھا کرتے ہیں۔ پس میں نے پاؤں سمیٹ لئے اسکے بعد میں نے کہا مجھے آپکی عزت کی قسم ہے کہ اب میں اپنے پاؤں کبھی نہ پھیلاؤں گا۔ جنیدؒ نے کہا کہ پھر وہ ساٹھ برس زندہ رہے اور کبھی دن کو یا رات کو اپنا پیر نہیں پھیلایا

(۱۰۶۶) سری سے سوال کیا گیا کہ صبر کیا چیز ہے؟ وہ اسکے متعلق بیان کرنے لگے اور ایک بچھو ان کے پاؤں پر چلنے لگا اور ان کے ڈنک مارنے لگا اسوقت آپ سے کہا گیا کہ اسکو ہٹا کیوں نہیں دیتے کہا میں اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ ایک حال بیان کروں پھر اسکے متعلق اپنی معلومات کے خلاف کروں

(۱۰۶۷) جریری نے کہا کہ بیس برس سے میں نے خلوت میں بھی اپنا پاؤں نہیں پھیلایا

اس واسطے کہ اللہ کے ساتھ حسن ادب (بہ نسبت مخلوق کے) احسن اور اولیٰ ہے۔

(۱۰۶۸) ایک صوفی کی حکایت ہے کہ اس نے طہارت میں اپنے نفس کی اس حد تک تادیب کی تھی کہ وہ عابدین کی ایک جماعت کے ساتھ کتنے ہی روز رہا اور وہ سب ایک ہی گھر میں رہتے تھے سو ان میں سے کسی نے اسکو بیت الخلا میں جاتے ہوئے نہیں دیکھا اسواسطے کہ وہ تقاضائے حاجت اس وقت کرتا تھا جبکہ اس جگہ کوئی نہ ہوتا (اپنے نفس کی) تادیب اسکو مقصود تھی۔

(۱۰۶۹) منقول ہے کہ ابراہیم بن ادہم کلی وضو پر مداومت کرتے تھے سو ایک رات میں کچھ اوپر ستر دفعہ اٹھے اور ہر دفعہ تازہ وضو کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے

(۱۰۷۰) مسلم بن یسار سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک روز مسجد بصرہ میں نماز پڑھی پس (انکے نماز پڑھتے میں) مسجد کا ایک ستون گر پڑا جسکے گرنے کی آواز بازار والوں نے بھی سنی وہ نماز میں کھڑے ہوئے تھے انھیں اسکی کچھ خبر نہیں ہوئی۔

(۱۰۷۱) ابوعمر بن علائی سے روایت ہے کہ وہ امامت کے لئے آگے کئے گئے تو انھوں نے کہا کہ میں اسکی لیاقت نہیں رکھتا پھر جب ان سے اصرار کیا گیا تو انھوں نے تکبیر تحریمہ کہی پس انھیں (فوراً) غش آگیا سو لوگوں نے دوسرے کو امام بنایا پھر جبکہ انھیں ہوش آیا تو ان سے وجہ پوچھی گئی۔ فرمایا جب میں نے کہا صف سیدھی کرلو تو ہاتف نے مجھے آواز دی کہ آیا تو بھی اللہ کیساتھ سیدھا ہوا ہے (جیسا انکو سیدھا ہونیکو کہہ رہا ہے)

(۱۰۷۲) موسیٰ بن جعفر سے کہا گیا کہ لوگوں نے آپ کے سامنے گذر گذر کر آپ کی نماز خراب کر دی (یعنی آپکی یکسوئی میں فرق ڈالدیا۔ فرمایا کہ جس کے لئے میں نماز پڑھتا ہوں وہ مجھ سے بہ نسبت اس شخص کے زیادہ قریب ہے جو میرے آگے سے گذرتا ہے)

(۱۰۷۳) منقول ہے کہ حضرت زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ جب آپ نماز کے لئے باہر نکلتے تو آپکے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا حتیٰ کہ رنگ کے تغیر کے سبب پہچان نہ پڑتے اگر کوئی آپ سے اسکی بابت دریافت کرتا تو آپ فرماتے تمھیں خبر بھی ہے میں کس سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں؟

اس تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ آیت لا تقنطوا میں صرف مایوسین کی یاس کا ازالہ مقصود ہے اور یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اعمال کی ضرورت اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام لازم نہیں بلکہ لفظ لا تقنطوا ضرورت اعمال پر خود دلالت کر رہا ہے کیونکہ اس میں قنوط ویاس پیدا کرنے کی ممانعت ہے اور تجربہ ہے کہ معاصی میں قنوط ویاس پیدا کرنے کی خاصیت ہے۔ رجاء بدون اعمال صالحہ کے پیدا نہیں ہوتی مجرم کو اپنے جرم کا استحضار جس وقت ہوتا ہے اسوقت رجاء کا مضمون دل میں نہیں آسکتا اور اگر کسی مجرم کو رجا ہوگی بھی تو کسی عمل صالح کی برکت سے ہوگی کہ اسکے پاس کوئی نیک کام ضرور ہوگا۔ جب قنوط سے بچنا واجب ہے تو اسباب قنوط سے بچنا بھی واجب ہے "لان مقدمۃ الواجب واجب" سرکش غلام کو امید کا درجہ کبھی نصیب نہیں ہوتا جب چاہے تجربہ کرلیا جاوے ؎

أحبُّ مناجاۃ الحبیب باوجہٍ ولکن لسان المذنبین کلیلُ

(میں دوست کے ساتھ مناجات کو بہر طور پسند کرتا ہوں لیکن مجرم کی زبان میں لگام لگی ہوتی ہے (اسلئے وہ کھلتی نہیں)

واقعی مجرم کی زبان مناجات سے بھی بند ہو جاتی ہے۔ غرض افعال تو ایسے ہیں کہ بدون انکے کبھی نہ کبھی مغفرت ونجات ہو جائیگی خواہ بعد عقاب یا قبل عقاب مگر اسلام وہ چیز ہے کہ اسکے بغیر مغفرت ونجات ممکن نہیں، مطلب نہیں کہ خدا اسپر قادر نہیں کہ کافر کی مغفرت کردے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ کافر کی مغفرت چاہینگے نہیں گو قادر ضرور ہیں ورنہ تعذیب کافر پر خدا تعالےٰ کا مضطر ہونا لازم آئے گا اور اضطرار منافی وجوب ہے۔ اور بدون اسلام وایمان کے حق تعالیٰ کا کسی کی مغفرت نہ چاہنا قرآن میں جا بجا مذکور ہے چنانچہ ایک آیت تو یہی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ مگر شاید کوئی اس پر یہ شبہ کرے کہ یہاں تو صرف شرک کا ذکر ہے کفر کا ذکر نہیں اور بعض کافر ایسے بھی ہیں جو مشرک نہیں بلکہ موحد ہیں مگر اسلام سے انکار کرتے ہیں انکی مغفرت نہ ہونا اس آیت میں کہاں مذکور ہے تو سنیئے دوسری جگہ مذکور ہے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ

خَالِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ اسمیں کافر کو اہل کتاب کا مقسم قرار دیا گیا ہے اور دونوں کے لئے خلود فی جہنم مذکور ہے جس سے کافر کی مغفرت نہونا بھی معلوم ہوگئی اور یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں تو صرف خلود کا ذکر ہے جسکے معنی مکث طویل کے ہیں اور اسکے لئے دوام لازم نہیں جواب یہ ہے کہ دوام خلود کے منافی بھی نہیں پس اگر کوئی قرینہ قائم ہو تو خلود سے دوام کا قصد ہو سکتا ہے اور یہاں خلود بمعنی دوام ہونے پر قرینہ قائم ہے وہ یہ کہ مشرکین کے لئے خلود بمعنی دوام ہی ہوگا اور یہاں کافر مشرک دونوں کا حکم مذکور ہے۔ جب مشرک کے لئے خلود بمعنی دوام ہے تو کافر کے لئے بھی دوام ہوگا ورنہ کلام واحد میں ایک لفظ سے جدا جدا معنی کا قصد لازم آئیگا اور یہ ممتنع ہے علاوہ ازیں یہ کہ بعض آیات میں کافر کے لئے خلود کو دوام سے موصوف بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ الی قولہ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا اور ایک جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس اب کافر کا بھی ہمیشہ طور سے معذب ہونا معلوم ہوگیا جس سے اسکی عدم مغفرت بھی سمجھ میں آگئی ہوگی اور یہاں سے ایک اشکال کے مندفع ہونے پر تنبیہ کئے دیتا ہوں وہ یہ کہ خلود کے معنی مکث طویل ہونے سے اس آیت کی تفسیر واضح ہوگئی جو قاتل عمد کے بارہ میں وارد ہے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا کہ اس سے قاتل عمد کی توبہ کا مقبول نہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اسمیں خلود بغیر قید دوام کے مذکور ہے اور خلود دوام کو مستلزم نہیں نہ یہاں سے کوئی قرینہ ارادہ دوام کے لئے مرجح ہے اسلئے مدلول آیت صرف اسقدر ہے کہ قاتل عمد کو زمانۂ دراز تک عذاب جہنم ہوگا (مگر کسی وقت نجات ہو جائیگی گو مدت دراز ہی کے بعد ہو اور جب وہ مستحق نجات ہے تو اسکی توبہ بھی قبول ہونی چاہیئے) اس میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اختلاف ہے کہ انکے نزدیک قاتل عمد کے لئے توبہ نہیں مگر جمہور صحابہؓ کے نزدیک قبول ہے۔ پھر صحابہ کے بعد

تابعین و تبع تابعین و امہ مجتہدین کا ایسا اجماع ہوگیا کہ اسکی تو یہ مقبول ہو سکتی ہے جبکہ قاعدۂ شرعیہ سے ہوا ور قاعدہ سے کا اجماع متاخر اختلاف مقدم کا رافع ہوتا ہے۔ لہذا اب یہ مسئلہ اجماعی ہے مگر کفار و مشرکین کے لئے دوسری بعض آیات میں خلود کے ساتھ دوام بھی مذکور ہے اسلئے وہاں مغفرت کا کوئی احتمال نہیں کیونکہ خلود کے معنی بہت دن رہنا ہے اور ابد دہ ہے جسکا کبھی انقطاع نہ ہو ۔ حاصل یہ ہوا کہ کفار و مشرکین جہنم میں ایسی دراز مدت کے لئے داخل ہونگے جسکا کوئی انقطاع ہی نہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ کفر کہتے ہیں خلاف اسلام کو خواہ اسکے ساتھ شرک بھی ہو یا نہ ہو دونوں کے لئے سزا ابدالآباد جہنم ہے ۔ جب ترک اسلام کی یہ سزا ہے تو اس سے اسلام کی عظمت و فضیلت اور اسکی ضرورت کا درجہ معلوم ہوگیا ۔ اور ترک اسلام کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اول ہی سے اسلام قبول نکرے دوسرے یہ کہ بعد قبول کے ترک کردے دونوں صورتوں میں یہی سزا ہے ۔

بلکہ دوسری صورت پہلی سے اشد ہے چنانچہ قوانین سلطنت میں بھی باغی کی سزا ان لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے جو پہلے ہی سے اس سلطنت کی رعایا نہیں ہیں بلکہ کسی مخالف سلطنت کی رعایا ہیں ایسے لوگوں پر اگر کبھی غلبہ ہو جاوے تو انکو غلام بنالیتے ہیں یا احسان کرکے رہا کردیتے ہیں یا عزت کے ساتھ نظر بند کردیتے ہیں مگر باغی کے لئے بجز قتل یا عبور دریائے شور کوئی سزا ہی نہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ رعایا بنکر باغی ہو جانے میں سلطنت کی زیادہ توہین ہے اسی طرح اسلام لاکر مرتد ہو جانے میں اسلام کی سخت توہین ہے اور اسکی تعلیم کو دوسرے کی نظروں میں حقیر کرنا ہے ۔ دیکھئے ایک تو وہ شخص ہے جس آپکی کبھی دوستی نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ سے مخالفت ہے اسکی مخالفت سے آپ کا اتنا ضرر نہیں ہوتا اور اگر کبھی وہ آپکی مذمت یا ہجو کرے تو لوگوں کی نظروں میں اسکی کچھ وقعت نہیں ہوتی سب کہدیتے ہیں کہ میاں اسکو تو ہمیشہ سے اسکے ساتھ عداوت ہے دشمنی میں ایسی باتیں کرتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو سالہا سال آپ کا دوست رہا اور پھر کسی وقت مخالفت

بن گیا اسکی مخالفت سے بہت ضرر پہونچتا ہے اور وہ جو کچھ برائیاں آپکی کرتا ہے لوگ اس پر توجہ کرتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا منشا محض عداوت نہیں ہے اگر دشمن ہوتا تو سالہا سال تک دوست کیوں بنتا معلوم ہوتا ہے کہ اسکو دوستی کے بعد فلاں شخص کے اترے پترے معلوم ہوگئے ہیں اس لئے مخالف ہوگیا۔

حالانکہ یہ ضرور نہیں کہ جو شخص دوستی کے بعد دشمن بنا ہو ممکن ہے اس شخص نے دوستی ہی اس نیت سے کی ہو کہ لوگ دوستی کے زمانے میں مجھے اسکا راز دار سمجھ لیں گے تو مخالفت کی حالت میں جو کچھ کہونگا اسکو یہ سمجھکر قبول کرلیں گے کہ یہ شخص راز دار رہ چکا ہے اسکو ضرور کچھ ناگوار باتیں معلوم ہوئی ہونگی اسلئے مخالف ہوگیا۔ چنانچہ بعض یہود نے اسلام کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے کا ارادہ کیا تھا وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ؁ (اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ مومنین پر جو چیزیں نازل ہوتی ہیں صبح کیوقت ان پر ایمان لے آؤ اور شام کے وقت ان سے پھر جاؤ شاید (کچھ ضعیف الایمان مسلمان بھی تمہارے ساتھ) ایمان سے پھر جاویں) پس ہر چند دوست کو دوست کی مخالفت میں یہ احتمال بھی ہے مگر عادۃً لوگ دوستوں کی مخالفت سے جلد متاثر ہوجاتے ہیں (اور اس احتمال پر نظر نہیں کرتے) اسلئے عقلاً و شرعاً و قانوناً وہ شخص بہت بڑا مجرم شمار ہوتا ہے جو موافقت کے بعد مخالفت کرے اسلئے شریعت میں مرتد کے لئے دنیوی سزا بھی سخت ہے اور عذاب آخرت بھی اشد ہے اس تقریر سے آیت کے ترجمہ و تفسیر کا بیان تو ہوگیا کیونکہ اس آیت میں اصل مقصود اسلام کی فضیلت ہی کا بیان ہے مگر مجھے اسوقت صرف بیان فضیلت پر اکتفا مقصود نہیں بلکہ اس پر ایک دوسرے مضمون کو مرتب کرنا ہے جسکو آئندہ بتلاؤنگا اس سے پہلے ایک شبہٴ عقلی کا جواب دے دینا چاہتا ہوں شبہ یہ ہے کہ شریعت میں کفر کی سزا دائمی عذاب جہنم کیوں ہے حالانکہ سزا مناسب جنایت ہونی چاہیئے اور یہاں

جنایت متناہی ہے کیونکہ عمر کافر کی متناہی ہے تو سزا بھی متناہی ہونی چاہیئے اسکا
جواب یہ ہے کہ تمھارا یہ مقدمہ تو مسلم ہے کہ سزا جنایت کے مناسب ہونی چاہیئے
مگر کیا تناسب کے معنی یہ ہیں کہ سزا اور جنایت کا زمانہ بھی مناسب ہو اگر یہی بات
ہے تو چاہیئے کہ جس جگہ دو گھنٹہ ڈکیتی پڑی ہو اور ڈاکو گرفتار ہوکر آئیں تو حاکم ڈاکوؤں
کو صرف دو گھنٹہ کی سزا دیدے اگر حاکم ایسا کرے تو کیا آپ اسکو انصاف مانیں گے
اور سزا کو جنایت کے مناسب مانیں گے ؟ ہرگز نہیں اس سے معلوم ہوا کہ سزا
اور جنایت میں مناسبت کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دونوں کا زمانہ مناسب اور مساوی ہو
بلکہ اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سزا میں شدت بقدر شدت جرم ہو اب تم خود فیصلہ کرلو
کہ شریعت نے کفر کی سزا میں جو شدت بیان کی ہے وہ شدت جرم کے مناسب ہے یا نہیں
اور یہ جرم شدید ہے یا نہیں شاید آپ کہیں کہ جرم شدید تو ہے مگر نہ ایسا شدید کہ
کہ اسکی سزا ابدالآباد جہنم ہو۔

میں کہوں گا کہ یہ خیال آپکو اسلئے پیدا ہوا کہ آپ نے فعل کی صرف ظاہری
صورت پر نظر کی ہے حالانکہ سزا و جزا کا مدار اسکی ظاہری صورت پر نہیں ہے نیت کو بھی
اسمیں بہت بڑا دخل ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اصل مدار نیت ہی پر ہے ۔ چنانچہ
اگر ایک شخص دھوکے سے شراب پی لے تو اسکو گناہ نہیں ہوا گو صورت گناہ موجود ہے
کیونکہ نیت نہ تھی اور اگر ایک شخص شراب پینے کیلئے دکان پر جائے اور دکاندار بجائے شراب کے
کوئی شربت اسکو دیدے جسے یہ شراب سمجھکر پیئے تو اسکو گناہ ہوگا کیونکہ اسکی نیت تو شراب
پینے ہی کی تھی، اسلئے فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے مجامعت کرے
مگر اندھیرے میں وہ سمجھتا ہے کہ یہ میری بیوی نہیں بلکہ کوئی اجنبی عورت ہے تو اسکو
گناہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مجامعت میں تصور کسی اجنبیہ کا کرے یعنی بیوی سے مجامعت
کرتے ہوئے تصور کرے کہ میں گویا فلاں اجنبیہ سے مجامعت کر رہا ہوں اور اسکی
صورت ذہن میں حاضر کرکے اس سے لذت لے تب بھی گناہ ہوگا اگر شب زفاف
میں عورتوں نے غلطی سے بجائے اسکی بیوی کے کسی دوسری عورت کو بھیجدیا جسکے ساتھ

یہ شخص یہ سمجھ کر ہمبستر ہوا کہ یہی میری بیوی ہے تو اسکو گناہ نہ ہوگا اور یہ وطی زنا شمار نہ ہوگی بلکہ وطی بالشبہ ہوگی جس سے ثبوت نسب بھی ہو جاتا ہے اور عدت بھی لازم ہوتی ہے جب یہ بات معلوم ہوگئی تو سمجھو کہ ظاہر میں گو کفر کا فر متناہی ہو مگر اسکی نیت یہ تھی کہ اگر زندہ رہا تو میں ابدالآباد اسی حالت پر رہوں گا اسلئے اپنی نیت کے موافق اسکو ابدالآباد جہنم کا عذاب ہوگا اور اسی طرح مسلمان کا اسلام گو متناہی ہے مگر اسکی نیت یہ ہے کہ اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں تو ہمیشہ اسلام پر مستقیم رہوں گا اسلئے ابدالآباد ثواب جنت ہے۔

اور ایک دقیق جواب یہ ہے کہ کفر سے حقوق الٰہی کی تفویت ہے اور حقوق الٰہی غیر متناہی ہیں تو انکی تفویت کی سزا بھی غیر متناہی ہونا چاہیئے اور اسلام میں حقوق الٰہی کی رعایت ہے اور وہ غیر متناہی ہیں تو انکی رعایت کا بدلہ بھی غیر متناہی ہونا چاہیئے۔ الحمدللہ اب یہ اشکال بالکل مرتفع ہوگیا۔ اب میں اس مقصود کو بیان کرنا چاہتا ہوں جو فضیلت اسلام پر مجھے متفرع کرنا ہے اور وہ دو مقصود ہیں ایک راجع ہے اپنی طرف اور دوسرا راجع ہے دوسروں کی طرف یعنی ایک مقصود لازم ہے ایک متعدی۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اسلام کی نعمت جو ہمکو حق تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں اسکا مقتضیٰ یہ ہے کہ ہمکو اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ادنیٰ ادنیٰ نعمت پر تو شکر کرتے ہیں مگر اسلام عطا ہونے پر بہت کم لوگ شکر کرتے ہیں اور نعمت کا ادنیٰ و اعلیٰ ہونا باعتبار اضافت و نسبت کے ہے کہ بعض نعمتیں بعض کے مقابلے میں ادنیٰ ہیں اور بعض اعلیٰ ہیں ورنہ فی نفسہ کوئی نعمت ادنیٰ نہیں خدا کی سب نعمتیں بڑی ہی ہیں ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود　　لیک بس عالیست پیش خاک تود

(دیکھو آسمان عرش کی نسبت نیچا معلوم ہوتا ہے لیکن وہی آسمان خاک کے ڈھیر (یا پہاڑ) سے بہت اونچا نظر آتا ہے)

غرض ہملوگ شادی پر شکر کرتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ لڑکی یا لڑکے کا

نکاح بخوبی ہوگیا اس پر احباب بھی مبارک باد دیتے ہیں خود بھی ہر شخص کا دل اس نعمت سے شاداں و فرحاں ہوتا ہے اسیطرح تنخواہ مل جانے پر نوکری مل جانے پر شکر کرتے ہیں اور روٹی کھا کر بھی اللہ تیرا شکر کہہ لیتے ہیں۔ ہرچند کہ ہمارا یہ شکر اس قابل نہیں کہ اسکو شکر کہا جاوے کیونکہ اکثر ہملوگ دل سے شکر نہیں کرتے صرف زباں سے اللہ تیرا شکر بیاختہ نکلجاتا ہو۔ اور اگر دل سے بھی نکلتا ہو تب بھی وہ شکر ناقص ہی ہے کیونکہ شکر کے تین درجے ہیں۔ دل سے زبان سے افعال و اعمال سے ہملوگ اول تو محض زبان ہی سے شکر کرتے ہیں اور اگر کوئی دل سے بھی ادا کرتا ہو تو افعال سے شکر کرنیوالے تو بہت کم ہیں اور کوئی اعمال سے بھی شکر کرتا ہو جب بھی خدا کی نعمت کا حق ہم سے ادا نہیں ہوسکتا۔

حق تعالیٰ کی ہر نعمت بہت بڑی ہے ایک کا شکر بھی کما حقہٗ دشوار ہے خصوصًا جبکہ یہ دیکھا جاوے کہ خدا تعالیٰ کا یہ انعام ہمارے اوپر ایسی حالت میں ہوا ہے کہ ہم انعام کے قابل نہ تھے بلکہ سزا کے قابل تھے ہمارے ساتھ جو خدا کا معاملہ ہے اسکے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کے ساتھ جو ہمارا برتاؤ ہے اسکو کسی اور آقا کے ساتھ کرکے دیکھا جائے تب حقیقت معلوم ہو کہ ہم حقیقت میں زمین کے اندر گاڑ دیئے جانے کے قابل تھے مگر پھر بھی وہاں سے انعام ہی ہوتا ہے پھر نعمت بھی ایک نہیں بلکہ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً حق تعالیٰ کیطرف سے ہمکو ظاہری و باطنی نعمتیں بشیار عطا ہوتی ہیں باطنی نعمت سے وہ مراد نہیں جسکو تصوف کی اصطلاح میں باطنی نعمت کہا جاتا ہے تاکہ یہ شبہ پیدا ہو کہ ہم سب اہل باطن صوفی ہوگئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعض نعمتیں محسوس ہیں بعض غیر محسوس ہیں نعمت ظاہرہ سے محسوس مراد ہیں اور باطنہ سے غیر محسوس جسکی ایک فرد وہ بھی ہے جسکو صوفیہ کی اصطلاح میں نعمت باطنی کہتے ہیں مگر سب میں اسکا وجود ضروری نہیں کیونکہ یہاں یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ تمام نعم ظاہرہ اور تمام نعم باطنہ ہر شخص کو عطا ہوئی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو نعم ظاہرہ و باطنہ سے کچھ حصہ ضرور ملا ہے جس کے لئے یہ لازم نہیں کہ ہر شخص میں سب

کی سب مجتمع ہوں بہرحال ہر شخص کو ظاہری و باطنی نعمتیں بمقدار کثیر حاصل ہیں تو جب ایک نعمت کا شکر ہم سے ادا نہیں ہو سکتا تو مقدار کثیر کا شکر کیونکر ادا ہو سکتا ہے یہ تو حقیقت کے اعتبار سے ہے مگر حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ ہم سے شکر حقیقی کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ اسی قدر کا مطالبہ فرماتے ہیں جتنا ہم سے ہو سکتا ہے مگر افسوس کہ ہم اتنا بھی نہیں کرتے کوئی محض شکر لسانی پر اکتفا کرتا ہے کوئی محض قلبی پر کوئی دونوں کو جمع کرتا ہے تو اعمال میں کوتاہی کرتا ہے مگر خیر جیسا شکر بھی ہم کرتے ہیں وہ دنیوی نعمتوں کے ظہور کے وقت ظاہر ہوتا ہے نعمت اسلام پر کوئی شکر نہیں کرتا بتلائیے یہاں اتنا مجمع موجود ہے ہر شخص اپنے دل میں غور کرے کہ چوبیس گھنٹہ میں کوئی ساعت ایسی بھی ہوتی ہے جس میں ہر شخص خدا تعالیٰ کا شکر اسلئے ادا کرے کہ اس نے ہمکو مسلمان بنایا، اسلام و ایمان عطا کیا، مسلمانوں کے گھر پیدا کیا۔ غالباً کوئی شخص بھی ایسا نہ نکلے گا۔ الا ماشاء اللہ۔ تو یہ ہماری کتنی بڑی کوتاہی ہے کہ ایسی نعمت پر شکر کی توفیق ہمکو نہیں ہوتی جس سے بڑی کوئی نعمت نہیں اور مرنے کے بعد ہمیشہ کی نجات کا مدار اسی پر ہے۔ بھلا اگر یہ نعمت سلب ہو جاوے (خدانخواستہ) تو پھر ہمارا کہاں ٹھکانا رہے گا۔ جب یہ اتنی بڑی نعمت ہے تو اسکا شکر نہ ادا کرنا بڑی غفلت ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ اگر ایمان پر خاتمہ چاہتے ہو تو ہمیشہ نعمت ایمان پر شکر ادا کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں نعمت کو بڑھاؤں گا سبحان اللہ یہ نہیں فرمایا کہ لئن شکرتم لا اسلبنکم یا لا انقصنکم کہ اگر شکر کرو گے تو میں نعمت سلب نہ کرونگا یا کم نہ کرونگا بلکہ لازیدنکم فرمایا جس میں زیادت کا وعدہ ہے، وعدۂ زیادت سے نقصان کی نفی ہو گی اور نفی نقصان سے سلب کی نفی بدرجۂ اولیٰ ہو گئی کیا بلاغت ہے کہ ایک لفظ ایسا فرما دیا کہ جس سے نقصان و سلب دونوں کی نفی بھی ہو گئی اور ترقی کا وعدہ بھی ہو گیا کوئی کلام اتنا بلیغ ہے جس کے ایک لفظ سے اتنے معنی حاصل ہوتے ہوں۔

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

اپریل شمارہ ۴ ۱۹۸۷ء جلد ۱۰

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۳ بخشی بازار الہ آباد

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: عبد المجید عفی عنہ | تین روپئے

شمارہ (۴) شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ مطابق اپریل ۱۹۸۰ء جلد ۱۰

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷۔ ڈی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ماہ اپریل سنہ ۱۹۸۶ء کا رسالہ پیش خدمت ہے جنوری سنہ ۱۹۸۶ء کے شمارہ میں ۵ فارم فہرست (کلید معرفت) کے ناظرین کرام کی خدمت میں ارسال کئے جاچکے ہیں جس کے ذریعہ الحمد للہ سنہ ۱۹۸۵ء کے ۶ فارموں کی جو کمی ہوگئی تھی اسکی تلافی ہوگئی۔ خیال تھا کہ بقیہ فہرست دو قسطوں میں کرکے سب ہی حضرات کو بھیجدی جائیگی لیکن اسکے چونکہ کل ۱۱ فارم ہوگئے تھے اسلئے بقیہ ۶ فارم (یعنی گویا ایک ماہ کے رسالہ کے بقدر فہرست کو اعزازی طور پر روانہ کرنے کی بوجہ ہوشربا گرانی کے ہمت نہیں ہوئی اسلئے جملہ فہرست یعنی کامل گیارہ ۱۱ فارم کو یکجا کتابی صورت میں جمع کرکے علحدہ سے ایک مستقل کتابچہ "کلید معرفت" کے نام کا بنا دیا گیا ہے اور اسکی قیمت لاگت کے برابر یعنی چار روپیہ فی نسخہ رکھدی گئی ہے۔ جن حضرات کو اسکی اہمیت اور ضرورت محسوس ہو وہ دفتر وصیۃ العرفان سے طلب کرسکتے ہیں ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا اصل کتاب کی قیمت چار روپیہ ہی ہوگی۔

(نوٹ) یہ امر واضح رہے کہ "کلید معرفت" جسکا ذکر کیا جارہا ہے کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ رسالہ "معرفت حق" اور "وصیۃ العرفان" میں سنہ ۱۹۶۳ سے لیکر سنہ ۱۹۸۶ تک آئے ہوئے مضامین کی ایک مفصل فہرست ہے، اسلئے وہی حضرات اسکو طلب فرمائیں جنکے پاس "معرفت حق" یا "وصیۃ العرفان" کے سابق رسالے موجود ہوں کیونکہ انھیں حضرات کو اس کلید سے نفع ہوسکتا ہے ورنہ بدون رسالے کے اسکا ہونا ایسا ہی ہوگا جیسے کنجی کا بغیر تالے کے پاس ہونا۔ یہ بات محض اسلئے عرض کردی گئی کہ نام سے مغالطہ نہو ورنہ اگر یہ نیت ہو کہ رسالہ کے مضامین کے ذریعہ خریداری کا شوق ہوجائے گا اور اب سے خریدار بنکر موجودہ سابق شمارے حاصل کرینگے تو اسکی افادیت کا انکار نہیں، شوق سے طلب فرمائیں۔

رسالہ "وصیۃ العرفان" کا سالانہ چندہ تیس ۳۰ روپیہ ہے پتہ اردو یا انگریزی میں صاف صاف لکھئے۔ اور رسالہ "دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳" سے طلب کریں۔

(ادارہ)

اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی (کما قال اللہ تعالیٰ۔ وحور عین۔ جنکی رنگت ایسی صاف ہوگی کہ) گویا بیضے ہیں جو (پروں کے نیچے چھپے ہوئے رکھے ہیں (جو گرد و غبار اور داغ سے بالکل محفوظ ہوتے ہیں تشبیہ محض صفائی میں ہے، پھر جب سب ایک جلسہ میں جمع ہونگے تو) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر بات چیت کرینگے (اس بات چیت کے اثناء میں ان (اہل جنت) میں سے ایک کہنے والا (اہل مجلس سے) کہیگا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا وہ مجھ سے (بطور تعجب) کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے؟ کیا جب ہم مرجاوینگے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاوینگے تو کیا ہم (دوبارہ زندہ کیے جاوینگے اور زندہ کرکے (جزا و سزا دیئے جاویں گے (یعنی وہ منکر بعث تھا پس وہ ضرور دوزخ میں گیا ہوگیا۔ حق تعالےٰ کا) ارشاد ہوگا (اے اہل جنت) کیا تم جھانک کر (اس کو) دیکھنا چاہتے ہو (اگر چاہو تو تم کو اجازت ہے) وہ شخص (جس نے قصہ بیان کیا تھا) جھانکے گا تو اسکو وسط جہنم میں (پڑا ہوا) دیکھے گا (وسط کا حقیقی ہونا ضروری نہیں۔ اسکو وہاں دیکھکر اس سے) کہیگا کہ خدا کی قسم تو تو مجھکو تباہ ہی کرنے کو تھا (یعنی مجھکو بھی منکر بنانے کی کوشش کیا کرتا تھا) اور اگر میرے رب کا (مجھ پر) فضل نہ ہوتا (کہ مجھکو خدا نے صحیح اعتقاد پر قائم رکھا) میں بھی تیری طرح ماخوذ لوگوں میں سے ہوتا (اسکے بعد اپنے یاران جلسہ اہل جنت سے کہیگا) کیا ہم بجز پہلے بار کے مرچکنے کے (کہ دنیا میں مرچکے ہیں) اب نہیں مریں گے اور نہ ہمکو عذاب ہوگا؟ (یہ بات اہل جنت سے ہے اور اسی طرح اس کا فر ملاقاتی کے متعلق اور اسکو جھانکنا دیکھنا اس سے باتیں کرنا یہ سب خوشی خوشی میں ہوگا کہ اللہ تعالےٰ نے سب آفات اور کلفتوں سے بچالیا اور ہمیشہ کے لئے بے فکر کردیا۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے سامعین یہ جو کچھ مذکور ہوا) بیشک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی (حاصل کرنے) کے لئے عمل کرنیوالوں کو عمل کرنا چاہیئے (یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا چاہیئے۔

(بیان القرآن ص ۱۲۵ ج ۹)

(آیات بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

اہل دوزخ کے حالات بیان کرنے بعد ان آیات میں اہل جنت کے احوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ تذکرہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی دس آیتوں میں عام اہل جنت کو جو عیش و آرام حاصل ہوگا اسکا بیان ہے اسکے بعد کی آیات میں ایک خاص جنتی کا عبرت آموز واقعہ بیان کیا گیا ہے ابتدائی دس آیتوں میں چند باتیں بطور خاص قابل ذکر ہیں:۔

(۱) أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ کا لفظی ترجمہ یہ ہے "انہی لوگوں کے لئے ایسا رزق ہے جنکا حال معلوم ہے" مفسرین نے اسکے مختلف مطلب بتائے ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس سے جنتی غذاؤں کی ان تفصیلی صفات کی طرف اشارہ ہے جو مختلف سورتوں میں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ خلاصۂ تفسیر میں حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ نے اسی تفسیر کو اختیار فرمایا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ "رزق معلوم" سے مراد یہ ہے کہ اسکے اوقات معلوم و متعین ہیں یعنی صبح و شام پابندی سے عطا کیا جائے گا جیسا کہ دوسری آیت میں غُدُوَّةً وَّعَشِيًّا (صبح و شام) کے الفاظ صراحۃً آئے ہیں۔ ایک تیسری تفسیر اور ہے اور وہ یہ کہ رزق معلوم کا مطلب یہ ہے کہ وہ یقینی اور دائمی رزق ہوگا دنیا کی طرح نہیں کہ کوئی شخص یقین کیساتھ نہیں بتا سکتا کل مجھے کیا اور کتنا رزق ملنے والا ہے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ جتنا رزق مجھے حاصل ہے وہ کب تک میرے پاس رہے گا ہر انسان کو ہر وقت یہ دھڑکا لگا ہوا ہے کہ جو نعمتیں مجھے اس وقت حاصل ہیں وہ شاید کل میرے پاس نہ رہیں۔ جنت میں یہ خطرہ نہیں ہوگا بلکہ وہاں کا رزق یقینی بھی ہوگا اور دائمی بھی (تفسیر قرطبی وغیرہ)

(۲) فواکہ اس لفظ کے ذریعہ قرآن نے جنت کے رزق کی خود تفسیر فرمادی ہے کہ وہ رزق میوؤں پر مشتمل ہوگا فواکہ فاکھۃ کی جمع ہے۔

اور عربی میں فاکہۃ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بھوک کی ضرورت رفع کرنے کے لئے نہیں بلکہ لذت حاصل کرنے کے لئے کھائی جائے۔ اردو میں اسکا ترجمہ میوہ اسلئے کر دیا جاتا ہے کہ میوہ بھی لذت حاصل کرنے کے لئے کھایا جاتا ہے ورنہ درحقیقت فاکہۃ کا مفہوم میوے کے مفہوم سے زیادہ عام ہے ــــ امام رازیؒ نے اسی فواکہ کے لفظ سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ جنت میں جتنی غذائیں دی جائیں گی وہ سب لذت بخشنے کے لئے دی جائیں گی بھوک کی حاجت رفع کرنے کے لئے نہیں اسلئے کہ جنت میں انسان کو حاجت کسی چیز کی نہیں ہوگی۔ وہاں اسے اپنی زندگی برقرار رکھنے یا حفظان صحت کے لئے بھی کسی غذا کی ضرورت نہ ہوگی، ہاں خواہش ہوگی اس خواہش کے پورے ہونے سے لذت حاصل ہوگی اور جنت کی تمام نعمتوں کا مقصد لذت عطا کرنا ہوگا (تفسیر کبیر ص ۹۸ ج ۷)

(۳) وَهُمْ مُكْرَمُونَ کہہ کر بتا دیا گیا کہ اہل جنت کو یہ رزق پورے اعزاز اور اکرام کے ساتھ دیا جائے گا کیونکہ اعزاز و اکرام نہ ہو تو لذیذ سے لذیذ غذا بھی بے حلاوت ہو جاتی ہے ۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمان کا حق صرف کھانا کھلانے سے پورا نہیں ہوتا بلکہ اسکا اعزاز و اکرام بھی اسکے حقوق میں داخل ہے

(۴) عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ یہ اہل جنت کی مجلس کا نقشہ ہے کہ وہ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے کسی کی کسی کی طرف پشت نہیں ہوگی اسکی عملی صورت کیا ہوگی؟ ـــــ ـــــ اسکا صحیح علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ـــ بعض حضرات نے فرمایا کہ مجلس کا دائرہ اتنا وسیع ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف پشت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ اہل جنت کو ایسی قوت بینائی اور سماعت اور گویائی عطا فرما دے گا کہ وہ دور بیٹھے ہوئے لوگوں سے بڑے آرام کے ساتھ باتیں کر سکیں اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ تخت گھومنے والے ہوں گے اور جس سے بات کرنی ہوا اسی کی طرف گھوم جائیں گے ۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۵) لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ "لذّۃ" اصل میں مصدر ہے جس کے معنی ہیں لذیذ ہونا

اسی لئے بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اصل میں "ذَاتِ لَذَّةٍ" تھا یعنی "لذت والی" لیکن اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ اول تو اگر لذۃ کو مصدر ہی سمجھا جائے تو مصدر، اسم فاعل کے معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ وہ شراب پینے والوں کے لئے مجسم لذت ہوگی اسکے علاوہ لذۃ کا صیغہ صفت لذیذ کے علاوہ لذ بھی آتا ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں لَذَّةٍ اسی لَذٌّ کا مونث ہو (تفسیر قرطبی) اس صورت میں معنی ہونگے "پینے والوں کے لئے لذیذ"۔

(۶) لَا فِيهَا غَوْلٌ۔ غَوْلٌ کے معنی کسی نے "دردِ سر" بیان کئے ہیں اور کسی نے "پیٹ کا درد" اور کسی نے "بدبو اور گندگی" اور کسی نے "عقل کا بہک جانا" درحقیقت لفظ غول ان سبھی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور حافظ جریر فرماتے ہیں کہ یہاں "غول" آفت کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ جنت کی شراب میں ایسی کوئی آفت نہیں ہوگی جیسی دنیا کی شرابوں میں پائی جاتی ہیں۔ نہ دردِ سر ہوگا نہ دردِ شکم، نہ بدبو کا بھبکارہ، نہ عقل کا بہک جانا (تفسیر ابن جریرؒ)

(۷) قٰصِرَاتُ الطَّرْفِ۔ جنت کی حوروں کی صفت ہے کہ وہ "نگاہیں نیچی رکھنے والی ہونگی" مطلب یہ کہ جن شوہروں کے ساتھ انکا ازدواجی رشتہ اللہ تعالٰی نے قائم کردیا وہ ان کے علاوہ کسی بھی مرد کو آنکھ اٹھاکر نہیں دیکھیں گی۔ علامہ ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ یہ عورتیں اپنے شوہروں سے کہیں گی کہ "میرے پروردگار کے عزت کی قسم جنت میں مجھے تم سے بہتر کوئی نظر نہیں آتا جس اللہ نے مجھے تمھاری بیوی اور تمھیں میرا شوہر بنایا تمام تعریفیں اسی کی ہیں۔

نگاہیں نیچی رکھنے والی کا ایک اور مطلب علامہ ابن جوزی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی نگاہیں نیچی رکھیں گی یعنی وہ خود اتنی خوبصورت اور وفا شعار ہونگی کہ انکے شوہروں کو کسی اور کی طرف نظر اٹھانے کی خواہش ہی نہ ہوگی (تفسیر زاد المسیر لابن جوزی ص ۵۸ ج ۸)۔

(۸) كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ اس آیت میں جنت کی حوروں کو "چھپے ہوئے انڈوں سے تشبیہ دی گئی ہے، اہل عرب کے یہاں یہ تشبیہ مشہور و معروف تھی، جو انڈا پروں میں چھپا ہوا ہو اس پر بیرونی گرد و غبار کا اثر نہیں پہونچتا اسلئے وہ نہایت صاف ستھرا ہوتا ہے اسکے علاوہ اسکا رنگ زردی مائل سفید ہوتا ہے جو اہل عرب کے یہاں عورتوں کے لئے دلکش ترین رنگ شمار ہوتا تھا اسلئے اس سے تشبیہ دی گئی، اور بعض حضرات مفسرینؒ نے فرمایا کہ یہاں انڈوں سے تشبیہ نہیں ہے بلکہ انڈے کی اس جھلی سے ہے جو چھلکے کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ حوریں اسی جھلی کی طرح نرم و نازک اور گداز ہونگی (روح المعانی) واللہ سبحانہٗ اعلم۔

ایک جنتی اور اسکا کافر ملاقاتی

ابتدائی دس آیتوں میں اہل جنت کے عمومی حالات بیان فرمانے کے بعد ایک جنتی کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے کہ وہ جنت کی مجلس میں پہونچنے کے بعد اپنے ایک کافر دوست کو یاد کرے گا جو دنیا میں آخرت کا منکر تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسے جہنم کے اندر جھانک کر اس سے باتیں کرنے کا موقع دیا جائیگا، قرآن کریم میں اس شخص کا کچھ نام و پتہ نہیں بتایا گیا اسلئے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کون ہوگا؟ تاہم بعض مفسرینؒ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس مومن شخص کا نام یہوذا اور اس کے کافر ملاقاتی کا نام مطروس ہے اور یہ وہی دو ساتھی ہیں جنکا ذکر سورۂ کہف کی آیت وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ الخ میں گذر چکا ہے (تفسیر مظہری)

اور علامہ سیوطیؒ نے متعدد تابعین سے اس شخص کی تعیین کے لئے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ دو آدمی کاروبار میں شریک تھے ان کو آٹھ ہزار دینار کی آمدنی ہوئی اور دونوں نے چار چار ہزار دینار آپس میں بانٹ لئے ایک شریک نے اپنی رقم میں سے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک زمین خریدی دوسرا ساتھی بہت نیک تھا اس نے یہ دعا کی کہ " یا اللہ فلاں شخص نے ایک ہزار دینار میں ایک زمین خریدی ہے میں آپ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں زمین

خریدتا ہوں اور ایک ہزار دینار کا صدقہ کردیا۔ پھر اسکے ساتھی نے ایک ہزار دینار خرچ کرکے ایک گھر بنوایا تو اس شخص نے کہا یا اللہ فلاں شخص نے ایک ہزار دینار میں ایک گھر تعمیر کیا ہے میں ایک ہزار دینار میں آپ سے جنت کا ایک گھر خریدتا ہوں یہ کہکر اس نے مزید ایک ہزار دینار صدقہ کردیئے۔ اسکے بعد اسکے ساتھی نے ایک عورت سے شادی کی اور اس پر ایک ہزار دینار خرچ کردیئے تو اسنے کہا کہ یا اللہ! فلاں نے ایک عورت سے شادی کرکے اس پر ایک ہزار دینار خرچ کردیئے ہیں اور میں جنت کی عورتوں میں سے کسی کو پیغام دیتا ہوں اور یہ ایک ہزار دینار نذر کرتا ہوں، یہ کہکر وہ ایک ہزار بھی صدقہ کردیئے پھر اسکے ساتھی نے ایک ہزار دینار میں کچھ غلام اور سامان خریدا تو اس نے پھر ایک ہزار صدقہ کرکے اللہ تعالےٰ سے اسکے عوض جنت کے غلام اور جنت کا سامان طلب کیا۔

اسکے بعد اتفاق سے اس مومن بندے کو کوئی شدید حاجت پیش آئی اسے خیال ہوا کہ میں اپنے سابق شریک کے پاس جاؤں تو شاید وہ نیکی کا ارادہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کا ذکر کیا ساتھی نے پوچھا تمھارا مال کیا ہوا؟ اس کے جواب میں اس نے پورا قصہ سنا دیا۔ اس پر اس نے حیران ہوکر کہا "کیا واقعی تم اس بات کو سچا سمجھتے ہو کہ ہم جب مر کر خاک ہو جائیں گے تو تمھیں دوسری زندگی ملے گی اور وہاں ہمکو ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ جاؤ میں تمھیں کچھ نہیں دوں گا۔

اس کے بعد دونوں کا انتقال ہوگیا، مذکورہ آیات میں جنتی سے مراد وہ بندہ ہے جس نے آخرت کی خاطر اپنا سارا مال صدقہ کردیا تھا اس کا جہنمی ملاقاتی وہی شریکِ کاروبار ہے جس نے آخرت کی تصدیق کرنے پر اسکا مذاق اڑایا تھا۔ (تفسیر الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر وغیرہ ص ۱۶۵ ج ۵)

(مکتوب نمبر ۱۵)

حال: گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ بہت عافیت میں ہوں اور الحمدللہ بڑی رغبت اور حوصلہ کے ساتھ کام ہو رہا ہے، دل کی توجہ کا حال اچھا نہایت قریب قریب ہر وقت رہتی ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: یہ بات بھی بڑی کیف آفریں ہے کہ ہمہ ساعت درگاہ غنی و قدیر میں ایک مسکین بے دست وپا اپنی احتیاج کو چہ گرد گدا کی طرح پیش کرتا رہے کبھی در عفو ورحمت پر کبھی در مغفرت ورافت پر اور کبھی در کرم وغفار پر ان کے جمال کے تصور سے لپکتا جائے اور جلال وجبروت کے تصور سے ڈرے اور سہمے بھی، نظر نیچی کئے باادب پڑا رہے امید ہے کہ کسی وقت انکو رحم آہی جائے گا۔ تحقیق: بیشک۔

حال: اللہ تعالےٰ کمال عجز کے ساتھ کام میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
تحقیق: آمین

حال: سوائے خطا وقصور کے میرے پاس کچھ بھی نہیں اتنی ندامت ہے کہ سر نہیں اٹھتا عامۃ المسلمین کو دعا میں شریک کر لیتا ہوں کہ انھیں کی برکت سے منہ چھپانا نصیب ہو جائے۔ تحقیق: خوب

حال: حتی الامکان اوقات ذکر میں گذرتے ہیں اکثر اوقات فکر معصیت ہی رہتی ہے اللہ تعالےٰ کے رحم پر یقین ہے کہ انشاء اللہ ضرور ہوگا تحقیق: انشاء اللہ تعالےٰ

حال: اللہ تعالیٰ کا صد ہزار شکر ہے کہ نہ پراگندگیٔ خیال ہے نہ ہی وساوس رخنہ انداز ہیں، غلبۂ یاد میں تو التفات بھی نہیں ہوتا، فساق کو بھی کشود کار کا ذریعہ سمجھتا ہوں ان کے دل میں ایمان ہے اور بڑی دولت ہے۔
تحقیق: بیشک

حال: اللہ تعالیٰ حضرت والا کی جوتیوں کے طفیل میں شرور وفتن سے محفوظ

رکھیں۔ تحقیق: آمین

حال: اُدھر کی یاد میں کیف ولذت بھی ہے اس سے امید بندھتی ہے گو لذت وکیف مقصد نہیں ہیں۔ بندہ خدا کو پہچانے انکا احاطہ اور قدرت جانے اپنا آغازِ وجود علقہ، مضغہ پھر نشاۃِ دنیوی پر موت، پھر میدان حشر، اسکا استحضار کرے یہی کام ہے۔ تحقیق: بیشک۔

حال: انھیں خیال میں گلتا بھی ہوں اور گھلتا بھی، مرتا بھی ہوں اور جیتا بھی سلگتا بھی ہوں اور بجھتا بھی۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: معصیت کا دھواں اٹھتا ہے تو یاد الٰہی کی روشنی بھی میسر آتی ہے جن حالات میں معصیت سے تمام بدن زخمی اور دغدار دیکھتا ہوں تو اپنے اعتراف عجز و قصور کے بعد وہ داغ بھی بدن پر ستارہ ہائے رخشندہ معلوم ہوتے ہیں۔ جسم خاکی جرم سماوی معلوم ہوتا ہے۔ اگر دل ذکر و محبت الٰہی سے معمور ہو جائے تو عالم سفلی کیا عالم علوی کوئی اسکا ہمدوش نہو سکے۔ ذوقِ طلب میں جب بیتابی اور اضطراب ہوتا ہے اور یاد میں جی بھی لگ جاتا ہے تو کیفیات کا ورود معلوم ہوتا ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: پتہ چلتا ہے کہ کام اس سے بہت دور ہے، بڑا حوصلہ درکار ہے فرہاد کا جگر چاہیئے۔ تحقیق: بیشک۔

حال: یہ سیہ کار دوں ہمت سفلہ ناسپاس کہاں اسکی مجال کہ ایک قدم بڑھ سکے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمادیں اور حضرت والا کی توجہ اس دست وپا بریدہ پر ہو۔ تحقیق: آمین

حال: معمولات الحمدللہ پابندی سے ادا ہو رہے ہیں کوشش غفلت دور کرنے کی ہے شب و روز کی ساعات کا موازنہ کرتا ہوں کہ ذکر اور غفلت میں کیا نسبت ہے تو شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تہیدست فقیر ہوں فقط فضل الٰہی کا سہارا ہے، تحقیق: بیشک۔

(مکتوب نمبر ۵۱۱)

حال: کل مجلس میں جو ارشاد سنے وہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنے تھے آنکھ کھل گئی اور اپنی اور اپنے نفس کی حقیقت معلوم ہوئی جیسے شدید رذائل میرے اندر ہیں حضرت والا نے ویسا ہی نشتر لگایا ہے ع۔

مرحبا بردست و بر بازوے تو

تحقیق: الحمدللہ۔

حال: اللہ تعالیٰ حضرت کو صحت کیساتھ حیات دراز دیں کہ میرے لئے حضرت کی ذات والا صفات بہت ہی شفیق ہے کل کے دن سے زندگی بسر کرنے کا ایک نیا نظریہ قائم ہوا ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ قادر ہیں علیم ہیں کریم ہیں، انشاء اللہ اسکے استحضار سے ہر طرح کے فائدے کی امید ہے۔

تحقیق: بیشک امید ہے

حال: اپنے متعلق نفس نے جو خوش خیالی قائم کر رکھی تھی کہ ظاہر کے ٹوٹے پھوٹے عمل پر بھروسہ کر رکھا تھا اس خوش خیالی کی جڑ کٹی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر قلب کے اعمال درست نہیں ہیں تو ظاہر کے اعمال کی کچھ حقیقت نہیں۔ تحقیق: بیشک

حال: قلب میں اللہ پاک سے حسن ظن اور نیک گمان رکھنے سے انکی کریمی اور قدرت اور علم پر یقین کرنے سے نجات کی توقع ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کو ان اعمال کی توفیق عطا فرمائیں اور آخرت میں نجات عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۵۱۲)

حال: بندہ وہاں سے جو سوز و گداز و درد لیکر چلا اس پر زبان حال سے یہ شعر

پڑھ رہا تھا ؎

خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرت پرویز — خدا کی دین ہے سرمایۂ غم فرہاد

ظاہر میں تو رفتار سے باتیں بھی کرتا تھا خوش طبعی بھی گاہے گاہے ہو جاتی تھی مگر دل و دماغ اور روح کے اندر کچھ اور ہی بس رہا تھا خدا کرے کہ حضرت کی دعاء کی برکت اور توجہ سے اس میں روز بروز افزونی ہی ہوتی رہے ریل پر خوب عافیت سے سوار ہو کر چلے تو کچھ دور کے بعد ایک میل اور کارخانہ کی شاندار عمارت ملی جسکی ظاہری بناوٹ بہت اچھی معلوم ہو رہی تھی اسپر ایک صاحب بولے کہ یہ مل بند ہے چلتی نہیں ان کے اس قول سے بندہ کا ذہن معاً اسطرف منتقل ہو گیا کہ یہی حال بالکل ہمارا ہے کہ بظاہر مولویت کا دم چھلا تو ساتھ لگا ہوا ہے لوگوں میں اچھی نظروں سے دیکھا جاتا ہے مگر حقیقت میں اسی کی طرح سب کچھ بند ہے نہ قلب کی اصلاح ہے نہ قالب کی نہ اخلاق درست ہیں نہ اعمال بھلا یہ گاڑی چلے تو کیسے اور انسانیت آوے تو کیسے ؟ اور اگر کوئی اس کل کی کنجی کو درست کرنے کی جانب للّٰہ فی اللّٰہ از راہ شفقت و ہمدردی مائل ہو تو اسی سے دور بھاگیں گے بلکہ بسا اوقات اس سے دشمنی ٹھان لیں گے ۔ بس زبان خلق سے مدح و ستائش کے کلمات سن لینا اپنے صالح اور سعید ہوجانے کے لئے کافی سمجھ رکھا ہے ۔ اسس پر مولوی مجبی . . . . . ۔ صاحب سخن سنج ہوئے کہ ہم سبھوں کی بیشک یہی حالت ہے اور جو شیخ اسکے سدھار کیطرف جان و دل سے لگا ہوا ہے اسکے پاس نہیں پھٹکتے اور اگر کبھی آنیکی خدا خدا کرکے ہمت ہوئی تو بھی محض رسمی اور سرسری بلکہ ہزاروں قسم کے نفاق و شقاق اور رذائل اپنے اندر گھسیڑے ہوئے ۔ اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و لطف سے صحبت صالحین اور انکی حقیقی اصلاح و تہذیب سے مہذب ہونے کی توفیق عطا فرمائیں ۔

مادھوسنگھ جنکشن سے ریل پسنجر کے بجائے ایکسپریس بنجاتی ہے اور اسکی رفتار میں بیحد تیزی بڑھ جاتی ہے گاڑی جب خوب شباب پر تیزی سے فراٹے بھرنے لگی تو پھر ذہن اسطرف مائل ہوا کہ ایک شخص یعنی ڈرائیور کے باعث یہ انجن اور تمام ڈبے یک بیک اس سرعت کے ساتھ چلنے لگتے ہیں جن پر نظر جمنا دشوار ہوجاتا ہے اور جب کل اینٹھ دیا بس فوراً ہی تیزی ختم اور ایکدم آہستہ سے کھڑی ہوگئی۔ پس اے نفس! جب تو نے اللہ کے ایک مقبول بندے سے تعلق جوڑا ہے اور اپنے دل و دماغ اور وجود کے سب کلوں کو اسکے سپرد کردیا تو بس وہ اللہ کا مقبول بندہ جیسے جیسے تمھاری کل کو اینٹھے ویسے ہی تم اسکے تابع و منقاد رہو پس وہ اگر بولنے کو کہے تب تو بولو اور اگر چپ رہنے کو کہے تو بالکل خاموش رہو اگر دوڑنے کو کہے تو دوڑو اور بیٹھنے کو کہے تب بیٹھو غرضیکہ کل میت فی ید الغسال بنجاؤ پھر دیکھو کیا کچھ رحمت وکرم کی بارش ہوتی ہے۔ اور اگر کہیں اس کے اتباع میں ایچ پیچ کیا بس سمجھو خسر الدنیا والآخرۃ کا خطرہ شدید ہے اللھم احفظنا واسعدنا ولا تشقنا۔ اور اس اتباع میں جو کچھ نوش و نیش سامنے آئے اسکو گوارا کرتے رہو انشاء اللہ کامیابی ہے۔

اللہ کے فضل سے خوب فراغت و اطمینان سے افطار وغیرہ کے بعد نماز میں مشغول ہوا نوافل ادا کر ہی رہا تھا کہ اسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت والا بالکل میرے پاس کھڑے ہیں اور نہایت ہی شفقت آمیز طرز اور تسلی بخش لہجے میں یہ مخصوص الفاظ فرمارہے ہیں، دیکھنا خبردار! قدم ڈگنے نہ پائے، مردانہ وار اس راہ میں قدم رکھنا جو کچھ بھی تلخی پیش آئے خوشی خوشی گوارا کرتے رہو انشاء اللہ یہ سب تلخیاں مبدل بہ شیرینی ہوجائیں بس یہ سننا تھا کہ اسی وقت سے قلب میں ایک عجیب قسم کا ہیجان عظیم بپا ہوگیا اور آنسوؤں اور گریہ کی گویا بارش ہونے لگی، خوب جی بھر کر

رویا تب طبیعت کو سکون نصیب ہوا۔ مگر اسکے بعد یہ کیفیت ہوئی کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایسا معلوم ہونے لگا کہ کوئی وہی آپ کے مذکورہ بالا الفاظ دل میں القا کرتا ہے اور دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے اور عیون سے دموع نکلنے لگتے ہیں اور کافی دیر تک یہی حالت رہی تا آنکہ اپنے یہاں آکر استراحت کے لئے سوگیا تو خواب میں دیکھتا ہوں غالباً غراب اسود ہو میرے پاس آکر بیٹھا میں نے انکو پکڑنے کے لئے ہاتھ مارا تو بس وہ ایکدم میرے قبضہ میں آگیا اور مجبور محض ہوگیا جب آنکھ کھلی تو طبیعت میں ایک قسم کا نہایت انبساط و انشراح تھا اب اس خواب مذکورہ کی تعبیر بیان فرمائیں تاکہ مزید تسکین کا باعث ہو۔

راستہ میں ایک بہت بڑی کوٹھی غیر مسلم کی پڑی بندے کی نگاہ اس طرف قدرے اٹھی ہی تھی کہ فوراً اس عبارت کیطرف جو حضرت کی بیاض میں غالباً منہج الاعمال سے نقل کیا ہے اور جسے بندہ بھی اپنے ساتھ نقل کرکے لایا ہے مائل ہوگئی۔ جب ہر وہ حرکت جو شیخ کے ادب کے خلاف ہو خواہ کلام ہو یا کوئی امر اسکا مرتکب اس طریق کا سخت خاطی ہے اور وہ درجۂ انسانیت سے خارج ہوکر جماعت کلاب میں داخل ہوجائیگا' نعوذ باللہ منہ' تو پھر جو شخص نص قرآنی کے خلاف عمل کرے گا اسکا کیا حشر ہوگا پس قرآن میں صراحۃً بیان فرمایا جاتا ہے لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ صیغۂ نہی ہے جو دال علی الوجوب ہے تو جس کو حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے علوم و اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق سے نوازا ایمان و عمل کی سعادت نصیب فرمائی پھر وہ کفار کے مال و دولت اور مکانات و عمارات کیطرف دیکھے گا تو اس پر کیا کچھ گرفت نہیں ہوسکتی ہے بس یہ سوچنا تھا کہ آن واحد میں نگاہ جھک گئی۔۔۔

اور اب کفار یا اوروں کے اونچے اونچے مکانوں اور زہرۃ الدنیا کیطرف نظر کرنے سے دل کانپتا ہے اور ایک عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ پس اس کے متعلق حضرت اپنی تحقیق سے شاد کام فرمائیں انما شفاء العی السوال کے مطابق دریافت کرنا ضروری تھا کہ بدون اسکے شفا ممکن نہیں لہٰذا امید ہے تسکین بخش جواب سے آگاہ فرمائیں گے۔

تحقیق: آپ نے اپنے خط میں سوز و گداز اور درد کا ذکر فرمایا ہے یہ چیز تو آپ کو حاصل ہی ہے جس کو میں بھی جانتا ہوں لیکن اصلاح اخلاق کیلئے جو کچھ کہتا رہا ہوں وہ باتیں بھی کچھ سمجھ میں آتی ہیں یا نہیں درد والے تو بہت ہیں لیکن اخلاق درست نہ کرنے کی وجہ سے یہ لوگ بھی ناقص ہی رہتے اس کے متعلق میں نے بہت کچھ بیان کیا ہے اور آپ کو سمجھایا ہے کچھ اسکے متعلق فرمایئے کہ وہ بھی سمجھ میں آتا ہے یا نہیں اسکے بارمیں میں بھی کچھ لکھئے۔ منتظر جواب ہوں۔

حال: جناب والا کے رحم و کرم سے یہ نالائق مجلس مبارک میں شریک ہونے لگا کسی خاص ضرورت سے نہ حاضر ہو سکا تو اور بات ہے ورنہ کوشش کرتا ہوں ضرور حاضر ہو کر مستفید ہوں مجھے یقین ہے کہ میری نالائقی سے جناب کو جو انقباض و تکدر (میرے ہی فائدے کے لئے تھا) وہ صاف ہو گیا ہوگا۔

تحقیق: آپ کا صاف ہوا یا نہیں میرا تو اسی پر متفرع ہے۔

حال: اللہ تعالیٰ مجھ کو اس لائق کرے کہ دن بدن ایسے اخلاق و اعمال سرزد ہوں جن سے جناب کو مناسبت تامہ اس نامہ سیاہ سے ہو جائے۔ اللّٰھم آمین۔ تحقیق: آمین۔

حال: غصہ کی برائی، صبر کی فضیلت، نعمائے جنت کا تذکرہ، مشیت خداوندی کی تفصیل میری شرکت مجالس میں ہوئے۔ اسمیں بڑی بات میرے لئے صبر کا بیان تھا۔ غصہ کے وقت صبر یہ خود اپنی جگہ ایک بہتری اور فضیلت ہے

گو اسکے وجوہات کچھ بھی ہوں لیکن خالص اللہ تعالیٰ کے لیئے غصہ کا آنا اور دوسرے کے غصہ پر صبر اور اسکی اذیت پر خاموشی و رضا یعنی یہ سمجھکر کہ صبر سے اللہ تعالیٰ خوش ہونگے، عفو سے اجر ملیگا اسکا استحضار بہت ہی کم رہا۔

تحقیق: یہی تو بات ہے۔

حال: بلکہ ہر مسرت و مصیبت میں مشیت ایزدی و صبر کا خیال خال خال ہی رہا ویسے ذکر اذکار تلاوت، تہجد وغیرہ سب ہوتا رہا لیکن موقع غصہ و صبر میں علم و عمل سب جاتا رہا۔ عین وقت پر یہ سب چیزیں یاد آجائیں اور اس پر عمل کی توفیق ہو تو بڑا کام ہو۔ اور زندگی بڑے آرام اور سکون سے گذرے۔ حالات کچھ بھی ہوں یعنی غیر اختیاری مصائب و غربت اگر اخلاقی حالات درست ہوں تو سکون و اطمینان میں فرق نہیں آتا۔ تحقیق: بیشک

حال: غرض ان مجالس میں شرکت سے علم پر عمل کی ہمت کی توفیق ہوئی اگرچہ گذشتہ ناساعد حالات سے انتہا سے زیادہ تکلیف ہوئی اور کبھی بلا قصد خیال ہو جاتا ہے تو طبیعت میں ہیجان اور اس کے اثر سے نیند میں خلل پڑجاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اختیار میں قلب ہے وہ اپنی مرضیات میں لگائے رکھے اور حسن خاتمہ سے سرفراز کر کے بخشدے۔ تحقیق: آمین۔

حال: حضرت والا سے اپنی تمامی پریشانیوں کے دور ہونے کی درخواست کرتا ہوں۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ اصلاح حال فرما دے

حال: اور اپنی نالائقیوں کا عذر خواہ ہوں۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔

اب بتلائیے کہ جو قوم مسلمانوں کی اور شعائر اسلامی کی حرمت کو بھی باقی نہ رکھنا چاہتی ہو میرا نباہ ان سے کس طرح ہو سکتا ہے؟

مفاد قومی کے لئے آپ لوگ کوئی کام اس طرح کا کرتے ہیں اس کا آپ کو اختیار ہے لیکن یہ بھی تو مفاد قومی کے خلاف ہے کہ قوم کے کسی بڑے معزز شریف کی توہین و تذلیل علی الاعلان کی جائے اور پھر شرعی کسی چیز کی توہین کیجائے جو فسق تو یقیناً ہے۔ اگر یہی سب کرنا ہے تو ہم سے آپکا کیا تعلق باقی رہا۔ ہم تو پرانے خیال کے آدمی ہیں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ میں پوری قوم سے سخت بیزار ہوں اور مجھکو سخت تکدر وانقباض ہے۔

اور میں سمجھ چکا ہوں کہ موجودہ سیاست کا ان امور پر اشتمال مسلمانوں کے لئے من حیثیت القوم انتہائی مہلک اور تباہ کن ہے اس کے متعلق علامہ ابن عبدالعزیز خولی جو ایک مصری عالم ہیں اپنی کتاب "الادب النبوی" میں کیا فرما رہے ہیں، سنیئے :۔

علامات نفاق کا باب قائم کر کے اسکے تحت یہ حدیث لائے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چار خصلتیں ہیں کہ جس شخص میں وہ سب پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہے یہانتک کہ اسکو ترک کر دے (وہ خصال یہ ہیں) جب[۱] امانت رکھی جائے خیانت کرے۔ جب[۲] بات کرے جھوٹ بولے۔ جب[۳] عہد کرے غدر کرے اور جب[۴] اپنا حق کسی سے طلب کرے تو اس میں فجور پر اتر آئے۔ اور فجور فی المخاصمہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔

فجور فی المخاصمہ یعنی حق کے طلب کرنے میں حد پر قائم نہ رہنا یہ خود گناہ عظیم ہے اور بہت سے مفاسد عظیمہ اور معاصی کی جانب لے جانے والا ہے۔ چنانچہ جو شخص فاجر فی الخصومۃ ہوتا ہے وہ ...

ساتھی کے حق کا انکار کرتا ہے اسکے مال اور آبرو کو حلال جانتا ہے اور اسکی ضرر رسانی کے طریقوں میں سے کوئی طریقہ باقی نہیں اٹھا رکھتا اس میں اسکا خواہ کتنا ہی مالی نقصان کیوں نہ ہو جائے اور اسکی وجہ سے اسکے اور واجبات میں چاہے خلل کیوں نہ پڑ جائے۔ آگے جو کہتے ہیں اس کو سنیئے اسی کو سنانا چاہتا ہوں۔ فرماتے ہیں:۔

"اور تم خوب جانتے ہو ان حالات و معاملات کو جو باہم دو مقدمہ بازوں میں اور ایک شہر کے دو گروہوں اور دو سیاسی جماعتوں میں آپس میں رونما ہوتے ہیں"

"پس فجور فی الخصومۃ ایک بہت بڑی بیماری ہے جو قدیمی تعلقات اور رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے۔ جرائم کو شائع اور عام کر دیتی ہے اور اخلاق کو پارہ پارہ کر کے بالکل ستیاناس ہی کر دیتی ہے اسلئے اگر اسکو نفاق کی علامات کی اہم علامت کہا جائے تو بجا ہے"

اور آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان اخلاقی ستونوں میں کا ایک ستون ہے جن پر امم کی عزت و سعادت مرکوز ہوتی ہے یعنی گری اور ٹوٹی ہوئی ہوتی ہے۔

وصی اللہ عفی عنہ

اسی زمانہ میں کسی کے پاس مئو یہ تحریر لکھی گئی

میرا خیال ہے کہ تمام مسلمان خصوصاً مئو کے لوگ جب تک موجودہ روش سے مکمل طور پر توبہ نہیں کر لیں گے اس وقت تک آپس کے افتراق و اختلاف، بغض و عناد اور دوسری بد اخلاقیوں نیز ایک دوسرے پر گندگی اچھالنے سے باز نہیں رہ سکتے اور یوماً فیوماً انکی تباہی اور ذلت بڑھتی ہی جائے گی اور بری طرح ہوا خیزی ہو گی۔

اتنی بات انکی عقل میں نہیں آتی کہ اگر آپس میں سب متفق و متحد اور ایک رائے ہو کر کسی جماعت کا ساتھ دیں تو خود بھی انکا وزن زیادہ ہو اور دوسروں کی نظروں میں بھی انکی وقعت ہو اور ہر جماعت انکا تعاون حاصل کرنے کے لئے انکی خوشامد کرے مگر یہ عقل انکو کاہے کو آنے لگی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو چھوڑ کر اغیار کی پیروی میں فلاح تلاش کر رہے ہیں ۔ موجودہ سیاست کو دین و مذہب بنالیا ہے جو من حیث القوم انکے لئے سراسر مہلک ہے آخر اسکی سزا انکو کچھ ملے گی یا نہیں ؟

وصی اللہ عفی عنہ

انھیں ایام میں وہاں کے حالات سے متاثر ہو کر مزید تکدر کا اظہار اور ترک سفر کا عزم فرمالیا

(مزید تکدر اور سفر مئو کا خاتمہ)

اس زمانہ میں سب سے زیادہ ضروری چیز جو مسلمانوں میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ اخلاق ہے چنانچہ اسی کی تعلیم اپنے لوگوں کو برابر کرتا رہتا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ جس قوم میں اخلاق نہیں وہ مانند نہ ہونے کے ہے ۔ اخلاق کا فقدان موت کے مرادف ہے ۔

اب اسکے بعد سنیئے کہ مئو کے لوگوں نے اس موقع پر جس بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا ہے وہ میرے لئے انتہائی سوہان روح ہے میں اس قسم کی باتوں کو عوام کے لئے پسند نہیں کرتا تو پھر کسی عالم کے ساتھ عوام کے ایسے معاملہ کو کیسے گوارا کر سکتا ہوں اسلئے صاف کہتا ہوں کہ میں مئو کے لوگوں سے سخت ناراض ہوں عالم کیسا ہی گیا گذرا کیوں نہو اسکی اہانت بالخصوص اسکی ایک شرعی اور اسلامی چیز یعنی

ڈاڑھی کی اہانت مسلمانوں کی زبان سے سنکر سخت تکلیف ہوئی اور اسکو میں کھلا ہوا فساد سمجھتا ہوں۔

مزید رنج و قلق اس سے ہوا کہ یہ سب کچھ وہاں کیا گیا جس جگہ میں نے عام سفر ختم کرنے کے باوجود جانا شروع کیا تھا اور جہاں کے لوگوں نے اصلاح کے ارادہ کا اظہار کر کے مجھے اپنی جانب متوجہ کیا تھا اس جگہ کے لوگوں نے میرے اس اخلاق کا جواب اپنی اس بداخلاقی سے دیا جو میرے طریق اور میری اصلاح کے بالکل ضد اور خلاف تھا میرے وہاں آنے جانے اور میری تقریروں اور وعظوں کے سننے کے باوجود لوگوں کے اس روش اور طرز عمل نے ثابت کر دیا کہ میری باتوں کا اصلا اثر نہیں لیا گیا اور اصلاحات پر قطعی دھیان نہیں دیا گیا۔ لہٰذا جب آپکا راستہ میرے راستہ سے مختلف ہے تو مجھے وہاں آنے جانے کی ضرورت؟ مجھ میں اور آپ میں تو علاقہ یہی دینی تعلق کا تھا اور جب آپ کو اس پر آنا نہیں تو پھر مجھ سے آپ کا تعلق ہی کیا؟ آپ لوگ آزاد ہیں جو چاہیں کریں مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ میرا بھی خدا حافظ ہے والسلام۔ وصی اللہ عفی عنہٗ (اواخر شوال ۱۳۸۲ھ)

اللہ والوں کی ناراضگی اللہ تعالےٰ کے لئے ہوتی ہے لوگوں کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے یہ حضرات کبھی کچھ سخت معاملہ بھی فرمادیا کرتے ہیں اسکی مثال دنبل کے آپریشن کی سی ہے نہ کہ معاذ اللہ ان حضرات کی بداخلاقی یا سخت مزاجی لیکن صورتاً چونکہ دونوں چیزیں یکساں ہوتی ہیں اسلئے اکثر لوگوں کو غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ وہ بزرگوں کی اصلاح کو سختی اور انکے مواخذہ اور عتاب کو غصہ اور تند مزاجی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ حقیقت بالکل اسکے خلاف ہوتی ہے۔

یہیں سے اب حضرت والاؒ نے وعظ میں جو عنوان اختیار فرمایا تھا اس کی

حقیقت بھی سمجھ میں آگئی کہ وَ ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ اصل سبب عدم نفع تذکیر کا عدم ایمان یا ضعف ایمان ہوا کرتا ہے اسی کی جانب توجہ کرنی چاہیئے کہ ایمان انسان کا مستحکم ہو جائے چاہے عمل قلیل ہی کیوں نہو۔ اور ایمان قوی ہوتا ہے اہل ایمان کی صحبت سے اسلئے بزرگوں کی صحبت کی سخت ضرورت ہے جس کی آجکل کمی ہے۔

اسی ایمان کی کمی کیوجہ سے آج کی بدعملی ہے۔ بدخلقی ہے۔ سب وشتم ہے فتنہ وفساد ہے جسکو حدیث شریف میں شعبہ نفاق فرمایا گیا ہے۔ آج بدقسمتی سے ہم اسی کا شکار ہیں، یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا جو مسند احمد میں آئی ہے کہ القلوب اربعۃ تین قلوب قلب مومن، قلب کافر، قلب منافق کے بیان کرنے کے بعد چوتھا قلب یہ فرمایا ہے کہ "قلبٌ فیہ ایمان و نفاق" یعنی وہ ایک ایسا قلب ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی۔ اور حضرتؒ فرماتے تھے کہ آجکل مسلمانوں کا قلوب بالعموم ایسا ہی ہے ایک وقت دیکھئے تو وعظ وتذکیر بھی ہے ذکر ونماز وتسبیح بھی ہے مگر دوسرے وقت دیکھئے تو باہم فتنہ وفساد بھی ہے۔ بہرحال انسان جب اہتمام کرتا ہے تو برائی سے نکل بھی جاتا ہے۔ اسی جانب توجہ دلانے کے لئے یہ حضرات عتاب وغیرہ فرماتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہوا لیکن اہل مئو نے اظہار ندامت کیا اور حضرت کے متوسلین نے اپنی صفائی پیش کی تو حضرت والا ان سے راضی اور خوش ہو گئے اور عام لوگوں کے علم کیلئے ایک مضمون بھی لکھدیا تاکہ اب کوئی شخص اسکے خلاف نکرے۔ وہ مضمون یہ تھا۔

(المخاطبۃ بعد المعاتبۃ)

میں آپ حضرات سے اسوقت ایک بات کہنا چاہتا ہوں ذرا توجہ سے سنیئے وہ یہ کہ آپ نے یہ تو دیکھا کہ فلاں جگہ کے لوگوں سے بہت خفا ہوں مگر اسکی وجہ بھی آپ سمجھے کہ آخر اتنی خفگی کی کیا بات ہوئی؟

بات یہ ہے کہ میں مسلمانوں کو دیکھ رہا ہوں کہ ان میں دینی خرابی اور بداخلاقی نہایت تیزی کے ساتھ راہ پاتی جارہی ہے لوگ دین سے بالکل آزاد ہوتے جارہے ہیں اور قلوب سے علماء و مشائخ کا (کہ یہی حضرات دین کے پیشوا تھے) احترام ختم ہوتا جارہا ہے۔ قوم کی یہ بدحالی ہر معمولی سا بھی دینی احساس رکھنے والے کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے چنانچہ میرے لئے بھی سوہان روح ہے اسلئے آپ حضرات کی دینی خیرخواہی اور محض نصح کا تقاضا ہوا کہ میں کم از کم اپنے لوگوں کو جہاں تک مجھ سے ہوسکے گمراہی سے بچاؤں۔ اسلئے کہ آپ کے یہاں بھی بد دینوں کی ایک جماعت پیدا ہوچکی ہے جو نہ خدا کو مانتی ہے اور نہ رسول کو، نہ دین کو نہ قرآن کو اور آپ حضرات کا ان سے یا انکا آپ سے تعلق انتہائی خطرناک اور مہلک ہے کیونکہ آپ تو بحمد اللہ مسلمان ہیں آپ کے قلب میں ایمان ہے جسکی وجہ سے خدا اور رسول کی عظمت اور انکا پورا احترام آپ کے قلوب میں موجود ہے لیکن آپ کے بعد آنے والی نسل (اگر انکو سنبھالنے کا آپ نے کوئی انتظام نہ کیا) تو وہ آپ جیسی نہ ہوگی بلکہ بد دینوں سے اختلاط انکو بھی العیاذ باللہ بد دین بنا دیگا اور اسکی وجہ سے قبر میں آپکی روح کو صد درجہ اذیت ہوگی یہ نقشہ نظروں کے سامنے ہے اسلئے مجھے گوارا نہیں ہوا کہ جس جگہ کے لوگ مجھے مانتے ہوں اور جہاں میرا آنا جانا رہا ہو وہاں کے لوگ میرے سامنے ہی بگڑنا شروع ہوجائیں اسلئے میں نے سختی کے ساتھ مواخذہ شروع کیا اور غرض اس سے صرف آپکی خیرخواہی تھی۔

آپ لوگوں کو چونکہ مجھ سے تعلق ہے اور آدمی صرف اسی سے کہتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے ورنہ تو جو لوگ مجھ سے بے تعلق ہیں میرا ان سے خطاب ہی نہیں ہے اسلئے آپ سے کہتا ہوں کہ مجھے جب آپ لوگ کچھ سمجھتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اسی دنیا میں رہنے کی وجہ سے آخر میں بھی دنیا کی چیزوں کو کچھ نہ کچھ سمجھتا ہی ہوں گا تو جب آپکو کوئی مشکل پیش آئی تھی تو مجھ ہی سے حل کرا لیتے، یہاں چلے آتے اور مجھ سے پوچھ لیتے کہ ہم ان حالات میں کیا کریں؟ پھر جو کچھ کہتا اس پر آنکھ بند کرکے عمل کرلیتے۔ یہی کہدیتے

کہ خاموشی اختیار کرو تو خاموش ہو جاتے اور سب سے الگ تھلگ رہتے گو میں
ان جدید چیزوں میں کسی شخص کو کسی خاص جانب کا پابند نہیں کرتا بلکہ یہی کہتا ہوں کہ
جو تمہارا جی چاہے کرو مگر مسلمانوں میں فتنہ و فساد اور آپس میں رخنہ ڈالنے والی
چیزوں سے بیشک منع کرتا ہوں اور اسکو پسند نہیں کرتا اور یہی چاہتا ہوں کہ آپ لوگ
جو کام کریں ان سب امور کی رعایت رکھتے ہوئے کریں اگر خود ایسا طریقہ کار
جو معتدل ہو تجویز نہ کر سکیں تو اسکو مجھ ہی سے دریافت کر لیا کریں تاکہ قوم میں اختلاف
پیدا نہ ہو کیونکہ اس سے بچنا اور دوسروں کو بچانا اس زمانہ میں نہایت ضروری
ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ سب مسلمان
پورے عزم اور دھن کے ساتھ دین کے کام میں لگ جائیں اور وہ تدابیر اختیار
کریں جن سے آئندہ انکی نسل بددینی سے محفوظ رہے۔ یہی ایک کام اس وقت
کرنے کا ہے۔ ضرورت تو اسکی تھی کہ ہر مسلمان دین کی درستی اور اخلاق کی اصلاح
میں لگ جاتا لیکن اہل ایمان اب بھی اسی طرح خواب غفلت میں پڑے سو رہے
ہیں کس قدر افسوس کی بات ہے۔

بس یہی بات آپ کو اسوقت سمجھانا چاہتا ہوں (اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں
اور دین متین پر چلنے کی توفیق بخشیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔
والسلام خیر ختام۔

وصی اللہ عفی عنہ

ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت اقدس کی یہ تحریر (المخاطبۃ بعد المعاتبۃ) کہ بعض اہل مئو
کی کوئی حرکت ناگوار ہوئی اس پر سب لوگوں سے عتاب فرمایا اور لوگوں کو آنے جانے
اور خط و کتابت سے منع فرما دیا اور خود بھی سفر مئو ملتوی فرما دیا لیکن اہل اللہ کے مواخذات
اصلاح کیلئے ہوتے ہیں اسلئے جب یہ سمجھ لیا کہ اب بالعموم لوگوں کی سمجھ میں اس حرکت کی
شناعت آگئی تو پھر کیسی مصلحانہ اور مشفقانہ تحریر ارسال فرما کر مخلصین کے قلوب پر گویا برف
سی رکھدی تاکہ وہ سمجھ لیں کہ ناراضگی ان لوگوں کی ذات سے نہ تھی بلکہ انکی ایک خاص

بات سے تھی۔

انھیں ایام میں جبکہ مئو کی آمد و رفت جاری تھی چونکہ وہاں کے حضرات اہل علم بھی خاصی تعداد میں حضرت اقدس کیجانب رجوع ہوئے تھے جن میں سر فہرست حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ بھی تھے، چنانچہ جب خود متاثر ہوئے تو دوسروں کی بھی اس چشمۂ شیریں کیجانب رہنمائی فرمائی۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا اعظمی مدظلہ کا ایک خط پیش خدمت ہے جسے مولانا نے مالیگاؤں سے ایک صاحب کی سفارش کے طور پر حضرت مصلح الامۃ کو تحریر فرمایا و ہو ہذا

نقل خط حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی مدظلہ حضرت والاؒ کے نام

محترم و مکرم حضرت مولانا دامت فیوضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

حکیم مولوی محمد سلیمان صاحب دیوبند کے فاضل ہیں، برسوں دارالعلوم دیوبند کے مبلغ رہ چکے ہیں، اب مالیگاؤں میں مطب کرتے ہیں۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ سے بیعت ہیں انکی وفات کے بعد جناب والا سے اصلاحی تعلق رکھنا چاہتے ہیں، انہیں اصلاح کی طلب بہت معلوم ہوتی ہے۔ اب وہ جناب کیطرف رجوع ہو رہے ہیں خلاف اصول و خلاف مصالح نہو تو انکی درخواست منظور فرمائی جاوے۔

حبیب الرحمن الاعظمی　(۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ۔ مالیگاؤں)

(حضرت مصلح الامۃ مولانا فتحپوریؒ کا جواب باصواب)

محترم مولانا صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

یہی تو کام ہے، یہ کیا خلاف اصول و مصالح ہوتا۔ پھر یہ تحریر آپ کی موافق اصول و مصالح کے ہے لہٰذا دل سے خدمت کیلئے حاضر ہوں، آپ بھی دعا فرمائیے۔

وصی اللہ عفی عنہ

اور اسکو بھی اس روزہ دار کے روزہ کا ثواب ملیگا بدون اسکے کہ اسکے اجر میں کچھ کمی ہو۔ اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ اول (عشرہ) اسکا رحمت ہے۔ اوسط (عشرہ) مغفرت ہے اور آخر (یعنی تیسرا عشرہ) دوزخ سے رہائی ہے۔ اور جس شخص نے اپنے غلام (ملازم اور نوکر وغیرہ) سے اس مہینہ میں کام کچھ کم لیا تو اللہ اسکو جہنم سے آزاد فرما دینگے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جس کسی اللہ کے بندے نے رمضان شریف کے روزے (دنیوی باتوں سے) سکوت اور خاموشی کی حالت میں گذارے اور اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر سے معمور رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حلال جانا اور حرام کردہ کو حرام سمجھا اور ان ایام میں کسی فاحشہ کا بھی ارتکاب نہیں کیا مگر یہ کہ رمضان جب اس سے گذریگا تو اس حال میں ختم ہوگا کہ اس شخص کے سارے گناہ بخشے جا چکے ہونگے اور مزید یہ کہ اسکے لئے ہر تسبیح و تہلیل (سبحان اللہ و لا الٰہ الا اللہ) کے عوض جنت میں سبز زمرد کا ایک محل بنا دیا جائے گا جس کے وسط میں سرخ یاقوت جڑا ہوگا اور اس یاقوت کے بیچ میں ایک موتی خیمہ کی شکل میں ہوگا جس کے اندر ایک حور عین موجود ہوگی جو سونے کے دو کنگن دونوں ہاتھوں میں پہنے ہوگی جن پر سرخ یاقوت جڑا ہوگا جو اسقدر چمکدار ہوگا کہ ساری زمین اس سے روشن ہو جائے گی۔

اسی سند سے حضرت ابن مسعود سے یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رمضان شریف قریب آیا تو فرمایا کہ دیکھو شہر رمضان قریب آگیا اگر لوگوں کو اسکا علم ہو جاتا کہ رمضان شریف میں کیسی کچھ برکتیں اور اجر موجود ہے تو میری امت یہ تمنا کرتی کہ کاش یہ سارے سال ہوتا تو خوب ہوتا یہ سنکر بنی خزاعہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس میں کیا فضیلت ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان شریف کے لئے شروع سال سے لیکر آخر سال تک جنت سنواری جاتی ہے چنانچہ جب پہلی رات آتی ہے تو

عرش کے نیچے سے ایک ہوا اٹھتی ہے جسکی وجہ سے جنت کے پتے باہم ٹکراتے ہیں اس خوشنما منظر کو دیکھکر حوریں کہتی ہیں کہ اے رب ہمارے اس ماہ میں اپنے صالحین بندوں میں سے جوڑے بنا دیجئے کہ جنھیں دیکھکر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہمکو دیکھکر انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں پس جو شخص رمضان شریف کے روزے رکھتا ہے اسکا دو حورعین کیساتھ عقد کر دیا جاتا ہے پھر ہر ایک انمیں سے ایک ایک موتی کے بنے ہوئے خیمہ میں ہوگی جیساکہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے حورٌ مقصورات فی الخیام ان عورتوں میں سے ہر ایک کے اوپر رنگ برنگے ستر جوڑے ہونگے ایسے کہ ہر ایک کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوگا اور ستر قسم کی خوشبوئیں دی جائیں گی اور ہر عورت ان میں سے سرخ یاقوت کے تخت پر بیٹھی ہوگی جس میں موتی جڑے ہوں گے اور ہر تخت پر ستر بستر بچھے ہونگے جن کے استر ریشم کے ہونگے اور ہر حور کے لئے ستر خادم ملیں گے اور یہ سارا ثواب اس شخص کو ملیگا جو رمضان شریف کے روزے رکھے باقی جو اور نیکیاں کی ہونگی انکا اجر اسکے علاوہ ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رجب میری امت کا مہینہ ہے اور اسکی فضیلت تمام مہینوں پر ایسی ہے جیسی کہ فضیلت میری امت کو ہے تمام امتوں پر۔ اور فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور اسکی فضیلت تمام مہینوں پر ایسی ہے جیسی کہ میری فضیلت تمام انبیاء علیہم السلام پر رمضان اللہ تعالی کا مہینہ ہے اور اسکی فضیلت تمام مہینوں پر ایسی ہے جیسی خدا کی فضیلت تمام مخلوق پر۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اس حال میں لوگ بحث بحثی کر رہے تھے (غالباً موضوع بحث شب قدر کی تعیین ہی رہی ہوگی) آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اسوقت اسی لئے آیا ہوں کہ تمھیں لیلۃ القدر کے متعلق بتاؤں مگر مجھکو یہ اندیشہ ہے کہ اسکی تعیین معلوم کرکے تم لوگ اس پر اکتفا نہ کر بیٹھو اور دوسری شب میں عبادت ہی نکرو (حالانکہ اللہ تعالی کا منشا راسکے اخفا سے یہی تھا کہ تم اسکی لالچ میں سارے رمضان

شب میں عبادت کرو، خیر ہو سکتا ہے کہ اب اسی میں بھلائی ہو۔ دیکھو تم لوگ لیلۃ القدر کو رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو یعنی اکیسویں ۲۱ تیئیسویں ۲۳ پچیسویں ۲۵ ستائیسویں ۲۷ اور انتیسویں ۲۹ شب میں اور اسکی نشانی یہ ہے کہ وہ ایک روشن اور خوشگوار سی شب ہوگی نہ زیادہ گرمی ہوگی اور نہ سردی۔ اسکی صبح کو جب سورج نکلے گا تو کچھ دیر تک اسکے اندر شعاعیں نہ ہونگی۔ جو شخص اس رات میں ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے اٹھکر نماز وغیرہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکے پچھلے گناہ سب معاف فرما دیں گے۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے اور نماز وغیرہ پڑھنے میں ایمان اور احتساب کی قید لگائی ہے۔ ایمان سے مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اس پر ثواب کا فرمایا ہے اس کا دل سے یقین رکھے اور تصدیق کرے۔ اور احتساب یہ کہ ان اعمال میں دل سے سچے اور خشوع وخضوع کے ساتھ انکو کرے۔ پس جب کوئی شخص یہ چاہے کہ ان فضائل کو حاصل کرے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے تو اس کو چاہئے کہ اولاً اس ماہ کی عظمت کو پہچانے اور اس میں اپنی زبان کو کذب اور غیبت سے اور فضول بکواس سے بچائے اور اپنے جوارح کو خطایا اور لغزشوں سے پاک رکھے اور اپنے قلب کو حسد اور مسلمانوں کی عداوت سے محفوظ رکھے۔ جب سب کرے تو اب اسکو چاہیئے کہ اس کا اندیشہ رکھے کہ دیکھا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ میری یہ عبادت قبول بھی فرماتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ بعض حکماء سے مروی ہے کہ وہ یوں کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! آپ نے اہل مصیبت کے لئے دنیا میں اجر کا اور آخرت میں ثواب دینے کا وعدہ فرمایا ہے تو اے اللہ اگر آپ ہم پر ہمارے اس روزہ کو رد فرما دیں تو (ہم نے اس سلسلہ میں) جو مصیبت اٹھائی ہے اے خدا اسکے اجر سے آپ ہمکو محروم نہ کیجئے گا آپ تو بھلے کام کرنے میں مشہور ومعروف ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزہ رکھا جب تیئیسویں[۲۳] کی شب ہوئی تو آپ اٹھے اور نماز پڑھنے لگے یہاں تک کہ تہائی رات گذر گئی، پھر چوبیسویں[۲۴] کی شب آپ باہر نہیں تشریف لائے اور جب پچیسویں[۲۵] کی شب ہوئی تو آپ پھر باہر تشریف لائے اور ہمکو لیکر نماز پڑھی یہاں تک کہ نصف شب گذر گئی ہم نے خیال کیا کہ کاش اب آپ ہمکو چھوڑ دیتے آپ نے فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے جب تک وہ پڑھے تو اسکے لئے ساری رات نماز پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ پھر آپ چھبیسویں[۲۶] شب کو نہیں تشریف لائے لیکن ستائیسویں[۲۷] شب ہوئی تو آپ اُٹھے اور اپنے سب اہل وعیال کو جمع کیا اور ہم کو نماز پڑھائی یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ آج ہم سے فلاح چھوٹ جائیگی (تو لوگوں نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا کہ) فلاح کیا چیز ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سحری کا کھانا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رمضان کو تقریباً نصف شب کے وقت باہر تشریف لائے اور مسجد میں نماز پڑھی لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی صبح کو لوگوں نے اسکا باہم چرچا کیا کہ رات کو نماز میں بڑا لطف آیا چنانچہ دوسرے دن بہت زیادہ لوگ آئے اور آپ کے ساتھ سب نے نماز پڑھی۔ پھر جب تیسری شب ہوئی تو اور مجمع بڑھا یہانتک کہ مسجد کھچا کھچ بھر گئی بلکہ تنگ پڑ گئی اس شب کو آپ باہر تشریف نہیں لائے (لوگ انتظار کرتے رہے) یہاں تک کہ آپ نماز فجر کے لئے نکلے۔ نماز سے فارغ ہوکر آپ نے لوگوں کی جانب رخ کیا اور فرمایا کہ مجھکو تمہارا نماز کے لئے آنا معلوم ہوا تھا مگر میں قصداً نہیں آیا اس لئے کہ اندیشہ ہوا کہ (تمھارے اس شوق اور میری پسندیدگی کیوجہ سے) کہیں نماز (تراویح) تم پر فرض نہ ہوجائے اور مبادا تم اسے ادا نہ کرسکو (تو گنہگار ہو) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو رمضان کی راتوں میں نماز پڑھنے

کی ترغیب فرمایا کرتے تھے بغیر اسکے کہ آپ ان پر لازم فرماتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور خلافتِ ابو بکرؓ میں معاملہ بدستور ایسا ہی رہا بلکہ حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں بھی، پھر حضرت عمرؓ نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو امام بنایا اور سب حضرات نے ان کے پیچھے نماز پڑھی۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنے والد سے اور وہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کا جو طریقہ جاری کیا تو وہ ایک حدیث کی رو سے کیا جس کو انھوں نے مجھ سے ہی سنا تھا لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین وہ کون سی حدیث ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے پاس ایک جگہ ہے جسکو حظیرۃ القدس کہا جاتا ہے وہ ایک نورانی جگہ ہے وہاں فرشتوں کی بے شمار تعداد ہے جسکا علم خدا ہی کو ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور ذرا دیر کیلئے بھی آرام نہیں کرتے۔ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے تو وہ حق تعالےٰ سے اجازت طلب کرتے ہیں کہ زمین پر اتریں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں، چنانچہ وہ ہر شب نیچے اترتے ہیں پس جس شخص کو وہ چھو لیتے ہیں یا جو ان سے چھو جاتا ہے وہ ایسا سعید ہو جاتا ہے کہ اسکے بعد پھر وہ کبھی شقی نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ پس ہم تو اسکے زیادہ مستحق ہیں کہ ایسی نماز قائم کریں چنانچہ انھوں نے سب لوگوں کو نماز تراویح کے لئے جمع کیا اور ایک امام مقرر کیا۔

نیز حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک شب رمضان المبارک میں باہر تشریف لائے تو مسجدوں سے قرآن پڑھنے کی آواز سنی اور مساجد میں روشنی دیکھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی قبر کو نور سے بھر دے جس طرح سے کہ انھوں نے ہماری مساجد کو نور سے معمور کر دیا ہے۔ اور حضرت عثمان بن عفانؓ سے بھی اسی طرح روایت ثابت ہے۔

انتالیسواں باب

(ایام عشر یعنی ماہ ذی الحجہ کے اول عشرہ کی فضیلت)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن (سارے سال میں) ایسا نہیں ہے جس میں عمل صالح کیا جانا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہو جتنا کہ ان ایام میں پسند ہے یعنی ایام عشر میں۔ صحابہؓ نے عرض کیا اور جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں آپ نے فرمایا ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں مگر یہ کہ کوئی شخص جہاد کے لئے اپنی جان و مال لیکر نکلے اور کچھ واپس لیکر نہ آئے، نہ جان نہ مال۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی دن اللہ کے نزدیک افضل و محبوب ان ایام عشر سے نہیں ہے۔ عرض کیا گیا اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جہاد والا دن بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں جہاد والا دن بھی نہیں ہے، مگر ہاں وہ شخص جسکی سواری کی کوچ کاٹ ڈالی گئی ہو اور جسکا چہرہ گرد آلود ہو رہا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس کے گھوڑے کی کوچ کاٹ ڈالی گئی ہو اور جس شخص کا خون بہا دیا گیا ہو یعنی جو شہید کر دیا گیا ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک جوان تھا جو گانے کا شغل رکھتا تھا لیکن جب ذی الحجہ کا چاند ہو جاتا تو روزہ رکھنا شروع کر دیتا تھا۔ اسکی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچی آپنے اسکو بلوا بھیجا اور اس سے دریافت کیا کہ تم ان ایام میں (اپنے عام مشاغل کے خلاف) روزہ کیوں رکھتے ہو اس نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہ حج کا مہینہ ہے نا (حاجی لوگ دور دور سے آکر عرفات میں جمع ہوتے اور خوب خوب

دعائیں مانگتے ہیں) تو شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ دعا رمیں شریک فرمالے (اور میری دعا بھی ان کے ساتھ قبول ہوجاسے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا کہ جاؤ تمھارے لئے ہر دن روزہ رکھنے کے عوض سو غلام آزاد کرنے اور سو اونٹ ذبح کرنے اور جہاد میں سو شریک ہونیوالوں کی گھوڑوں سے امداد کرنے کے برابر ثواب ہوگا اور جب یوم ترویہ یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو اس دن کے روزہ کا ثواب ہزار غلام آزاد کرنے اور ہزار اونٹ قربانی کرتے اور مجاہدین سے ہزار کو گھوڑے پر سوار کرنے کے برابر ملے گا پھر جب ذی الحجہ کی نویں تاریخ یعنی عرفہ کا دن ہو تو اس دن روزہ رکھنے کا اجر دو ہزار غلام آزاد کرنے اور دو ہزار اونٹ قربانی کرنے اور دو ہزار انسانوں کو جہاد کرنے کے لئے گھوڑا دینے کے برابر ہوگا اور سنو کہ اسکا ثواب ایسا ہے جیسے دو سال روزہ رکھا ہو ایک سال پہلے ایک سال بعد میں

ایک دوسری روایت میں ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ (یعنی نویں ذی الحجہ کا) اجر و ثواب میں دو سال کے روزہ کے برابر ہے اور عاشورا کے روزے کا یعنی دسویں محرم کا ثواب ایک سال کے روزہ کے برابر ہے اہل تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس دن کے بعد (توراۃ دینے کا) وعدہ کیا اور پھر دس دن کا اسمیں مزید اضافہ کر دیا لفظ عشر سے مراد یہی ذی الحجہ کا اول عشرہ ہے۔ آگے فرمایا کہ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا یعنی انکو انھیں ایام میں اپنا قرب بخشا اور ان سے سرگوشی فرمائی اور انکو توراۃ کی تختیاں اسی عشرہ میں عطا فرمائیں۔

حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے فرمایا کہ لوگو اپنے اوپر صوم ایام عشر کو لازم کرلو اور ان ایام میں دعا استغفار اور صدقہ میں کثرت کیا کرو۔ میں نے تمھارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ذلیل اور افسوس ہے اس پر جو کہ ان ایام عشر میں امور خیر سے محروم رہا۔ اور اپنے اوپر بالخصوص نویں کا روزہ تو لازم ہی کر لو اسلئے کہ اسمیں بے حد و حساب خیرات ہیں جو کہ شمار کرنے والوں کی طاقت سے باہر ہیں۔

ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ ابن عبید بن عمیر لیثی سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہونچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے پانچ دعائیں ہدیہ کے طور پر بھیجی تھیں انھیں ایام عشر میں ایک یہ تھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ دوسری دعا یہ تھی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا وَلَمْ يَتَّخِذْ لَهٗ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا تیسری دعا یہ تھی کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ چوتھی دعا یہ تھی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور پانچویں یہ تھی حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى۔ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰى۔

اور کہا گیا ہے کہ یہ سب کلمات انجیل میں نازل کئے گئے تھے۔ حواریین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکی فضیلت کے بارے میں دریافت کیا تھا پس ان سے انکا یہ اجر و ثواب بتایا گیا کہ جو شخص ان کلمات کو ایام عشر (یعنی عشرۂ ذی الحجہ) میں پڑھے تو اسکو اتنا اجر ملے گا کہ انسان اسکی مقدار اور وصف بیان کرنے سے قاصر ہے۔

(۱۰۷۴) اور منقول ہے کہ محمد بن یوسفؒ نے حاتم اصمؒ کو دیکھا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نصیحت کر رہے ہیں پس انھوں نے حاتم سے کہا کہ اے حاتم میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہو کیا تم نماز بھی اچھی طرح پڑھنی جانتے ہو کہا ہاں کہا کیونکر پڑھتے ہو؟ کہا کہ میں حکم کے ساتھ اٹھتا ہوں اور خوف سے چلتا ہوں اور ہیبت کیساتھ مسجد میں داخل ہوتا ہوں اور عظمت کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں اور ترتیل سے قرارت کرتا ہوں اور خشوع سے رکوع کرتا ہوں اور تواضع سے سجدہ کرتا ہوں اور تشہد کے لئے اسکا کامل حق ادا کرتا ہوا بیٹھتا ہوں اور سنت کے موافق سلام پھیرتا ہوں اور اس نماز کو اپنے پروردگار کے سپرد کر دیتا ہوں اور اپنی تمام عمر اسکی حفاظت کرتا ہوں اور ہمیشہ ملامت کے ساتھ اپنے نفس کیطرف متوجہ رہتا ہوں اور اسکا اندیشہ رہتا ہے کہ میری نماز مقبول نہو اور مقبول ہونے کی اُمید بھی رکھتا ہوں اور میں اس خوف و رجار کے درمیان رہتا ہوں اور جس نے مجھے (نماز) سکھائی اسکے لئے دعار کرتا ہوں اور جو مجھ سے درخواست کرتا ہے اسکو سکھا دیتا ہوں اور میں اپنے پروردگار کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے مجھے نماز کی توفیق دی۔ پس محمد بن یوسف نے کہا کہ تجھ سا شخص اسکا سزوار ہے کہ وعظ کہا کرے۔

(۱۰۷۵) ایک شخص طیالسی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا وہ اسوقت در دریے نمک کے ساتھ سوکھی روٹی کھا رہے تھے جس کو پانی میں بھگو لیا تھا اس شخص نے آپ سے کہا کہ اسکے کھانے کو آپ کا دل کیسے چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اسے رہنے دیتا ہوں یہاں تک کہ بھوک کی شدت سے مجھے اسکی خواہش ہو جاتی ہے۔

(۱۰۷۶) ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے جب کبھی اتنا کھایا کہ پیٹ بھر گیا یا اتنا پانی پیا کہ سیراب ہو گیا تو ضرور (میں ان دو مصیبتوں میں سے کسی مصیبت میں گرفتار ہوا) یا تو کسی گناہ میں پڑ گیا یا کسی گناہ کا میں نے قصد کیا۔

(۱۰۷۷) فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں تیس شیخوں کی صحبت میں رہا ہر ایک نے رخصت ہوتے وقت مجھے نصیحت کی کہ لڑکوں کی صحبت سے بچنا اور کھانا کم کھانا۔

(۱۰۷۸) سہل بن عبداللہ پندرہ دن میں ایک مرتبہ کھانا کھایا کرتے تھے اور رمضان میں صرف ایک ہی مرتبہ کھانا کھایا کرتے تھے اور اتباع سنت کے لئے صرف پانی سے افطار کر لیتے تھے

(۱۰۷۹) جنید رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے پھر جب ان کے پاس انکے دوست آتے تو ان کے ساتھ افطار کر لیتے اور فرماتے کہ دوستوں کی موافقت کی فضیلت روزہ کی فضیلت سے کم نہیں ہے

(۱۰۸۰) میں نے اپنے شیخ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مجھے بہت برس ہوئے کہ میں نے کوئی چیز نفس کی خواہش سے از خود نہیں کھائی بلکہ میرے سامنے پیش کی جاتی ہے پس میں اسے اللہ تعالےٰ کے فضل اور نعمت اور اسکی طرف سے دیکھتا ہوں۔ پس میں حق تعالےٰ کے فعل میں اسکی موافقت کرنے کے لئے کھا لیتا ہوں۔ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک دن انھیں بھوک لگی اور کھانا ان کے سامنے نہیں لایا گیا اور ان کا معمول یہی تھا کہ جب کھانا ان کے سامنے پیش کیا جاتا تب) کھاتے) کہتے ہیں کہ پس میں نے اس مکان کا دروازہ کھولا جس میں کھانا تھا اور ایک انار لیا تاکہ میں اسے کھاؤں اس اثناء میں ایک بلی گھس آئی اور ایک مرغی اس نے پکڑ لی جو وہاں تھی سو میں نے کہا کہ یہ مجھے اسکی سزا دی گئی ہے کہ میں نے (اپنے معمول کے خلاف) انار کے لینے میں تصرف کیا۔

(۱۰۸۱) منقول ہے کہ ایک صوفی نے ایک جوان کی خاطر جو اسکی صحبت میں رہتا تھا برسوں روزے رکھے تاکہ یہ جوان اسکو دیکھکر اس سے ادب حاصل کر لے اور اسکے روزہ کے ساتھ خود بھی روزہ رکھے۔

(۱۰۸۲) منقول ہے کہ ابو الحسن تینیؒ اپنے اصحاب کے ساتھ حرم میں سات دن

رہے جن میں انھوں نے کچھ نہیں کھایا ان کے اصحاب میں سے ایک شخص طہارت کے لئے باہر گیا اور ایک تربوز کا چھلکا دیکھا اسے اٹھا کر کھا لیا پس ایک شخص نے اسے (چھلکا کھاتے ہوئے) دیکھا پس وہ اسکے پیچھے پیچھے آیا اور کوئی کھانے کی چیز اس جماعت کے سامنے رکھدی۔ اسوقت شیخ نے کہا کہ تم میں سے کس نے یہ جرم کیا ہے (یعنی جس سے ہمارا حال معلوم ہوگیا) ایک نے کہا کہ یہ میرا جرم ہے میں نے تربوز کا چھلکا پایا تھا اور اسے اٹھا کر کھا لیا تھا شیخ نے کہا کہ اپنے جرم اور اپنے کھانے کو تھیں لو۔ اس نے عرض کیا کہ میں اپنے جرم سے توبہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ توبہ کے بعد بحث نہیں ہے

(۱۰۸۳) رویمؒ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت میں بغداد کی ایک گلی میں گذرا پس مجھے پیاس معلوم ہوئی سو میں ایک مکان کے دروازے پر گیا اور پانی پینے کو مانگا پس یکایک ایک لڑکی باہر نکلی اور اسکے ہاتھ میں نئی صراحی تھی جو ٹھنڈے پانی سے لبریز تھی پس جب میں نے اسکے ہاتھ سے لینا چاہا تو اس نے کہا کہ صوفی اور دن میں پانی پیئے اور صراحی کو زمین پر ٹپکا اور چلدی رویمؒ نے کہا کہ مجھے اس سے شرم آئی اور میں نے عہد کیا کہ میں کبھی بے روزہ نہ رہوں گا۔

(جلد دوم عوارف)

(۱۰۸۴) حکایت ہے کہ شیخ محمد غزالیؒ جب طوس کی طرف لوٹے تو انکے سامنے ایک مرد صالح کی تعریف کی گئی جو بعض قریات میں تھے تو انھوں نے زیارت کیلئے اسکے پاس جانے کا ارادہ کیا اور اس سے ملاقات کی اور وہ اسوقت اپنے ایک شغل میں تھا کہ زمین میں گیہوں بوتا تھا سو جب اس نے شیخ محمدؒ کو دیکھا تو انکی طرف چلا اور انکی طرف متوجہ ہوا اتنے میں ایک شخص اسکے اصحاب سے آیا اور اس سے بیج مانگا تاکہ جب تک وہ غزالیؒ کے ساتھ مشغول ہے اسوقت تک

وہ شیخ کے عوض اس کام میں نیابت کیے تو اس نے انکار کر دیا اور بیج اُسے نہ دیا تو غزالیؒ نے اس انکار کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ اس بیج کو قلب حاضر اور لسان ذاکر سے بوتا ہوں اس امید سے کہ ہر ایک شخص جو اسمیں سے کچھ تناول کرے اس کے لئے برکت ہو تو میں نہیں چاہتا کہ اسکو اس شخص کے سپرد کروں کہ وہ زبان غیر ذاکر اور قلب غیر حاضر سے بووے

(۱۰۸۵) روایت ہے کہ سفیان ثوریؒ کے پاس ایک جماعت آئی اور انکو موجود نہ پایا تو انھوں نے دروازہ کھولا اور دستر خوان بچھایا اور کھانا کھایا پھر سفیان آئے اور خوش ہوئے اور کہا تم نے مجھکو سلف کے اخلاق یاد دلا دیئے کہ وہ ایسے ہی تھے۔

(۱۰۸۶) روایت ہے کہ حسن بن علی کا ایک ایسی مساکین کی قوم پر گذر ہوا جو راستوں پر لوگوں سے سوال کرتے ہیں اور انھوں نے زمین پر ٹکڑے روٹیوں کے پھیلا رکھے تھے اور آپ ایک خچر پر سوار تھے سو جب آپ ان پر گذرے تو ان سے سلام علیک کی اور انھوں نے وعلیکم السلام کہا اور عرض کی کہ اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئیے کھانا حاضر ہے، آپ نے فرمایا اچھا، اللہ تعالےٰ متکبروں کو دوست نہیں رکھتا، پھر اپنی ران کو پھیرا اور اپنی سواری پر سے اتر پڑے اور زمین پر انکے ساتھ بیٹھے اور آکر کھانے لگے پھر انکو سلام کیا اور سوار ہو گئے۔

(۱۰۸۷) روایت ہے کہ ہارون رشید نے ابی معاویہ نابینا کو بلایا اور حکم دیا کہ ان کے لئے کھانا لایا جاوے پھر جب وہ کھانا کھا چکے تو رشید نے ان کے ہاتھوں پر طشت میں پانی ڈالا اور پھر جب وہ فارغ ہوئے تو کہا یا ابا معاویہ تم جانتے ہو کہ تمھارے ہاتھ پر کس نے پانی ڈالا کہا نہیں، کہا کہ امیر المومنین نے کہا اے امیر المومنین صرف بات یہ ہے کہ تم نے علم کا اکرام و اعزاز و اجلال کیا اللہ تعالےٰ تمھارا اجلال کرے اور تمھارا اکرام کرے جیسا کہ تم نے

علم کا اکرام کیا۔

(۱۰۸۸) حکایت ہے کہ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ باہر نکلے اور آپ کے بدن پر ایک کپڑا تھا جسکو الٹا پہن رکھا تھا پس آپکو خبر کی گئی اور آپ کو اسکا علم نہ تھا پس آپ نے ارادہ کیا کہ اسے اتاریں اور سیدھا کریں پھر اسکو ویسا ہی چھوڑ دیا اور فرمایا کہ جب میں نے پہنا تھا تو یہ نیت کی تھی میں اسے اللہ کے واسطے پہنتا ہوں اور اسوقت صرف خلق کی نظر کیلئے بدلتا ہوں، سو میں ایسا کر کے پہلی نیت کو نہیں توڑتا۔

(۱۰۸۹) ابو سلیمان دارانی رح نے ایک کپڑا دھلا ہوا پہنا تو ان سے احمد نے کہا کاش آپ اس سے اچھا کپڑا پہنتے تو آپ نے جواب دیا کاش قلوب میں میرا قلب ایسا (ممتاز) ہوتا جیسا کہ کپڑوں میں میرا قمیص (ممتاز) ہے

(۱۰۹۰) حکایت ہے کہ خرقہ پوشوں کی ایک جماعت بشر بن الحارث کے پاس گئی تو ان سے آپ نے فرمایا کہ اے قوم خدا سے ڈرو اور اس لباس کو ظاہر مت کرو اس واسطے کہ تم اس سے پہچانے جاتے ہو اور اسکی وجہ سے اکرام کئے جاتے ہو سو سب کے سب خاموش ہو رہے پس ایک لڑکے نے ان میں سے آپ کو جواب[ل] دیا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمکو ان لوگوں میں سے کیا جو اس لباس سے پہچانے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے اکرام کئے جاتے ہیں۔ اللہ کی قسم البتہ یہ لباس غالب ہوگا یہاں تک کہ دین[ع] سب اللہ کے لئے ہو جاوے تب بشر رح نے اس سے فرمایا اے لڑکے خوب کہا جو کوئی تمھارے مثل ہو وہ (شوق سے) گدڑی پہنے۔

ل مطلب یہ کہ اگر قصد شہرت و تعظیم سے پہنے تو مذموم ہے اور جب بلا قصد خدا تعالیٰ تعظیم کرائیں تو کیا حرج ہے۔ ع یعنی اسکی عظمت تمام لوگوں میں ظاہر ہو جاوے ۱۲

(۱۰۹۱) روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کرتا پہنا جو تین درم میں خریدا تھا پھر انگلیوں کیطرف سے اسکی آستینیں کاٹ ڈالیں۔

(۱۰۹۲) جریری سے حکایت ہے وہ کہتے تھے کہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک شخص تھے کہ انھیں جاڑے ہوتے یا گرمی ہمیشہ ایک کپڑا پہنے ہوئے دیکھتے ان سے اسکا سبب دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے پہلے زیادہ کپڑے پہننے کا شوق تھا سو ایک رات میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا پس میں نے دیکھا کہ فقراء کی ایک جماعت میرے دوستو میں سے دسترخوان پر بیٹھی ہوئی ہے سو میں نے انکے پاس بیٹھنا چاہا کہ یکایک فرشتوں کی ایک جماعت آئی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا اور مجھے کہا کہ یہ ایک کپڑا رکھتے ہیں اور تم دو کپڑے رکھتے ہو پس تم ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے تب میں جاگ پڑا اور عہد کیا کہ ایک کپڑے سے زیادہ نہ پہنوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ سے جا ملوں۔

(۱۰۹۳) کہا گیا ہے کہ حضرت ابویزیدؒ نے وفات پائی اور جو کرتا آپ کے بدن پر تھا اس کے سوا اور کچھ نہ چھوڑا اور وہ بھی مانگا ہوا تھا سو اُسے اسکے مالک کو واپس کر دیا۔

(۱۰۹۴) شیخ حمادؒ جو کہ ہمارے شیخ کے شیخ تھے انکی ہمیں حکایت پہونچی ہے کہ انھوں نے بڑا زمانہ اس حالت پر بسر کیا کہ صرف اجرت پر لیا ہوا کپڑا پہنتے یہانتک کہ اپنا ذاتی کوئی کپڑا نہیں پہنا۔

(۱۰۹۵) حکایت کی گئی ہے کہ ابن کرنبیؒ نے جو کہ حضرت جنید کے استاد تھے اس حالت میں وفات پائی کہ ان کے بدن پر انکی گدڑی تھی کہا گیا ہے کہ انکی گدڑی کی ایک آستین اور اسکی کلیوں کا وزن تیرہ رطل تھا۔

(۱۰۹۶) منقول ہے کہ ابوحفص حداد لطیف کپڑے پہنا کرتے اور انکا ایک

گھر تھا جس میں ریت بچھی ہوئی تھی شاید آپ اسپر بغیر بچھونے کے سویا کرتے تھے

(۱۰۹۷) ہمارے شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ تھے کہ وہ لباس کی کسی خاص وضع کے پابند نہ تھے بلکہ بغیر تکلف و اختیار اتفاقاً جو مل جاتا پہن لیتے کبھی تو دس دینار کا عمامہ پہنتے اور کبھی ایک دانق کا (دانق درم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے)

(۱۰۹۸) شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ایک وضع کا لباس پہنتے تھے اور طیلسان (ایک قسم کے چادرے کا نام ہے) پہنتے تھے۔

(۱۰۹۹) شیخ علی ہیتیؒ دیہاتی فقیروں کا سا لباس پہنتے تھے۔

(۱۱۰۰) شیخ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کا حال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ترکِ اختیار تھا آپ کے پاس نازک کپڑے لائے جاتے (پس آپ انکو قبول کر لیتے) اور پہن لیتے اور آپ سے کہا جاتا کہ اکثر اوقات ان کپڑوں کے پہننے کیوجہ سے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ پر اعتراض آتے ہیں پس آپ فرماتے کہ ہماری ملاقات صرف دو ہی قسم کے شخصوں میں سے کسی شخص سے ہوتی ہے ایک تو وہ شخص جو ہم سے شرع کے ظاہری حکم کا مطالبہ کرتا ہے پس اسکو تو ہم یہ جواب دیدیتے ہیں کہ کیا شرع کو رو سے ہمارے یہ کپڑے مکروہ ہیں یا حرام ہیں؟ پس اسے کہنا پڑتا ہے کہ نہیں اور ایک وہ شخص جو ہم سے اہل عزیمت کی جماعت کے حقائق کا مطالبہ کرتا ہے پس اسکو ہم یہ جواب دیدیتے ہیں کہ کیا تم اس لباس کے پہننے میں ہمارا کچھ اختیار دیکھتے ہو (کہ ہم نے اسے خود حاصل کیا ہو) یا ہمارے اندر اسکی خواہش پاتے ہو پس وہ کہتا ہے کہ نہیں (سو اس طرح وہ بھی لاجواب ہو جاتا ہے پس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہی)

(۱۱۰۱) مسلمہ بن عبدالملک نے کہا ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز کی بیماری میں عیادت کرنے کے لئے انکے پاس گیا پس میں نے دیکھا کہ انکا کرتا میلا ہو رہا ہے پس میں نے انکی زوجہ فاطمہ سے کہا کہ امیر المومنین کے کپڑے دھو دیا اس نے کہا کہ

انشاء اللہ ایسا ہی کرینگے۔ کہا پھر (جب) میں دوبارہ عیادت کرنے گیا تو دیکھا کرتا ویسا ہی (میلا) ہے۔ پس میں نے کہا اسے فاطمہ کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اسے دھو دینا اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اُسکے سوا ان کے پاس کوئی اور کرتہ نہیں ہے اور سالم نے کہا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ قبل اسکے کہ انکو خلافت سپرد کیجائے آدمیوں میں سے سب سے زیادہ نرم و نازک کپڑے پہننے والے تھے۔ پس جبکہ انکو خلافت سپرد کی گئی تو گھٹنوں کے درمیان سر دیکر روئے پھر انھوں نے پرانے کپڑے منگائے اور انھیں پہنا۔

(۱۱۰۲) منقول ہے کہ جب ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا تو ان کے کپڑے میں چالیس پیوند پائے گے حالانکہ آپکی تنخواہ چار ہزار درہم تھی۔

(۱۱۰۳) زید بن وہب نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قمیض رازی پہنا اور وہ ایسا تھا کہ جب اسکی آستین کھینچی جاتی تو انگلیوں کے سرے تک پہونچتی پس خارجیوں نے (آستینوں کے لمبے نہ ہونے کی وجہ سے) آپ پر اعتراض کیا آپ نے فرمایا کیا تم ایسے لباس کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کرتے ہو جو تکبر سے بہت دور ہے اور اس لائق ہے کہ مسلمان (اسمیں میری) اقتدار کریں۔

(۱۱۰۴) منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی (کے بدن) پر باریک کپڑے دیکھتے تو دُرّہ لیکر اس پر چڑھ جاتے اور فرماتے کہ یہ باریک کپڑے عورتوں کے لئے رہنے دو۔

قیام لیل

(۱۱۰۵) علی بن بکار سے منقول ہے کہ چالیس برس سے مجھے کوئی بات ایسی پیش نہیں آئی جو مجھے رنجیدہ کرے بجز اسکے کہ (ایکی رات سے سیری نہیں ہونے پاتی ہے کہ جلدی سے) صبح نمودار ہو جاتی ہے۔

اگر خدا فہم دے تو قرآن کا لفظ لفظ اعجاز سے بھرا ہوا ہے۔ جب شکر پر وعدۂ زیادت ہے تو جو شخص نعمت ایمان پر شکر ادا کرتا رہے گا اسکا ایمان کبھی زائل یا کم نہو گا بلکہ دن بدن بڑھتا رہے گا پس یہ ورد دستور العمل بنانے کے قابل ہے اگر اپنا ایمان دنیا سے سلامت لیجانا چاہتے ہو تو ایمان کا شکر کبھی نہ بھولو۔ (اَللّٰهُمَّ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ عَلٰى مَا اَوْلَيْتَنِيْ مِنْ نِعْمَةِ الْاِسْلَامِ وَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ عَلٰى مَا اَكْرَمْتَنِيْ بِنِعْمَةِ الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ۔ اٰمین) ۱۲ جامع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ میری امت غافل ہے یہ از خود ایمان اور اسلام کا شکر بہت کم ادا کرے گی اسلئے حضور نے بعض دعائیں ہمکو ایسی تعلیم فرمائیں جن میں اسلام کا شکر بھی ادا ہو جاتا ہے۔ مثلاً کھانے کے بعد کے لئے یہ دعا فرمائی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ وَسَقَانِيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ o خدا کا شکر ہے جنے مجھکو کھلایا اور پلایا اور مجھے مسلمانوں میں داخل فرمایا۔ کھانے کے میل میں اسلام پر شکر کی تعلیم فرمانے میں ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ اسمیں اشارۃً بتلایا گیا ہے کہ تم ایسے نہیں ہو جو مستقلاً اسلام کا شکر ادا کرو اسلئے بچوں کی طرح روٹیوں کے بعد شکر اسلام کی تعلیم فرمائی کہ میاں اور کسی وقت شکر نہ کرو تو روٹیاں کھانے کے بعد تو اسلام کا شکر ادا کر لیا کرو کیونکہ اسوقت ایک ظاہری نعمت تمھارے سامنے ہوتی ہے اسکا شکر تو طبعاً ادا کرو ہی گے اسکے ساتھ ساتھ نعمت اسلام کا شکر بھی ادا کرو جس سے یہ سب کھانا پینا بھی نعمت ہوگیا اور اسلام کی بدولت آخرت میں بھی ہمکو یہ نعمتیں نصیب ہوں گی اگر نعمت اسلام نہوتی تو کھانا پینا سب وبال جان ہوتا اور اسکی لذت چند روزہ ہوتی۔ پس روٹیوں کے ساتھ شکر اسلام کی تعلیم فرمانا ایسا ہے جیسے بچوں کو بتاشہ میں دوا دیتے ہیں افسوس ہم ایسے غافل ہیں کہ حضورؐ ہمکو بچوں کی طرح بہلا پھسلا کر شکر اسلام کی تعلیم فرما رہے ہیں اور اسی طرح اپنے کھانے کے میل میں کھانے کے بعد حضورؐ نے ایک اور مفید دعا بھی تعلیم فرمائی ہے کہ جب کسی دوسرے کے گھر کھانا کھاؤ تو یوں کہو اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِيْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِيْ (یعنی دعوت کرنیوالے کو دعا دو کہ اے اللہ جل جلالہ اسنے ہمکو کھلایا پلایا ہے آپ

بھی اسکو ہمیشہ کھلاتے پلاتے رہیں (یا جنت کے طعام و شراب سے ممتاز فرمائیں) حضور کی تو یہ تعلیم ہے مگر یہاں یہ عادت ہے کہ کھلانے والے کو دعا تو کیا دیتے، اسکا شکر تو کیا ادا کرتے الٹا کھانے میں عیب نکالتے ہیں خصوصاً رسوم کے کھانوں میں اکثر یہی ہوتا ہے۔ ایک بنئے نے اپنی لڑکی کی شادی میں بہت بڑی بارات بلائی تھی اور دعوت کا سامان بہت بڑھیا کیا تھا اسکے علاوہ چلتے ہوئے ہر باراتی کو ایک ایک اشرفی بھی دی تھی یہ سنبھے کرکے اسکو خیال ہوا کہ آج بارات والے میری خوب تعریف کرتے جائیں گے وہ اپنی تعریف سننے کے لئے اس راستہ میں چھپ کر بیٹھ گیا جہاں سے بارات گذر رہی تھی مگر وہاں بالکل سناٹا تھا کسی نے بھی تو بنیا کی دریادلی کی داد نہ دی آخر بہت دیر کے بعد ایک گاڑی میں سے آواز آئی کہ کوئی شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ بھائی لالہ جی نے بڑے حوصلہ کی دعوت کی اچھے اچھے کھانے کھلائے اور چلتے ہوئے ایک ایک اشرفی دی تو دوسرا کیا کہتا ہے کہ میاں کیا کیا؟ سسرے کے یہاں اشرفیوں کے کوٹھے بھرے پڑے ہیں دو دو بانٹ دیتا تو اسکے کیا کمی آجاتی۔ لیجئے ایک اشرفی بانٹ کر تو سسرے کا خطاب ملا زیادہ بانٹتا تو نمعلوم کیا خطاب ملتا۔ اسی لئے محققین نے کہا ہے کہ اس شخص سے زیادہ کوئی احمق نہیں جو طالب جاہ ہو کیونکہ یہ کمال محض وہمی انتزاعی ہے اور انتزاعی بھی ایسا جو اس شخص کے ساتھ خود قائم نہیں بلکہ دوسرے کے خیال کیساتھ قائم ہے کیونکہ جاہ نام ہے دوسروں کی نظروں میں معزز ہونے کا جسکا مدار محض دوسرے کے خیال پر ہے جو کہ اپنے وجود میں خود اس دوسری کے تابع ہے وہ جب چاہے بدل دے تو ساری جاہ خاک میں مل جاتی ہے مگر طالب جاہ خوش ہے کہ آہا لوگ مجھے اچھا کہتے ہیں جیسے بنیا خوش ہوتا ہے کہ بنئے کی دوکان میں میرے واسطے غلہ آیا ہے جی ہاں ذرا منہ توڑا لو ابھی چوہے دان آتا ہے جس سے ساری خوشی کرکری ہو جائیگی اسی طرح سے دوسرے شخص کا اپنا خیال بدل دینا یہ جاہ کے لئے چوہے دان ہے

ایک نقص تو جاہ میں یہ ہے کہ وہ سراسر دوسرے کے تابع وہ ایسا کمال نہیں جو اپنے قبضہ کا ہو دوسرا نقص یہ ہے کہ اس سے نفع جو حاصل ہوتا ہے وہ محض وہمی ہے یعنی بڑائی اور عزت کیونکہ عزت اور بڑائی سے نہ گھر میں روپیہ آتا ہے اور نہ جائداد بڑھتی ہے محض دل خوش کرلو ورنہ جاہ سے تو اچکن میں ایک بٹن بھی نہیں لگتا اور جو لوگ جاہ سے نفع مالی حاصل کرتے ہیں جیسے بعض لوگ بڑا بنکر غریبوں سے بیگار لیتے ہیں یا جا و بیجا فرمائشیں کرتے رہتے ہیں انکی جاہ بہت جلد زائل ہو جاتی ہے۔ غرض اس سے بدون خیالی نفع کے اور کچھ فائدہ نہیں ایک رئیس نے دیوبند میں بڑی دھوم دھام کی دعوت کی تھی جس میں بڑا روپیہ صرف ہوا تھا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت کے بعد ان رئیس صاحب کو اس فراخ حوصلگی کی داد اس طرح دی کہ شیخ صاحب آپ نے بڑے حوصلہ کا کام کیا مگر افسوس ہے کہ اتنا روپیہ خرچ کرکے آپ نے ایسی چیز خریدی جو بازار میں پھوٹی کوڑی کو بھی نہیں بک سکتی یعنی نام ۔ اور اگر بدنامی ہوگئی تو وہ خیالی جاہ بھی جاتی رہی بس جاہ کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی منہار پوٹلا باندھے ہوئے چوڑیوں کا لیجارہا تھا ایک گنوار نے لاٹھی کا کھودا مار کر پوچھا کہ میاں اسمیں کیا ہے (گاؤں والوں کی عادت ہے کہ وہ لاٹھی مار کر پوچھا کرتے ہیں) اس منہار نے جواب دیا کہ اسمیں ایسی چیز ہے کہ ایک کھودا اور مارو تو کچھ بھی نہیں ۔ اسی طرح جاہ ایسی چیز ہے کہ ذرا سی ٹھیس میں جاتی رہتی ہے اسلئے جو لوگ نام کے واسطے روپیہ برباد کرتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں اور اس سے بڑھکر غلطی کھانے والوں کی ہے کہ وہ دوسرے کا مال کھا کر شکر نہیں ادا کرتے نہ اسے دعا دیتے ہیں ۔ ہاں آجکل مُردوں کو فاتحہ میں دعا دی جاتی ہے تو وہاں بھی کھلانے والے کو کوئی دعا نہیں دیتا، حالانکہ پہلے کھلانے والے کو دعا دینی چاہیئے اگر وہ نہ کھلاتا تو مُردوں کو ثواب کیسے پہونچتا بلکہ کھانے والوں کو بھی دعا دینی چاہیئے اور انکا مشکور ہونا

چاہیئے کیونکہ وہ نہ کھاویں تب بھی مردوں کو ثواب نہیں پہونچ سکتا۔

میرٹھ میں ایک لطیفہ ہوا کسی جگہ مردوں کی فاتحہ دی جارہی تھی اور ایک لمبی فہرست پڑھی جارہی تھی جس میں نمبروار مردوں کے نام درج تھے جب فہرست کے ختم ہونے میں دیر لگی تو ایک صاحب بولے کہ میاں اسمیں ہمارا نام بھی تو لکھا ہوتا کیونکہ خدا کی قسم اگر ہم نہ کھاویں تو اسمیں سے ایک کو بھی تو ثواب نہ ملیگا اس پر سب لوگ ہنس پڑے اور وہ فہرست مختصر کی گئی ان رسوم میں ایک ایسی بات ضرور موجود ہوتی ہے جو ان کے لغو و باطل ہونے پر خود دلالت کرتی ہے چنانچہ کھانے سے پہلے مردوں کا نام ترتیب وار لیا جانا یہ محض لغو حرکت ہے آخر یہ نام کسے سنا جارہے ہیں؟ اگر کھانے والوں کو سناتے جاتے ہیں کہ تم ان لوگوں کی نیت کرکے کھانا تو ظاہر ہے کہ کھانے والے جب ہاتھ دھوکر بیٹھتے ہیں تو انکو سوا کھانے کے کچھ یاد نہیں رہتا اور نہ اتنی لمبی فہرست یاد رہ سکتی ہے اور اگر خدا کو سنانا ہے تو اسکا لغو ہونا بالکل ظاہر ہے خدا تعالیٰ کو تو ہر شخص کی نیت کا حال معلوم ہے انکو سنانے کی کیا ضرورت ہے مگر پھر بھی بعض لوگ اپنی اغراض کے لئے فاتحہ وغیرہ کو دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، چنانچہ ایک صاحب کہنے لگے کہ مولوی خواہ مخواہ فاتحہ کا انکار کرتے ہیں حالانکہ سورۂ فاتحہ خاص اسی واسطے اتری ہے چنانچہ اسکا نام ہی فاتحہ ہے۔ سبحان اللہ کیا پاکیزہ دلیل ہے۔ پھر یہ لوگ علماء سے بحث کرکے دقائق علمیہ کو سمجھنا چاہتے ہیں اور جب نہیں سمجھتے تو علماء پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ ہمکو سمجھا نہیں سکتے۔ بغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو کھانے کے بھی سب آداب بتلائے ہیں اور جنمیں ضمناً اسلام پر بھی شکر کی تعلیم فرمائی۔

اب سمجھئے کہ شکر کے معنی ہیں قدردانی کے اسی واسطے خدا تعالیٰ کا نام شکور ہے کہ وہ اعمال کی قدر کرتے ہیں قدر کی دو صورتیں ہیں اگر یہ شخص حاجتمند ہے تو اسکی قدر تو یہ ہے کہ اس سے منفعت حاصل کرے اور منعم کا احسان مند

رہے اور اگر حاجت مند نہیں ہے تو اسکی قدر یہ ہے کہ اس فعل کی جزا و صلہ عطا کرے چنانچہ حق تعالیٰ کو شکور اسی معنی کے اعتبار سے کہتے ہیں ان کی قدر دانی یہی ہے کہ بندوں کے اعمال کا صلہ دیتے ہیں اور بندہ کی قدر دانی یہ ہے وہ خداتعالیٰ نعمتوں سے وہ منافع حاصل کرے جنکے لئے وہ موضوع ہیں مثلاً روٹی کی قدر یہ ہے کہ اسے کھاؤ پانی کی قدر یہ ہے کہ اس سے ٹھنڈک حاصل کرو اگر کوئی شخص برف کو پانی میں گھول کر معمولی بوتل کے اندر رکھدے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے برف کی قدر نہیں کی یعنی جس منفعت کے لئے وہ موضوع تھا اس سے وہ نفع حاصل نہ کیا اسلئے ناقدری کی اسی طرح اسلام کا شکر یہ ہے کہ اسکی قدر کرو اور قدر یہ ہے کہ اسکی برکات ومنافع حاصل کرو۔ اب سنو کہ اسلام کے منافع کیا ہیں سو سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کے دو درجے ہیں ایک درجہ تلفظ وا قرار شہادتین کا ہے کہ خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرے، یہ تو ادنیٰ درجہ ہے اور ادنی کے معنی یہ ہیں کہ ایسا ضروری ہے کہ اسکے بغیر نجات ہو ہی نہیں سکتی یہ برکت تو ادنیٰ درجہ سے حاصل ہو جاتی ہے کہ اسکی بدولت کسی نہ کسی وقت جہنم سے چھٹکارا ہو جاوے گا اور ایک درجہ اس سے اعلیٰ ہے کہ شہادتین کا اقرار کرکے فرائض وواجبات اسلامیہ کی پابندی بھی کیجائے اس سے نجات کامل حاصل ہوتی ہے کہ بدون عذاب کے جنت میں جانا نصیب ہوتا ہے اور بڑے بڑے درجات ملتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نجات کامل کے لئے تکمیل اسلام کی ضرورت ہے اور ظاہر ہے کہ ہر شخص نجات کامل ہی کا متوقع ہوتا ہے۔ مقدمات میں ہر شخص کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح بدون سزا و جرمانہ کے رہائی ہو جائے۔ اسکا متوقع کوئی نہیں ہوتا کہ بس رہائی ہو جاوے خواہ سزا ہی کے بعد سہی۔ اسی طرح ہر مطلوب میں انسان کو درجہ کمال ہی مطلوب ہوتا ہے تو اسلام میں بھی درجہ کمال مطلوب ہونا چاہیئے۔ دیکھئے مکان دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہے جس میں

گوندے کی دیواریں ہیں نیچی چھت ہے نہ ہوا کا آرام نہ دھوپ کا، پاخانہ باورچی خانہ سب ایک ہی جگہ آس پاس ہیں اور ایک وہ مکان ہے جسکا صحن وسیع ہے ہوا کا بھی آرام ہے اور دھوپ کا بھی دیواریں بھی مضبوط ہیں چھت بھی اونچی ہے غسلخانہ بھی ہے، ہوا کے لئے روشندان اور کھڑکیاں بھی ہیں تمام ضروریات اعلیٰ پیمانہ پر ہیں پھر اس میں زینت و آرائش بھی ہر قسم کی ہے، خود فیصلہ کر لیجئے کہ مطلوب کونسا مکان ہوگا اسی طرح کپڑا ایک تو وہ ہے جو بدنما بدصورت ہونے کے ساتھ اتنا کم ہے جس کو کفن کی طرح لپیٹ لیا جاوے (یعنی بدن ڈھانکنے سے قاصر ہے) ایک وہ کپڑا ہے جس سے بدن بخوبی چھپ سکتا ہے خوشنما خوبصورت ہے عمدہ سلا ہوا ہے ظاہر ہے کہ ہر شخص کو ایسا ہی کپڑا مطلوب ہوگا نہ پہلا تو دنیوی امور میں ہر شخص درجۂ کمال کا طالب ہے۔ درجۂ نقصان پر کوئی اکتفا نہیں کرتا بلکہ کمال کی کوشش کرتا ہے مگر دینی کاموں میں ہماری یہ حالت ہے کہ درجۂ نقصان پر راضی ہیں حصول کمال کی کوشش نہیں کرتے چنانچہ بہت لوگ اسلام میں درجہ ادنیٰ یعنی تلفظ شہادتین پر اکتفا کئے ہوئے ہیں اور نماز وغیرہ کی پروا نہیں کرتے اس میں علاوہ اس خرابی کے کہ انکا اسلام ناقص ہے اور فرائض ترک کرنے سے عذاب ہونیکا اندیشہ ہے۔

بڑی خرابی یہ ہے کہ ایسے مسلمانوں پر دشمنوں کے دندان آز تیز ہوتے ہیں تجربہ ہے کہ مخالف کو اس مسلمان کے بہکانے کی جرأت ہوتی ہے جسکا اسلام ناقص ہے کافر اسی مسلمان کو اپنے پھندے میں لانے کی کوشش کرتا ہے جس کا اسلام کامل نہیں بلکہ برائے نام ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جن لوگوں کا اسلام کامل ہے ان پر میرے اغوا کا اثر نہیں ہو سکتا ہاں جو لوگ نام کے مسلمان ہیں کہ سوائے اپنے کو مسلمان کہنے کے اور کوئی بات اسلام کی ان کے اندر موجود نہیں وہ جلد ہمارے بہکانے میں آسکتے ہیں اسلئے وہ ایسے لوگوں پر اپنے دانت

تیز کرتے ہیں چنانچہ آجکل جو فتنۂ ارتداد چل رہا ہے اسکے شکار ایسے ہی مسلمان ہورہے ہیں جنکو نہ کلمۂ توحید یاد ہے نہ نماز روزہ کے پابند ہیں نہ صورت و وضع مسلمانوں کی سی ہے نہ معاشرت مسلمانوں جیسی ہے صورت سے کوئی شخص انکو مسلمان نہیں کہہ سکتا مگر چونکہ وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور ان کے آبار و اجداد بھی مسلمان تھے اسلئے شرعاً وہ مسلمان ہیں اور ان کے اسلام کی حفاظت ہمارے ذمہ ضروری ہے۔ بہرحال تکمیل اسلام کی ضرورت عذاب سے بچنے کے لئے تو ہے ہی مخالفوں کے پھندوں سے بچنے کے لئے بھی اسکی ضرورت ہے۔

اگر دفعۃً پوری تکمیل نہ ہوسکے تو چند باتوں کی ضرورت تو بہت سخت ہے ایک یہ کہ سب مسلمان نماز کی پابندی شروع کردیں تجربہ ہے کہ نمازی کو کوئی شخص بہکانے کی جرأت نہیں کرسکتا جس مسلمان کو کفار نماز کا پابند دیکھتے ہیں اس سے بالکل مایوس ہوجاتے ہیں کہ یہ کبھی ہمارے بہکانے میں نہیں آسکتا کیونکہ وہ اسکو پکا مسلمان سمجھتے ہیں پس خدا کے لئے تم نماز کی پابندی تو ابھی سے شروع کردو یہ اسلام کا بڑا پہرے دار ہے۔

واقعی اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کی ایک تفسیر ابھی سمجھ میں آئی مشہور تفسیر تو یہ ہے کہ نماز مسلمانوں کو برے کاموں سے روک دیتی ہے اسپر ظاہر میں یہ اشکال پڑتا ہے کہ ہم تو بہت سے نمازیوں کو برے کام کرتے دیکھتے ہیں اور اسکا جواب دیا گیا ہے کہ نماز سے برے کام کم ضرور ہوجاتے ہیں اگر اس شخص کی نماز کامل ہو خشوع و خضوع اور جملہ آداب کے ساتھ ہے تب یہ شخص بالکل برے کاموں سے محفوظ ہوجائیگا اور اگر نماز ناقص ہے تو جیسی نماز ہے اسکے مناسب برے کام چھوٹ جائیں گے۔ غرض جس درجہ کی نماز ہوگی اس درجہ کی نہی عن الفحشاء ہوگی تجربہ کرلیا جاوے کہ دو جماعتوں کا امتحان کرکے دیکھو ایک وہ جو بالکل بے نمازی ہے دوسرے وہ جو نمازی ہے گو انکی نماز کسی درجہ کی ہو) یقیناً نمازی جماعت کے اندر برے کام کم ہوں گے اور بے نمازیوں میں انکی نسبت سے زیادہ ہونگے تو مشہور تفسیر پر اشکال واقع ہوتا تھا جسکا جواب دینے کی ضرورت ہوتی

مگر جو تفسیر اس وقت القا ہوئی ہے اس پر کوئی اشکال نہیں پڑتا وہ یہ کہ اہل خشار و منکر کو نمازی کے پاس آنے اور اسکے بہکانے سے روک دیتی ہے اسکی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اذان سے شیطان گوز مارتا ہوا بہت دور بھاگ جاتا ہے اسکا اقرار کفار کو بھی ہے چنانچہ مندر کے پاس اذان دینے سے وہ لوگ روکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اذان کی آواز سے ہمارے دیوتا بھاگ جاتے ہیں۔ ایک راجہ کے یہاں ہندو پنڈتوں نے استغاثہ دائر کیا تھا کہ مسلمانوں کی مسجد مندر کے پاس ہے جس میں وہ اذان دیتے ہیں انکو اس سے منع کیا جائے کہ زور سے اذان نہ کہا کریں ہمارے دیوتا بھاگ جاتے ہیں۔ راجہ نے وزیر سے کہا کہ ہمارا ایک گھوڑا توپ کی آواز سے چونکتا تھا تو ہم نے اسکی چمک نکالنے کیلئے یہ تدبیر کی تھی کہ اسکو توپ کے پاس رسیوں سے بندھوا کر خوب توپ چلانے کا حکم دیا تھا جس سے اسکی چمک جاتی رہی تھی تو ہمارے دیوتا اگر اذان سے بھاگتے ہیں تو یہ ہمکو بہت مضر ہے مسلمان جب چاہا کرینگے انکو بھگا دیا کرینگے لہٰذا انکی چمک نکالنی چاہیئے اور مسلمانوں سے کہنا چاہیئے کہ کہ خوب زور سے اذان دیں یہ تو ہمارے ہی واسطے مفید ہے۔ غرض جب کفار کے دیوتا اذان سے بھاگ جاتے ہیں تو جس گاؤں میں اذان ہوگی وہاں کفار بھی نہ آسکیں گے اور اگر آوینگے بھی تو ان کے حوصلے پست ہو جاویں گے پس یہ تفسیر اس آیت کی بہت عمدہ لطیف ہے۔ اور واقعی اس پر کوئی بھی اشکال نہیں چنانچہ اسوقت جو لوگ بھی دشمنوں کے بہکانے سے مرتد ہوئے ہیں وہی ہیں جن کو نماز سے کچھ علاقہ نہ تھا اسلئے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ارتداد سے بچنے کے لئے خود بھی نماز کی پابندی شروع کریں اور دیہات میں بھی مسلمانوں کو نمازی بنانے کی کوشش کریں حفاظت اسلام کے لئے ایک تو یہ عمل ضروری ہے۔ دوسرا کام یہ کریں کہ کسی بزرگ اللہ والے سے تعلق پیدا کرلیں۔

مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

شمارہ ۵ سنہ [illegible] جلد ۱۰

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار الہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مُصلحُ الاُمّۃ

فی پرچہ | مدیر: عبدالمجید عفی عنہ | تین روپئے

شمارہ ۵ | رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ مطابق مئی ۱۹۸۶ء | جلد ۱۰

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱-۷-ڈی۔

بری صحبت سے بچنے کی تعلیم بہرکیف اس سے مراد خواہ کوئی ہو یہاں اس واقعہ کو ذکر کرنے سے قرآن کریم کا اصل منشاء لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ اپنے حلقۂ احباب کا پوری احتیاط کے ساتھ جائزہ لیکر دیکھیں کہ اسمیں کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جو انھیں کشاں کشاں دوزخ کے انجام کی طرف لیجارہا ہو۔ بری صحبت سے جو تباہی آسکتی ہے اسکا صحیح اندازہ آخرت ہی میں ہوگا اور اسوقت اس تباہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا اس لئے دنیا ہی میں دوستیاں اور تعلقات بہت دیکھ بھال کر قائم کرنے چاہئیں۔ بسا اوقات کسی کافر یا نافرمان شخص سے تعلقات قائم کرنے کے بعد انسان نامحسوس طریقے پر اسکے انکار و نظریات اور طرز زندگی سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ چیز آخرت کے انجام کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔

موت کے خاتمہ پر تعجب یہاں جس شخص کا یہ واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کافر ساتھی کو دیکھنے کے لئے جہنم میں جھانکیگا اسی کے بارے میں آگے یہ مذکور ہے کہ جنت کی نعمتوں کو حاصل کرکے فرط مسرت سے یہ کہیگا کہ کیا اب ہم کبھی نہیں مرینگے؟ اسکا مقصد یہ نہیں کہ جنت کی جاودانی زندگی کا یقین نہیں ہوگا بلکہ جس شخص کو مسرتوں کا انتہائی درجہ حاصل ہو جائے وہ بسا اوقات ایسی باتیں کرتا ہے جیسے اسے یقین نہیں ہے کہ یہ مسرتیں اسے حاصل ہو گئی ہیں یہ جملے بھی اسی نوعیت کے ہیں۔

آخر میں قرآن کریم اس واقعہ کے اصل سبق کی طرف متوجہ کرکے فرماتا ہے بِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ (ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے)

(معارف القرآن ص ۴۳۹ ج ۷)

(۲۸)

هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً

لَهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝ (سورہ ص پ ۲۳)

(ترجمہ) ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا (مراد قصص انبیاء ہے کہ مکذبین کے لئے اسمیں اثبات ہے مسئلہ نبوت کا اور مصدقین کے لئے اس میں تعلیم ہے اخلاق جمیلہ اور اعمال فاضلہ کی) اور (دوسرا مضمون مجازاۃ کے متعلق اب شروع ہوتا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ) پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانا ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جنکے دروازے انکے واسطے کھلے ہوں گے (ظاہر مراد یہ ہے کہ پہلے سے کھلے ہونگے کما قال اللہ تعالیٰ حتّٰی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا) وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (اور) وہ وہاں (جنت کے خادموں سے) بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوادینگے اور انکے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہونگی (مراد حوریں ہیں ۔ اے مسلمانو) یہ جسکا اوپر ذکر ہوا) وہ (نعمت) ہے جسکا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے بیشک یہ ہماری عطا اسکا کہیں ختم ہی نہیں (یعنی نعمت دائمہ ابدیہ ہے)

(بیان القرآن ج ۱۰ ص ۱۱)

جنات عدن کے متعلق روایت ہم آیت ۸۲ میں درج کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

(معارف القرآن سے)

وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ (اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی ہم سن عورتیں ہونگی) ان سے مراد جنت کی حوریں ہیں اور ہمسن کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سب آپس میں ہمعمر ہونگی اور یہ بھی کہ وہ اپنے شوہروں کے ساتھ عمر میں مساوی ہونگی پہلی صورت میں انکے ہمعمر ہونیکا فائدہ یہ ہے کہ ان کے درمیان محبت انس اور دوستی کا تعلق ہوگا سوکنوں

کا سا بغض اور نفرت نہیں ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ چیز شوہروں کے لئے انتہائی راحت کا موجب ہے

زوجین کے درمیان عمر کے تناسب کی رعایت بہتر ہے

اور دوسری صورت میں جبکہ ہمعمر کا مطلب لیا جائے کہ وہ اپنے شوہروں کی ہم عمر ہونگی اسکا فائدہ یہ ہے کہ ہمعمری کی وجہ سے طبیعتوں میں زیادہ مناسبت اور توافق ہوگا اور ایک دوسرے کی راحت و دلچسپی کا خیال زیادہ رکھا جا سکے گا۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زوجین کے درمیان عمر میں تناسب کی رعایت رکھنی چاہیئے کیونکہ اس سے باہمی انس پیدا ہوتا ہے اور رشتہ نکاح زیادہ خوشگوار اور پائدار ہو جاتا ہے۔

(معارف القرآن ۵۲۷ ج ۷)

(۲۹)

وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۲۴ زمر)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے (جسکا ابتدائی مرتبہ ایمان ہے پھر آگے مراتب مختلفہ ہیں) وہ گروہ گروہ ہو کر (کہ جس مرتبہ کا تقویٰ ہوگا اس مرتبہ کے متقی ایک جگہ کر دیئے جائیں گے اور) جنت کی طرف (شوق دلا کر جلدی جلدی) روانہ کئے جاویں گے، یہاں تک کہ جب اس کے (جنت) کے پاس پہونچیں گے اور اسکے دروازے (پہلے سے) کھلے ہوئے ہوں گے (تاکہ ذرا بھی دیر نہ لگے اور نیز اہل اکرام کے لئے ایسا ہی ہوتا ہے،

جیسا مہمان کے لئے عادت ہے کہ پہلے سے دروازہ کھولدیا جاتا ہے) اور وہاں کے محافظ (فرشتے) ان سے بطور اکرام وثنار کے کہیں گے کہ السلام علیکم تم مزہ میں رہو، سو اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ (اس وقت ہمیں داخل ہو جاویں گے) اور (داخل ہو کر کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا اور ہمکو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں (یعنی ہر شخص کو فراغت کی جگہ ملی کہ خوب کھل کھیل کر چلیں پھریں اٹھیں بیٹھیں قیام کے طور پر تو اپنی ہی جگہ میں اور سیر کے طور پر دوسرے جنتی کے درجہ میں بھی) غرض (نیک عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے (یہ یا تو انہی کا کلام ہو یا اللہ تعالیٰ کا کلام ہو) اور (آگے اجلاس سے اخیر فیصلہ تک کہ اسی مضمون کو مختصر اور پرشوکت الفاظ میں بطور تلخیص کے فرماتے ہیں کہ) آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ (نزول اجلاس للحساب کے وقت) عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہونگے (اور) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہونگے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور (اس فیصلہ کے ٹھیک ہونے پر ہر طرف سے جوش کے ساتھ یہی خروش ہوگا اور) کہا جاوے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو سارے عالم کا پروردگار ہے (جس نے ایسا عمدہ فیصلہ کیا پھر اس نعرۂ تحسین پر دربار برخاست ہو جاوے گا)۔ (بیان القرآن ج ۲۴ ص ۳۰)

وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ یعنی خزنۂ جنت انکو سلام کریں گے اور کہیں گے طبتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہینگے طاب لکم المقام - حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب دوزخ کو عبور کرلینگے تو جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لئے جائیں گے پھر بعض کا بعض سے بدلہ لیا جائے گا یہاں تک کہ جب مہذب اور پاک و صاف ہو جاوینگے تب جنت میں داخل کئے جاوینگے پھر ان سے رضوان اور اسکے ساتھی کہینگے

کہ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِيْنَ ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ لوگ جب جنت کے پاس پہونچیں گے تو اسکے دروازے کے پاس ایک درخت پائیں گے کہ جسکی جڑ سے دو چشمے جاری ہوں گے پس جو من اس میں ایک سے غسل کرے گا تو اسکا ظاہر پاک وصاف ہوجاوے گا اور دوسرے سے پئے گا تو اسکا باطن طاہر ہوجاویگا ۔ اوران سے جنت کے دروازے پر فرشتے ملاقات کرینگے اور بوقت ملاقات کہیں گے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِيْنَ (معالم التنزیل)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلا گروہ میری امت کا جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا پھرانکے بعد آسمان کے نہایت روشن ستارے کے مانند ہوں گے پھراسی طرح درجہ بدرجہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا ایک ایسا شخص ہوگا کہ کبھی تو چلے گا اور کبھی منہ کے بل گرپڑے گا اور کبھی اسکو آگ جھلس دیگی، پس جب جہنم سے تجاوز کرجائے گا تو اسکی طرف متوجہ ہوکر کہیگا کہ بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دیدی، بیشک مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز عطا فرمائی ہے جو اولین وآخرین میں سے کسی کو نہیں دی اسکے بعد اس شخص کے سامنے ایک درخت بلند ہوگا، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب مجھے اس درخت سے قریب کردیجئے تاکہ میں اس سے سایہ حاصل کروں اور وہاں کا پانی پیئوں ۔ اسپر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے ابن آدم اگر میں تجھے یہ دیدوں ہو سکتا ہے کہ اسکے علاوہ دوسری چیز کا سوال کرے ۔ وہ عرض کرے گا نہیں اے میرے رب (اور کوئی دوسری چیز نہ مانگوں گا) اور اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کرے گا کہ اس کے سوا کوئی دوسری چیز کا سوال نہ کرے گا

اور اسکا رب اسکو معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر اسکو صبر نہ ہو سکیگا اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکو درخت کے قریب کر دینگے تو اس کا سایہ حاصل کرے گا اور اس کا پانی پئے گا اسکے بعد اسکے لئے ایک دوسرا درخت ظاہر ہوگا جو پہلے سے بھی زیادہ اچھا ہوگا تو عرض کرے گا کہ اے میرے رب مجھے اُس درخت کے قریب کر دیجئے تاکہ میں اسکا پانی پیوں اور اس سے سایہ حاصل کروں آپ سے اسکے علاوہ کسی دوسری چیز کا سوال نہ کروں گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہیں کیا تھا کہ دوسری چیز کا سوال نہیں کرے گا ہو سکتا ہے کہ اگر میں تجھکو اسکے قریب کر دوں تو اسکے علاوہ دوسری چیز کا سوال شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کرے گا کہ اسکے علاوہ دوسری چیز کا سوال نہ کرے گا اور اسکا رب اسکو معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھیگا جس پر اسکو صبر نہ ہو سکیگا تو اللہ تعالیٰ اسکو اس درخت کے قریب کر دینگے اور وہ اس سے سایہ حاصل کرے گا اور پانی پئے گا اسکے بعد ایک اور درخت ظاہر ہوگا جو جنت کے دروازے کے قریب ہوگا اور دونوں پہلے درختوں سے اچھا ہوگا یہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دیجئے تاکہ میں اس سے سایہ حاصل کروں اور اسکا پانی پیوں اسکے علاوہ دوسری چیز کا سوال نہ کرونگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہیں کیا تھا کہ اسکے علاوہ تو دوسری چیز کا سوال نہ کرے گا۔ عرض کریگا ہاں اے میرے رب بس یہی ایک چیز مانگ رہا ہوں اسکے علاوہ اب دوسری چیز کا سوال نہ کروں گا اور اسکا رب اسکو معذور سمجھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھیگا جس پر اسکو صبر نہ ہو سکے گا۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکو اس درخت سے قریب کر دینگے۔ پس جب اسکے قریب کر دینگے تو اہل جنت کی آوازیں سنے گا تو عرض کرے گا اے میرے رب مجھے اس میں داخل کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے ابن آدم جو مجھے تجھ سے چھڑا دے (یعنی تیرا سوال ختم کر دے) کیا تجھکو

یہ چیز راضی کردے گی کہ میں تجھکو دنیا اور اسکے مثل دیدوں ؟ عرض کرے گا اے میرے رب کیا آپ مجھ سے استہزاء کرتے ہیں حالانکہ آپ رب العٰلمین ہیں ـــــ یہ کہکر ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور فرمایا کہ مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں ہو کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں ؟ لوگوں نے کہا آپ کیوں ہنس رہے ہیں ؟ فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے تھے ۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں ؟ آپ نے فرمایا رب العالمین کے ہنسنے کیوجہ سے جب وہ بندہ کہیگا اتستھزی منی وانت رب العٰلمین اس پر اللہ تعالٰی فرمائیں گے میں تجھ سے استہزاء نہیں کرتا ہوں لیکن میں جو کچھ چاہتا ہوں اسپر قادر ہوں ۔　　(روح المعانی و تمام من المشکوٰۃ)

(آیات بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ مطلب کہ اہل جنت کیلئے اپنے اپنے مکانات محلات اور باغات تو ہوں گے ہی انکو یہ اختیار دیا جائیگا کہ دوسرے اہل جنت کے پاس ملاقات و تفریح کیلئے جایا کریں۔ طبرانی ، ابونعیم اور ضیاء نے سند حسن کیساتھ حضرت عائشہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ سے اتنی محبت ہے کہ اپنے گھر بھی جاتا ہوں تو آپ ہی کو یاد کرتا رہتا ہوں اور جبتک پھر حاضر خدمت نہ ہو جاؤں مجھے صبر نہیں آتا مگر جب میں اپنی موت کو یاد کرتا ہوں اور آپکی وفات کو یاد کرتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کے مقامات عالیہ میں ہونگے اور میں اگر جنت میں پہنچ بھی گیا تو کسی نیچے کے درجے میں ہونگا مجھے یہ فکر ہو کہ میں آپکو کیسے دیکھونگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی بات سنکر کوئی جواب نہیں دیا یہانتک کہ جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لیکر نازل ہوئے وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا اس آیت میں بتلا دیا کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والا مسلمان انبیاء و صدیقین کے ساتھ ہی ہونگے ۔ اور آیت مذکورہ میں اسکی تشریح ہو گئی کہ انکو مقامات عالیہ میں بھی جانے کی اجازت ہوگی ۔ الحمد للہ تعالٰی بکلم بمنّہ و کرمہ ۔　　(معارف ص ۵۷۴ ج ۶)

(مکتوب نمبر ۵۱۳)

حال: حالت کچھ ایسی ہوگئی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ ہر وقت حضرت والا بندہ کے سامنے ہوں اور بندہ زیارت سے مسلسل مشرف ہوتا رہے۔ دیگر حال یہ ہے کہ حاضری کے دوران میں بندہ کی طبیعت متقاضی ہوئی تھی کہ جملہ اوامر نواہی پر عمل ہوتا رہے اور از خود دل میں تقاضا ہوتا تھا عمل کا لیکن یہاں آجانے پر وہ حالت جاتی رہی نہ وہ طبعی تقاضا ہے نہ وہ کیفیت ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوگیا ہے۔

تحقیق: کسی کا تصور ہر وقت پیش نظر رہنا اس سے محبت کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ سچی محبت اور سچا تعلق نصیب فرمائے اور اسکو طرفین کے لئے مثمر بنائے آپ کا جو جی چاہتا ہے اس پر عمل تو نہایت آسان ہے۔ محبوب کو دل میں اتار لیجئے اور اسکا مصداق بنا لیجئے ؎

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

آخر میں آپ نے یہاں کا اور وہاں کا جو فرق لکھا ہے تو اسمیں تعجب کی کیا بات ہے، یہ تو ہونا ہی چاہیئے، اگر ایسا نہ ہو تو صحبت شیخ اور تاثیر صحبت سب بے اثر ہی ہو جائے۔ اسی حالت کے پیدا کرنے اور بڑھانے کیلئے بزرگوں کے پاس آیا جاتا ہے اور جب اس میں فتور ہو جاتا ہے تو از سر نو اسکو تازہ کیا جاتا ہے

(مکتوب نمبر ۵۱۴)

حال: خدائے تعالیٰ سے دعا ر دلی ہے کہ حضور کا مزاج بخیر ہو۔ اور سب متعلقین بخیریت ہوں۔ تحقیق: عقیلہ بیمار ہے۔

حال: نو، دس دن حضرت والا کی صحبت میسر ہو کر بڑی دولت ملی

یعنی یہ کہ حضرت والا سے اصلی محبت یعنی خلوص پیدا ہوگیا ورنہ اس سے پہلے محض محبت کا نام ہی تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا جو اخلاص کے متعلق زور دیا کرتے ہیں اسکی اصل غایت کیا ہے؟ نفاق اور اخلاص میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے۔ نفاق کے ساتھ اصلاح کا دروازہ مسدود رہتا ہے اور ساری عمر نہیں کھل سکتا اخلاص گنج سعادت کے دروازہ کی کنجی ہے بدون نفاق کے دور کئے علوم و معارف کی ہوا بھی نہیں لگتی نہ شیخ سے محبت ہوتی ہے نہ اللہ کے رسول سے نہ اللہ سے اسلئے امتثال اوامرِ الٰہی مقبول ہوتا ہی نہیں اور نہ اجتناب عن الہویٰ صحیح طور سے ہوتا ہے

تحقیق: بالکل صحیح ہے

حال: کسی نے خوب ہی کہا ہے ؎

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست

اس چند دن کی صحبت میں حضرت والا نے وہ چیز عطا کی ہے جو زندگی بھر نصیب نہیں ہوئی تھی ۲۰-۲۱ سال سے تو طریق کے حصول ہی میں لگا ہوا ہوں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہی گذشتہ چند دن کام کے نکلے۔ اس سے پہلے ایک یا ڈیڑھ دن سے زیادہ حضرت کی خدمت میں کبھی رہا ہی نہیں اس لئے صحبت عالیہ کے فیض و اثر کو محسوس نہ کرسکا۔ تحقیق: اچھا۔

حال: حضرت والا نے نفس کی دشمنی کو اس طرح سے واضح کیا ہے کہ دل ہی میں اتار دیا ہے۔

حال: اللہ تعالےٰ کے ذکر کے ساتھ ساتھ نفس کی دشمنی کا استحضار لمحہ لمحہ ضروری معلوم ہوتا ہے ورنہ ایک طرف ذکر ہوتا رہے گا اور دوسری طرف نقب لگ رہی ہوگی اور خانۂ دل میں بجائے انوار ذکر کے رذائل کے ڈاکو سمائے ہوئے ہونگے اور آخر میں معلوم ہوگا کہ ع حاصل خواجہ بجز پندار نیست

تحقیق: بیشک۔

حال : گذشتہ جمعرات یعنی ۲۵ رمضان کی مجلس میں جو حضرت والا نے فرمایا تھا کہ یہ عمر بھر کا معلم یعنی نفس، اللہ، اللہ کے رسول اور شیخ سب کے خلاف کئے رہتا ہے اور اپنی پیروی کرا کر دائمی تکلیف میں مبتلا رکھتا ہے جس سے نہ شیخ خوش، نہ رسول خوش، نہ اللہ راضی اور اگر کسی سعید بخت نے نفس کے خلاف کرنے پر اپنے کو آمادہ کر لیا تو اسکے بدلہ میں اللہ تعالے کی رضا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور شیخ کی خوشنودی ملتی ہے اور دین و دنیا میں راحت وچین ملتا ہے۔ تحقیق : بیشک۔

حال : یہ بات ایسی تھی کہ دل میں اتر گئی اور انشاء اللہ تعالی عمر بھر نہ بھولیگی پرسوں اجلاس میں بھی کہ بڑی مشغولی کا وقت ہوتا ہے یہی استحضار رہا کہ نفس کی پیروی تو نہیں کر رہا ہوں، نفس کا غلبہ تو نہیں ہوگیا۔ جب سے برابر اسی کی تکرار ہے۔ اپنے اوپر اور اپنے نفس پر اعتبار نہیں ہے۔ اس سے ڈرتا ہوں، دعا کرتا ہوں اللّٰھم انی اعوذ بك من شر نفسی وشر الشیطان۔ تحقیق : ڈرنا چاہیئے۔

حال ، کل حضرت سے جدا ہونا ایسا کھلا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا جب یاد آتی ہے دل مضطرب ہوتا ہے اور حضرت کو ڈھونڈھتا ہے آنکھ بھر آتی ہے اور حضرت والا کی تلاش ہوتی ہے۔ آج بہت بےچینی ہے ایسی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ع تیرے بغیر زندگی موت ہی زندگی نہ
تحقیق : الحمد للہ۔

حال ، سب سے زیادہ بات جو پریشان کئے ہے وہ یہ ہے کہ مجھ میں بہت خامی ہے، کہیں پھر نفس وشیطان غالب نہ ہو جائیں اور مجھے پریشان کرنے لگیں۔ تحقیق : خوف تو ہے ہی۔

حال ، اپنے کو اس طرح تسکین دیتا ہوں کہ حضرت کے یہاں بھاگ کر پہنچ جا ان دونوں دشمنوں کا علاج ہو جائے گا۔ کل صبح جب الہ آباد سے روا

ہونے کو تھا تو قلب میں ایک ہلکی کیفیت اضطراب کی ہوئی جبھی حضرت
کیخدمت میں دوڑ کر پہونچا حضرت کو دیکھتے ہی الحمدللہ سکون ہوگیا تحقیق الحمدللہ
حال : اللہ تعالیٰ حضرت کی دعا سے مجھے بھی حضرت کے قریب پہونچا دیں
تحقیق : اللہ تعالیٰ پہونچا دیں ۔
حال : حضرت نے جو دس دن محنت فرمائی ہے اور اخلاص کی جڑ میرے
دل میں گاڑ دی ہے اگر چند ہفتہ یا کم از کم ایک ماہ حضرت کے پاس رہجاؤں
تو ضرور یہ جڑ دل میں اندر اندر گھس جائے اور رسوخ ہو جائے ۔ حضرت والا آپ
بلا ہی لیں ۔ تحقیق : آمین
حال : اب سمجھ میں آتا ہے کہ شیخ کا احسان کتنا بڑا ہوتا ہے جتنا کسی کا
نہیں شیخ بنی نوع انسان کے دو سب سے بڑے دشمن یعنی نفس و
شیطان سے بچا لیتا ہے ۔
تحقیق : اس میں کیا شک ہے ۔
حال : یہی اسکا کام ہے یہ کوئی اور نہیں کر سکتا نہ دین و ایمان کا خزانہ
بغیر شیخ کی مدد کے بحفاظت کوئی قبر تک لیجا سکتا ہے ۔ تحقیق : بیشک
حال : اس محسن عظیم کے لئے حضرت حکیم الامتؒ عمر بھر تڑپا کرتے تھے کہ
حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کا نام نامی جب انکی زبان پر آتا تو وہ
آہ و آتش کی کیفیت نمودار ہوتی تھی کہ بیچین ہو جاتے تھے مگر یہ قدر جبھی ہوتی
ہے جب اتباع شیخ کی بدولت آنکھ کھلتی ہے ورنہ تو شیخ ساری عمر سے
یہی ندا دیتا رہتا ہے کہ نفاق دور کرو، اخلاص حاصل کرو، شیطان سے
بچو، نفس کی رہزنی سے بچو مگر معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ، کان اور دل پر پردہ
پڑا ہے ۔ تحقیق : بیشک ۔
حال : حضرت والا نے ایک مجلس میں صحیح فرمایا تھا کہ تم لوگوں کی عقل پر
پتھر پڑا ہے ۔ تحقیق : ہاں ہاں ۔

حال: حضرت دعاء فرمائیں کہ جو علم حاصل ہوا ہے وہ دل میں پیوست ہو جائے اور عمر بھر نہ بھولے اور پھر جلد حاضری کا موقع ملے تاکہ یہ سلسلہ آگے بڑھے۔ تحقیق: آمین
حال: گھر پر آکر حضرت کی دعاء سے سبکو خیریت سے پایا۔ تحقیق: آمین
حال: اللہ تعالےٰ کشائش کا سامان فرمادیں۔ تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۵۱۶)

حال: سیدی وسندی، مرشدی ومولائی راس الاتقیاء عمدۃ الاصفیاء صفوۂ زماں، نخبۂ دوراں، مورد الطاف ربانی، مہبط انوار یزدانی۔ لازال اللہ شموس فیوضیکم بازغۃ ومتعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتکم المبارکہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
حال: گذارش خدمتِ عالیہ میں یہ ہے کہ الحمدللہ تعالےٰ خیریت کے ساتھ یہاں پہونچ گیا اہل وعیال عافیت میں ملے۔ تحقیق: الحمدللہ
حال: یہ بسا اوقات رکاوٹ بنتے ہیں ورنہ حضرت والا کی خدمت میں حاضری اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے۔ الٰہ آباد کے آخری ہفتہ کا قیام بڑا دلدوز رہا واپسی بھی کبیدگیٔ خاطر کے ساتھ ہوئی اب بھی بیماروں کا جب خیال آجاتا ہے طبیعت بے چین ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ سب کو شفا وصحت کامل عطا فرمائیں
تحقیق: آمین۔
حال: اللہ کا ہزار شکر ہے کہ چند روز کا قیام بہت نفع بخش ثابت ہوا جو باتیں خیال کے درجہ میں تھیں وہ یقین کے درجہ میں بلکہ مشاہدہ میں آگئیں رمضان کی برکتیں میسر آئیں۔ تحقیق: الحمدللہ۔
حال: واقعۃً یہ مہینہ انعام عام کا ہے۔ تحقیق: بیشک
حال: آخری تین دنوں میں ایسا معلوم ہوتا رہا کہ فضل اور رحمت خداوندی

کی فراوانی ہے اور کوئی دولت ہے جو سمٹ سمٹ کر قلب میں داخل ہو رہی ہے۔ ۲۸ رمضان کی مجلس انوار الٰہی کی بارش تھی اور بعد ختم مجلس جو دعا ہوئی تھی دل ایسا باور کرتا تھا کہ ہم تہیدستوں کا بھی دامن آج خالی نہ رہا۔ اور بہ برکت حاضرین صالحین کچھ میسر آ جائے گا۔ الحمد للہ

حال: اس سے پہلے بھی قرب خداوندی کی حلاوت ملی تھی مگر اس دن معلوم ہوتا تھا کہ خالق و مخلوق کے درمیان کوئی شے مانع نہیں، مجھ سخت دل کو کم ہی کوئی قطرہ آنکھ سے بہتا ہے اس دن تاب نہ رہی اور دل و جگر کی گرمی آنسوؤں کی راہ سے بہہ گئی اس روز سے جو کیفیت اور مسرت ہے درثمین بھی اسکی بہا کو نہیں پہونچ سکتا۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اللہ تعالے صالحات کو بقا و دوام نصیب فرمائیں۔ تحقیق: آمین

حال: عدم معرفت مشائخ کی بناء پر کتنے ریاضات شاقہ برداشت کرتے ہیں ورنہ تھوڑی سی معرفت اور ان کے تصرفات کا ادنیٰ علم انکے دست و پا کا زور ختم کر دے اور انھیں گیند بنا دے اور چوگان علم صحیح منزل تک پہونچا دے اس نحیف و نزار نے اپنے اوپر لادا بھی اور دبا بھی، یہ پرخطر ہے اور وہ سہل تر۔ سبکبار مردم سبکتر روند۔ قلب کا تھوڑا کام جسم کے بڑے کام سے بڑھا ہوا ہے۔ تصحیح ارادت تھوڑے اخلاص کے ساتھ ہی ذریعہ کمال ہے۔ تحقیق: بیشک

حال: اپنے ارادہ سے خود کوئی ارادہ نہ رکھنا ہی ارادت ہے دنیوی منزل زاد سے طے ہوتی ہے اور آخرت کی تہیدستی سے تحقیق: خوب

حال: وہاں کمال ہمت ہے اور یہاں فقط عجز و احتیاج۔ اخلاص کا مفہوم اس بار حضرت والا کی مجلس میں بہت واضح طور سے سمجھ میں آیا اللہ اسے اچھی طرح سمجھا دیں۔ تحقیق۔ آمین

حال: اپنا آنا جانا رسم اور تن کے ساتھ ہی رہا اگر روح ہوتی تو کیا کچھ ہوتا

چند ہی روز میں کچھ اور ہی بات ہوتی۔ اب تک کچھ نہ کچھ رسم پرستی باقی ہے۔ اور اس صورت کے ساتھ حقیقت کے ثمرات متوقع ہیں۔ وائے برحالِ ما۔
عمل کا کچھ اہتمام ہو جاتا ہے مگر اخلاص کا نہیں رہتا، بڑی محرومی کی بات ہے
اب معلوم ہوا کہ اخلاص ہمہ وقت یکساں نہیں رہتا، بعض وقت رہتا ہی نہیں
اور آدمی سمجھتا نہیں۔ نفس کو ظاہری عمل اچھا لگتا ہے مشقت عمل برداشت ہے مگر خدا سے صحیح معاملہ مشکل ہے۔ تحقیق: بالکل ٹھیک ہے
حال: اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے صدق و اخلاص پیدا کر دیں اور حضرت والا کی جوتیوں کے طفیل اخلاص کا کوئی ذرہ نصیب فرمائیں۔ تحقیق: آمین
حال: اس تہیدست کے پاس کچھ بھی نہیں ہے خدائے تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم۔ تحقیق: بیشک
حال: اللہ کا شکر ہے کہ یادِ الٰہی کی فکر بڑھ گئی ہے، دل میں کچھ قوت آگئی ہے اور یاد بھی دل کی شرکت کے ساتھ ہو رہی ہے۔ الحمد للہ دل کا حال اچھا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔
حال: اس بار یہ بات دل میں بیٹھی کہ علم اپنے عیوب دیکھنے کے لئے ہے نہ کہ دوسروں کے۔ یہ بات بڑی سعادت مندی کی ہے کہ آدمی اپنی آراستگی میں لگ جائے اور ہمہ تن متوجہ ہو جائے۔ تحقیق: بیشک۔
حال: حضرت والا دعا فرمائیں کہ فہم کھلے ایمان و استقامت ملے، اپنے عیوب کی شناخت ہو، عجز و انکسار پیدا ہو۔ خاتمہ بخیر ہو۔ تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۵۱۷)

حال: حضور والا کا گرامی نامہ ملا خیریت معلوم کر کے مسرت ہوئی، گزارش یہ ہے کہ میں فی الحال تو الٰہ آباد نہیں سکتا انشاء اللہ ذی الحجہ کی ۲۰ تاریخ تک حاضر ہو جاؤں گا۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ حضور والا ابھی سے تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیں کہ ابتداءً کیا کروں

امید ہے کہ حضور والا غائبانہ کام کا سلسلہ تحریر فرمائیں گے کہ ابھی سے کام میں لگ جاؤں۔

تحقیق: کام تو آپنے شروع ہی کر دیا ہے اس سلسلہ میں خط وکتابت اور حاضری کا قصد بھی کام کا آغاز ہی ہے۔ ابتداءً جو سب سے ضروری چیز ہے وہ یہ ہے کہ اپنی گذشتہ زندگی کو غور سے دیکھا جا اسمیں جو تقصیرات ہوئی ہوں انکی تلافی کیجاوے مثلاً نمازیں چھوٹی ہوئی ہوں تو ان کی قضا کیجاوے رمضان کے روزے فوت ہوئے ہوں تو انکی قضا کی جاوے اپنے ذمہ زکوٰۃ باقی ہو تو اسکو ادا کیا جاوے اسی طرح اگر دوسروں کے حقوق اپنے ذمہ ہوں تو انکو ادا کیا جاوے یا اہل حقوق سے معاف کرایا جائے اور جملہ گناہوں سے سچی توبہ کیجا اور فرائض و واجبات کا پورا اہتمام کیا جاوے۔

دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ لمبے لمبے وظیفے پڑھتے ہیں اور صوفی کہلاتے ہیں اور فرائض و واجبات کی بالکل پرواہ نہیں کرتے یہ سراسر الحاد و زندقہ ہے

دوسری بات یہ ہے کہ میرا رسالہ "وصیۃ الاخلاق" اگر دستیاب ہو تو اسکو بغور دیکھئے اسمیں طریق اصلاح کی پوری تفصیل ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاق باطنی کی اصلاح بہت ضروری ہے جسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے حالات باطنی کی اطلاع برابر شیخ کو کرتا رہے اور جو کچھ شیخ کا حکم ہو اسپر دل و جان سے عمل کرے اور اسکے ہاتھ میں "کالمیت فی ید الغسال" ہو جائے انشاء اللہ اسی اطلاع حالات اور اتباع شیخ سے کام بنے گا۔ باقی وظائف وغیرہ یہ معین ہیں جو شیخ کی رائے پر ہیں اسمیں عجلت مناسب نہیں طریق سے مناسبت کے بعد یہ بھی ہو جائے گا۔

اذکار مسنونہ میں سے تلاوت قرآن شریف۔ درود شریف اور ہر نماز کے بعد سبحان اللہ سو بار۔ الحمد للہ سو بار اللہ اکبر سو بار استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ سو بار پڑھ لیا کیجئے۔

وطن کے سفر کے بعد چند بار مئو کا سفر فرمایا جس کے متعلق حالات اور ملفوظات کو ناظرین نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا نیز مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہاں بھی بعض ایسے واقعات پیش آئے جو حضرت والا کے لئے تکدر کا باعث ہوئے اور بالآخر وہی سبب بنے ترک اسفار مئو کے۔ وہاں کی ناراضگی کے بعد اگرچہ حضرت والا اہل مئو سے خوش ہوگئے لیکن پھر وہاں تشریف نہیں لے گئے ـــــ پھر اسکے چند ہی ماہ بعد سے اسفار بمبئی۔ علیگڑھ۔ لکھنو جونپور شروع ہو گئے۔ اور چند دنوں کیلئے گوپا گنج تشریف لے گئے۔ اب آئندہ سطور میں انھیں اسفار کا اور ہر جگہ کے قیام اور اصلاحی امور کا تذکرہ کرنا ہے۔

ان مقامات میں سب سے اول اور سب سے آخر بمبئی ہی کا سفر ہوا اسلئے پہلے بمبئی کے بعض اسفار کا ذکر کرکے درمیان میں اور مقامات کے زمانہ قیام کے حالات بیان ہوں گے اور آخر میں بمبئی کا آخری سفر اور پھر وہاں سے سفر حج اور سفر آخرت کے متعلق جو یادداشتیں محفوظ ہیں انھیں پیش کرونگا، اللہ تعالےٰ ان تمام امور کا ذکر آسان فرما دے واقعات جو بیان کئے جائیں گے وہ حوالہ سے یا پختہ یاد اور یقین ہی سے ہونگے البتہ تاریخ میں تقدم و تاخر ممکن ہے مثلاً یہ کہ بمبئی حضرت اقدس کئی بار تشریف لے گئے اب کون سا واقعہ کس سفر میں پیش آیا ہو سکتا ہے اسکے بیان میں خلط ہو جائے باقی واقعات کے یقینی ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور مقصد ان کے ذکر سے حضرت کی سیرت اور ناظرین کے لئے ان سے سبق لینا ہے جو تاریخ پر موقوف بھی نہیں ہے اور یہ دقت آج اس لئے پیش آئی کہ کل ہم میں سے کسی کو خیال بھی نہ ہوا تھا کہ ایک دن ہمیں ان واقعات کو جمع کرنا ہے ورنہ تیسوں دن اور چوبیسوں گھنٹہ ساتھ رہنے والے کیلئے کیا مشکل تھا کہ ڈائری ساتھ رکھتا اور تاریخ وار سب واقعات اس میں

درج کرتا جاتا لیکن ذہن تو یوں تھا کہ حضرت اقدس کی رفاقت تا زیست رہے گی اس بات کا وہم وگمان بھی نہ تھا کہ حضرت والا ہماری کشتی کو منجدھار میں چھوڑ کر تشریف لیجائیں گے اور بعد میں یہ خدمت اس نااہل کے سپرد کیجائے گی، بہرحال ماشاءاللہ کان ومالم یشأ لم یکن۔ اب تو انھیں بے ربط اور بے مزہ عبارت پر قناعت کرنی ہی ہوگی جو کہ اسکا مصداق ہے کہ سے

بے نمک ہے مری تحریر مگر تلخ نہیں خالی از درد نہیں گرچہ ہے نشتم پشتم

(از مرثیہ شیخ الہند تبغیر یسیر)

ہوسکتا ہے کہ آئندہ کوئی اللہ کا بندہ ان میں تسلسل قائم فرمائے اور انکو ناظرین کے لئے بامزہ بنا دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

(تھانہ بھون سے تشریف آوری کے بعد بمبئی کا پہلا سفر)

حضرت اقدس مصلح الامۃؒ قیام تھانہ بھون فرماکر شرف اجازت سے مشرف ہوکر جب وطن تشریف لائے تو اسکے کچھ ہی دنوں کے بعد اپنے بھائی صاحب کے ہمراہ بمبئی کا سفر فرمایا بھائی صاحب قبلہ یعنی جناب حافظ عبدالعلیم صاحب بمبئی میں ریلوے میں ملازم تھے عمارات کا نقشہ وغیرہ بنایا کرتے تھے اور وطن کے لوگوں میں سب سے پہلے بمبئی جانیوالے حافظ صاحب موصوف ہی تھے وہاں کے حالات دیکھنے سمجھنے کے بعد وطن اور اطراف وطن سے بہت سے لوگوں کو بمبئی لیگئے اور کاروبار میں لگا دیا خود اپنے صاحبزادے عبدالعظیم صاحب کے نام سے "پائیدھونی" میں ایک یونانی دواخانہ "عظیم دواخانہ" کے نام سے قائم فرمایا جو بحمد اللہ آج تک موجود ہے۔

حضرت اقدسؒ کی تنہائی دیکھکر مشورہ دیا ہوگا کہ چلئے بمبئی کچھ دن کے لئے ہو آیئے حضرت والا نے منظور فرمالیا اور بمبئی تشریف لے گئے

خود کبھی کبھی ہم لوگوں سے مجالس میں وہاں کے واقعات بیان فرماتے
چونکہ حضرت کے مزاج میں دینداری رچی بسی تھی اسلئے بمبئی کی کوئی تفریح
دل کو نہ لگتی بلکہ طبیعت جویاں تھی کہ کسی اللہ والے کی صحبت ملتی تو خوب
ہوتا۔ چنانچہ ع ہر میسد ہدیہ داں مراد متقیں۔ بالآخر ایک بزرگ سے ملاقات ہو ہی
گئی، یہ بزرگ تھے خواجہ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
کے ہمنام۔ نام بھی حضرت کا احمد تھا اور وطن بھی سرہند تھا، خواجہ صاحب
کی عرفیت سے مشہور تھے ایک گوشہ نشین بزرگ تھے، صحیح العقیدہ تھے
اور حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ کے معتقد تھے اپنی مجلس میں حضرت
تھانوی کی باتیں لوگوں سے بیان فرماتے تھے ہمارے حضرت کو ان سے
بہت جلد مناسبت ہوگئی فرماتے تھے کہ جب موقع ملتا تھا خواجہ صاحب
کے یہاں چلا جاتا تھا۔

بمبئی میں جو حالات حضرت والا کے بار بار جانے سے پیدا ہوگئے
تھے پہلے ویسا حال وہاں کا نہیں تھا پیروں کا قبضہ تھا لوگ قبر پرستی اور
پیر پرستی میں مبتلا تھے بدعات کا شیوع تھا اسلئے دنیا دار علماء کے لئے
یہ ایک سرسبز شاداب چراگاہ تھی۔ میلاد کے جلسے، محرم کی مجلسیں، عرس
وغیرہ بڑے کامیاب تھے علماء دیوبند کا گذر تقریباً ناممکن سا تھا اور دیوبند
کی جانب منسوب ہونے والے کی خاطر اینٹ اور پتھر سے کیجاتی تھی۔ اسی
فضا میں خواجہ احمد سرہندی بزرگ یہاں موجود تھے اور تنہا تھے اسلئے
شروع شروع میں لوگوں نے انھیں بھی دبالینا چاہا لیکن چونکہ صاحب باطن
اور بزرگ شخص تھے اسلئے لوگ ان سے جیت نہ سکے بلکہ انکی بعض کرامات
کو دیکھکر مرعوب ہوگئے اور اس کے بعد سے انکو کچھ کہنا سننا چھوڑ دیا۔
یہ سمجھتے تھے کہ بزرگ آدمی ہیں بدعا کر دینگے تو ہم تباہ ہوجائیں گے اسلئے
انکی باتوں پر عمل تو نہیں کیا مگر انکو ستانا بند کردیا۔ چنانچہ وہ گوشہ نشین ہوکر

اپنے گھر رہنے لگے جو کوئی اللہ کا طالب آتا اس سے دین کی باتیں کرلیتے ورنہ اپنے یہاں تنہا بیٹھے رہتے تھے اسی اثنا میں حضرت والا کا بمبئی پہلی بار جانا ہوا خواجہ صاحبؒ کے حالات اور انکی کچھ باتیں بیان فرماتے تھے۔

فرمایا کہ ـــ خواجہ صاحب سرہندی کو ابتداءً بمبئی والوں نے بہت ہی تنگ کیا حالانکہ وہ کسی سے کچھ کہتے سنتے نہیں تھے مگر لوگوں کے ساتھ انکی رسوم میں شرکت نہ فرماتے اسی لئے لوگ ان سے ناراض تھے وہ اپنا واقعہ خود بیان کرتے تھے کہ ایک سیٹھ سے میں نے ایک بار کچھ کہا (یعنی کوئی امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کیا ہوگا) اس پر وہ بہت خفا ہوا اور کہا میں تمکو سمجھتا کیا ہوں تم جیسے کتنے مولویوں کو میں نے ہاتھ پیر بندھوا کر سمندر میں پھنکوا دیا ہے خواجہ فرماتے تھے کہ اس کے اس کبر و نخوت پر مجھے بھی غصہ آگیا اور میں نے اس سے کہا کہ مجھ جیسے مولویوں کو، مجھ جیسے مولویوں کو۔ اس نے کہا ہاں ہاں تجھ جیسے مولوی کو۔ میں نے کہا سن اگر میں سچا ہوا تو تین باتیں کہتا ہوں تیرا مکان سڑک میں آجائیگا۔ اور تیرا ایک عضو سڑ جائے گا۔ اور تیرا لڑکا تیرے سامنے مرجائے گا۔ اگر میں سچا ہوا تو یہ تینوں باتیں تیرے سامنے آوینگی اور اگر جھوٹا ہوا تب تو کوئی بات ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ کا کچھ کرنا ایسا ہوا کہ ایک ایک کرکے تینوں باتیں پوری ہوگئیں اور یہ واقعہ تمام بمبئی میں مشہور ہوگیا اسکے بعد سے لوگوں نے مجھے ستانا چھوڑ دیا۔

نیز فرمایا کہ ـــ خواجہ نے فرمایا کہ میرے مکان کے قریب مسجد تھی پاس ہی ایک اور سیٹھ رہتا تھا جس کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ یہ روپیہ سود پر دیتا ہے اور اسی کی کمائی کھاتا ہے۔ ظالم نماز بھی پڑھتا تھا اور تلاوت قرآن بھی کرتا تھا ایک دن میں ادھر سے گذرا دروازۂ مسجد میں سے دیکھا کہ اکیلے قرآن شریف پڑھ رہا ہے مجھے اسکا وہ عمل یاد آگیا میں نے سوچا کہ اسکی اصلاح کرنی چاہیے، مسجد کے اندر گیا اور قرآن شریف اسکے سامنے

سے اٹھاکر وہ مقام نکالا جہاں سود کھانے کی مذمت ہے اَلَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ الایۃ اور اسکے سامنے مع ترجمہ کے رکھدیا اور کہا ہاں اب خوب ہل ہل کر اسکو پڑھ تاکہ قیامت میں تجھ پر حجت بنے۔

فرمایا کہ ـــــ ایک دن خواجہ صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا سامنے گھڑی لٹکی ہوئی تھی اس نے گھنٹے بجائے اسکو سنکر خواجہ صاحب نے فرمایا بجائے جا۔ بجائے جا۔ اسکو عجیب انداز سے فرمایا کہ دیکھو اسکے حوالہ بھی ایک خدمت ہے وہ اس میں کیسی چست ہے کہ ذرا فرق نہیں ہونے دیتی اور ہمارے سپرد بھی ایک کام کیا گیا ہے مگر ہم ہیں کہ اسمیں کیسے سست ہیں گویا گھڑی سے عبرت حاصل فرماتے تھے اور دوسروں کو متوجہ فرماتے تھے۔

فرمایا کہ ـــــ ایک دن خواجہ صاحب کے یہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے وسوسہ کی شکایت کی اور اسکا علاج دریافت کیا خواجہ صاحبؒ نے دروازہ کیجا تب اشارہ کرکے فرمایا کہ دیکھو جب مجھے یہ منظور ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا میرے پاس نہ آئے اور میں تنہائی میں رہوں تو اس دروازہ کو اندر سے بند کر لیتا ہوں لوگ آتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ یہ ملنے کا وقت نہیں ہے واپس چلے جاتے ہیں۔ اور جب یہ چاہتا ہوں کہ لوگ آئیں اور ملاقات کریں تو دروازہ کھولے رکھتا ہوں۔ اسی طرح قلب کا حال ہے۔ جب اسکا پھاٹک کھلا رہے گا تو جس کا جی چاہے گا اندر گھس آئیگا اور جب اسکو بند کر دیا جائے گا تو پھر مجال ہے کہ کوئی غیر اسمیں آسکے۔ پس اب تم سے کہتا ہوں کہ تم جو وسوسہ کی شکایت کرتے ہو کہ آتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں تو تم نے اپنے دل کا دروازہ بند ہی کب کیا ہے جو وساوس کے آنے کی شکایت کرتے ہو۔ تمھارے قلب کا دروازہ

ہر خاص و عام کے لئے جب کھلا رہے گا تو سب ہی لوگ اس میں آجائینگے شیاطین بھی اسمیں آجائیں گے ۔ پہلے قلب کا دروازہ ذکر کا پہرہ دار مقرر کر کے بند کرو پھر اسکے بعد بھی وسوسہ آئے تو شکایت کرنا ابھی تو تم نے خود اسکے آنے کا انتظام کر رکھا ہے پھر اسکی شکایت کیا۔

بہت ہی حکیمانہ بات فرمائی انکی اسی قسم کی باتیں ہوتی تھیں جو مجھے بہت پسند آتی تھیں ۔ چنانچہ اس مسئلہ کو ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے ۔ فرماتے ہیں کہ ؎

آسکے غیر سرے خانۂ دل میں کیسے کہ خیال رخ دلدار ہے درباں اپنا

انھیں تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب محقق شخص تھے ۔ سبحان اللہ اہل بمبئی نے انکی قدر نہیں پہچانی صرف چند ہی حضرات تھے جو ان کے پاس آتے جاتے تھے ۔ میں جب بعد میں بمبئی آنے جانے لگا اور وہاں مولوی عبدالرزاق صاحب بدلاپوری سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا جی ہاں وہ بہت بزرگ آدمی تھے میں بھی انکے پاس آتا جاتا تھا اور واقعی مولوی عبدالرزاق پر انکی صحبت کا کافی اثر تھا نہایت پختہ اور راسخ العقیدہ شخص تھے میرے پاس برابر آتے تھے بلکہ میرے ساتھ رہتے ہی تھے ۔

فرمایا کہ ـــــ جن دنوں میرا قیام بمبئی میں تھا (مراد اس سے یہی پہلے سفر کا قیام ہے) تو ایک صاحب جو حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے میرے پاس پابندی سے آیا کرتے تھے ایک دن نہیں آئے دوسرے دن جب آئے تو میں نے دریافت کیا کہ خیریت تو ہے کل آپ تشریف نہیں لائے کہنے کہ ہاں بات یہ ہے کہ مجھے خیال یہ آیا کہ ہمارے حضرت (حضرت تھانویؒ) تو سمندر ہیں اور آپکی مثال تو نہر کی سی ہے میں انکا مطلب سمجھ تو گیا لیکن انھیں سے دریافت کیا کہ اسکا مطلب ؟ کہنے لگے کہ سمندر کو چھوڑ کر نہر کے پاس جانا سمندر کی ناقدری ہے ۔ میں اسوقت تو خاموش رہا اور ان سے

کچھ نہ کہا لیکن دوسرے وقت انھیں پہلے تو دلیل نقلی سے قائل کیا وہ اس طرح کہ انھوں نے مجھے بتایا ایک خط دکھایا تھا جس میں حضرت تھانویؒ سے میری بابت پوچھا تھا کہ وہ یہاں آیا ہوا ہے میں اسکے پاس جایا کروں؟ حضرت نے جواب تحریر فرمایا تھا کہ ہاں ہاں ضرور ضرور۔ میں نے انھیں یہ مکاتبت یاد دلائی تو کہنے لگے ارے ہاں یاد آیا میں تو بات بھول جاتا ہوں اسکے بعد میں نے سوچا کہ انھیں اب دلیل عقلی سے قائل کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا کہ سنیئے آپ نے مجھے نہر کہکر اور ہمارے شیخ کو سمندر کہکر باہم جو مقابلہ کیا ہے یہ تقابل صحیح نہیں ہے کیونکہ شیخ اور مرید کا مقابلہ ہی کیا مرید تو شیخ ہی میں فنا ہوتا ہے ہاں کسی شیخ کا فضل دوسرے مشائخ سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے، مگر چونکہ آپکی نیت اس کہنے سے میری تحقیر تھی اس لئے نفس نے اسکی ایک مثال آپ کے سامنے مزین کردی، ورنہ ہم میں اور ان میں کوئی نسبت نہ ہونا جس طرح مجھے مسلم ہے آپکو بھی مسلم ہے پھر اسکے باوجود ایک مسلمہ امر کو آپ میرے منہ پر بیان کر رہے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا مقصود اسکے سوا کہ میرے منہ پر میری تنقیص کریں اور کچھ نہیں ہے، جب ایسا ہے تو سنیئے گو مجھکو کچھ کہنا نہ چاہیئے لیکن آپ سے کہتا ہوں کہ یہ مثال صحیح نہیں ہے اسکو یوں سمجھئے کہ ایک شخص پیاسا ہے اسکو پانی کی فی الفور حاجت ہے اور سمندر اس سے ہزار کوس کے فاصلہ پر ہے لیکن ایک گلاس پانی سامنے ہی موجود ہے جو مقدار میں تو ہے کم کہ سمندر میں اور اس میں کوئی نسبت ہی نہیں لیکن اسکی پیاس بجھانے کے لئے کافی و وافی ہے۔ اب آپ سے پوچھتا ہوں بتائیے آپکی عقل کا کیا فیصلہ ہے اس شخص کو اس گلاس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے یا اسے حقیر سمجھکر چھوڑ کے سمندر کی طرف چل دینا چاہیئے چاہے وہاں تک پہونچنے سے پہلے ہی مرجائے ـــ تب انکی آنکھ کھلی ـــ میں نے کہا کہ مجھے بھی تو اسی سمندر کی سکھائی ہوئی باتیں یاد ہیں۔

(وصیۃ الاخلاص حصہ اول صفحہ ۲۱)

اس موقع پر خواجہ احمد سرہندی کی ایک بات اور یاد آئی چونکہ انکی باتوں کا بیان ہو رہا ہے اسلئے اسکو بھی یہاں بیان کر دینا بے موقع نہوگا اگرچہ اسکا تعلق حضرت کے اس سفر کیساتھ نہیں ہے بلکہ جب حضرت کی آمد و رفت برابر اور مسلسل بمبئی ہونے لگی اور مولانا بدلا پوری جنکا تذکرہ ابھی گذر چکا ہے وہ بھی حضرت کی مجلس میں آنے جانے لگے تو ایک موقع پر انھیں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت میں بھی خواجہ احمد صاحب کی مجلس میں حاضری دیتا تھا مجھ سے بڑی محبت فرماتے تھے بعد میں جب علماء دیوبند کی آمد و رفت زیادہ ہوئی تو ایکمرتبہ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ بھی تشریف لائے خواجہ صاحبؒ انکو جانتے تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پوتے ہیں، فرمایا کہ مولوی طیب سے کہدو کہ جب بمبئی میں اہل حق کی خاطر ڈھیلے پتھر سے کیجاتی تھی اسوقت کہاں تھے اور اب جب مرغ و بریانی ملتی ہے تو تم بھی آرہے ہو۔ خواجہ صاحبؒ کا مقصد اس سے قاری صاحب پر کچھ اعتراض کرنا نہیں تھا نہ اپنی بڑائی ظاہر کرنی تھی بلکہ ان سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ یہاں بمبئی میں مخالفین کی مخالفت ہم نے سہی اور الحمدللہ اب فضا صاف اور میدان ہموار ہو گیا ہے بیدھڑک جہاں جی چاہے تقریر کرو اب لوگ سنیں گے اللہ نے مخالفت کا دور ختم کر دیا اور واقعی بمبئی کے حالات کچھ اسی قسم کے تھے اسقدر بدعات اور پیر پرستی کا شیوع تھا کہ اہل حق کا اس فضا میں سانس لینا دشوار تھا لیکن راستہ کے روڑے وہاں کے خواجہ صاحب جیسے لوگوں نے ہٹائے اور پھر علماء دیوبند اور دیگر حضرات نے زمین ہموار کی ـــــ اب ضرورت اسی بات کی رہگئی تھی کہ اس ہموار زمین میں تخم ریزی کر دی جائے۔ علماء و مشائخ بھی تمام کے تمام ایک درجہ کے نہیں ہوتے عادۃ اللہ یونہی جاری ہے کہ کوئی کام کوئی اور کرتا ہے اور کوئی کسی اور کے حوالہ ہوتا ہے۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالےٰ نے اس تخم ریزی کا کام ہمارے حضرت مصلح الامۃ رحمۃ اللہ علیہ سے لیا چنانچہ آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

چنانچہ حضرت ابو النضر ہاشم بن قاسمؒ جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ اس نے ایام عشر میں ان کلمات کو پڑھا تھا اور دعا رکی تھی تو شب کو خواب میں دیکھا کہ گھر میں پانچ طباق نور سے پُر ایک کے اوپر ایک کر کے رکھے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ

حضرت مجاہدؒ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان ایام عشر سے بڑھکر نہ تو کوئی دن ہی ہے اور نہ کسی دن میں عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دنوں سے زیادہ محبوب ہے۔ لہٰذا اے لوگو! ان میں زیادہ سے زیادہ خدا کی بڑائی کیا کرو (تکبیر کہا کرو) اور اللہ تعالیٰ کی حمد کیا کرو اور لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ اس عشرہ کے سب دنوں میں بہت تکبیر کہا کرتے تھے اپنے بستر پر بھی اور اپنی مجلس میں بھی اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کا معمول یہ تھا کہ وہ اس عشرہ میں راستے میں تکبیر کہتے چلتے تھے اور بازاروں میں کہتے ہوئے گذرتے تھے۔

اور جریر بن یزید روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ جس کو بھی ہم نے بقرعید کے دن اور ایام تشریق میں دیکھا تو یہی دیکھا کہ وہ تکبیر پڑھ رہے اور کہہ رہے ہیں کہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

جعفر بن سلیمانؒ فرماتے تھے کہ میں نے ثابت بنانیؒ کو ایام عشر میں دیکھا کہ اور سب کلام کو ذکر کی مجلس میں منقطع کر دیتے تھے بس اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے رہتے تھے اور فرماتے کہ یہ ذکر کے ایام ہیں۔ اسلاف ایسا ہی کیا کرتے تھے چنانچہ جعفرؒ نے کہا ہے کہ میں نے مالک بن دینارؒ کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ ابی معشر سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے نخعی سے ایام عشر میں راستہ میں تکبیر کہنے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے

فرمایا کہ کم علم اور نالائق لوگ ایسا کیا کرتے ہیں۔

لیث بن ابی سُلیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہدؒ سے ایام عشر میں راستہ چلتے ہوئے تکبیر کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ جہلار ایسا کرتے ہیں۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شخص ان ایام میں دل دل میں تکبیر کہے یعنی آہستہ آہستہ کہے تو یہ بہتر طریقہ ہے باقی اگر تکبیر بلند آواز سے کہدیا اور مقصد یہ ہے تاکہ اور لوگوں کو شرعی طریقہ یاد آجائے کہ یہ دن ذکر اللہ کرنے کا ہے اور لوگ اس سے سنکر خود بھی ذکر کرنے لگیں تو اس جہر میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ اس بارے میں روایت بھی آئی ہے۔ (ہاں بہت شور کے ساتھ راستہ میں تکبیر کرتے چلنا جو ریاءً اور سمعۃً ہو یا اس خیال سے ہو کہ یہی طریقہ سنت ہے تو یہ شیوہ اہل علم کا نہیں ہے ورنہ تو ان ایام میں تکثیر تکبیر خواہ جہرًا ہو یا سرًا روایات سے ثابت ہے اور ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات نیز اذکروا اللہ فی ایام معدودات سے ثابت ہے۔ چنانچہ علماء سے جہرًا بھی ثابت ہے اور سرًا بھی ثابت ہے (بحر میں ہے کہ فقیہ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے مشائخ کے بارے میں سنا کہ وہ ایام عشر میں بازاروں میں تکبیر کے قائل تھے اور درایہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوفہ والے اور دوسرے لوگ ایام تشریق میں مساجد میں اور بازاروں میں تکبیر کہا کریں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اور ابو اللیثؒ نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم بن یوسفؒ ایام عشر میں بازاروں میں تکبیر کہنے کے متعلق فتوے دیا کرتے تھے (طحطاوی علی المراقی)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اسواق میں نفس تکبیر کی تو اجازت ہے لیکن جن حضرات نے اسکو منکر اور جہلار کا فعل بتایا ہے وہ کوئی خاص

صورت رہی ہوگی خواہ جہر مفرط رہا ہو یا کوئی اور ہیئت جو قابل نکیر تھی۔ واللہ اعلم)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنوں میں سے چار کو اور مہینوں میں سے چار کو، اسی طرح سے راتوں میں سے چار کو اور ان لوگوں میں سے چار کو جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے اور ان لوگوں میں سے چار کو جنکی جنت مشتاق ہے ان سب صنفوں میں سے چار چار کو منتخب فرمالیا ہے۔

بہر حال ایام تو اول دن جمعہ کا دن ہے کہ اس میں ایک ساعت ہے کہ جسمیں اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کے متعلق جو بھی دعاء کرتا ہے وہ مقبول ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اسکو وہ عطا فرما دیتے ہیں۔ دوسرا دن عرفہ کا دن ہے کہ جب یہ دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میرے ان بندوں کو دیکھو (یعنی حاجیوں کو) کسقدر پراگندہ حال گرد آلود ہوکر میرے پاس آئے اپنا مال بھی خرچ کیا ہے اور اپنے بدن کو بھی تھکایا ہے لہٰذا تم گواہ رہنا کہ میں نے انکو بخشدیا۔ تیسرا دن یوم نحر (یعنی بقرعید کی دسویں تاریخ) ہے کہ جب یہ دن آتا ہے اور بندہ قربانی کر کے تقرب حاصل کرتا ہے تو اسکی قربانی کے خون کا پہلے ہی قطرہ کا گرنا اسکے جملہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ چوتھا دن عید کا دن ہے کہ جب لوگ رمضان شریف کا روزہ رکھتے ہیں اور عید کے دن اپنا اجر طلب کرنے کے لئے نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ ہر عامل اپنے عمل کی اجرت طلب کرتا ہے اور میرے بندوں نے سارے مہینہ روزہ رکھا اور اب آج عید کے دن اپنی اجرت لینے کے لئے آئے ہیں تو میں تمکو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے سب کو بخشدیا۔ اسکے بعد ایک ندا کرنیوالا اعلان کرتا ہے کہ اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جاؤ لوٹو اس حال

ہیں کہ میں نے تمہاری سیئات (گناہوں) کو حسنات (نیکیوں سے) بدل دیا۔ بہرحال وہ چار مہینے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک منتخب ہیں ان میں سے رجب اصم ہے اور تین جو مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ۔ذوالحجہ اور محرم۔ اور چار عورتیں یہ ہیں حضرت مریمؑ بنت عمران۔حضرت خدیجہؓ بنت خویلد اور یہ اللہ و رسول پر دنیا میں سب سے پہلی ایمان لانے والی خاتون ہیں۔ تیسری عورت آسیہ بنت مزاحم یعنی فرعون کی بیوی اور چوتھی فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ النساء اہل الجنۃ۔ اور رہے وہ لوگ جو جنت میں سب پہلے جائیں گے تو ایسے لوگ ہر قوم میں ہونگے۔چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل عرب میں کے سب سے پہلے ہوں گے اور سلمانؓ فارسی اہل فارس میں سے سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہونگے اہل روم میں سے صہیبؓ ہوں گے۔اہل حبشہ میں سے بلالؓ ہوں گے۔
بہرحال وہ چار کہ جنت جنکی مشتاق ہے۔وہ امیرالمومنین حضرت علی بن ابیطالب حضرت سلمانؓ۔ حضرت عمارؓ بن یاسر حضرت مقدادؓ بن الاسود ہیں۔

حضرت سلیمان بن عبد الجندرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ اپنی قربانی کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے گناہ قربانی کے اول قطرۂ خون کے گرتے ہی معاف فرمادیں گے۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ صرف آپ کے لئے اور اہلبیت ہی کے لئے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کیلئے عام ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! قربانی کرو اور خوشی خوشی دل کھول کر کیا کرو جس نے اپنی قربانی ایام اضحیہ میں کی اور اسکو قبلہ رو کرکے ذبح کیا تو اسکی سینگ، مینگنی اور آلائش وغیرہ اور اون وصوف وغیرہ سب قیامت میں پیش کئے جائیں گے یعنی سب کا اجر ملیگا اور خون جب زمین پر گرتا ہے تو وہ

اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہو جاتا ہے۔ لوگو! تھوڑا خرچ کرو اور بہت ثواب حاصل کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چالیسواں باب

(یوم عاشورا (یعنی ۱۰ محرم) کی فضیلت کا بیان)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے محرم کے عاشورا کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دس ہزار فرشتوں کے برابر ثواب عطا فرمائیں گے اور جس شخص نے محرم کے عاشورا کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اسکو دس ہزار حج کرنے والوں اور عمرہ کرنے والوں کے برابر ثواب عطا فرمائیں گے اور دس ہزار شہیدوں کا اجر عطا فرمائیں گے اور جس شخص نے عاشورا کے دن اپنا ہاتھ کسی یتیم کے سر پر پھیرا تو اللہ تعالیٰ ہر ہر بال کے عوض اس شخص کا درجہ بلند فرمانے گا اور جس شخص نے عاشورا کی شام کو کسی مومن کو افطار کرا دیا تو گویا اس نے تمام امت محمدیہ کو افطار کرایا اور انکو پیٹ بھر کھانا کھلا دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ یوم عاشورا کی فضیلت تمام دنوں پر بیان فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں اور کیا اللہ تعالیٰ نے ساتوں زمین اور ساتوں آسمان کو یوم عاشورا میں پیدا کیا۔ پہاڑ اور سب سمندر اسی دن پیدا کئے گئے۔ لوح و قلم کو عاشورا کے دن پیدا فرمایا۔ حضرت حوا کو اسی دن پیدا فرمایا جنت کو بھی اور اسی دن میں انھیں جنت میں داخل فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی عاشورا ہی کے

دن پیدا ہوئے اسی دن نارِ نمرود سے نجات انھیں اللہ تعالے نے عطا فرمائی۔ اسی دن انکو ذبح کا حکم ہوا، اسی دن انکو اپنی اولاد کے ذبح کا فدیہ دیا گیا۔ عاشورا ہی کے دن فرعون کو غرق کیا گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام سے انکی آزمائش کا خاتمہ اسی دن ہوا۔ حضرت آدم کی توبہ اللہ تعالے نے اسی دن قبول فرمائی۔ حضرت داؤد کی لغزش اسی دن معاف ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسی دن انکا ملک واپس ملا۔ حضرت عیسیٰ کی ولادت یوم عاشورا کو ہوئی۔ انکو اور حضرت ادریس علیہ السلام کو اسی دن آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اور (ایک قول پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اسی دن ہوئی۔ اور عاشورا یعنی محرم کی دسویں ہی کو قیامت آئے گی۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی حضرت عکرمہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ یوم عاشورا ہی وہ دن ہے جس میں حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور یہی وہ دن ہے جس دن حضرت نوحؑ کی کشتی کنارے پہنچی پس انھوں نے شکریہ کا روزہ رکھا اور یہی وہ دن ہے جس میں فرعون غرق کیا گیا اور بنی اسرائیل کیلئے دریا میں راستہ بن گیا پس وہ لوگ صحیح وسالم پار ہو گئے اور اے مخاطب اگر تو یہ کر سکے کہ اس دن میں سے کبھی تجھ سے روزہ فوت نہ ہونے پائے تو ضرور ایسا کر لے۔

محمد بن میسرہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ جو شخص اپنے اہل وعیال پر یوم عاشورا میں کھانے پینے میں وسعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سارے سال وسعت فرماتا ہے۔ حضرت سفیان جو اس حدیث کے ایک درمیانی راوی ہیں کہتے ہیں کہ میں نے اس امر کا تجربہ کیا ہے چنانچہ ایسا ہی پایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو یہود کو دیکھا کہ وہ یوم عاشورا میں روزہ

رکھتے ہیں آپؐ نے ان سے اسکی وجہ دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ یہ ایک ایسا دن ہے کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر فتح نصیب فرمائی تھی تو ہم اسکی خوشی میں بطور تعظیم اور شکریہ کے یہ روزہ رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھاری بہ نسبت تو ہم زیادہ مستحق ہیں (کہ حضرت موسیٰ کی مسرت میں شریک ہوں) چنانچہ اسکے بعد آپ نے لوگوں کو اس روزہ کا حکم فرمایا۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ اس دن کو عاشورا کہے جانے میں علماء کا اختلاف ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عاشوراکو عاشورا اسلئے کہتے ہیں کہ یہ دن محرم کی دسویں کا دن ہوتا ہے (یعنی محرم کے اول عشرہ کا یہ آخری دن ہوتا ہے اسلئے اسکو عاشورا کہا جاتا ہے) اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اسکو عاشورا اسلئے کہا جاتا ہے کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء کا دس کرامات کے ذریعہ اکرام فرمایا ہے، چنانچہ اسی عاشورا کے دن اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ اور یہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند درجہ عطا فرمایا و رفعناہ مکانا علیاً۔ اور اسی عاشورا کے دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان کے وقت جودی پر کنارہ لگی حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے اور اللہ تعالےٰ نے انھیں اپنا خلیل بنایا اور نار نمرود سے نجات بخشی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ بھی اسی دن قبول ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی دن آسمان پر اٹھایا۔ اسی عاشورا کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (دریا میں راستہ بناکر) عبور فرمادیا اور فرعون کو غرق فرمادیا اور حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے اسی دن باہر کیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملک و تخت اسی دن انکو واپس ملا۔ اور ایک روایت کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اسی روز ہوئی۔

اور بعض علما فرماتے ہیں کہ عاشورا کو عاشورا اسلئے کہتے ہیں کہ یہ ان کرامات میں کی دسویں ہے جن سے اللہ تعالے نے امت محمدیہ کو نوازا ہے۔

چنانچہ پہلی کرامت ماہ رجب اصم کا اسکو ملنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور اللہ تعالے نے اس امت کو کرامۃً اسے بخشا ہے اور اسکو تمام مہینوں پر فضیلت بخشی ہے جیسا کہ اس امت کو تمام امم پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور دوسری کرامت شعبان کا مہینہ ہے، اللہ تعالے نے اسکو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت بخشی ہے جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیا پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور تیسری کرامت رمضان شریف کا مہینہ ہے اسکا فضل جملہ شہور پر ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالے کا فضل اپنی تمام مخلوقات پر۔ چوتھی کرامت اور شرف لیلۃ القدر کا ہے کہ وہ ہزاروں راتوں سے بڑھکر ہے (اور صرف اسی امت کو ملی ہے) پانچواں شرف جس سے امت کو نوازا گیا ہے یوم الفطر ہے جسکو یوم الجزاء بھی کہا جاتا ہے (کہ اللہ تعالے اس دن بندہ کو روزہ کا بدلہ عطا فرماتے ہیں) چھٹی کرامت ایام عشر ذی الحجہ کے ہیں جو کہ اللہ تعالے کے ذکر کے لئے ہے فاذکروا اللہ فی ایام معلومات۔ ساتویں کرامت یوم عرفہ اور اسکا روزہ ہے جو کہ دو سال کے روزوں کے برابر اجر رکھتا ہے یعنی ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے گناہوں کا کفارہ ہے۔ آٹھویں کرامت یوم النحر یعنی قربانی کا دن ہے۔ نواں شرف اور کرامت جمعہ کا دن ہے جو سب دنوں کا سردار اور انکا سید ہے اور دسویں کرامت یہی یوم عاشورا ہے جسکا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے

پس ان سب اوقات کیلئے (جو اوپر مذکور ہوئے) ایک نہ ایک شرف ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے گناہوں کا کفارہ قرار دیا ہے اور انکی خطاؤں کی معافی کا ذریعہ قرار دیا ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں انکی قدر پہچاننے کی توفیق بخشے۔ آمین)۔

(۱۱۰۵) ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا ہے کہ جتنا مزہ کھیل کود کے شوقینوں کو اپنے کھیل میں آتا ہے شب بیداروں کو اپنی رات میں اس سے زیادہ مزہ آتا ہے اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ دنیا میں کوئی لذت ایسی نہیں ہے جو اہل جنت کی لذت کے مشابہ ہو بجز مناجات کی حلاوت کے جسکو اہل نیاز شب میں اپنے قلوب کے اندر پاتے ہیں پس مناجات کی حلاوت شب بیداروں کے لئے ایک قسم کا انعام ہے جو دنیا ہی کے اندر انکو مل جاتا ہے۔

(۱۱۰۶) بعض فقراء نے اپنے شیخ کا جو خراسان میں تھے مجھ سے ذکر کیا کہ وہ رات میں تین بار غسل کیا کرتے تھے ایکبار عشاء کے بعد اور ایک بار درمیان رات کے جبکہ خواب سے بیدار ہوتے اور ایک بار صبح کے قبل۔

(۱۱۰۷) ایک شخص نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اے ابو سعید میں رات کو اچھا خاصا رہتا ہوں اور شب کے قیام کو دوست بھی رکھتا ہوں اور وضو کے لئے پانی بھی پاس رکھ لیتا ہوں (باوجود ان تمام امور کے) پھر کیا بات ہے جو مجھکو شب کے قیام کی توفیق نہیں ہوتی آپ نے فرمایا کہ تیرے گناہوں نے تجھے قید کر رکھا ہے۔ پس بندہ کو چاہیئے کہ دن میں ایسے گناہوں سے بچے جو رات میں اسے قید کرلیں۔

(۱۱۰۹) نوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک گناہ کی وجہ سے جو مجھ سے ہوگیا تھا میں سات مہینے قیام شب سے محروم رہا' ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ کیا گناہ تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو بہت گریہ وزاری کررہا تھا پس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص ریاکار ہے۔

(۱۱۱۰) بعضے صوفیہ نے کہا کہ میں کرز بن وبرہ کے پاس گیا اور وہ اسوقت رو رہے تھے پس میں نے کہا کہ آپ کا کیا حال ہے (آپ کیوں رو رہے ہیں؟) کیا آپ کے کسی رشتہ دار کی وفات کی خبر آئی ہے؟ پس انھوں نے کہا کہ اس سے بڑھکر پھر میں نے کہا کہ کیا کسی درد کی تکلیف ہے کہا کہ اس سے بھی بڑھکر

پس نے کہا کہ آخر وہ کیا ہے کہا کہ میرا دروازہ بند تھا اور پردہ چھوٹا ہوا تھا (یعنی ظاہراً کوئی مانع نہ تھا مگر پھر بھی) شب گذشتہ اپنا وظیفہ نہ پڑھ سکا۔ اور اسکا اور کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا سوائے اسکے کہ مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا ہے (جسکی نحوست سے وظیفہ پورا کرنے کی توفیق نہیں ہوئی)

(ادب شیخ)

(۱۱۱۱) (صاحب عوارف فرماتے ہیں کہ) کبھی مجھے بخار آتا پس میرے دیکھنے کو ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ میرے شیخ اور چچا تھے تشریف لاتے پس (مجھ پر ایسا رعب پڑتا) کہ میرے بدن سے پسینہ ٹپکنے لگتا۔ اور اور مجھے یہ آرزو ہوتی تھی کہ (کسی طرح) پسینہ آوے تاکہ بخار ہلکا ہو۔ پس میری یہ آرزو اسوقت پوری ہوتی جبکہ شیخ میرے پاس تشریف لاتے اور انکا آنا (میرے لئے) برکت اور شفا ہو جاتا۔

(۱۱۱۲) (وہی فرماتے ہیں کہ) میں ایک دن گھر میں تنہا تھا اور اس جگہ ایک رومال رکھا ہوا تھا جو کہ شیخ نے مجھے عطا کیا تھا اور شیخ اسکا عمامہ باندھا کرتے تھے سو اتفاقاً میرا پاؤں اس پر پڑ گیا پس اس سے میرے قلب کو بہت صدمہ ہوا اور میں گھبرا گیا اور شیخ کا رومال میرے پاؤں سے روندا گیا اور میرے باطن سے وہ احترام پیدا ہوا کہ اسکی برکت کی مجھے امید ہے۔

(۱۱۱۳) میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی درویش انکی زیارت کیلئے آتا تو انھیں اس درویش کے آنے کی خبر کیجاتی پس آپ خلوت گاہ سے تشریف لاتے اور دروازہ کا ایک پٹ کھولتے اور اندر ہی سے اس درویش سے مصافحہ کرتے اور اسکو سلام کرتے اور اپنی خلوت گاہ کو واپس چلے جاتے اور اس کے پاس نہ بیٹھتے اور جب کوئی ایسا شخص آتا جو فقراء کے گروہ میں سے نہوتا تو آپ (مکان سے) باہر تشریف

لاتے اور اسکے پاس بیٹھتے۔ سو بعض فقراء کے دل میں اسبات سے خطرہ پیدا ہوا کہ فقیر کے لئے آپ باہر نہیں آتے اور غیر فقیر کے لئے باہر آتے ہیں۔ پس خطرہ جو فقیر کے دل میں آیا شیخ کو بھی معلوم ہوگیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ فقیر کے ساتھ جو ہمارا تعلق ہے وہ تعلق قلبی ہے اور وہ اپنا ہے اسے کسی قسم کی اجنبیت (اور مغایرت) نہیں ہے پس اسکے ساتھ قلوب کی موافقت پر اکتفا کرتے ہیں اور اسکی وجہ سے ظاہری ملاقات سے اسی قدر پر قناعت کرتے ہیں اور جو شخص کہ فقراء کی جنس سے نہیں ہے پس وہ رسم ورواج اور ظاہر کا پابند ہوتا ہے پس جبکہ ظاہری ملاقات سے اسکا حق پورا نہیں کیا جاتا تو وہ متوحش ہوتا ہے۔

(۱۱۱۴) ابو منصور مغربیؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ابو عثمانؒ کی صحبت میں آپ کتنی مدت رہے ہیں؟ جواب دیا کہ میں انکی خدمت میں رہا ہوں نہ کہ انکی صحبت میں کیونکہ صحبت تو اسکا نام ہے جو بھائیوں اور برابر والوں سے ہو اور مشائخ کے ساتھ رہنے کا نام خدمت ہے۔

(۱۱۱۵) جنیدؒ سے انکے ایک مرید نے ایک مسئلہ پوچھا انھوں نے اسکا جواب دیا پس اس نے اسکا معارضہ کیا آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ پر اعتماد نہیں ہے تو مجھ سے تعلق مت رکھو۔

(۱۱۱۶) ابو عثمانؒ نے کہا ہے کہ میں ابو حفصؒ کی خدمت میں گیا اور میں اسوقت نوعمر لڑکا تھا پس انھوں نے مجھکو (اپنے پاس سے) نکالدیا اور فرمایا کہ میرے پاس مت بیٹھو۔ پس میں نے انکی اس بات پر ان کے لئے یہ عوض تجویز نہیں کیا کہ انکی طرف پشت کرتا۔ پس میں الٹے پیر پھرا اس طور پر کہ میرا رخ انھیں کی جانب رہا یہاں تک کہ انکی نظروں سے غائب ہوگیا اور میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا کہ انکے دروازے پر اپنے لئے ایک گڑھا کھودوں اور اسمیں اتر کر بیٹھ رہوں اور بغیر انکی اجازت کے اس سے باہر نہ نکلوں

پس جبکہ انھوں نے میری یہ حالت دیکھی تو مجھکو اپنے سے نزدیک کرلیا اور مجھکو قبول کرلیا اور اپنے خاص خادموں میں سے کرلیا یہانتک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔

(۱۱۱۷) ابراہیم بن شیبانؒ نے کہا ہے کہ ہم ابو عبد اللہ مغربی کی خدمت میں رہتے تھے اور ہم اسوقت جوان تھے اور وہ ہمارے ساتھ جنگلوں اور بیابانوں میں سفر کرتے تھے اور ان کے ساتھ ایک معمر شخص تھے جنکا نام حسن تھا اور وہ ستر برس انکی صحبت میں رہے تھے پس جب ہم میں سے کسی شخص سے خطا ہوجاتی اور شیخ اس سے ناراض ہوجاتے تو ہم اسی معمر شخص سے سفارش کراتے یہاں تک کہ مثل سابق ہم سے خوش ہوجاتے۔

(اخلاق شیوخ)

(۱۱۱۸) رقیؒ نے حکایت کی ہے کہ میں مصر میں تھا اور فقراء کی جماعت کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا پس زقاق تشریف لائے اور ایک ستون کے پاس کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے پس ہم نے کہا کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو ہم اٹھیں ان کو سلام کریں۔ پس جب کہ وہ فارغ ہوئے تو (خود) ہمارے پاس آئے اور ہمکو سلام کیا پس ہم نے کہا کہ یہ بہ نسبت حضرت کے ہمکو زیادہ مناسب تھا (کہ ہم خود آپ کے پاس جاکر سلام کرتے) شیخ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے میرے قلب کو عذاب کبھی نہیں دیا یعنی میں کبھی اسکا مقید نہیں ہوا کہ میرا احترام کیا جاوے اور مجھکو مقصود بنایا جاوے

(۱۱۱۹) جریریؒ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ہے کہ میں جب حج کرکے لوٹا تو میں خود ہی جنیدؒ سے ملنے گیا اور انکو سلام کیا اور میں نے خیال

کیا کہ مجھے خود ہی ملنا چاہیئے تاکہ (ملاقات کے لئے تکلیف نکرنی پڑے پھر میں ملاقات کر کے اپنے گھر چلا آیا پس جبکہ میں صبح کی نماز پڑھکر پھرا تو کیا دیکھتا کہ جنیدؒ میرے پیچھے موجود ہیں۔ پس میں نے کہا کہ حضرت میں تو اسی واسطے خود آپ کو سلام کرنے گیا تھا تاکہ آپ کو یہاں تک آنے کی تکلیف نکرنی پڑے پس آپ نے فرمایا کہ اے ابو محمد (یہ جو تمھارے پاس ملاقات کو آیا ہوں گ) یہ تمھارا حق ہے (کیونکہ ایسے موقع پر خود ہمکو ملنے کے لئے آنا چاہیئے) اور (تم جو ملاقات کے لئے میرے پاس گئے تھے) وہ تمھاری خوبی تھی۔

(۱۱۲۰) ابو سعید ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ ایک جوان تھا جو کہ ابراہیم صائغ کے نام سے مشہور تھا اور اسکا باپ بہت مالدار تھا پس وہ سب چھوڑ چھاڑ صوفیہ سے آن ملا اور ابو احمد قلانسیؒ کی صحبت میں رہنے لگا پس ابو احمد کے پاس کچھ درا ہم آجاتے تو وہ اسکے لئے چپاتیاں اور بھنا ہوا گوشت اور حلوا خریدتے اور (اس میں) اسکو اپنے نفس پر ترجیح دیتے اور فرماتے کہ کہ یہ عیش کا خوگر تھا اور پھر بھی دنیا سے الگ ہو گیا (ہم پر) واجب ہے کہ اسکے ساتھ نرمی کریں اور اسکو اوروں پر ترجیح دیں۔

(۱۱۲۱) جعفر خلدیؒ نے کہا کہ ایک شخص جنیدؒ کے پاس آیا اور اس نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ اپنے تمام مال کو الگ کر دے اور فقر کی حالت پر انکے ساتھ بیٹھ رہے۔ پس جنیدؒ نے اس سے کہا اپنا کل مال الگ مت کر دبلکہ اسمیں سے اتنا رکھ لو جو تم کو کفایت کرے اور جو زائد ہو اسکو الگ کر دو۔ اور جو مال اپنے پاس رکھو اس سے اپنی غذا حاصل کرو اور حلال کی طلب میں کوشش کرو اور اپنے تمام مال کو الگ مت کرو کیونکہ میں اسباب سے تم پر مطمئن نہیں ہوں کہ تمھارا نفس تم سے اپنی خواہشیں طلب کرنے لگے۔

(حقوق صحبت)

(۱۱۲۲) ابو سعید خراز نے کہا کہ میں پچاس برس صوفیہ کی صحبت میں رہا (لیکن کبھی) میرے اور انکے درمیان خلاف نہیں پڑا، پس انسے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیونکر ہوا فرمایا اسطرح کہ میں انکے ساتھ اپنے نفس کو مغلوب رکھتا تھا۔

(۱۱۲۳) ایک صوفی کی ایک بی بی تھی اور اسکی بعض بری خصلتیں اسکو معلوم تھیں پس اس سے اسکی بیوی کے متعلق کچھ دریافت کیا جاتا تو وہ کہتا کہ مرد کو یہ مناسب نہیں کہ اپنے اہل کے حق میں خیر کے سوا کوئی بات کہے۔ پھر اسنے عورت کو جدا کردیا اور اسکو طلاق دیدی پس ان سے اسکے متعلق دریافت کیا گیا (کہ تم نے اسکے اندر کیا بات دیکھی جو اسکو طلاق دیدی) کہا کہ جو عورت مجھ سے علحدہ ہوگئی اور مجھکو اس سے کچھ علاقہ نہیں میں کیوں برائی کے ساتھ اسکا ذکر کروں

(۱۱۲۴) منقول ہے کہ ایک جوان ہمیشہ ابوالدرداء رضی کی مجلس میں آیا کرتا کرتا تھا اور ابوالدرداء رضی اسکو اوروں سے ممتاز رکھتے تھے پس وہ جوان ایک کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوگیا اور جو حرکت اس سے سرزد ہوئی اسکی خبر ابوالدرداء تک پہونچی پس ان سے کہا گیا کہ اب تو آپ اسکو اپنے سے دور کردیں اور چھوڑ دیں تو اچھا ہو، کہا سبحان اللہ یار کیسا ہی کام کیوں نکرے اس کی وجہ سے اسے نہیں چھوڑا جاتا۔

(۱۱۲۵) روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک دوست کیحالت دریافت کی جس سے کہ بھائی چارہ کیا تھا اور وہ ملک شام کی طرف گیا ہوا تھا پس جو لوگ (ملک شام سے) ان کے پاس آئے تھے ان میں سے ایک شخص سے اسکے متعلق سوال کیا اور فرمایا کہ میرے بھائی کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا (اسکا کیا حال پوچھتے ہو) وہ تو شیطان کا بھائی ہے آپ نے فرمایا چپ رہو (اسکی توہین مت کرو) اس نے کہا کہ (وہ اسی مستحق ہے)

کیونکہ) وہ کبائر کا مرتکب ہوگیا ہے حتیٰ کہ شراب خواری میں کھلی پڑ گیا ہے
پس آپ نے فرمایا کہ جب تم (شام کیطرف) جانے کا ارادہ کرو تو مجھے
خبر کرنا۔ راوی نے کہا پس آپ نے اسکو اس مضمون کا خط لکھا حٰم
حٰم ۔ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ
شدید العقاب (ترجمہ: قرآن کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے جو
غالب ہیں باخبر ہیں گناہ بخشنے والے ہیں، توبہ قبول کرنے والے ہیں سخت
سزا دینے والے ہیں) پھر اس آیت کے ذیل میں اس پر خفگی ظاہر
کی اور اسکو ملامت کی سو جب اس نے خط پڑھا تو رو دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے سچ فرمایا (بیشک وہ ایسے ہی ہیں) اور عمرؓ نے نصیحت کی پس
اس نے توبہ کی اور (ان افعال سے) باز آگیا۔

(۱۱۲۶) روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباسؓ
کے گھر کے اس پرنالے کے اکھاڑنے کا حکم دیا جو صفا و مروہ کے درمیان
کے راستہ کی جانب واقع تھا (سو وہ آپ کے حکم سے اکھاڑ دیا گیا)
پس حضرت عباسؓ نے آپ سے کہا کہ تم نے اس پرنالے کو اکھاڑا جس کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے رکھا تھا پس حضرت عمرؓ نے
کہا کہ تب تو (اسکو اسکی جگہ لوٹانا ضرور ہے اور) اسکو اسکی جگہ تمہارے ہاتھ
کے سوا دوسرا نہ رکھے گا اور عمر کے کندھے کے سوا تمہارے لئے کوئی دوسری
سیڑھی نہ ہوگی پس انکو اپنے کندھے پر کھڑا کیا اور انھوں نے اسکو اسکی جگہ رکھ دیا

(۱۱۲۷) صوفیہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کسی شئے کو اپنا مملوک
نہیں سمجھتے کہ وہ اسکو اپنے لئے خاص کرلیں۔ ابراہیم بن شیبانؒ نے کہا ہے
کہ ہم ایسے شخص کی صحبت میں نہیں بیٹھتے جو کہ (اپنی جوتی کو) کہتا کہ میری جوتی

(۱۱۲۸) احمد بن قلانسیؒ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن بصرہ میں فقراء
کی ایک جماعت کے پاس گیا پس انھوں نے میرا اکرام کیا اور بہت تعظیم

سو ایک روز (ایسا اتفاق ہوا) کہیں نے ان میں سے ایک کو کہا کہ میرا پاجامہ کہاں ہے ؟ پس (اسباب سے) میں انکی نظروں سے گر گیا۔

(۱۱۲۹) ابراہیم بن ادہم کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص انکی صحبت میں رہنا چاہتا تو وہ اس سے تین باتوں کی شرط کر لیتے کہ خدمت اور اذان میرے متعلق ہو (دو تو یہ ہوئیں) اور (تیسری یہ کہ) جو کچھ اللہ تعالےٰ دنیا سے ہم پر فتوحات کریں اس میں دونوں برابر شریک ہوں۔ پس انکے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ پس آپ نے فرمایا کہ مجھکو تیرا سچ کہنا بہت پسند آیا۔

(۱۱۳۰) ابراہیم بن ادہمؒ باغوں کی حفاظت کیا کرتے اور کھیت کاٹا کرتے (اور اس سے جو کچھ حاصل ہوتا) اسکو اپنے اصحاب پر خرچ کر دیتے

(۱۱۳۱) صوفی علی بن بندارؒ ابو عبداللہ بن خفیفؒ کے پاس ملاقات کرنے کے لئے آئے پس وہ دونوں ہمراہ چلے تو ابو عبداللہ نے (علی بن بندار سے) کہا کہ آپ آگے ہو جئے، انھوں نے کہا میں کس واسطے آگے ہوں (مجھکو آپ پر کونسی فضیلت حاصل ہے) انھوں نے کہا کہ آپ نے جنیدؒ کی زیارت کی ہے اور میں نے انکی زیارت نہیں کی۔

(۱۱۳۲) حکایت ہے کہ دو دوست تھے انمیں ایک دوست نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو گیا پس اس نے اپنے دوست سے اسکو ظاہر کیا اور کہا کہ میں خواہشات میں مبتلا ہو گیا ہوں اگر تم (اسکی وجہ) میرے ساتھ دینی محبت نہ رکھنا چاہو تو تمھیں اختیار ہے۔ پس اس نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ تمھاری خطاؤں کی وجہ سے تم سے دوستی چھوڑ دوں (اس سے تو یہ کہا) اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ یہ عہد کیا کہ جب تک کہ آپ میرے دوست کو ہوائے نفسانی سے نجات نہ دینگے اسوقت تک میں نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ پس وہ چالیس دن بھوکا رہا۔

(باقی آئندہ)

یعنی اس سے بیعت ہو جائیں یہ عمل بھی حفاظتِ اسلام کے لئے بڑا سنگین پہرہ دار ہے۔ میرے ایک دوست کانپور میں تھے جو مجھ سے بیعت بھی ہیں ان کے پڑوس میں مشن کا ایک عیسائی رہتا تھا وہ کمبخت روزان سے مذہبی گفتگو کرتا تھا اور اسلام سے بہکانا چاہتا تھا ایک دن ان دوست نے باتوں باتوں میں اس سے یہ کہدیا کہ میں حضرت مولٰنا رشید احمد صاحب کا معتقد ہوں بس یہ سنکر پھر کبھی وہ انکے پاس آکر نہ پھٹکا اور دوسروں کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ وہ عیسائی یہ کہتا تھا کہ جو لوگ بزرگوں سے تعلق رکھتے ہیں انپر ہمارا داؤں نہیں چلتا۔ واقعی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان کو جماعت میں شامل رہنا چاہیئے کیونکہ بھیڑیا اسی بکری کو پھاڑتا ہے جو گلّہ سے الگ ہو جائے۔ مشہور ہے کہ بھیڑیا گلہ پر حملہ نہیں کرتا بلکہ جب کوئی بکری گلہ سے الگ ہوتی ہے اسے پھاڑ کھاتا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ اللہ والوں سے تعلق پیدا کریں اور ان کے سلسلے میں داخل ہو جاویں اس عمل میں دفع بلا کی بڑی برکت ہے پھر تمکو کوئی بہکانے نہ آوے گا اور اگر کوئی آوے تو تم اس سے کہدو کہ ہم تو فلاں بزرگ سے بیعت ہیں جو طریقہ انکا ہے وہی طریقہ ہمارا ہے اگر تمکو کچھ کہنا ہے تو ان سے جا کر کہو انکو سمجھالو اگر وہ اپنا طریقہ بدل دیں گے تو ہم بھی بدل سکتے ہیں ورنہ ہم تو اسی کے ساتھ رہیں گے بس بزرگوں کا نام سنکر پھر کبھی وہ تمکو بہکانے نہ آئیگا۔ اور بزرگوں سے تعلق پیدا کر کے مہینہ دو مہینہ میں انکے پاس بھی جانا چاہیئے انکی صحبت سے نور ایمان کو ترقی اور اور اسلام کو پختگی حاصل ہوگی۔ پس حفاظت اسلام کے لئے یہ دو عمل ہوئے ایک نماز دوسرے کسی بزرگ سے تعلق پیدا کرنا۔

ایک تیسرا ضروری عمل اور ہے وہ گائے کا گوشت کھانا ہے گائے کا گوشت کھانے والے کو کوئی ہندو نہیں بہکا سکتا۔ بکری کا گوشت کھانے تک تو بکری کا احتمال رہتا ہے مگر گائے کا گوشت کھانے کے بعد

پھر کچھ ڈر نہیں رہتا اور اگر اسکو ذبح کرنے لگو پھر تو تمھاری صورت دیکھکر
ہندو بھاگنے لگیں گے چنانچہ ہندوستان میں جن لوگوں کا پیشہ گائے ذبح
کرنا ہے ان پر ہندوؤں کو کسی وقت یہ طمع نہیں ہوسکتی کہ وہ ہمارے
بہکانے میں آسکتے ہیں۔ ایک ظرافت کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ ریل کے
سفر میں ہمارے ایک دوست نے گائے کے ہڈے سے پستول کا کام
لیا تھا ریل میں مسافروں کا ہجوم بہت تھا ایک ایک ڈبہ میں چالیس سے
اوپر آدمی بھرے ہوئے تھے جب پھر بھی آمد کم نہ ہوئی تو ان حضرت نے
دستر خوان بچھا لیا جس میں گائے کا گوشت تھا ہندو آتے اور گائے کا
گوشت دیکھکر رام رام کہتے ہوئے وہاں سے چلدیتے جب کھانا کھاچکے
تو ہمارے دوست نے ایک بڑا سا ہڈا ہاتھ میں لے لیا اور جو ہندو آتا اسے
وہ ہڈا دکھا دیتے کہ یہاں جگہ نہیں آگے جاؤ۔ اس ہڈے کی صورت دیکھتے
ہی کوئی ہندو وہاں نہ ٹھیرتا اسلئے اسکا نام پستول رکھا گیا تو جس چیز کی
صورت سے کفار بھاگتے ہیں اسکو تم کھانے لگوگے تو پھر وہ کب تمھارے
پاس آنے لگے بس گائے کا گوشت کھاییے تم بیفکر جنت کے گاؤ تکیہ
سے کمر لگا کر بیٹھ جاؤگے۔ بخدا تجربہ نے بتلا دیا کہ ہندوستان میں گائے
کا گوشت کھانا ہی کامل مسلمان ہونا ہے بدون اسکے یہاں اسلام کی تکمیل
نہیں ہوتی چنانچہ جو لوگ گائے کا گوشت نہیں کھاتے ہندو ان کے
فعل کو اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ انکی حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ
مسلمان خوشی سے نہیں ہوئے اسلئے اسلام کے بعد بھی اپنی اصلی
حالت پر قائم رہے۔ گویا ہندوؤں نے اس قول میں خود اقرار کرلیا کہ
کامل مسلمان وہی ہے جو گائے کا گوشت کھاتا ہے اور جو گائے کا گوشت
نہیں کھاتا اسکو وہ لوگ بھی ہندوؤں سے قریب اور مسلمانوں سے بعید
سمجھتے ہیں۔ پھر اب ذبیحۂ گاؤ کے شعائر اسلام ہونے میں کیا شبہ رہا

شعائر اسلام کے اور کیا سینگ ہوتے ہیں۔ پس جو چیز عام طور سے اسلام اور کفر میں امتیاز پیدا کرنے والی ہو وہی شعائر اسلام ہے اور ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو ہندوؤں سے امتیاز گائے کے ذبح اور اسکا گوشت کھانے ہی سے ہوتا ہے اور اسوقت تجربہ نے بتلا دیا کہ جو لوگ اس شعائر اسلام کے تارک تھے زیادہ تر وہی فتنۂ ارتداد کے دام میں مبتلا ہو رہے ہیں اور جو اس شعار کو اختیار کئے ہوئے ہیں انکی طرف کوئی رخ بھی نہیں کرتا تو یہ علاوہ شعائر اسلام ہونے کے بڑا سنگین پہرہ دار بھی ہے جیسے ابھی میں نے قصہ بیان کیا کہ ہمارے ایک دوست نے گوشت کے ہڈے کو پستول بنایا تھا واقعی یہ پستول سے بھی زیادہ کارآمد ہے کہ مشرکین اسکی صورت سے بھاگتے ہیں مگر افسوس کہ آجکل بعض علماء کو بھی ذبح گاؤ کے شعائر اسلام ہونے میں شک ہے۔ مگر یہ وہ علماء ہیں جو محض الفاظ کے جاننے والے ہیں اور دین کی فہم سے بالکل کورے ہیں۔

گو بات تو کہنے کی نہیں ہے مگر ضرورت کی وجہ سے کہتا ہوں کہ آجکل بہت سے عالم محض الفاظ کے عالم ہیں جنکا فہم درست نہیں محض کتابیں ختم کر کے عالم کہلانے لگے بعض کی تو یہ حالت ہے کہ درسیات سے فارغ ہو گئے ہیں مگر کتابیں سمجھکر نہیں پڑھیں اور جنھوں نے کتابیں سمجھکر پڑھی ہیں انکا علم بھی ہنوز کتابی علم ہے جو اسرار شریعت سمجھنے کے لئے ناکافی ہے۔ یاد رکھو اس سے کچھ کام نہیں چلتا کہ دو چار آدمی تمکو مولانا مولوی کہنے لگے ؎

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را　　عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

(کسی صاحب نظر کو اپنا گوہر دکھلاؤ چند احمقوں کی تصدیق سے کوئی شخص عیسیٰ نہیں ہو جاتا)

جہلاء کی تعظیم و تکریم اور انکے مولوی کہنے سے تم سچ مچ مولوی نہیں ہو سکتے بلکہ ضرورت اسکی ہے ؎

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

(قال کو چھوڑ کر مرد حال بنو (اسکا طریقہ یہ ہے کہ) کسی مرد کامل کے آگے پامال ہو جاؤ)
نور فہم تقویٰ اور حال سے پیدا ہوتا ہے اور حال پیدا ہوتا ہے کسی کی جوتیاں
سیدھی کرنے سے کیونکہ یہ نفس بدون اسکے سیدھا نہیں ہوتا جبتک
اپنے کو کسی کامل کے اس طرح سپرد نکردگے کہ وہ تمھاری ذات میں جو چاہے
تصرف کر سکے اسوقت تک شہوات اور اغراض نفسانیہ سے نجات نہیں ہو سکتی
یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے دین کو اغراض کے تابع کر رکھا ہے
کہ جو موقع و محل دیکھا اسی کے موافق فتویٰ تراش لیا۔ بھلا ایسا علم بھی کچھ
کچھ کام دے سکتا ہے یہ علم ابن آدم پر خدا کی حجت ہے جسکی وجہ سے
آخرت میں جہلاء سے زیادہ اسپر مواخذہ ہوگا بعض لوگوں کو معالجۂ
نفس کا کچھ خیال بھی ہوتا ہے تو وہ یہ غلطی کرتے ہیں کہ اپنی رائے اور
اپنے اجتہاد سے عمل شروع کرتے ہیں اور کتابیں دیکھ دیکھ کر مجاہدات
اور ریاضات میں مشغول ہو جاتے ہیں مگر یاد رکھو کہ کتابی نسخوں سے شفا
حاصل نہیں ہو سکتی، اگر اس طرح شفا ہو جایا کرتی تو دنیا میں ایک بھی مرض
نہ رہتا کیونکہ طب کی کتابیں بے شمار موجود ہیں اردو میں بھی ان کے
ترجمے ہو گئے ہیں جنمیں ہر قسم کے امراض کا علاج درج ہے بس ہر شخص
کتابیں دیکھکر علاج کر لیا کرتا طبیبوں کی ضرورت نہ ہوا کرتی۔ مگر تجربہ شاہد
ہے کہ اس طرح شفا حاصل نہیں ہوتی بدون رجوع الی الطبیب کے چارہ
نہیں۔ یہی حال معالجۂ نفس کا ہے کہ اس میں بھی بدون کسی ماہر طبیب
روحانی کے کامیابی نہیں ہوتی جو لوگ خود بخود کام شروع کرتے ہیں انکی
حالت یہ ہے کہ جہاں کچھ سرسراہٹ معلوم ہوئی وہ اپنے کو کامل سمجھنے لگے
حالانکہ سرسراہٹ کو کامیابی سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔ بس میں پھر وہی
کہوں گا ع۔ بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را۔ کسی کامل کو اپنا رہبر
بناؤ۔ اسکے سامنے اپنا چاندی سونا پیش کرو۔ وہ کسوٹی پر رکھکر دیکھے گا

اسوقت حقیقت منکشف ہوگی ورنہ ظاہر میں تو کھری کھوٹی چاندی یکساں ہی معلوم ہوا کرتی ہے بلکہ بعض دفعہ کھوٹی چاندی بڑی بھڑکدار ہوتی ہے اور کھری چاندی میلی کچیلی خراب ہوتی ہے مگر آگ میں تپانے سے کھوٹی چاندی کی ساری بھڑک دور ہوکر اندر سے تانبا وغیرہ نکل آتا ہے اور کھری چاندی آگ میں ڈالتے ہی میل کچیل سے صاف ہوکر عمدہ نکلتی ہے۔ اسلئے کسی کی ظاہری ریاضت و مجاہدہ سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔

اور نہ صوفیوں کو اپنے احوال و کیفیات یا سرسراہٹ سے اپنا معتقد ہونا چاہیئے۔ بہت لوگ اس غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے کو صاحب نسبت سمجھتے ہیں مگر واقع میں انکو نسبت مع اللہ حاصل نہیں کیونکہ نسبت نام ہے تعلق طرفین کا۔ چنانچہ اہل علم جانتے ہیں کہ نسبت کے لئے طرفین سے تعلق کی ضرورت ہے۔ ایک طرفہ تعلق کو نسبت نہیں کہا کرتے۔ پس بہت لوگ ایسے ہیں کہ انکو تو خدا سے تعلق ہے (کہ اسکی یاد اور ذکر میں مشغول ہیں بلکہ یاد داشت بھی حاصل ہے جو کہ تھوڑی سی مشق سے حاصل ہو جاتا ہے) مگر خدا تعالیٰ کو ان سے تعلق نہیں تو بات کیا ہے کہ ان لوگوں کو خدا کے ساتھ محض یاد کا تعلق ہے اور یہ تعلق یک طرفہ ہے عمل اور اطاعت سے تعلق دوطرفہ ہوتا ہے جب انسان عمل و اطاعت کا اہتمام کرتا ہے اس وقت حق تعالےٰ کو بھی اس سے تعلق ہو جاتا ہے اور اطاعت فقط نماز و نوافل اور روزہ میں منحصر نہیں بلکہ ہر حالت کے متعلق احکام موجود ہیں۔ یعنی دین اور معاشرت و مجالست میں بھی اطاعت لازم ہے۔ جب تمام احوال میں اطاعت کیجائے اسوقت دوطرفہ تعلق ہوتا ہے۔ ورنہ وہ محض یک طرفہ تعلق ہے جو اس کا مصداق ہے

وقوم یدعون وصال لیلیٰ   ولیلیٰ لاتقر بھم بذا کا

کہ بہت سے لوگ وصال لیلیٰ کے مدعی ہیں مگر لیلیٰ انکو منہ بھی نہیں لگاتی

وصال پر تو کیا راضی ہوتی اسی واسطے محققین نے فرمایا ہے کہ اس راستہ میں بدون رفیق کے چلنا دشوار ہے قدم قدم پر ٹھوکریں لگتی ہیں کتابی علم اس راہ میں ہرگز کافی نہیں بلکہ یہاں تو اسکی ضرورت ہے ؎

جملہ اوراق وکتب در نار کن　　　سینہ را از نور حق گلزار کن

(جملہ اوراق وکتب کو آگ لگاؤ اور اپنے سینہ کو حق کے نور سے گلزار بناؤ)

اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ان شاعر صاحب نے تو کتابوں کے جلانیکا حکم کردیا بھلا ہم فقہ اور تفسیر و حدیث کی کتابیں کس طرح جلادیں اس میں تو کتابوں کی اہانت ہے اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں حقیقۃً جلانا مقصود نہیں بلکہ یہ ایک محاورہ ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ان چیزوں سے ذہن کو خالی کرلو اور واقعی چند روز کے لئے تمام علوم سے ذہن کو خالی کرلینا اس راہ میں ضروری ہے کیونکہ صاف تختی پر نقوش خوب لکھے جاتے ہیں۔ جو تختی پہلے ہی سے نقوش میں بھری ہوئی ہے اسپر کوئی نیا نقش کیونکر جم سکتا ہے یہ تو ظاہری تاویل تھی مگر میں طلبار کی خاطر سے اسکی ایک اور تفسیر بیان کرتا ہوں کیونکہ یہ فرقہ بڑا وہمی ہے انکی ایسی ظاہری باتوں سے تسلی نہیں ہوتی تو میں کہتا ہوں کہ اچھا صاحب آپ محاورہ کی تاویل نہ کیجئے اور مطلب بھی یہی سمجھے کہ تمام اوراق وکتب کو آگ میں جلادو مگر یہ بھی معلوم ہے کہ یہاں آگ سے کونسی آگ مراد ہے شاید تم نے اسی ظاہری آگ کو مراد سمجھا ہوگا ؟ اسی لئے توہین کتب کا شبہ ہوا مگر یہی غلط ہے ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست ۔ صاحب یہاں نار سے نار عشق مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ محض اوراق وکتب پر اکتفا نکرو بلکہ ان سب کو حاصل کرکے پھر سب کو نار عشق الہٰی میں پھونک دو تبلایئے اب تو کچھ توہین نہیں ہوئی شاید تم یہ کہو کہ پھر اگلے مصرعہ میں نور حق سے کیا مراد ہے ؟ میں کہتا ہوں کہ نور حق اور نار عشق دو نہیں ہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے جسکو ابتدا انتہا کے اعتبار سے نار و نور کہا گیا ہے ۔

عشق الہٰی ابتدا میں سوز و گداز و تپش کے ساتھ شروع ہوتا ہے پھر آخر میں جب تمکین حاصل ہوتی ہے تو وہی نار نور و گلزار بن جاتی ہے اور کوئی دوسری شے نہیں ہے بلکہ وہی نار جب ٹھنڈی کر دی جائے نور ہو جاتی ہے قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ تو نار ابراہیم و گلزار ابراہیم دو چیزیں تھوڑا ہی ہیں بلکہ وہی نار جو اول بصورت نار تھی اور حقیقت کے لحاظ سے بھی محرق تھی ابراہیم علیہ السلام کے گرتے ہی ٹھنڈی ہو کر گلزار بن گئی۔ پس اس طریق میں ہر سالک کو نار ابراہیم و گلزار ابراہیم کا لطف حاصل ہوتا ہے غرض میں یہ کہہ رہا تھا کہ آجکل بہت علماء لفظوں کے عالم ہیں اس لئے ان کا علم ناقص ہے انکو تقویٰ اور حال پیدا کر کے اپنے علم کی تکمیل کرنی چاہیئے۔ ایسے ہی ناقص علماء نے ذبیحۂ گاؤ کے شعائرِ اسلام ہونے کا انکار کیا ہے وہ اسکو شعائر دین میں سے نہیں سمجھتے مگر جنکو خدا نے نور فہم دیا ہے وہ اس حقیقت کو سمجھ گئے ہیں اور انھوں نے اسکو شعائرِ اسلام میں داخل سمجھا۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب قدس اللہ سرہٗ کا بھی یہی ارشاد ہے کہ ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائرِ اسلام است" اور آج کل کی حالت دیکھکر مجدد صاحب کے اس قول کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ واقعی جو لوگ گائے کا گوشت نہیں کھاتے انکو ہندو بھی پورا مسلمان نہیں سمجھتے بلکہ اپنی برادری کا بھائی سمجھتے ہیں ایسی حالت میں اس شعائرِ اسلامی کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو نور فہم سے بالکل کورا ہو۔ ایک عالم نے میرے سامنے اعتراض کیا کہ دیکھئے فلاں مولانا نے ذبیحۂ گاؤ کو شعار اسلام کہدیا! میں نے کہا وہ کیا کہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو شعار اسلام فرمایا ہے۔ کہنے لگے حضورؐ نے کہاں فرمایا ہے؟ میں نے کہا کہ مسلم کی روایت ہے من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ اسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی علامتیں بیان فرمائی

ہیں کہ جس شخص میں یہ علامتیں موجود ہوں اسکو مسلمان سمجھنا چاہیئے کہ جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارا ذبیحہ کھالے وہ مسلمان ہے جس کے لئے خدا ورسول کی پناہ وعہد ہے۔ پس جہاں آپؐ نے صلوٰۃ واستقبال قبلہ کو علامت اسلام قرار دیا ہے وہیں اکل ذبیحتنا بھی فرمایا ہے تو جو اعتراض آپ کو ان مولانا پر ہے کہ انھوں نے کھانے پینے کی چیز یا ایک جانور کے ذبح کو شعار اسلام کہدیا وہی اعتراض حدیث پر وارد ہوتا ہے کہ حضورؐ نے صلوٰۃ و استقبال کے ساتھ اکل ذبیحہ کو کیسے بیان فرما دیا۔ شاید کوئی یہ کہے کہ اسمیں تو مطلق ذبیحۂ مسلم کے کھانے کو علامت اسلام بتایا گیا ہے اس سے ذبیحہ بقر کا کھانا علامت اسلام معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس میں بقر کا لفظ وارد نہیں ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ فہیم شخص کیلئے تو ذبیحتنا ہی بقرہ پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور بدفہم کے لئے خود لفظ بقرہ کا مذکور ہونا بھی ناکافی تھا۔ چنانچہ میرٹھ میں ایک وکیل صاحب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اسلام میں گائے کا ذبیحہ کہیں نہیں بلکہ بکری کا ذبیحہ ثابت ہے چنانچہ دیکھئے اس عید کا نام ہی بقرعید ہے یعنی بکرے کی عید۔ اس ظالم نے بقر کو بکرے کی عربی سمجھا۔ واقعی جب ایسے ایسے ذہین دنیا میں ہونگے تو پھر ذبیحہ گاؤ کی دلیل شریعت میں کیوں ملیگی اسی طرح اگر آپ بھی لفظ "بقر" حدیث میں ہونے کے بعد یہی تاویل کرنے لگیں تو پھر اسکا جواب بجز اسکے اور کیا ہوگا کہ ؏ جواب جاہلاں باشد خموشی اور یہ ساری خرابی خوشامد کی ہے کہ یہ لوگ ہندوؤں سے اتحاد کرنے کیلئے ایسی پچر باتیں نکالتے ہیں آجکل اتفاق اتحاد کا بہت جوش ہے اسی جوش میں ایسے عالی مضامین اور باریک نکات سوجھتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

جلد ۱۰ ۱۹۸۷ء شمارہ ۶ جون

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار الہ آباد

عامل مضامین تصوف و عرفان ماہنامہ افادات وصی اللہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مد ظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین روپیہ ۳

مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۶ — شوال المکرم ۱۴۰۵ھ مطابق جون ۱۹۸۵ء — جلد ۱۰

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

RD.N.-L2-9-AD

(۳۰)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (پ۲۴ سورہ حمٓ)

(ترجمہ) جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب (حقیقی صرف) اللہ ہے (مطلب یہ کہ شرک سے تبری کر کے صرف توحید اختیار کرلی) پھر (اسپر) مستقیم رہے (یعنی اسکو چھوڑا نہیں) ان (لوگوں) پر (اللہ کی طرف سے رحمت و بشارت کے) فرشتے اتریں گے (اول مرتے وقت، پھر قبر میں، پھر بعث کے وقت کذا فی الدر المنثور عن زید بن اسلم۔ اور کہیں گے) کہ تم (آخرت کی آنیوالی ہولوں سے) نہ اندیشہ کرو اور نہ (دنیا کے چھوڑنے پر) رنج کرو (کیونکہ آگے تمھارے لئے امن اور نعم البدل ہے) اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبر کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا (اور) ہم تمھارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور تمھارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمھارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمھارے لئے اسمیں جو مانگو گے موجود ہے یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے (یعنی یہ نعمتیں اکرام کے ساتھ ملیں گی)

(بیان القرآن ج ۱۰ ص ۵۲)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے کسی ایسی چیز کا حکم فرما دیجئے کہ جسکو میں مضبوطی کے ساتھ پکڑ لوں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قل ربی اللہ ثم استقم یعنی تم کہو کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ سب سے زیادہ آپ مجھ پر کس چیز کا خوف کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک کا کنارہ پکڑا اور فرمایا اسکا۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں اور جو شخص انکی ملاقات کو مکروہ سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسکی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا ہر آدمی موت کو مکروہ سمجھتا ہے آپ نے فرمایا یہ موت کو مکروہ سمجھنا نہیں ہے لیکن مومن کے پاس جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس چیز کی خوشخبری دینے والا آتا ہے جسکی طرف وہ جارہا ہے تو پھر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی محبت سے بڑھکر اسکے نزدیک نہیں ہوتی (یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی لقاء کو محبوب سمجھتا ہے) تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اسکی لقاء کو محبوب سمجھتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ فاجر یا کافر جب اسکے پاس وہ چیز آتی جسکی جانب وہ جانیوالا ہوتا ہے یعنی جس شے سے اسکی ملاقات ہونے والی ہوتی ہے جب وہ اسکے سامنے آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی لقاء کو مکروہ سمجھتا ہے پس اللہ تعالےٰ بھی اسکی لقاء کو مکروہ سمجھتے ہیں (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۰۱)

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ ابن ابی حاتم نے اس آیت کے تحت اپنی سند سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ سعید ابن مسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ابو ہریرہؓ کی ملاقات ہوئی حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھکو اور تم کو جنت کے بازار میں جمع فرما دے۔ یہ سنکر سعید بن المسیبؒ نے کہا اچھا کیا جنت میں بازار بھی ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہاں مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اہل جنت جب اسمیں داخل ہونگے تو اپنے اپنے اعمال کی حیثیت سے وہاں اتارے جائیں گے پس انکو دنیوی ہفتہ کے اعتبار سے ایک بار اجازت ہوگی کہ وہ اللہ تعالےٰ کی زیارت کریں اور اللہ تعالیٰ کا عرش انکے لئے ظاہر کیا جائیگا اور اسکا ظہور جنت

کے باغات میں سے کسی باغ میں ہوگا ۔ اور ان کے لئے بہت سے منبر نور کے رکھے جاویں گے اور بہت سے موتی کے اور بہت سے یاقوت کے اور بہت سے سونے کے اور بہت سے چاندی کے اور ان کا سب سے ادنیٰ درجہ والا شخص (اور انمیں کم درجہ والا ہوگا ہی کون) مشک و کافور کے ٹیلوں پر بیٹھا ہوگا اور جو لوگ کرسی پر بیٹھے ہوں انکو یا ٹیلے پر بیٹھنے والے) اپنے سے افضل نہ گمان کرینگے ۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں کیا تم میں سے کوئی شخص سورج کو دیکھنے میں یا چودھویں شب کو چاند دیکھنے میں شک کرتا ہے ہم نے کہا کہ نہیں فرمایا کہ بس اسی طرح اپنے رب تعالےٰ کے دیکھنے میں کبھی تمکو کوئی شک وشبہ نہو گا اور نہیں باقی رہیگا اس مجلس میں کوئی شخص مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اور اسکا آمنا سامنا ہوگا یہانتک حق تعالےٰ ان میں سے ایک شخص سے فرمائیں گے کہ اے فلاں بن فلاں تجھے یاد ہے کہ فلاں دن تو نے ایسا ایسا کام کیا تھا (حق تعالیٰ اسکی بعض دنیوی نافرمانیوں کو یاد دلائیں گے) وہ کہیگا پروردگار کیا آپ نے مجھے بخش نہیں دیا ہے؟ ارشاد فرمائیں گے ہاں میری وسعتِ مغفرت ہی کی وجہ سے تو اس مرتبہ کو پہونچا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ انکے اوپر ایک بدلی گھرے گی جو ان پر ایسی خوشبو برسائیگی کہ اس خوشبو کی طرح انھوں نے کوئی خوشبو ابتک نہ پائی ہوگی ۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد ہمارا رب عزوجل کہیگا کہ اٹھو چلو اس کرامت کی طرف جو میں نے تمھارے لئے جمع کر رکھا ہے اور لو اس میں سے جو چاہو ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے بعد ہم ایک بازار میں جائیں گے جسکو فرشتے گھیرے ہونگے اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہونگی کہ نہ آنکھوں نے اس جیسی نعمت دیکھی ہوگی اور نہ کانوں نے سنا ہوگا نہ دلوں پر اسکا گذر ہوا ہوگا ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسکے بعد ہماری

خواہش کی چیزیں ہمارے پاس لائی جائیں گی۔ اس بازار میں کوئی خرید و فروخت نہ ہوگی۔ اور اہل جنت اسی بازار میں بعض بعض سے ملیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک اونچے درجہ کا آدمی آوے گا اور اپنے کم درجہ والے سے ملاقات کرے گا حالانکہ وہاں کوئی کمتر نہ ہوگا تو اس کم درجہ والے کو اس اونچے درجہ والے کا لباس نہایت عمدہ معلوم ہوگا ادھر ابھی اسکی گفتگو ختم نہ ہوگی کہ اسکو اپنا لباس اسکے لباس سے اچھا معلوم ہونے لگے گا اور یہ اسلئے ہوگا کہ جنت میں کسی شخص کے لئے رنجیدگی اور غم ناممکن ہے اسکے بعد ہم لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹیں گے اور ہماری بیبیاں ہم سے ملیں گی تو خوش آمدید کہیں گی اور کہیں گی کہ ہم سے جدا ہونے کے وقت جس قدر حسن و جمال اور خوبصورتی تم پر تھی اب اس سے کہیں زیادہ حسن و جمال اور خوشبو لیکر آئے ہو وہ لوگ جواب دینگے کہ آج کے دن ہم لوگوں نے اپنے رب تبارک و تعالےٰ کے ساتھ مجالست کی ہے اسلئے جو کچھ ہم لیکر لوٹے ہیں اسی کے مستحق ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۰۱)

(آیات بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

یہاں سے (یعنی اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا سے) مومنین وکاملین کے حالات اور دنیا و آخرت میں ان کے اعزاز و اکرام کا بیان اور انکے لئے خاص ہدایات کا ذکر ہے۔ مومنین و کاملین وہی ہوتے ہیں جو خود بھی اپنے اعمال و اخلاق میں مستقیم اور بے کم و کاست بالکل شریعت کے مطابق ہوں اور دوسروں کو بھی اللہ کی طرف دعوت دیں اور انکی اصلاح کی فکر کریں اسی سلسلہ میں داعیان اسلام کے لئے صبر اور برائی کے بدلہ میں بھلائی کرنے کی ہدایت ہے۔

استقامت کے معنی | پہلے جزء کو لفظ استقامت سے تعبیر فرما کر ارشاد ہوا اِنَّ

الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا یعنی جن لوگوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یقین کر لیا تو یہ تو اصل ایمان ہوا، آگے اس پر مستقیم بھی رہے یہ عمل صالح ہوا، اس طرح ایمان اور عمل صالح کے جامع ہو گئے۔ لفظ استقامت کا جو مفہوم خلاصہ تفسیر میں بیان ہوا ہے کہ ایمان و توحید پر قائم رہے اسکو چھوڑ کر نہیں یہ تفسیر حضرت صدیق اکبرؓ سے منقول ہے اور تقریباً یہی مضمون حضرت عثمان غنیؓ سے منقول ہے انھوں نے استقامت کی تفسیر اخلاص عمل سے فرمائی ہے اور حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ الاستقامة ان تستقیم علی الامر والنھی ولا تروغ روعان من الثعالب (مظہری) استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اوامر و نواہی پر سیدھے جمے رہو اس سے اِدھر اُدھر راہ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو۔

اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ استقامة تو ایک لفظ مختصر ہے مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے جس میں تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات و مکروہات سے اجتناب دائمی طور پر شامل ہے۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا رَبُّنَا اللّٰهُ کہنا جبھی صحیح ہو سکتا ہے جب وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال میں ہر قدم میں خدا کی زیر تربیت ہوں مجھے ایک سانس بھی اسکی رحمت کے بغیر نہیں آسکتا اور اسکا تقاضا یہ ہے کہ انسان طریق عبادت پر ایسا مضبوط و مستقیم رہے کہ اسکا قلب و قالب دونوں اسکی عبودیت سے سرمو انحراف نہ کریں۔

اسی لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کی ایک جامع بات بتلا دیجئے جس کے بعد مجھے کسی سے اور کچھ نہ پوچھنا پڑے تو آپ نے فرمایا قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (رواہ بخاری) یعنی تم اللہ پر ایمان لانے کا اقرار کرو پھر اس پر مستقیم رہو، مستقیم رہنے کی ظاہر مراد یہی ہے کہ ایمان پر بھی مضبوطی سے جمے رہو اور اسکے اقتضاء کے مطابق اعمال صالحہ پر بھی۔

اسی لئے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے استقامت کی تعریف ادائے فرض سے فرمائی اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ استقامت یہ ہے کہ تمام اعمال میں اللہ کی اطاعت کرو اور اسکی معصیت سے اجتناب کرو اس سے معلوم ہوا کہ استقامت کی جامع تعریف وہی ہے جو اوپر حضرت فاروق اعظمؓ سے نقل کی گئی ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی تعریف بھی اسی کی طرف راجع ہے جس میں اعمال صالحہ کے ساتھ اخلاص عمل کی تاکید ہے۔ (تفسیر مظہری)

جصاص نے بھی مذکورہ بالا تفسیر کو ابوالعالیہ سے نقل کر کے اختیار کیا ہے اور ابن جریر نے بھی۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتوں کا نزول اور وہ خطاب جو اس آیت میں آیا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ موت کے وقت ہوگا۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ محشر میں قبروں سے نکلنے کے وقت ہوگا اور وکیعؒ بن جراح نے فرمایا کہ تین وقتوں میں ہوگا اول موت کے وقت پھر قبروں کے اندر پھر محشر میں قبروں سے اٹھنے کے وقت۔ اور ابوحیانؒ نے بحر محیط میں فرمایا کہ کہ میں تو کہتا ہوں کہ مومنین پر فرشتوں کا نزول ہر روز ہوتا ہے جسکے آثار و برکات ان کے اعمال میں پائے جاتے ہیں البتہ مشاہدہ اور ان کے کلام کا سننا یہ انھیں مواقع میں ہوگا۔ اور ابونعیم نے ثابت بنانیؒ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے سورہ حٰم السجدہ کی تلاوت فرمائی یہانتک کہ آیت تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ پر پہونچے تو فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہونچی ہے کہ مومن جس وقت اپنی قبر سے اٹھے گا تو دو فرشتے جو دنیا میں اسی کے ساتھ رہا کرتے تھے وہ ملیں گے اور اسکو کہیں گے تم خوف و غم نہ کرو بلکہ جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا انکا کلام سنکر مومن کو اطمینان ہو جائیگا (مظہری)

لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا

مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ؕ فرشتے مومنین مخلصین کو بتلائیں گے کہ تمہیں جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جس کو تمہارا دل چاہے گا اور ہر وہ چیز جو تم مانگو اسکا حاصل تو یہ ہے کہ تمہاری ہر خواہش پوری کیجائے گی خواہ تم مانگو یا نہ مانگو۔ آگے نزلاً بمعنی مہمانی فرماکر اسطرف اشارہ کردیا کہ بہت سی وہ نعمتیں بھی ملیں گی جن کی تمنا بھی تمھارے دل میں پیدا نہیں ہوئی جیساکہ مہمان کے سامنے بہت سی وہ چیزیں بھی آتی ہیں جنکا پہلے سے کوئی تصور نہیں ہوتا۔ خصوصاً جبکہ کسی بڑے کا مہمان ہو۔ (مظہری)۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کسی پرندے کو اڑتا ہوا دیکھکر تمھارے دل میں اسکا گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ اسیوقت بھنا بھنایا تمھارے سامنے آگریگا بعض روایات میں ہے کہ وہ نہ آگ سے مس ہوگا نہ دھوئیں سے خود بخود پک کر سامنے آجاویگا (رواہ البزاز وبیہقی عن ابن مسعود مظہری) اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو جنت میں اگر اپنے گھر میں بچہ پیدا ہونے کی خواہش ہوگی تو اسکا حمل پھر وضع حمل پھر اسکا دودھ چھڑانا پھر جوان ہونا سب ایک ساعت میں ہوجائیگا (ترمذی وبیہقی وغیرہ۔ مظہری)

(معارف)

(۳۱)

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ۝ (پ ۲۵ سورہ شوریٰ)

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے (ہونگے) وہ بہشتوں کے باغوں میں (داخل) ہونگے وہ جس چیز کو چاہیں گے انکے رب کے پاس انکو ملے گی یہی بڑا انعام ہے (نہ وہ جو دنیا میں عیش وعشرت موجود ہے)۔ (بیان القرآن ج ۱۰۔ ص ۶۳)

حدیث شریف میں ابوظبیہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اہل جنت کی ایک جماعت کو ایک بدلی گھیرے گی اور کہیگی تم پر کیا برساؤں تو اس قوم کا جو شخص جو کچھ کہیگا اسی چیز کو وہ برسائے گی حتی کہ ایک کہنے والا کہیگا کہ تو ہم پر نوخاستہ ہمعمر عورتوں کو برسا۔

(روح المعانی ج ۲۵ ص ۲۷)

(مکتوب نمبر ۵۱۸)

حال : حضرت والا کا والا نامہ موصول ہوا الحمد للہ والا نامہ پڑھکر اطمینان کا خزانہ پایا ۔ والا نامہ میں حضرت اقدس دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا ہے کہ کلمۂ طیبہ اور استغفار کی کثرت کیا کیجئے ۔ ان کلموں کو پڑھنے کے بعد کلمۂ طیبہ اور استغفار کی کثرت کر رہا ہوں ۔ کثرت عمل کی توفیق کے لئے اور عمل دوام کے لئے حضرت والا دعاء فرمائیں ۔

الحمد للہ ۔ شکر ہے اس ذات واحد کا کہ کلمۂ طیبہ میں بہت لطف اور مزہ مل رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت میں ایک مزہ اور اسکی شان باقی ہے لیکن اسکی افضل نعمت ذکر میں جو راحت اور مزہ قلب کو مل رہا ہے الحمد للہ اس سے بہتر مزہ اور کسی نعمت میں نہیں پایا ۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ بظاہر تو دنیا رہے لیکن باطن میں عشق الٰہی کا شعلہ سینہ میں بھڑک جائے ۔

تحقیق : الحمد للہ کہ میرے خط سے اطمینان کا خزانہ پایا ۔ کثرت عمل اور دوام عمل کیلئے دعاء کرتا ہوں الحمد للہ کہ کلمۂ طیبہ میں بہت لطف و مزہ مل رہا ہے آپ نے یہ خوب لکھا کہ ہر نعمت میں ایک مزہ اور اسکی شان ہے لیکن افضل نعمت ذکر میں جو راحت اور مزہ قلب کو مل رہا ہے الحمد للہ اس سے بڑھکر اور اس سے بہتر مزہ کسی اور نعمت میں نہیں پایا ۔ دعاء کرتا ہوں کہ بظاہر دنیا رہے لیکن باطن میں عشق الٰہی کا شعلہ سینہ میں بھڑک جاوے اور ذکر الٰہی غالب ہو جاوے

(مکتوب نمبر ۵۱۹)

حال : منبع الفضائل والمکارم ۔ راقم الحروف اپنے وطن شاہجہاں پور سے جائے ملازمت مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم مقام چھاؤنی پالن پور شمالی گجرات وسط شوال میں حاضر ہوگیا ۔ دارالعلوم دیوبند سے رسمی فراغت حاصل کرنے کے

بعد جس کو تقریباً چھ سال کا عرصہ ہو رہا ہے اسی مدرسۂ مذکورہ میں حضرت الاستاذ مولانا محمد اعزاز علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تقرر کرادیا تھا الحمد للہ تادم تحریر اسی مدرسہ سے متعلق ہے

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: امسال نسائی شریف، مشکوٰۃ شریف، ہدایہ اخیرین۔ ہدایہ اولین۔ مقامات حریری راقم سے متعلق ہیں۔ تحقیق: اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔

حال: آنمحترم سے دعاء کی درخواست ہے۔ تحقیق: دل سے دعاء کرتا ہوں۔

حال: اور التجا ہے کہ راقم کے حق میں جو امور مفید ہوں تحریر فرمائیں

تحقیق: ماشاء اللہ تعالیٰ آپ خدمت دین میں مشغول ہیں علوم دینیہ پڑھا رہے ہیں اب علم کے بعد عمل ہی کا درجہ باقی رہ جاتا ہے یہ فرمایئے کہ آپ اپنے اندر کیا کمی پا رہے ہیں؟

(مکتوب نمبر ۵۲)

حال: انبیاء اللہ پاک کے مخلص بندے ہیں، شیطان نے کہا تھا (لا عبادك منهم المخلصين . . . کہ میرا داؤں مخلص پر نہ چلے گا۔ آدم علیہ السلام مخلص بندے ہیں اور شیطان کا داؤں ان پر چل گیا۔ فعصیٰ کے الفاظ آئے ہیں۔ اگر مخلص تھے تو داؤں کیسے چل گیا؟ یہ سوال ایک ذی علم نے مجھ سے پوچھا تھا اور میں نے اپنی سمجھ کے مطابق کچھ عرض کردیا مگر ان کی تشفی نہ ہوئی بحمد اللہ مجھے کوئی تردد نہیں گو نہ مطمئن ہوں اپنی رائے ظاہر نہیں کی کہ ویسے بھی تحصیل حاصل ہی ہوگی، دوسرے ایک جرأت کی بات بھی ہوتی، تیسرے چونکہ سائل کو میرے جوابات سے تشفی نہیں ہوئی لہٰذا بہتر معلوم ہوا کہ حضرت والا کے قلم سے مضامین کی برآمدگی کا انتظار کیا جائے۔

تحقیق: نص قطعی ہے اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اور فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ

نص اولیٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن مخلص پر اسکا زور داؤں نہیں چلتا اور دوسری نص میں خود ابلیس انکو اپنے اغوار سے مستثنیٰ کر رہا ہے، اسی لیے اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیار سے کبیرہ و صغیرہ کے صدور کا قصد نہیں ہو سکتا ہاں لغزش ہو سکتی ہے اور خطار اجتہادی بھی۔ بس سب نصوص میں تطبیق کے لئے یہ تقریر لازم ہے

(مکتوب نمبر ۴۲۱)

حال: تین اتوار گذر گئے احقر خدمت اقدس میں حاضر نہ ہو سکا جسکا احقر کو بہت ملال ہے اور احساس عظیم ہے یوں تو بداعمالی کی کوئی انتہا نہیں تاہم حضرت والا کی خدمت اقدس میں حاضری کی محرومی کے اسباب پر اس احقر نے بہت غور کیا تو یہی سمجھ میں آیا کہ اخلاص کی کمی اس احقر میں ضرور ہے مخلص مسلمان کا محرومی سے کیا تعلق حضرت والا احقر کے لئے دعار فرمائیں کہ اللہ پاک مجھ ذلیل وخوار کو اخلاص کی دولت سے مالامال کر دیں ورنہ غیر مخلص بنے رہنے سے تو موت لاکھ درجہ بہتر ہے۔

تحقیق: دعار کرتا ہوں

حال: اپنی آئے دن کی ذلت وخواری برکات سے محرومی (غیر مخلص عبادات کے باعث) تجربہ کرتے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا اب تو بس یہ خیال باقی رہ گیا ہے کہ شاید موت ہی جلد سے جلد آکر ان دشواریوں سے پیچھا چھڑا دے ورنہ کچھ صحیح چیز بظاہر سمجھ میں نہیں آتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس تین ہفتے کے عرصہ میں احقر نے حضرت والا کو ایک شب خواب میں دیکھا کہ احقر ذرا فاصلے پر کھڑا ہے کچھ لوگوں کا مجمع ہے حضرت والا بہت اچھا صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے ایک دروازے میں داخل ہو رہے ہیں غالباً کسی نے بتلایا کہ حضرت والا نے ایک دعوت میں شرکت فرمائی ہے احقر کی حضرت والا سے ملاقات نہ ہو سکی بس دور سے حضرت والا کو دیکھا۔

دوسری شب حضرت والا کو پھر خواب میں دیکھا کچھ دیر تک حضرت والا

کی تقریر سنتا رہا جب سب لوگ چلے گئے تو حضرت والا سے احقر نے اپنی پریشانیاں بیان کیں حضرت نے بغور سب باتیں سنیں احقر سے شفقت سے حضرت والا پیش آئے اور گلے سے لگایا لیکن معاش کے سلسلہ میں ایک نیک دیندار انسان کے بارے میں جو میرا معاون و مددگار بظاہر بن گیا تھا حضرت والا نے فرمایا کہ یہ چیز غلط ہے یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا۔ اس خواب کے بعد احقر کو بیحد سوچ پیدا ہوگیا کہ ایسا ہمدرد نیک انسان بھلا دھوکا دے سکتا ہے اس خواب کے پانچویں یا چھٹے دن اسی شخص نے خود احقر سے قصداً ایسی باتیں کیں جنکا ماحصل یہ تھا کہ اس نے احقر کو فریب دیا۔ انا للہ ۔ خواب لفظ بلفظ سچ ہوا۔ موجودہ حالت احقر کی یہ ہے کہ ملازمت کی سختیاں کام کی زیادتی اور ذلت روز بروز افزوں ہے۔ ذلت سے اور نمازوں میں نقص پیدا ہونے سے (ڈیوٹی کے اوقات میں) سخت رنج ہوتا ہے۔ معاش کے دوسرے ذرائع کے لئے دعا بھی جاری ہے سعی بھی جاری ہے ابھی تسلی بخش کوئی خاص ذریعہ پیدا نہیں ہوا بلکہ بظاہر نیک مسلمانوں کی بدسلوکیوں کی وجہ سے اور انکی نیت خراب ہو جانے کے باعث احقر ایک دلدل میں پھنس چکا ہے اللہ پاک نکالیں گے تو نکلیگا۔ معاش کے معاملات نے دنیا بالکل جہنم بنا دی ہے۔ اسی اقسام کے صدہا رنج و آلام نے دل و دماغ اور صحت کو بیحد خراب کر دیا ہے۔ احقر اپنی بدحالی الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ذرا ذرا دیر میں تکان معلوم ہونے لگتی ہے۔ تھوڑا کام کر کے احقر پھر آرام کر لیتا ہے۔ اس طرح زندگی کی کشتی بالکل منجدھار میں پھنس گئی ہے۔ دنیا والے ہمدردی کرتے بھی ہیں تو نسبتاً باقی الفاظ تک میں روح نہیں عمل تو بہت دور ہے۔

الحمد للہ عبادات میں لگا ہوں جیسے تیسے معمولات ادا کر لیتا ہوں صحیح چیز یہی ہے کہ اللہ پاک توفیق عطا کر ہی دیتے ہیں۔

احقر نے بہت ٹالا کہ ایک ذلیل انسان دنیا بھر کی ذلیل باتیں ایک پاکیزہ

اور معززہستی کو تکلیف دے لیکن زندگی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر گذار دینے میں بار معلوم ہوتا ہے لہٰذا بمجبوری حضرت والا کو اپنی اچھی اور سکون کی زندگی کی لالچ میں تکلیف دے رہا ہوں حضرت والا اللہ پاک سے ایسی دعاء فرمادیں کہ معاملہ یا اِدھر ہو جائے اور احقر کے حسبِ خواہ ہو جائے یا پھر زمین کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

حال: حضرت والا سے دست بستہ عرض ہے کہ حضرت والا اس ذلیل انسان کی گستاخیاں معاف فرمادیں۔ تحقیق: معاف ہے۔

حال: اللہ پاک حضرت والا کے دینی و دنیاوی درجات بلند فرمائیں اور حضرت والا کو حیات طویل عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین

حال: دنیا کے لوگوں سے اپنی حالت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے بیکار کسی سے کیا عرض کروں بغیر اللہ پاک کے حکم کے کون کسی کے کام آسکتا ہے۔ ان بے انتہا پریشانیوں کی موجودگی میں شیطان کو بھی اچھا موقع ملا ہے وہ اپنا کام برابر کر رہا ہے لیکن حضرت والا کے طفیل اللہ پاک کا فضل شامل حال ہے۔ الحمدللہ۔ تحقیق: الحمدللہ۔

(مکتوب نمبر ۵۲۲)

حال: حضرت والا کی دعاء کی برکت سے ظالموں کے دل میں خیال آیا اور چھپر پر اینٹ مارنا بند کر دیا، الحمدللہ اب عافیت ہے۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: حضرت والا دعاء فرمائیں کہ گودام کے مالک مکان کے ساتھ بھی معاملہ درست ہو جائے میں کوشش کرتا ہوں۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

حال: الحمدللہ سب معمول اچھی طرح ادا ہو جاتے ہیں حضرت والا کی دعاء کی برکت سے بیوی بچوں میں دین کا شوق بڑھا اور پہلے سے کام کچھ زیادہ

ہو رہا ہے بیوی نے تہجد پڑھنا شروع کر دیا اور برابر اپنی مغفرت کے لئے دعار مانگتی ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: حضرت والا دعار فرمائیں کہ کام میں ترقی ہوتی رہے اور نفس و شیطان کا غلبہ نہ ہونے پائے۔ تحقیق: دعار کرتا ہوں۔

حال: تین چار ہفتہ بعد خدمت والا میں حاضری کا ارادہ ہے۔

تحقیق: بہتر ہے۔

حال: کامیابی کے لئے دعار کا طالب ہوں۔ تحقیق: دعار کرتا ہوں۔

حال: ۔۔۔۔۔ صاحب حضرت والا کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں اور خیر و برکت کے لئے دعار کی درخواست کرتے ہیں۔

تحقیق: سلام کہئے، دعار کرتا ہوں۔

حال: حضرت والا سے شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد قدرت کی طرف سے ایسا انتظام ہوا کہ وہ دنیا کے سارے جھمیلے سے بچ گئے میرے یہاں ہیں بچوں کی نگرانی کیا کرتے ہیں۔ نہ کسی سے ملنا ہے نہ کوئی جھمیلا۔ تحقیق: خوب

(مکتوب نمبر ۵۲۳)

حال: حضرت والا کی خدمت سے واپسی کے بعد کچھ دن تک تو بہت سکون کی حالت رہی مگر یہاں کے کاموں میں لگ جانے کے بعد وہ کیفیت نہیں رہی۔ تحقیق: جی ہاں توجہ ہٹ جانے کے سبب ایسا ہوتا ہے۔

حال: یہ ضرور ہے کہ اس مرتبہ کے قیام میں حضرت والا سے جن معاصی کی برائیاں سنیں الحمد للہ انکی نفرت دل میں بیٹھ گئی، یہ حضرت ہی کی برکت ہے، ورنہ اس سے قبل انکی مذمت کتابوں میں پڑھی تھی اور حضرات سے بھی سنا تھا۔

تحقیق: الحمد للہ بارک اللہ۔

حال: اس شعر کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آگیا کہ ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　بہتر از صد طاعت بے ریا

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ طاعت بے ریا بغیر ولی کامل کی صحبت کے حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ تحقیق: صحیح بات ہے۔

حال: حضرت دعا فرمادیں کہ اللہ پاک نے حضرت والا کی برکت سے جو کیفیت پیدا فرمادی ہے اسکو باقی رکھیں اور خلوص کے ساتھ اپنی طاعت میں مشغول رکھیں۔ تحقیق: آمین۔

(مکتوب نمبر ۵۲۴)

حال: گذارش خدمت بابرکت میں یہ کہ حضرت والا سے رخصت ہو کر ۲۶ رمضان شریف یوم جمعہ کو شب میں بخیریت گورکھپور پہونچا کو پاگنج مکان پر ایک روزہ رہ گیا تھا۔

حضرت والا کو دیکھنے ہی سے جو ایمان میں تازگی اور روحانیت پیدا ہوتی ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے اسکا تقاضا تو یہ ہے کہ حضرت والا کی خدمت ہی میں رہا جائے یا زیادہ سے زیادہ رہا جائے مگر یہ دور افتادہ تو اس نعمت سے ایسا محروم ہے کہ سال میں صرف ایک مرتبہ حاضر ہو سکا۔ الحمد للہ کہ حضرت والا کی عنایات اور توجہات کا دل پر خاصا اثر ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: دل مسرت و محبت سے لبریز ہے اور قلبی سکون میں بفضلہ تعالے اضافہ محسوس ہو رہا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: مسئلہ تاثیر شیخ کو حضرت والا نے ایسا واضح اور سہل کر کے سمجھایا کہ خوب سمجھ میں آگیا کہ چند لمحہ شیخ کی خدمت میں گذارنا باعث سعادت اخروی ہے۔ تحقیق: بیشک

حال: اب مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ حضرت والا کی خدمت میں میرے جو اوقات

گذرے کاش کہ بصیرت کے ساتھ گذرے ہوتے۔ حضرت والا دعار فرمائیں کہ خدمت شیخ میں حاضری کا موقع جلد نصیب ہو۔ تحقیق۔ آمین
حال: اور اپنی محبت سے اللہ تعالیٰ دل کو بھر دیں کہ غیر کے لئے جگہ ہی خالی نہ رہے۔ حضرت والا کی دعار سے اسکی امید قوی ہے۔
تحقیق: ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امید پوری فرمائے۔

(مکتوب نمبر ۵۲۵)

حال: کرامت نامہ شرف صدور ہوکر کاشف احوال ہوا۔ اس احسان عظیم کا شکر گذار ہے جو اس ناچیز پر فرمایا اور فرما رہے ہیں۔ بیشک اب تک جو کچھ کیا وہ سب سمع خراشی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ایسے امور سے باز آنے کی کوشش کرونگا کہ سکوت ہی میں سلامتی ہے
اور اگر حضرت احسان کرکے یہ بتلا دیں کہ ایسے موقع پر کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے تو موجب رشد و فلاح اور باعث انشراح تام ہو۔
آخر میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ للہ اس عاجز و ناکارہ کو اپنی توجہات و نوازشات سے محروم نہ فرمائیں۔
تحقیق: الحمدللہ بخیریت ہوں، آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ ایسے مواقع پر کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ موجب رشد و فلاح اور باعث انشراح تام ہو" لہٰذا لکھتا ہوں۔ ساری عبارت خالی از استدلال ہو۔ توجہات و نوازشات سے کیسے محروم کرسکتا ہوں۔ دعائے رشد و فلاح کرتا ہوں۔

(باقی آئندہ)

(اسفار سلسلۂ بمبئی کا پہلا سفر)

حضرت اقدس نے الٰہ آباد تشریف آوری کے بعد بمبئی کے پانچ یا چھ سفر فرمائے ان میں سے پہلا سفر تو وہاں کے لوگوں کی درخواست پر فرمایا جس میں قیام غالباً کلیر روڈ ہی پر رہا اور تقریباً دس تقریریں ہوئیں جن میں سے پانچ تقریریں وصیۃ التلاوۃ کے نام سے رسالہ معرفت حق اپریل و مئی ۱۹۶۸ء میں شائع ہو چکی ہیں اور دوسرا عزیزم مولوی ارشاد احمد سلمہٗ کے اپریشن کے سلسلہ میں پیش آیا۔ پھر تیسرا سفر فالج کے حملہ کے بعد لکھنؤ کے معالجہ سے صحت یاب ہو کر بسلسلۂ تبدیل آب وہوا فرمایا گیا اور اس سفر میں کلیر روڈ پر امین بھائی اور عزیز بھائی وغیرہ کے زیر انتظام حضرت والا کا قیام الگ اور بہنوں کا قیام الگ مکان میں ہوا۔ اور چوتھا سفر بھی الٰہ آباد گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے اور بمبئی کی معتدل آب و ہوا کے حصول کی غرض سے ہوا اور اس دفعہ آگرہ روڈ۔ کرلا۔ سلیمان بلڈنگ میں پہلی بار قیام رہا۔ پانچواں سفر بھی بغرض تبدیل آب وہوا ہی ہوا لیکن اس دفعہ حضرت والا کی صاحبزادیوں کے ہمراہ احقر کے اہل وعیال بھی بمبئی گئے۔ حضرت والا کا قیام سمیع بلڈنگ میں کچھ دنوں رہا اور صاحبزادیاں اور میرے بچے بھائی صابر صاحب کے مکان میں اور اسی محلہ کے ایک دوسرے مکان میں رہے۔ پھر چند دنوں کے بعد سلیمان سیٹھ ہی سے لوگوں نے کہکر سلیمان بلڈنگ ہی کے چند فلیٹ حاصل کر لئے ... اور حضرت اقدسؒ کے ہمراہ ہم سب اسی بلڈنگ میں منتقل ہو گئے۔ اسی سفر میں واپسی سے ایک روز قبل اخبار میں حضرت والا کے نام آجانے کا ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آگیا جسکی وجہ سے حضرت اقدس کو سخت تکدر ہوا اور اہل بمبئی سے ناراض ہو کر الٰہ آباد تشریف لائے لیکن چونکہ اس حرکت کا افسوس خود اہل بمبئی کو بہت زیادہ ہوا اور ان کے غایت احساس کا اثر بوقت روانگی اسٹیشن پر انکے ہجوم اور آہ و بکا سے خود حضرت والا پر پڑا اسلئے فوراً ہی چھٹا سفر فرمایا گیا جو الٰہ آباد سے آخری بار کا سفر تھا۔ اس دفعہ تمام

بال بچوں کو الہ آباد ہی چھوڑ کر تنہا رفیق سفر رہا۔ پھر اسکے بعد حج کا ارادہ فرمایا اور اسکے انتظامات ہونے لگے لوگوں کو جب اسکا علم ہوا کہ حضرت والا حج کو مع اہل و اور چند خدام کو ہمراہ لیکر تشریف لیجارہے ہیں تو بمبئی میں بھی لوگوں کا ہجوم بڑھنے لگا۔ ان سب امور کی تفصیل ناظرین آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

راقم نے بہت قبل کئے ہوئے ایک سفر کو پہلا سفر قرار دیا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اسوقت حضرت والا کی شہرت زیادہ نہیں ہوئی تھی لیکن اپنی مجالس میں حضرت نے اسکا ذکر تو کیا ہے مگر پہلا سفر اور دوسرا سفر کا نام اپنے اسفارِ سلسلہ ہی کو دیا ہے پس ہم نے بھی پہلا اور دوسرا سفر عنوان میں اسی کو قرار دیا ہے جو اہل بمبئی کی دعوت پر آپ نے فرمایا تاکہ بیان میں خلط نہ واقع ہو۔ چنانچہ بمبئی میں پہلے سفر کے پہلے وعظ میں خود حضرت نے ارشاد فرمایا کہ

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ اسوقت جو یہاں آنا ہوا ہے تو اسلئے نہیں کہ آپ کے بلانے کی وجہ سے آگیا ہوں۔ اتنی کمزوری نہیں ہے یوں بظاہر دیکھنے میں آپ کمزور پاتے ہونگے مگر یہ کہ اتنا کمزور نہیں ہوں بلکہ یہ سوچا اگر کچھ کام ہی کرنا ہے تو کسی دوسری جگہ دو چار روز چل کر دیکھ لوں۔ یوں مسلمانوں کی حالت سے طبیعت بہت مرجھائی ہوئی رہتی ہے اور کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔ لہٰذا آپ یہ مت سمجھئے گا کہ یہاں کسی اور کام کیلئے آئے ہیں۔ بس یہی سمجھ لیجئے کہ بمبئی دیکھنے کے واسطے آئے ہیں یعنی جس طرح آپ ہم لوگوں کو دیکھنا چاہتے ہیں ہم بھی آپکو دیکھنا چاہتے ہیں لہٰذا اب آپ ہمکو دیکھئے اور ہم آپ کو دیکھیں کہ آپ نے ہم سے کتنا تاثر لیا ہے اور کیسا کچھ کام کرنا چاہتے ہیں۔ بہت دن سے بمبئی کا شور سنتے تھے، یوں بہت زمانہ ہوا اس سے پہلے بھی یہاں آچکے ہیں۔ مگر یہ انقلابات ہوتے ہی رہتے ہیں ؎

دہر میں کیا ہوئے ہیں انقلابات عظیم آسماں بدلا، زمیں بدلی، نہ بدلی خوئے دوست

اسواسطے ہم نے سوچا کہ چلکر دیکھیں کہ لوگ کیا کر رہے ہیں (۲۱ اپریل ۵۶ء معرفت حق)

ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت والا نے اسفار مسلسلہ کے پہلے سفر کی غرض خود ہی بیان فرمائی اور اسی ذیل میں اسکا بھی ذکر فرمایا کہ میں بہت پہلے بمبئی آ چکا ہوں یہ وہی سفر ہے جسکو راقم نے تھانہ بھون سے وطن تشریف لانے کے بعد بمبئی کے سفر کا عنوان دیا ہے۔ اسی طرح سے ایک اور مجلس میں سفر بمبئی کی وجہ ذرا مفصل بیان فرمائی۔ فرمایا کہ :-

جب میں پہلی بار بمبئی آیا تو بیمار نہیں تھا تندرست تھا وہ کاتب صاحب بیٹھے ہیں انھیں کی وجہ سے آیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے کام کیا ہے آپکی کتابیں وہاں لوگوں کو پہونچائی ہیں اور وہاں حضرت کے متوسلین اور معتقدین کی ایک خاص جماعت ہو گئی ہے اور لوگ مشتاق ہیں حضرت جو کچھ فرمائینگے اسکو انشاء اللہ دل سے سنیں گے اور عمل کریں گے۔

میں نے جب ان لوگوں کی طلب دیکھی تب بھی یہ نہیں کیا کہ بھاگا چلا آتا بلکہ یہ مولوی ریاست علی صاحب کونے بیٹھے ہوئے ہیں یہ الہ آباد میں تھے میں نے انھیں سے پوچھا کہ لوگ مجھے بمبئی لیجانا چاہتے ہیں وہاں تو علماء کی آمد و رفت ہے ہی وعظ و تبلیغ ہو رہی ہے میری وہاں کیا ضرورت ہے؟ انھوں نے کہا نہیں ضرورت ہے، اسلئے کہ اور علماء کی اور بات ہے اور آپکی اور بات ہے۔ اُن حضرات نے جو وعظ کہا اسکی حیثیت بس ایسی ہے جیسے زمین ہموار کر دی گئی ہے باقی یہ کہ تخم ریزی (یعنی ان باتوں کو دل میں ڈال دینا یہ آپ ہی کا کام ہے ان لوگوں کے بس کی بات نہیں۔

میں نے کہا کہ یہ بات کہ میں تخم ریزی کر بھی سکتا ہوں یا نہیں اور اس کا اہل ہوں یا نہیں یہ تو دوسری بات ہے مگر آپ نے ایک کام کی بات کہی تو سہی اور ایک فرق تو بیان کیا اور ظاہری تعلیم و تعلّم اور تقریر و وعظ کے علاوہ باطنی فعل کی ضرورت تو محسوس کی۔

غرض ان تمام مراحل کے بعد آیا اور پھر یہاں آنے کے بعد

میں نے جو بات کہی وہ آپ کو یاد ہی ہوگی میں نے یہ کہا کہ میرے جیسے آدمی کے متعلق آپ لوگوں کو یہ خیال ہوگا کہ یہ یہاں کیوں آیا ہے ؟ تو اس کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ یہاں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں ایک میں بھی آگیا تو کیا جرم کیا ؟ آگیا کسی وجہ سے ۔

پھر میں نے کہا کہ میں یہاں آیا ہوں آپ لوگوں کو دیکھنے کے لئے ۔ اور دیکھنے سے مراد آپ کی شکل و صورت نہیں ہے اسلئے کہ صورت و شکل کے اعتبار سے تو الٰہ آباد میں بھی لوگ کچھ کم نہ نکلے بلکہ یہاں جو آیا ہوں تو آپکا دین دیکھنے آیا ہوں کہ دیکھوں آپ میں کتنی دینداری ہے ۔ میں آپ کے یہاں مال کے لئے نہیں آیا ہوں لہٰذا سنبھل کر آئیے گا اور یہ سمجھکر آئیے گا کہ دین اور دینداری کا امتحان دینے جارہا ہوں اور سب آنے والوں کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکئے گا ۔

یہ تفصیل تھی میرے پہلے بار آنے کی ، پھر کچھ بیمار ہوگیا اور طبیبوں کے مشورہ سے سردی اور گرمی میں یہاں کا قیام تجویز ہوا ۔

(معرفت حق فروری ۱۹۶۸ء صـ۱۲ ، ۱۳)

اسی طرح سے ایک اور مجلس میں فرمایا :۔

عام طور سے میرا طبیعت کہیں آنے جانے کا نہیں ہے لیکن یہاں بمبئی جو آیا یا علی گڑھ کا سفر جو پیش آیا تو خاص حالات کی بنا پر پھر بھی میں جب کہیں آتا جاتا ہوں تو احباب سے اسکے متعلق اچھی طرح مشورہ کر لیتا ہوں چنانچہ جب بصیرت کے ساتھ سفر کی ضرورت سمجھ لیتا ہوں تب ہی کہیں کا ارادہ کرتا ہوں

پہلی بار جو بمبئی آنا ہوا تو یہ مولوی صاحب جو بیٹھے ہوئے ہیں (مراد مولوی ریاست علی صاحب کوٹ فتحپوری) میں نے ان سے بھی مشورہ لیا کہ وہاں تو علماء آتے ہی جاتے ہیں میری وہاں کیا ضرورت ہے اس پر انھوں نے نہایت عمدہ بات کہی کہ جانے کی ضرورت ہے اسلئے کہ اور حضرات

کے ذریعہ وہاں زمین ہموار ہو چکی ہے اب اس میں تخم پاشی کی ضرورت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک زمین کا ہموار کرنا ہے اور ایک اس میں تخم پاشی کرنا ہے یہ دو کام ہیں بعض زمین ہموار کرتے رہے تخم پاشی نہیں کر سکے اس فرق سے میں خوش ہوا مگر اس تخم پاشی کا میں اہل ہوں یا نہیں یہ الگ بات ہے باقی بات ان مولوی صاحب نے نہایت عمدہ کہی۔

(معرفت حق ص ۳۷ جنوری ۶۷ء)

اس سفر میں حضرت مصلح الامۃ نے بمبئی میں دس روز قیام فرمایا۔ الٰہ آباد سے ۸ اکتوبر ۶۳ء کو روانگی ہوئی اور ۲۰ اکتوبر ۶۳ء کو الٰہ آباد واپسی ہوئی اور کلیر روڈ پر قیام فرمایا تھا۔ اور دس مواعظ جو وہاں کے لوگوں نے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کر لئے تھے اسکی نقل حاصل کر لی گئی جن میں سے پانچ مواعظ جو حضرت والا کی نظر ثانی سے گذر چکے تھے وہ رسالہ معرفت حق اپریل مئی ۶۹ء میں طبع ہو چکے ہیں اور بقیہ پانچ کا مسودہ بعض احباب سے کسی سفر میں ضائع ہو گیا ان پانچ مطبوعہ میں سے پہلے وعظ میں حضرت والا نے اہل بمبئی کے حالات کے مناسب جو مضامین ارشاد فرمائے انکا اقتباس پیش خدمت ہے۔

(پہلی مجلس کا خلاصہ)

خطبۂ ماثورہ کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی کہ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝ ۔ اور اسکے بعد فرمایا۔ یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انکو بہت ہی کم قیمت میں بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض اور وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ لوگ انکے قدرداں تو تھے ہی نہیں کہ انکو متاع نفیس کیطرح مال کثیر کی تحصیل کا آلہ بناتے۔ اس آیت کے متعلق تو میں بعد میں بیان کروں گا ابھی یہ سنئے کہ :۔

جو حضرات یہاں تشریف لایا کرتے ہیں میں ان میں سے نہیں ہوں

میری زندگی کے حالات شاید آپ لوگوں کو معلوم نہیں اسکے متعلق اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ زمانہ کے فتن اور حوادث سے جیسا کہ آپ گھبراتے ہیں میں بھی گھبراتا ہوں اسلئے گھر سے باہر نکلنا بھی پسند نہیں کرتا لیکن مسجد جانا چونکہ ضروری ہے اسلئے وہاں تک چلا جاتا ہوں پھر بھی ظاہری و باطنی فتنوں کی وجہ سے ڈرتا ہی رہتا ہوں اور خاص کر ان فتنوں سے جو ہم لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں طبیعت میں ہر وقت ایک خوف و ہراس سا رہتا ہے اور انھیں فتنوں کے خوف سے کہیں جانے کی ہمت نہیں پڑتی اور نہ کہیں آتا جاتا ہوں مگر اسکی وجہ آپ خود سمجھئے کہ آخر یہاں کیوں آگیا ہوں یعنی جو آدمی کہیں جانا نہ چاہتا ہو بلکہ گھر کے باہر نکلنے سے بھی گھبراتا ہو وہ یہاں اتنی دور دراز کا سفر کر کے کیسے آگیا ظاہر ہے کہ اسمیں اللہ تعالیٰ کا کچھ بھید ہوگا بس یوں سمجھئے کہ ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

دوست یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک قلادہ میری گردن میں ڈال رکھا ہے جہاں چاہتے ہیں لیجاتے ہیں

لیکن آپ کے یہاں آنے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ ہم اکیلے ہیں کیا آپ ہماری بات کو ٹلا دیں گے؟ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اسلئے کہ اگرچہ آپ بہت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یعنی کیا بہت سے ارباب بہتر ہیں یا صرف اللہ واحد القہار۔

میں نے یہ مضمون اسوجہ سے شروع کیا ہے کہ زمانہ کے فساد کی وجہ سے طبیعت میں ایک ہول و ہراس سا گیا ہے مگر اسکو ہم اچھا بھی سمجھتے ہیں اسلئے کہ اسکی وجہ سے ہم اس سے ہر وقت چوکنا اور ہوشیار رہیں گے تو اک دم سے کھلکر کوئی اقدام نہ کرینگے بلکہ ڈرتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا کرتے رہیں گے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ یعنی یا اللہ ہم ظاہری و باطنی فتنوں سے آپکی پناہ

چاہتے ہیں۔ اسلئے کہ جب ڈر سمایا ہوا ہے تو اس سے نکلنے کی بجز اسکے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ مانگے یہ سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ لہٰذا جو شخص دین کے کام کے لئے تیار ہو اور کچھ کام کرنا چاہتا ہو اسکو وہ سب باتیں پیش نظر رکھنی ہونگی جو انبیاء علیہم السلام نے اصلاح امت کے سلسلہ میں اختیار فرمائیں جب تک بالکل اسی طریقہ کو نہ اپنائے گا کچھ کام نہ کر سکے گا لہٰذا جس طرح فتن سے احتراز کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اسی طرح سے انکے متبعین کو بھی کرنا ہوگا

اور ہمارے ساتھ ان فتنوں کا ہونا بھی ضروری ہے اسس لئے کہ ہمارے متعلق جو فتنے ہیں اسکے بارے میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ یعنی اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور اور کچھ جن۔

قرآن شریف میں شیاطین الانس اور شیاطین الجن دونوں گروہوں کو بیان فرمایا ہے کہ۔ انہیں سے شیاطین الجن شیاطین الانس کو اغوا کرتا ہے اور طرح طرح کی باتیں انکے قلوب میں ڈالتا رہتا ہے يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۔ چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیاطین الانس وہ لوگ ہیں جو شیاطین الجن کے اغوار اور وسوسے کو بیداری میں قبول کرتے ہیں۔

سنیئے جس طرح ہم لوگ پڑھاتے لکھاتے ہیں اسی طرح شیطان نے بہتوں کو پڑھایا ہے اور اسکے بہت سے شاگرد ہو گئے ہیں۔ اس نے اپنے شاگردوں کو لوگوں کے اغوا کے لئے چھوڑ دیا ہے اور خود سامنے نہیں آتا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے علما جو اپنے وقت کے امام تھے انکی تصانیف آپنے بھی دیکھی ہونگی اور ان کے احوال کا مطالعہ فرمایا ہوگا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ

انکی زندگی اسوۂ حسنہ تھی اور انکے قلب میں (ہاتھوں سے اشارہ کر کے فرمایا کہ) اتنے اتنے انوار تھے مگر بجائے اسکے کہ انکے زمانہ کے لوگ ایسے حضرات کے وجود کو غنیمت شمار کرتے اور انکی طرف رجوع ہوتے اور ان سے نور ایمان و عرفان حاصل کرتے مخالفت ہی پر کمر بستہ رہے اور انکی وفات کے بعد دیکھا کہ ان کو بری طرح سے کریہہ الفاظ میں یاد کرتے ہیں حالانکہ خود ان لوگوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ دین کا کچھ زیادہ احساس نہیں ہے چنانچہ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ اسی دنیا میں ہم بھی رہتے ہیں پھر ہماری رائے کیوں معتبر نہیں ہے آخر ہم بھی تو عقل و رائے رکھتے ہیں آنکھ رکھتے ہیں تجربہ رکھتے ہیں تو پھر ہمارے تجربات و مشاہدات کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟ ہم تو آپ کو دیکھتے ہیں کہ آپ میں کچھ بھی دین نہیں ہے اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جو لوگ کامل بلکہ اکمل دین رکھتے ہیں اور حقیقی متبع سنت ہیں انکے متعلق آپ بدگمانی رکھتے ہیں اور انکے متعلق آپ ناشائستہ کلمات استعمال کرتے ہیں العیاذ باللہ۔ کیا یہی دین ہے کہ اپنے اکابر کو برا کہا جائے اور اب اسکو کیا کہا جائے۔ بس اسی آیت کو بار بار پڑھتا ہوں

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَاۤءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝

یعنی جس طرح آپ کے دشمن ہیں اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیاطین الانس اور شیاطین الجن میں سے بنائے جن میں سے بعضے دوسرے بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں تاکہ انکو دھوکہ میں ڈالدے اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کرسکتے سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اسکو آپ رہنے دیجئے یعنی اسکی فکر و غم میں نہ پڑیئے ہم خود متعین وقت پر مناسب سزا دیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے دشمن اسواسطے بنائے کہ عداوت سے بہت کام ہوتا ہے کیونکہ یہ دنیا دار الابتلا رہے۔

(باقی آئندہ)

اکتالیسواں باب

نفل روزے بالخصوص ایام بیض کے روزوں کی فضیلت کا بیان

(مترجم عرض کرتا ہے کہ ایام یوم کی جمع ہے بمعنی دن اور بیض ابیض کی جمع ہے جسکے معنی ہیں سفید اور روشن کے۔ پس ایام بیض سے وہ ایام مراد ہیں جنکے دن اور رات دونوں روشن ہوں۔ یعنی ہر ماہ کے تین دن ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ تاریخ کو ایام بیض کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ کی انھیں تاریخوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ جامی)

فقیہ ابوالیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ محمد معمریؒ سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ان سے زید بن اسلم نے بیان کیا (اور) کہتے ہیں کہ مجھے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نقل کیا ہے کہ ___ آپؐ نے فرمایا کہ اعمال پانچ قسم کے ہیں، ایک تو وہ جسکا بدلہ بس اسکے مثل ہی ملا کرتا ہے۔ اور ایک وہ عمل جو کسی چیز کو واجب کر دیتا ہے۔ اور ایک عمل وہ جسکا بدلہ دس گنا ملیگا اور ایک وہ عمل جسکا بدلہ سات سو گنا ملے گا اور ایک وہ عمل جسکا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ کیا ملے گا؟ پس ان میں اول تو مثل اجر والا عمل تو یہ ہے کہ بندہ ایک گناہ کرتا ہے اور وہ اس پر ایک ہی لکھ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے ایک آدمی کسی نیکی کا خیال کرتا ہے اور اسکو کئے نہیں ہوتا مگر اسکے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اور دوسرا عمل جو موجب ہوا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ وہ موحد رہا ہو تو اسکے لئے جنت لازمی ہے اور جو شخص اللہ تعالےٰ سے غیر اللہ کی عبادت کرتا ہوا ملے اور مرے تو اسکے لئے دوزخ واجب ہے۔ اور تیسرا عمل جو دس گنا ثواب کا باعث

ہوتا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی حسنہ کرے تو اسکے لئے وہ دس لکھی جائیگی اور چوتھا عمل جو سات سو گنا اجر کا ذریعہ بنتا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے راستہ میں کوئی عمل کرے یا کچھ خرچ کرے تو وہ اسکے لئے سات سو ہوجائے گا اور پانچواں وہ عمل جسکا اجر سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا وہ روزہ ہے

حضرت ابو صدقہ یمانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا نوش فرمارہے تھے آپ نے بلال سے فرمایا آؤ بلال کھانا کھاؤ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آج میرا روزہ ہے۔ آپ نے فرمایا واہ وا ہم لوگ تو اپنی روزی یہاں کھا رہے ہیں اور بلال کی روزی جنت میں ہے اور فرمایا کہ بیشک روزہ دار جب کسی مجمع میں پہونچ جاتا ہے تو اسکے اعضاء اور اسکے لئے فرشتے رحمت کی دعار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ تو اس کو بخشدے اور اے اللہ تو اس پر رحم فرما۔ جب تک یہ شخص اس مجمع میں رہتا ہے وہ سب یہی دعار کرتے رہتے ہیں۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے سمندر کا سفر کیا بادبان اٹھائے ہوئے وسط سمندر میں پہونچے (ہر چار طرف پانی ہی پانی تھا) کوئی کنارہ یا جزیرہ نظر نہ آتا تھا کہ اتنے میں ایک آواز سنائی دی کہ کوئی پکارنے والا پکار کر کہہ رہا ہے کہ اے کشتی والو ٹھیرو مجھے تم سے کچھ کہنا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ہم نے ادھر ادھر دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ ہم آگے بڑھے ابھی چلے ہی تھے کہ پھر وہی آواز آئی۔ اسی طرح آواز آتی رہی مگر کوئی شخص نظر نہ آیا یہانتک کہ جب ساتویں بار آواز آئی تو میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ اے محترم ہملوگ اس گہرے سمندر کے اندر وسط میں کن پریشانیوں میں ہیں ہم پر جو گذر رہی ہے وہ ہم ہی جانتے ہیں اور ایسی حالت میں کشتی ٹھیرانے پر ہم قادر ہی نہیں لہٰذا

آپ کو جو کچھ فرمانا ہو فرما دیجئے۔ ایک آواز آئی کہ کیا میں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ایک قضا اور تقدیر پر نہ مطلع کر دوں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے۔ ہم نے کہا ضرور ارشاد فرمائیے۔ کہنے والے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے کہ جو بندہ گرمی کے دنوں میں (روزہ کے ذریعہ) اپنے کو پیاسا رکھے گا اسکو وہ ضرور بالضرور قیامت میں سیراب کرے گا۔ اور حضرت ابن مبارکؒ نے بھی ابو موسیٰ اشعریؓ سے ایسا ہی روایت کیا ہے لیکن اسمیں اتنا اور ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری گرم سے گرم دن کی جستجو میں رہتے تھے تاکہ اس میں روزہ رکھیں۔

حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ خصلتیں نہایت محبوب و پسندیدہ ہیں:۔ ۱۔ اللہ کے دشمن کے ساتھ تلوار سے جہاد کرنا۔ ۲۔ گرمی کے موسم میں روزہ رکھنا۔ ۳۔ مصیبت کے وقت خوبی سے صبر کرنا ہ۔ لڑائی جھگڑے سے دور رہنا اگرچہ حق پر ہو۔ ۵۔ ابر کے دنوں میں جلد نماز پڑھ لینا یا یہ فرمایا کہ گرمی کے دنوں میں۔ ۶۔ سردی کے موسم میں اچھی طرح سے وضو کرنا۔

حضرت ابو الدرداؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ تین چیزوں کا افسوس ہے اگر وہ تین باتیں نہ ہوتیں تو مجھے مرنے کی چنداں پرواہ نہ ہوتی۔ جب بھی مر جاتا، مر جاتا۔ ایک تو یہ کہ پھر سجدہ میں پیشانی کو گرد آلود کیونکر کرسکونگا دوسرے یہ کہ اس دن کا روزہ پھر کہاں نصیب ہوگا جس کے دونوں طرفوں کا فاصلہ طویل ہو (یعنی دن بڑا ہو) تاکہ بھوک اور پیاس کی خوب شدت اور سوزش اور تکلیف ہو۔ اور تیسرے یہ کہ احباب کی دینی مجالس پھر کہاں میسر ہوگی جس سے عمدہ عمدہ باتیں اخذ کر لیا کرتا تھا جس طرح سے لوگ طباق سے عمدہ عمدہ کھجور چھانٹ کر اٹھاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے تین باتیں ایسی بتائی ہیں کہ انھیں تازیست نہ چھوڑونگا۔ ایک یہ کہ میں وتر کی نماز پڑھے بغیر سوؤں نہیں۔ دوسرے یہ کہ میں ہر ماہ میں تین روزے (مراد ایام ابیض کے روزے) رکھ لیا کروں۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ میں چاشت کی نماز کبھی ترک نہ کروں۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ چار چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ترک نہیں فرمایا ایک تو عاشورا اور عشرہ یعنی دس دن ذی الحجہ کے روزے۔ دوسرے ہر ماہ میں تین دن کے روزے تیسرے چاشت کی دو رکعت نماز۔

حارث بن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو شہر صبر کا روزہ رکھو یعنی رمضان شریف کا (کہ اسکا ایک نام شہر الصبر بھی ہے) اور اسکے ساتھ ہی ساتھ ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھو تو یہ تمھارے لئے بمنزلہ صوم الدہر کے ہو جائے گا اور سینہ سے کینہ کو دور کر دے گا۔

فقیہ ابو جعفر حضرت عبداللہ بن عقیلی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں مدینہ شریف آیا تو میری ملاقات حضرت ابوذر غفاریؓ سے ہوئی میں نے دل میں سوچا کہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ آجکل کس حال میں ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت آپ روزہ سے ہیں فرمایا ہاں میرا روزہ ہے۔ وہ سب حضرت عمرؓ سے ملنا چاہتے تھے اجازت کے انتظار میں تھے۔ جب سب لوگ اندر پہونچے تو ایک بڑا پیالہ سامنے لایا گیا اس میں سے ابوذرؓ نے بھی کھایا اور مجھ سے یہ فرمایا کہ میں نے تم سے جو کہا ہے کہ میرا روزہ ہے وہ بات میں بھولا نہیں ہوں مگر بات یہ ہے کہ میں ہر ماہ میں تین دن روزہ رہتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی رُو سے

میں صائم الدہر ہوا۔ اسلئے آج بھی باوجود کھانے کے میرا شمار اللہ تعالیٰ کے یہاں روزہ داروں ہی میں ہے یوں گویا میں روزہ سے بھی ہوں۔

حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں عبادت گذار شخص تھا میرے والد نے ایک عورت سے میرا نکاح کر دیا اور میں الگ رہنے لگا ایک دن والد صاحب میرے گھر آئے اور مجھے نہ پایا، میری بیوی سے پوچھا کیوں جی تم نے اپنا شوہر کیسا پایا اس نے کہا اچھا آدمی ہے نہ رات کو سوتا ہے نہ دن میں افطار کرتا ہے یعنی صائم اللیل و صائم النہار شخص ہے والد صاحب کو شاید یہ بات پسند نہ آئی (اس میں زوجہ کی حق تلفی معلوم ہوئی) تو مجھ سے فرمایا کہ ارے میاں سنو! میں نے ایک مسلمان گھرانے کی لڑکی سے تمہارا نکاح کیا ہے (مطلب اس سے حقوق مسلم کی ادائیگی سے تھا) میں نے اپنی جوانی اور قوت کے بل پر انکی نصیحت پر کان بھی نہ دھرا بلکہ اس کان سے سنا اور اس کان سے اڑا دیا۔ شدہ شدہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ گئی، آپؐ نے مجھے بلایا اور فرمایا کیا تم ایسا ایسا کرتے ہو؟ لیکن میں تو سوتا بھی ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں لہٰذا تم بھی نمازیں پڑھو اور سو بھی رہا کرو اور ہر ماہ میں بس تین روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور ایک دن افطار کر لیا کرو اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور مجھ سے فرمایا کہ تلاوت میں کلام اللہ کتنے دن میں ختم کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ دو دن اور رات میں۔ آپ نے ارشاد فرمایا پندرہ دن میں ایک ختم کیا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں آپؐ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر سات دنوں میں ایک ختم کیا کرو

اور فرمایا کہ سنو! ہر عمل کرنے والے کے لئے ابتداءً ایک جوش اور تیزی ہوتی ہے اور ہر تیزی کے بعد سستی لازم ہے پس جسکی سستی میری سنت کی جانب ہو وہ تو ہدایت پاگیا اور جسکی اسکے غیر کی جانب ہو وہ ہلاک ہوگیا (پھر آخر عمر میں) حضرت عمرو بن العاص فرماتے تھے کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا فرمائی ہوئی رخصت کو قبول کر لئے ہوتا تو وہ مجھے آج کے دن مال اور اہل سے بہتر ثابت ہوتی۔ کام ہوتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے اصرار پر) جو کچھ بتلا دیا ہے اب اسکی ادائیگی میں کلی تعب ہوتا ہے مگر ترک کی ہمت نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص انکی خدمت میں آیا اور روزہ کے بارے میں آپ سے کچھ پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرونگا جس کو میں مخفی خزانہ سمجھتا ہوں وہ یہ کہ تم اگر حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنا چاہو تو وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے ایکدن افطار کرتے تھے اور اگر تم ان کے لڑکے سلیمان علیہ السلام کا روزہ رکھنا چاہو تو وہ ہر ماہ کے اول میں تین، وسط میں تین اور آخر میں تین (گویا ہر ماہ میں نو) روزہ رکھتے تھے۔ اور تم ابن عذراء بتول یعنی عیسیٰ بن مریمؑ کا روزہ رکھنا چاہو تو وہ سارے سال روزہ رکھتے تھے جَو کھاتے تھے اور بال کا بُنا ہوا کمبل اوڑھتے تھے اور چلتے رہتے تھے جہاں شب آجاتی وہیں قیام کرلیتے اور ساری رات نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہو جاتی۔ اور جہاں مقیم ہوتے نماز پڑھتے تھے۔ اور اگر انکی والدہ حضرت مریمؑ کا روزہ رکھنا چاہو تو وہ دو دن روزہ رکھتیں اور دو دن افطار کرتیں تھیں اور اگر تم خیر البشر نبی عربی قرشی ابو القاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پہ روزہ رکھنا چاہو تو وہ یہ ہے کہ آپ ماہ میں تین روزے رکھتے تھے ایام بیض کے یعنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کا روزہ رکھتے تھے اور فرماتے

تھے کہ جس شخص نے ان ایام کے روزے رکھے گویا اس نے ساری عمر روزہ رکھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کا روزہ رکھا اور اسکے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گویا اس نے تمام سال روزہ رکھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں اسکی وجہ حساب لگا کر بتاؤں یہ ہے کہ رمضان کے تیس روزے برابر تین سو کے اور شوال کے چھ روزے برابر ساٹھ کے تین سو ساٹھ ہوگئے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر نیکی کے بدلے دس گنا دیا جائے گا پس ہر دن دس دنوں کے برابر ہوگیا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے تنہا ہفتہ کا روزہ مکروہ جانا ہے کہ اس میں نصاریٰ سے مشابہت ہے۔ حضرت ابراہیم سے ہفتہ کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ عورتوں کا روزہ ہے۔ بعض لوگوں نے فرمایا کہ ان عید کے روزوں کو متفرق طور سے رکھے تاکہ تشبہ بالنصاریٰ سے نکل جاوے مگر میرے نزدیک دونوں یکساں ہیں چاہے متفرق رکھے یا متتابع اسلئے کہ عید کے دن کا افطار ہمارے اور نصاریٰ میں فارق بنجاتا ہے۔ (پس تسلسل میں بھی تشابہ نہوگا)

بیالیسواں باب
(اہل وعیال پر خرچ کرنے کا بیان)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ ایوبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا

یہ واقعہ بتایا گیا کہ وہ حضرات ایک مکان میں جمع تھے کہ انکے پاس ایک شخص آیا جبکی جوانی اور قوت سب کو متحیر کئے ہوئے تھی، سب نے کہا واہ کیسا تندرست جوان ہے کاش یہ شخص اپنی جوانی اور قوت کو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں (یعنی جہاد میں) صرف کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کلمہ کو سن لیا آپ نے فرمایا ہاں اللہ کے راستے میں یا اللہ کے راستے کے سلسلے میں۔ پھر فرمایا سنو! جس شخص نے قتال کیا یا غزوہ کیا اسیطرح سے جس شخص نے اپنے نفس کو سوال سے بچانے کے لئے مشقت اٹھائی اور دوڑ دھوپ کمائی کی وہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ اسی طرح سے جس شخص نے اپنے والدین کو دوسروں سے سوال کرنے سے بچانے کے لئے جو کچھ سعی کی وہ بھی فی سبیل اللہ ہے۔ ہاں جس نے امیر ہونے اور مالدار بن جانے اور دولت جمع کرنے کی نیت سے کاروبار کیا یہ البتہ فی سبیل الشیطان ہے۔

فقیہ ابو اللیث کہتے ہیں کہ حضرت ثوبانؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا افضل دینار وہ دینار ہے جو انسان اپنے اہل وعیال پر صرف کرے۔ اسی طرح سے وہ دینار بھی ہے جسے انسان جہاد کے لئے پالے ہوئے گھوڑے پر صرف کرے۔ اسی طرح سے وہ ہے جسکو انسان اپنے ساتھیوں پر صرف کرے جو اللہ کے راستہ میں اسکے شریک ہوں۔ اور راوی حدیث حضرت ابو قلابہ بچوں سے شروع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ کون شخص اس سے زیادہ اجر کا مستحق ہو سکتا ہے جو اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے کمائی کرے۔

حضرت ابو سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ تو اس شخص پر ہے جو اسکی وسعت رکھے یعنی غنی ہو۔ باقی اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے سے ابتدا کیا کرو۔

اس درمیان میں جب اپنے دوست سے اسکی خواہشات نفسانی کے متعلق دریافت
کرتا (کہ زائل ہوئیں یا نہیں) تو وہ کہتا کہ ابھی زائل نہیں ہوئیں، جب پورے چالیس
دن گذر گئے تو اسکے دوست نے اسکو خبر دی کہ خواہشات نفسانی اب زائل ہوگئیں
تب کہیں اس نے کھایا پیا۔

(۱۱۳۳) سریؒ سے دریافت کیا گیا کہ صبر کیا ہے؟ سو آپ اسکو بیان کرنے لگے
اس اثناء میں ایک بچھو آپ کے پیر پر چلا اور ڈنک مارنے لگا پس آپ سے کہا گیا
کہ اسے ہٹا کیوں نہیں دیتے فرمایا کہ میں اللہ تعالے سے شرماتا ہوں کہ ایک حال کے
متعلق بیان کروں اور پھر جو بیان کروں عمل اسکے خلاف کروں۔

(۱۱۳۴) دراج نے کہا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے استاد کی تھیلی ٹٹولی
تاکہ اس میں سے سرمہ دانی نکالوں پس مجھکو اسمیں ایک چاندی کا ٹکڑا ملا (اس
سے مجھکو حیرت ہوئی (کہ نہ معلوم استاد نے اسکو کس واسطے اپنے پاس رکھ چھوڑا
ہے) پس جب وہ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ آپ کی تھیلی میں سے میں نے یہ
ٹکڑا پایا ہے۔ فرمایا کہ تم دیکھ چکے پس اب اسی میں رکھدو۔ پھر فرمایا کہ اچھا اسکو
تمھیں لے لو اور کوئی چیز اس سے خرید لو۔ پس میں نے کہا تمھیں اپنے معبود برحق
کی قسم ہے مجھے ضرور بتلاؤ کہ اس ٹکڑے کا قصہ کیا ہے (کس وجہ سے آپ نے
اسکو رکھ چھوڑا تھا) فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھکو دنیا سے سونا چاندی اسکے سوا کچھ نہیں دیا
پس میں نے چاہا کہ میں وصیت کر جاؤں کہ اسکو میرے کفن میں باندھ دیا جاوے
تاکہ میں اسکو اللہ تعالے کو واپس کردوں۔

(۱۱۳۵) شبلیؒ رحمۃ اللہ علیہ نے جنیدؒ کے سامنے کہا لاحول و لاقوۃ الا باللہ
جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے یہ کلام تنگدلی سے کہا ہے شبلیؒ نے کہا آپنے بالکل بجا فرمایا

(احوال و مقاماتؒ)

(۱۱۳۶) حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے ...

کوٹھری میں غسل کرتا ہوں مگر پھر بھی (اللہ تعالیٰ سے ایسی شرم آتی ہے کہ اُس شرم کی وجہ سے دہرا ہوا جاتا ہوں۔

(۱۱۳۷) ایک مرد نے اپنی عورت کو پکارا اور وہ اسوقت اپنے بالوں کو سلجھا رہا تھا پس کہا مجھکو مدری دے جاؤ اور اس سے مراد اسکی موٹے دندانے کا کنگھا تھا (اور اسکو اسلئے منگایا) تاکہ اس سے اپنے بالوں کو سلجھاوے پس اسکی عورت نے کہا کیا آئینہ اور مدری دونوں چیزیں لاؤں؟ پس وہ اسکو سنکر چپ ہوگیا پھر تھوڑی دیر میں کہا کہ ہاں پس ایک سننے والے نے اس سے کہا کہ (یہ کیا بات) کہ تم آئینہ کا نام سنکر اول تو چپ ہو گئے پھر توقف کر کے کہا ہاں پس اس نے جواب دیا کہ میں نے مدری منگانے میں اول ثواب کی نیت سوچ لی تھی تب اسکو کہا تھا کہ مدری دے جاؤ پس جب اس نے کہا کہ آئینہ بھی لاؤں تو اسوقت میرے ذہن میں آئینہ کے منگانے میں کوئی ثواب کی نیت نہ تھی اسلئے میں نے توقف کیا پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اسکے اندر نیت درست کر دی تو اسوقت میں نے کہدیا کہ ہاں۔

(از حواشی تہذیب السالکین)

(۱۱۳۸) حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین قدس سرہٗ جب وضو سے فارغ ہوتے اور نماز کا قصد فرماتے تو ان پر لرزہ واقع ہوتا تھا عرض کیا گیا کہ حضرت اس لرزہ کا کیا سبب ہے؟ فرمایا تم پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کیا تم جانتے ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے مناجات کا قصد کرتا ہوں (یعنی حق تعالیٰ سے مناجات کرنا اور اسکی خدمت میں حاضر ہونا بہت بڑا کام ہے اور اسکا حق ادا ہونا نہایت دشوار پھر باوجود اس کے تم تعجب سے مجھ پر لرزہ واقع ہونے کا سبب دریافت کرتے ہو یہ تمھارا تعجب خود تعجب کی بات ہے)۔

(۱۱۳۹) اور کتاب انساب قریش میں امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو یہ خبر پہونچی ہے کہ حضرت امام زین العابدینؓ شب روز میں ایک ہزار رکعات نماز پڑھا کرتے تھے زندگی بھر انکا یہی عمل رہا۔

(۱۱۴۰) حضرت مسلم بن یسارؒ جو تابعی ہیں انکا قصہ حلیۃ الاولیاء میں اس طرح روایت کیا ہے کہ میمون بن بیان کہتے ہیں کہ میں نے انکو کبھی نماز میں کسی طرف التفات کرتے نہیں دیکھا نہ مختصر نماز میں نہ طویل نماز میں (یعنی خواہ وہ نماز تھوڑی دیر میں پڑھ چکتے یا زیادہ دیر میں پڑھتے ہر حال میں کسی طرف نہیں دیکھتے تھے اس قدر حضور قلب سے نماز ادا کرتے تھے) اور ایک دن ایک جانب مسجد کی گر گئی اور بازار والے ڈرے اس مسجد کے گرنے سے مگر انھوں نے التفات نہ کیا اور یہ مسجد ہی میں تھے۔ اور ان سے ایک بار کہا گیا کہ آپ نماز میں بالکل التفات نہیں فرماتے یعنی کسی طرف نگاہ نہیں اٹھاتے فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم ہے میرا دل کہاں ہوتا ہے۔ اور ان کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ میں نے انکو کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر اس حال میں کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ مریض ہیں اور یہ اپنے اہل و عیال سے فرمایا کرتے تھے جب گھر میں (نوافل) پڑھنے کا قصد کرتے کہ تم لوگ بات چیت کرو (یہ خیال نہ کرو کہ میرا خیال بٹے گا) مجھے نماز میں آواز نہیں آتی ہے۔ اور جب یہ گھر میں آتے تو ان کے گھر والے خاموش ہو جایا کرتے تھے (بوجہ ادب کے) اور جب نماز پڑھنے لگتے تو ہنستے بولتے تھے (کیونکہ جانتے تھے کہ انکو ہماری باتوں کی خبر نہیں ہوتی ہے۔ اور مقصود ان قصوں کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ خوب دل سے نماز پڑھے اگرچہ اس درجہ کا استغراق نہ ہو)۔

(۱۱۴۱) بیہقیؒ نے بسند صحیح مجاہدؒ تابعی سے روایت کی ہے کہ ابن الزبیرؓ (صحابی) جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لکڑی کھڑی ہے (یعنی بالکل ہلتے چلتے نہ تھے سکون اور اطمینان کے ساتھ کھڑے رہتے تھے)

(۱۱۴۲) مجاہدؒ فرماتے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی نماز میں یہی حالت تھی۔

(۱۱۴۳) تذکرۃ الحفاظ میں ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ انکی جس قدر آمدنی تھی وہ سب خیرات کر دیا کرتے تھے حق تعالیٰ انکی نیکی اور توکل کی برکت سے اسی قدر ان کے بستر میں رکھا ہوا انکو غیب سے عطا فرما دیتے تھے جو اللہ کا ہو جاتا ہے خدا بھی اسکا ہو جاتا ہے۔ ان کے بھائی نے بھی یہ قصہ دیکھکر اس قصد سے کہ مجھے بھی عوض ملتا ہے یا نہیں اپنا مال خیرات کیا انکو کچھ نہ ملا ان بزرگ سے ذکر کیا فرمانے لگے میں خدا پر یقین رکھکر خیرات کرتا ہوں کہ وہ رازق ہے اور دیگا اور تم نے امتحان کی غرض سے ایسا کیا اور مالک کا امتحان لینا بے ادبی ہے سو اس وجہ سے تمہارا مقصود حاصل نہوا۔ یعنی خیرات کرنا صرف اللہ کے لئے چاہیئے نہ اس نیت سے کہ دنیا میں مال بڑھے اور نہ امتحان کی غرض سے پھر اسکی دین و دنیا میں برکتیں دیکھے۔

(۱۱۴۴) ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق ایمان لائے تو اسوقت انکے پاس چالیس ہزار اشرفیاں (یعنی دینار تھے اور بعض روایات میں ۴۰ ہزار درہم آئے ہیں پھر یہ تمام آپ نے جناب رسول اللہ کے خرچ میں اٹھا دیا (یعنی آپ کے اور دیگر امور اسلامیہ کے مصارف میں اسقدر مال صرف کر دیا)

(۱۱۴۵) ابن سعد نے روایت کی ہے کہ حضرت سیدنا امام حسنؓ نے دوبارا اپنا تمام مال خیرات کر دیا۔

(۱۱۴۶) حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ نے جو بڑے امام اور تابعی ہیں وفات کے وقت تک تیس برس برابر روزے رکھے (یعنی سوائے ان روزوں کے جو ممنوع ہیں) جیساکہ تہذیب التہذیب میں مذکور ہے۔

(۱۱۴۷) حضرت ابن جریج جو بہت بڑے محدث اور اتباع تابعین میں سے ہیں ہمیشہ روزے رکھتے تھے مگر صرف تین دن ہر ماہ میں افطار کرتے تھے (یعنی سوائے ممنوعہ روزوں کے) یہ قصہ بھی تہذیب التہذیب میں ہے۔

(۱۱۴۸) حضرت عبداللہ بن عون جو بڑے متقی اور محدث اور تابعی ہیں ہمیشہ صوم داؤدی رکھتے تھے محمد بن فضالہ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے خواب میں فرماتے سنا کہ ابن عونؒ کی زیارت کیا کرو کیونکہ حق تعالےٰ انکو چاہتے ہیں۔ یہ قصہ بھی تہذیب التہذیب جلد ۵ صفحہ ۳۴۸ میں ہے۔

(۱۱۴۹) حضرت ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابی حبیبہ اتباع تابعین میں ایک محدث اور عابد ہیں انھوں نے ساٹھ سال تک برابر (بجز ان ایام کے جن میں روزہ رکھنا منع ہے) روزے رکھے کما فی تہذیب التہذیب۔

(۱۱۵۰) حضرت امام احمدؒ نے پانچ حج کئے تھے جس میں تین حج پیدل کئے تھے۔ کما فی تہذیب التہذیب۔ سبحان اللہ کیسی ہمت کے بزرگ تھے۔

(۱۱۵۱) ہمارے ایک استاد اپنے ایک شیخ کا ذکر فرماتے تھے کہ حضرتؒ نے سترہ حج کئے ہیں اور تہذیب التہذیب میں ہے کہ ہمام بن نافع محدثؒ نے ساٹھ سے زیادہ حج کئے تھے۔

(۱۱۵۲) سعید بن سلیمانؒ جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں انکی سو برس کی عمر ہوئی اور انھوں نے بھی اس عمر میں ساٹھ حج کئے تھے۔

(۱۱۵۳) ابن ابی داؤد نے حضرت ابو اسید کا قصہ روایت کیا ہے کہ تابعی اور مجاب الدعوۃ اور ابدال میں سے تھے کہ یہ جب کوئی سخت آیت (خوف و عذاب کی) سنتے تھے تو بے ہوش ہو جاتے تھے۔

(۱۱۵۴) مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم خواصؒ جنگل میں تھے اور ایک خادم ان کے ساتھ تھا پس ایک شب ان پر حالت قویہ اور کشف تام پیش آنیکا اتفاق ہوا پس وہ اپنی جگہ بیٹھ گئے اور درندے آئے اور ان کے پاس کھڑے ہو گئے مرید تو ڈر کے مارے درخت کی ایک پھلنگ پر چڑھ گیا اور شیخ ان درندوں سے گھبرائے بھی نہیں جب صبح ہوئی تو یہ حالت زائل ہو گئی اور جب دوسری شب آئی تو ایک مچھر انکے ہاتھ پر آکر پڑا پس اس مچھر سے گھبرا گئے۔ مرید نے کہا یہ حالت پہلی حالت سے کس طرح میل کھا سکتی ہے آپ نے فرمایا گذشتہ شب میں جو کچھ ہم نے تحمل کیا وہ وارد غیبی کی قوت کے

سبب تھا اور جب وہ وارد جاتا رہا تب تو میں مخلوق میں سب سے زیادہ کمزور ہوں۔

(۱۱۵۵) اور مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے دینی بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی میں روانہ ہوا پس حق تعالیٰ نے اس بستی کے کنارہ پر ایک فرشتہ تعینات فرما دیا اس نے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس بستی میں اپنے بھائی کے پاس جانا مقصود ہے فرشتہ نے کہا کیا تمھارا اس پر کچھ احسان ہے جسکی وجہ سے جاتے ہو۔ اس نے کہا کچھ بھی نہیں بجز اسکے کہ میں اللہ واسطے کی اس سے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا میں تمھاری طرف اللہ کا قاصد بنکر آیا ہوں کہ اللہ نے تمکو محبوب بنایا جیسا کہ تم نے اللہ واسطے اس شخص سے محبت کی

(۱۱۵۶) جریج ایک دیندار عبادت گذار شخص تھا جس نے اپنا خلوت خانہ بنا لیا تھا ایک دن وہ اپنے خلوت خانہ میں تھا کہ اسکی ماں آئی اور جریج اسوقت نماز پڑھ رہا تھا پس ماں نے آواز دی کہ اے جریج! اس نے (دل میں) کہا کہ یا اللہ میری ماں (پکار رہی ہے) اور میری نماز (مجھکو جواب دینے سے منع کر رہی ہے) دونوں میں کس کو ترجیح دوں) آخر اپنی نماز ہی میں مشغول رہا اور ماں چلی گئی جب اگلا دن ہوا تو پھر آئی اور پکارا کہ اے جریج! اس نے کہا یا اللہ میری ماں اور میری نماز (کا تزاحم ہے کسکا کہنا مانوں) آخر پھر اپنی نماز میں لگا رہا ماں نے کہا یا اللہ اسکو موت نہ دیجیو جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا منھ نہ دیکھ لے الغرض بنی اسرائیل میں جریج اور اسکی عبادت گذاری کا چرچا پھیل گیا۔ ایک عورت تھی فاحشہ جسکے حسن کا شہرہ تھا وہ کہنے لگی کہ تم کہو تو جریج کو میں فتنہ میں ڈالدوں الحاصل وہ جریج کے سامنے آئی مگر جریج نے اسکی طرف التفات بھی نہ کیا تب وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو اس خلوت خانہ کے پاس رہتا تھا اور اس کو اپنے نفس پر اختیار دیا چنانچہ اس نے اس سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی

جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا کہ یہ جریج کا ہے، پس لوگوں نے آکر جریج کو
نیچے اتار لیا اور خلوت خانہ کو مسمار کر دیا اور جریج کو زد و کوب کرنے لگے جریج
نے کہا قصہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا تو نے اس فاحشہ سے زنا کیا اور اس کے
تجھ سے بچہ پیدا ہوا۔ جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ پس وہ بچہ کو لائے۔
جریج نے کہا ذرا ٹھیرو مجھکو نماز پڑھ لینے دو۔ چنانچہ اس نے نماز پڑھی اور جب
سلام پھیرا تو بچہ کے پاس آکر اس کے پیٹ میں انگلی ماری اور کہا کہ اے بچے
تیرا باپ کون ہے بچہ نے کہا فلاں چرواہا تب تو لوگ جریج کو بوسہ دینے اور
(تبرکا) چھونے لگے اور کہا کہ ہم آپ کا خلوت خانہ سونے کا تعمیر کر دیں جریج
نے کہا نہیں جیسا تھا ویسا مٹی ہی کا بنا دو۔ چنانچہ لوگوں نے دوبارہ اسکو تعمیر کر دیا۔
(۱۱۵۷) شیخین رضؓ نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ سے روایت کی ہے
کہ اہل صفہ فقیر آدمی تھے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے
پاس دو کے قابل کھانا ہو وہ (اہل صفہ میں سے تیسرا شخص اپنے ساتھ لیجائے
اور جس کے پاس چار کے قابل کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے کو ساتھ لیجائے چنانچہ
حضرت ابو بکرؓ تین کو لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس کو اپنے ساتھ
لے گئے۔ غرض حضرت ابو بکرؓ نے شب کو کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کھایا اور
ٹھیرے رہے یہانتک کہ نماز عشا پڑھی اور پھر مسجد سے واپس آکر حضرتؐ کے
پاس ٹھیر گئے یہانتک کہ حضرت بھی کھانے سے فارغ ہو چکے پس جب رات کا
معقول حصہ گذر چکا تو ابو بکرؓ اپنے گھر آئے انکی بی بی نے کہا کہاں رہ گئے تھے
مہمانوں کا بھی خیال نہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا بی بی نے
کہا انھوں نے منظور ہی نہ کیا جب تک کہ تم نہ آجاؤ۔ پس حضرت ابو بکرؓ کو غصہ آگیا
اور فرمایا اللہ کی قسم میں ہرگز نہ کھاؤں گا اس پر بی بی نے بھی قسم کھالی کہ میں بھی
نہ کھاؤں گی اور مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی نہ کھائیں گے۔ ابو بکرؓ نے فرمایا
یہ تو شیطانی حرکت ہے لہذا کھانا منگایا اور خود بھی کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا

پس جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے اسکے نیچے سے اس سے زیادہ پیدا ہو جاتا تھا تب آپ نے بی بی سے کہا کہ اے بنی فراس کی لڑکی یہ کیا قصہ ہے ؟ بی بی نے کہا اپنی آنکھوں کی قسم پہلے کی بہ نسبت یہ کھانا تو اب سہ چند معلوم ہوتا ہے ۔ الحاصل سب لوگ کھا چکے اور اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجدیا ۔ منقول ہے کہ آپؐ نے بھی اس میں سے کھایا ۔

(۱۱۵۸) بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت اسیدؓ بن حضیر اور عباد بن بشرؓ ایک شب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے کسی ضرورت کے متعلق باتیں کرتے رہے ۔ رات تھی نہایت اندھیری جب ایک گھڑی رات گذر چکی تو یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھکر چلنے لگے انمیں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چھوٹی سی لٹھیا تھی پس ایک کی لاٹھی مشعل کی طرح روشن ہوگئی کہ دونوں اسکی روشنی میں چلے یہانتک کہ جب دونوں کا رستہ پھٹا تو دوسرے کی بھی لاٹھی روشن ہوگئی اور ان میں سے ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلا یہاں تک کہ اپنے بال بچوں میں پہونچ گیا ۔

(۱۱۵۹) شرح السنہ میں حضرت ابن المنکدر سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہؓ ملک روم میں اپنے لشکر سے بھٹک گئے یا قید ہوگئے تھے اور لشکر کی تلاش میں نکل بھاگے دفعۃً انکو ایک شیر نظر آیا آپنے فرمایا کہ اسے ابو الحارث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرا قصہ اس طرح ہے ۔ پس شیر محبت و تملق کے ساتھ انکی طرف چلا اور ان کے پہلو میں آکھڑا ہوا کہ جب کوئی آواز آتی تو اسکی طرف لپکتا اور پھر ان کے پہلو سے لگا ہوا ساتھ ساتھ چلتا یہاں تک حضرت سفینہؓ لشکر میں پہونچ گئے ۔

(۱۱۶۰) صحیحین میں حضرت عروۃ بن زبیر سے مروی ہے کہ حضرت سعید بن عمرو بن نفیل پر اروی بنت اوس نے بعدالت مروان بن حکم دعویٰ کیا کہ انھوں نے میری کچھ زمین دبالی ہے ۔

(بقیہ آئندہ)

چنانچہ مظفرنگر میں ایک ہندو نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ جب تک ہم میں اتفاق نہ ہوگا کامیابی نہیں ہوسکتی۔ پھر کہا جانتے بھی ہو کہ ہم کے معنی کیا ہیں؟ ہم کے معنی ہیں ہندو اور مسلمان۔ ہ سے مراد ہندو اور میم سے مراد مسلمان۔ پھر کہا کہ ہمارے ہندو بھائی ناخوش نہ ہوں کہ ہا تو ذرا سی ہے اور میم لمبا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہندو تو ہندوستان ہی کے اندر اندر ہیں یہ کہیں باہر سے نہیں آئے اور مسلمان عرب و ایران وغیرہ بہت دور سے آئے ہیں تو انکی مسافت بہت لمبی ہے اسلئے ان کے واسطے میم اختیار کیا گیا اور اسکو لمبا لکھا گیا۔ مگر اس شخص نے مسلمانوں کی بابت یہ خیال نہ کیا کہ شاید وہ یہ شبہ کرنے لگیں کہ ہا کو پہلے لکھا گیا اور میم کو پیچھے اور ہا کو میم کے سر پر سوار کیا گیا اسکی کیا وجہ؟ شاید اسکا یہ جواب دیا جائے کہ ہندو یہاں پہلے سے رہتے ہیں اور مسلمان بعد میں آئے ہیں اسلئے ہا کو پہلے اور میم کو پیچھے لایا گیا مگر یہ شبہ پھر بھی باقی رہا کہ ہا کو میم کے سر پر سوار کیوں کیا گیا۔ اسکو پہلے ہی لکھا ہوتا مگر میم سے الگ لکھا ہوتا مگر شاید اتحاد و اتفاق ظاہر کرنے کے لئے غلط کی ضرورت پڑی ہوا اسلئے ایسا کیا گیا۔ واہیات، خرافات یہ آجکل کے نکات ہیں جنکے سر نہ پاؤں مگر لوگ ہیں کہ ان پر لٹو ہیں اور ستم یہ کہ مسلمان بھی اس تقریر کے مداح تھے جنکے یہاں نکات و معارف ایسے عالی ہیں کہ دوسری قوموں کو انکی ہوا بھی نہیں لگی۔ اسلامی علوم و نکات کے ہوتے ہوئے یہ واہیات باتیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انکی تعریف کریں؟

مگر ہماری قوم میں ایک مرض یہ بھی ہے کہ یہ دوسری قوموں کے افعال کی مدح کرتے ہیں اور اپنے گھر کی چیزوں پر انکو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ ایک زمانہ انگریزوں کی پرستش کا تھا اسوقت تک ان کے افعال و معاشرت کی مدح سرائی ہوتی تھی اور مسلمانوں کے طرز معاشرت پر ان کے طرز معاشرت کو ترجیح دی جاتی تھی، اب ہندوؤں کی پرستش کا دور ہے اب انکی باتوں کی

مدح و ثنا رہوتی ہے ۔ غرض یہ ہمیشہ دوسروں ہی کی پرستش میں رہیں گے انہیں یہ حوصلہ نہیں رہا کہ اپنی دولت کے سامنے کسی چیز کو بھی منہ نہ لگا دیں بلکہ سب کو اسی کے سامنے جھکانے کی کوشش کریں افسوس ایسے مسلمان اب زمین کے اندر پہونچ گئے ۔

بس اب تو ایسے مسلمان رہ گئے ہیں کہ ایک صاحب کا مقولہ اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو فلاں شخص (ایک ہندو کی طرف اشارہ ہے) نبوت کا مستحق تھا ۔ افسوس اس شخص کو مسلمانوں میں کوئی اس قابل نہ ملا تھا ایک ہندو ہی اس قابل ملا تھا ۔ اسے صاحبو! میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ کون سا اسلام ہے جس میں نبی ہونے کے لئے ایمان کی بھی شرط نہیں پھر لوگ کہتے ہیں کہ ہندو مسلم اتحاد کی مخالفت نکرو ۔ جس اتحاد کا یہ نتیجہ ہو کہ مسلمان اس سے الحاد کی طرف جائیں اس اتحاد پہ صد نفرین ہیں ۔ پھر کوئی ان لیڈر صاحب سے پوچھے کہ جب تمہارے نزدیک ہندو بھی قابل نبوت ہو سکتا ہے تو تم نے اس قضیہ شرطیہ کو کیوں تکلیف دی کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی ، کیونکہ ایسی نبوت تو ختم نہیں ہوئی اسلئے کہ ختم تو وہ چیز ہوتی جو پہلے شروع بھی ہو چکی ہو اور ایسی نبوت تو آج تک شروع ہی نہیں ہوئی جسمیں اسلام و ایمان کی بھی قید نہ ہو جب وہ شروع ہی نہیں ہوئی تو ختم بھی نہیں ہوئی بلکہ یہ تو تم نے نبوت کی نئی قسم نکالی ہے اس کیلئے یہ شرط بڑھانا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی محض حماقت ہے تمکو یہ کہنا چاہئے کہ نبوت اسلام تو ختم ہو چکی اب میں نبوت کی ایک دوسری قسم ایجاد کرتا ہوں جس میں اسلام و ایمان کی بھی قید نہیں اور اس قسم کا پہلا نبی فلاں شخص ہے ۔ غرض عیب کرنے کے لئے بھی ہنر چاہیئے کفر یہ کلمہ بھی زبان سے نکالا اور وہ بھی ایسا بے تکا جس کے سر نہ پاؤں اور کمال یہ کہ ایسے کلمات کہکر بھی یہ لوگ لیڈر اور مسلمانوں کے مقتدا ، بنے ہوئے ہیں کوئی عالم یا جاہل اس شخص کو متنبہ نہیں کرتا کہ ان کلمات ناشائستہ سے ایمان میں فرق آگیا تم اپنے ایمان کی سلامتی

کی فکر کرو اگر وہ اس سے توبہ نکرے تب تو ظاہر ہے اور اگر توبہ کرلے جب بھی
یہ لوگ لیڈر اور مقتدا بننے کے قابل نہیں کیونکہ ایسے کلمات سے معلوم ہوگیا کہ یہ لوگ
اسلام کی تعلیم سے بالکل کورے اور نرے جاہل ہیں سو توبہ کرکے گناہ تو معاف ہوجائیگا
مگر ایک منٹ کی توبہ سے علم تو حاصل نہ ہوجائے گا۔ غرض مسلمانوں کے اندر
ایک بڑا مرض پیدا ہوگیا ہے کہ انکو دوسری قوموں کی چیزیں زیادہ وقیع معلوم
ہوتی ہیں اور اپنے علماء کو چھوڑ کر یہ دوسری قوموں کے افراد کی عظمت کرنے لگتے ہیں
اور پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قومیت اسلامی کے حامی و محافظ ہیں۔ ڈلے۔ پتھر۔
کیا قومیت اسلامی کی یہی حمایت ہے کہ تم اسلامی تعلیم کو دوسرے مذاہب
کی تعلیم کے آگے اور اسلامی علماء کو دوسری قوموں کے افراد کے سامنے ذلیل و
پست کردو۔ واللہ یہی لوگ اسلام اور مسلمانوں کو ذلیل کرتے ہیں اور یہی قومیت
اسلامی کو برباد کرتے ہیں۔ ان تحریکات سے خدا تو انکو مطلوب ہے ہی نہیں
مگر جس قومیت کا یہ رات دن رونا روتے ہیں اسکی بھی جڑیں اکھاڑ رہے
ہیں قومیت کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی قوم کو دوسروں سے مستغنی ثابت کرو
خود محتاج نہ ہو دوسروں کو اپنا محتاج بناؤ اپنی تعلیم کے مقابلے میں کسی کی تعلیم
کو ترجیح نہ دو اور ثابت کردکھاؤ کہ اسلامی تعلیم سے بہتر کوئی تعلیم نہیں
نیز اپنے علماء کے سامنے دنیا بھر کے عقلاء کو پست اور نیچا دکھادو اور اسکے لئے
تم کو کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ الحمدللہ اسلام میں وہ
لوگ موجود ہیں جنکے سامنے دنیا بھر کے سیاست دان طفل مکتب ہیں۔ قرآن اور
حدیث کے برابر سیاسی اور تمدنی تعلیم کونسی کتاب میں ہے ذرا کوئی لاکر تو
دکھائے پھر جو لوگ قرآن و حدیث کے حقیقی طور پر سمجھنے والے ہیں ان کے
برابر کوئی بھی عاقل یا سیاست داں ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بخدا ہرگز نہیں۔
مگر یہ ساری خرابی ان علماء کی ہے جو ہر بات میں ان لیڈروں کے ساتھ ہولیتے
ہیں اور لیڈروں کی طرح خود بھی کافروں کی سیاست دانی کے معتقد ہیں ان کی

علانیہ مدح کرتے ہیں اور ممبر پر بیٹھکر وعظوں میں تعظیم سے انکا نام لیتے ہیں اور یہ وہ علما رہیں جنھوں نے کسی صاحبدل کی جوتیاں سیدھی نہیں کیں محض کتاب پڑھکر عالم ہوگئے ہیں مگر ؎

نہ ہرکہ چہرہ برافروخت دلبری داند　　نہ ہرکہ آئینہ دارد سکندری داند

(جو بھی اپنے چہرے کو بنا سنوار لے تو یہ ضروری نہیں کہ اسکے اندر انداز دلبرانہ بھی ہو۔ جس طرح سے کہ جسکے پاس صرف آئینہ ہو تو ضروری نہیں کہ وہ سکندری اوصاف سے بھی متصف ہو۔

ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست　　نہ ہرکہ سر بتراشد قلندری داند

(اس جگہ (معرفت میں) ہزار نکتے بال سے بھی زیادہ باریک موجود ہیں یہ نہیں کہ بس جو شخص سر منڈ لائے تو بس قلندر ہی ہو جائے)

علم اسکا نام نہیں کہ الفاظ یاد کر لئے علم اور ہی کسی چیز کا نام ہے ؎

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد　　بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

(معشوق وہی نہیں ہے کہ جو صرف لانبی زلف یا باریک کمر رکھتا ہو بلکہ تم تو اسکے عاشق اور غلام بنو جو آن بھی رکھتا ہو (یعنی معرفت و تقویٰ رکھے)

جس عالم میں ایک خاص آن ہو اسکا غلام بننا چاہیئے اور وہ آن کیا ہے؟ عشق و معرفت و تقویٰ چند روز ایسے کسی عالم کی جوتیوں میں جاکر رہو اور اسکے سامنے اپنے لفظی علم کو فنا کردو پھر علم کی دولت نصیب ہوگی اور کامل کے سامنے لفظی علم کو فنا کرنے کی ضرورت اسلئے ہے کہ ؎

پیش یوسف نازش و خوبی مکن　　جز نیاز و آہِ یعقوبی مکن

(یوسف (جیسے حسین) کے سامنے دعویٰ ناز و کمال، ان کے آگے تو صرف نیاز اور آہ یعقوبی اختیار کرنا چاہیئے)

ناز را روئے بباید ہمچو ورد　　چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

(ناز زیبا ہے اسکو جو گلاب جیسا چہرہ رکھتا ہو جب تمھارے اندر ایسا حسن نہیں ہے تو پھر تمھارا ناز کرنا بدخوئی تمام ہوگا اسکے گرد نہ پھٹکو)

عیب باشد چشم نابینا و باز　　زشت باشد روئے نازیبا و ناز

(جس طرح سے کسی اندھے کا اپنے ہاتھوں پر باز کا بٹھانا عیب ہے اسیطرح سے بدشکل شخص کے لئے ناز نازیبا ہے)

یعنی جب تمھارے اندر حسن نہیں تو یوسف کے سامنے ناز مت کرو آہ و نیاز سے پیش آؤ جب ہی امید ہے کہ وہ تمکو منہ بھی لگائے گا اور اگر تم نے

اس زشت روئی کی حالت میں اسکے سامنے اپنے علوم پر ناز شروع کردیا تو وہ اپنے علم سے ذرا سا حصہ بھی تم کو نہ دیگا اور صاف کہدیگا ؎

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

(دعویٰ کرنے والے سے عشق و مستی کے اسرار مت بیان کرو اسکو اپنے دعوے میں چھوڑ دو تاکہ رنج خود پرستی میں مرجائے)

اب تو کثرت سے وہ لوگ ہیں جو کمال نہیں رکھتے مگر ایک کمال کی نقل کر کے دعویٰ کمال کا کرتے ہیں۔ ایسوں کی مثال میں ایک حکایت یاد آئی کہ ایک احمق شخص نے کسی ولایتی کو دیکھا جو اپنے گھوڑے کو پیار و شفقت کے ساتھ دانہ کھلا رہا تھا اور وہ گھوڑا کبھی ادھر منہ پھیر لیتا کبھی اُدھر، وہ کہتا کھاؤ بیٹا کھاؤ انھوں نے اپنے دل میں سوچا کہ افسوس میری بیوی میری اتنی بھی قدر نہیں کرتی جتنی یہ شخص گھوڑے کی قدر کرتا ہے۔ اب کے گھر جاکر ہم بھی ان ہی نخروں کے ساتھ کھانا کھایا کریں گے چنانچہ گھر تشریف لائے اور بیوی کو حکم دیا کہ ہمارے لئے دانہ بھگو دے پھر شام کو گھوڑے کی طرح کھڑے ہوکر حکم دیا کہ اگاڑی پچھاڑی کھونٹوں سے باندھ دے اور دُم کی جگہ ایک جھاڑو بندھوائی اور حکم دیا کہ ہمکو دانہ کھلا دے اور جب ہم نخرے کریں تو ہماری خوشامد کرے اور کہے کہ کھاؤ بیٹا کھاؤ۔ چنانچہ ان سب احکام کی تعمیل کیگئی۔ آپ دانہ کھانے میں جو اچھلے کودے کیونکہ گھوڑا بن رہے تھے پیچھے کہیں چراغ رکھا تھا وہ جھاڑو میں لگ گیا اور اگاڑی پچھاڑی بندھی ہونے کے سبب ہاتھ پاؤں بیکار ہو چکے تھے، آگ بڑھنے لگی بی بی بھی احمق کی احمق ہی تھی محلہ میں دوڑی گئی کہ لوگو میرا گھوڑا جل گیا۔ اسکے یہاں گھوڑا کہاں ؟ سب سمجھے مسخرہ پن ہے۔ کوئی نہ آیا۔ گھوڑے صاحب اپنے گدھے پن سے جل کر رہ گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کاملین کے سامنے اپنے دعوؤں کو فنا کرنے کی ضرورت ہے مگر اب تو فنا ہونا درکنار انکی موافقت سے بھی بھاگتے ہیں اور بجائے اسکے کفار کا اتباع کرتے ہیں چنانچہ بعضے نام نہاد علماء ہندوؤں کے

ساتھ ان تحریکات میں شریک ہوئے ہیں اور یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اپنی روش پر چلنے سے تو کچھ زیادہ قدر نہیں ہوتی نہ زیادہ دولت ملتی ہے لاؤ وہی طریقے اختیار کریں جو ہندوؤں نے اختیار کیا ہے شاید اس طرح کچھ زیادہ وقعت ملجا اور اگر انھوں نے سوراج لے لیا تو اس میں ہمارا بھی حصہ رہے گا اگر ہم الگ رہے تو بالکل محروم رہیں گے۔ افسوس مسلمان ہوکر غیر پر نظر بڑی شرم کی بات ہے ان لوگوں نے یہ خیال نہ کیا کہ جو طریقہ کفار کے لئے حصول عزت کا ہے مسلمان کے لئے وہ طریقہ نہیں ہے مسلمان کبھی دوسری قوموں کا اتباع کرکے ترقی نہیں کرسکتا اگر وہ مسلمان ہے، مسلمان کی ساری عزت اسی میں ہے کہ وہ اپنے طریقہ پر قائم رہے اور کسی حال میں احکام شریعت سے تجاوز نہ کرے اسی سے فلاح ہوتی ہے گو سامان کم ہو اور اس کے خلاف میں فلاح نہیں گو سامان زیادہ ہو۔

دیکھئے اسکی تائید میں ایک باریک نکتہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ مسلمانوں کو مکہ میں رہتے ہوئے قتال کی اجازت نہیں ہوئی مدینہ میں پہونچکر اجازت ہوئی اسکی کیا وجہ؟ ظاہربیں یہ سمجھتے ہیں کہ قلت جماعت اور قلت اسباب اسکا سبب تھا' یہ خلاف تحقیق ہے کیونکہ مدینہ ہی میں پہونچکر کیا جماعت بڑھ گئی تھی کفار کا پھر بھی غلبہ تھا۔ مدینہ کی جماعت تمام عرب کے مقابلہ میں کیا چیز تھی بلکہ اگر یہ دیکھا جائے کہ تمام کفار عالم کے مقابلہ میں یہ اجازت ہوئی تھی تب تو مدینہ کیا سارا عرب بھی قلیل تھا اسی طرح مدینہ پہونچکر سامان میں کیا زیادتی ہوگئی تھی کفار ہمیشہ نہایت ساز وسامان سے مقابلہ کرتے تھے اور مسلمانان مدینہ کی یہ حالت تھی کہ بعض بعض مواقع میں ایک ایک سواری میں سات آٹھ آدمی شریک ہوتے تھے اور بعض دفعہ چند آدمیوں میں ایک ہتھیار مشترک ہوتا تھا پس یہ کہنا بالکل واقع کے خلاف ہے کہ مدینہ میں جاکر جماعت وسامان کی زیادت اس اجازت کا سبب ہوئی نصوص سے خود معلوم ہوتا ہے

کہ مسلمانوں کی جماعت کفار کے مقابلہ میں اکثر مواقع میں اسقدر کم ہوتی تھی کہ ملائکہ کا جوڑ لگایا جاتا تھا چنانچہ ارشاد ہے وانزل جنودالم تروھا اور ارشاد ہے بَلٰی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْکُمْ مِنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا یُمْدِدْکُمْ رَبُّکُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِنَ الْمَلٰئِکَةِ مُسَوِّمِیْنَ اور یہ صورت ملائکہ کی مکہ میں رہتے ہوئے بھی ممکن تھی مگر پھر بھی اس صورت کو اختیار کر کے وہاں اجازت نہیں دی گئی تو اسکی کوئی اور وجہ بتلانی چاہیئے اہل ظاہر اسکی شافی وجہ نہیں بتلا سکتے محققین نے فرمایا ہے کہ اصل بات یہ تھی کہ مکہ میں عام مسلمانوں کے اندر اخلاق حمیدہ اخلاص صبر و تقویٰ وغیرہ کامل طور پر راسخ نہ ہوئے تھے اس وقت اگر اجازت قتال کی ہو جاتی تو سارا مقابلہ جوش غضب و انتقام للنفس کے لئے ہوتا محض اخلاص و اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے نہوتا اور اس حالت میں وہ اس قابل نہ ہوتے کہ ملائکہ کی جماعت سے انکی امداد کی جائے اور حمایت الٰہی انکے شامل حال ہو چنانچہ آیت مذکورہ میں بلیٰ ان تصبروا وتتقوا کی شرط بتلارہی ہے کہ حمایت الٰہی اسی وقت متوجہ ہوتی ہے جبکہ مسلمان صبر و تقویٰ میں راسخ ہوں (اور تقویٰ کے معنی ہیں احتراز عما نھی اللہ عنہ و امتثال ما امر بہ جسمیں اخلاص و احتراز عن الریاء وعن شائبۃ النفس بھی داخل ہے ۱۲ جامع)

اور مدینہ میں پہونچکر یہ اخلاق راسخ ہو گئے تھے مہاجرین کو مکہ میں رہنے کی حالت میں کفار کی ایذا پر صبر کرنے سے نفس کی مقاومت سہل ہو گئی نیز قوت غضب نفسانی ضعیف بلکہ زائل ہو گئی تھی پھر ہجرت کے وقت جب انھوں نے اپنے وطن اہل وعیال و مال و دولت سب پر خاک ڈالدی تو انکی محبت الٰہی کامل ہو گئی اور محبت دنیا انکے قلب سے بالکل نکل گئی۔ انصار مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے ان کے قلوب بھی محبت الٰہی سے لبریز اور محبت دنیا سے پاک ہو گئے تھے چنانچہ انصارؓ نے خوش خوش ان حضرات کو اپنے مکانات و اموال میں شریک کرنا چاہا بلکہ بعض

صحابہؓ نے تو یہاں تک کیا کہ ایک مہاجر صحابی سے کہا کہ تم میرے بھائی ہوگئے ہو اسلئے میں چاہتا ہوں کہ اپنا تمام مال آدھوں آدھ تقسیم کر کے نصف خود لیلوں اور نصف تمکو دیدوں اور میرے پاس دو بیبیاں ہیں انمیں سے جو سی تمکو پسند ہو میں اسے طلاق دیکر ابھی الگ کردوں عدت گذرنے کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا مہاجری نے انکو دعا دی کہ خدا تمہارے مال عیال میں برکت دے مجھے اسکی ضرورت نہیں تم مجھے بازار کا راستہ بتا دو میں تجارت کر کے اپنا گذر کرلونگا غرض واقعہ ہجرت سے مہاجرینؓ انصارؓ دونوں کا امتحان ہوگیا جس میں وہ کامل اترے اسکے بعد انکو اجازت قتال دیگئی کہ اب جو کچھ کرینگے محض خدا کے لئے کرینگے جوش غضب اور خواہش انتقام و شفار غیظ نفس کیلئے کچھ نہ کرینگے اسوقت یہ اس قابل ہونگے کہ حمایت الٰہی انکا ساتھ دے اور ملائکہ رحمت انکی مدد کریں چنانچہ حضرات صحابہ کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ وہ جو کچھ کرتے تھے خدا کیلئے کرتے تھے حتیٰ کہ مثنوی میں مذکور ہے کہ ایکمرتبہ حضرت علیؓ نے ایک یہودی کو معرکہ قتال میں پچھاڑا اور ذبح کا ارادہ کیا مرتا کیا نکرتا اس کمبخت نے آپکے چہرۂ مبارک پر تھوکا اب چاہئے تھا کہ حضرت علی اسکو فوراً ہی ذبح کر ڈالتے مگر تھوکنے کے بعد آپ فوراً اسکے سینہ پر سے کھڑے ہوگئے اور فوراً اسے چھوڑ دیا وہ یہودی بڑا متعجب ہوا کہ میری اس حرکت کے بعد تو انکو چاہیئے تھا کہ مجھے کسی طرح جیتا نہ چھوڑتے مگر انھوں نے برعکس معاملہ کیا آخر اس سے نہ رہا گیا اور حضرت علیؓ سے اسکی وجہ پوچھی کہ آپنے اگر مجھکو کافر سمجھکر قتل کرنا چاہا تھا تو تھوکنے کے بعد کیوں رہا کردیا۔ اس فعل سے نہ میرا کفر زائل ہوا نہ عداوت سابقہ ختم ہوئی بلکہ اور زیادہ ہوگئی تھی؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ واقعی اس فعل کے بعد میرا رہا کردینا بظاہر عجیب ہے مگر بات یہ ہے کہ اول جب میں نے تجھ پر حملہ کیا تو اسوقت بجز رضائے حق کے مجھے کچھ مطلوب نہ تھا اور جب تو نے میرے اوپر تھوکا تو مجھے غصہ اور جوشِ انتقام پیدا ہوا میں نے دیکھا کہ اب میرا تجھے قتل کرنا محض خدا کیلئے نہ ہوگا بلکہ اسمیں نفس کی بھی آمیزش ہوگی اور میں نے نہ چاہا کہ نفس کیلئے کام کر کے اپنے عمل کو ضائع کروں اسلئے تجھے رہا کردیا وہ یہودی یہ سنکر فوراً مسلمان ہوگیا اور سمجھا کہ واقعی یہی مذہب حق ہے جسمیں شرک سے اسدرجہ نفرت دلائی گئی ہے کہ کوئی کام نفس کے لئے نکرو بلکہ محض خدا کے لئے ہر کام کرو۔ دوستی اور دشمنی میں بھی نفس کی آمیزش سے روکا گیا ہے۔

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی [illegible]

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

جولائی شمارہ، 1987 جلد

مکتبہ وصیۃ العلوم ۳۲ بخشی بازار
الہ آباد

حامل مضامین تصوف وعرفان ماہنامہ افادات وصی اللہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مد ظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین ۳ روپیہ — مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۷ — ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ مطابق جولائی ۱۹۸۷ء — جلد ۱۰

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے
چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار، الہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار، الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

۱۔ محترمی مولوی عبدالمجید صاحب منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد —— حضرت مصلح الامۃ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مخلص خادم ہیں چنانچہ جولائی ۱۹۶۳ء میں جبکہ قانونی ضرورت کی بنا پر خانقاہ سے جاری ہونیوالے رسالے کا نام "معرفت حق" سے بدل کر "وصیۃ العرفان" رکھا گیا اسوقت باہم مشورے سے مولوی عبدالمجید صاحب کو ہی رسالہ کا مدیر تجویز کیا گیا اگرچہ مولوی صاحب موصوف نے معذرت پیش کی لیکن اور کوئی موزوں شخص اس منصب کے مناسب نظر نہیں آیا اسلئے مولوی صاحب موصوف ہی کو مجبوراً اسے قبول کرنا پڑا اور رسالہ بحمد اللہ بحسن وخوبی شایع ہوتا رہا —— ادھر جب حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کے صاحبزادگان فارغ التحصیل ہوکر آئے تو مولوی عبدالمجید صاحب نے پھر ایک بار یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ حضرات بہرصورت اسکے اہل ہیں لہٰذا مجھے ادارۂ رسالہ سے سبکدوش کرکے ان حضرات میں سے کسی کو مدیر بنا دیا جائے تو بہت مناسب ہوگا، کچھ دنوں یہ سلسلہ بدستور چلتا رہا لیکن مولوی صاحب موصوف کے بار بار ارشاد فرمانے کیوجہ سے احباب نے مشورہ کرکے مولوی احمد مکین صاحب کو مدیر بنانا تجویز کیا۔ چنانچہ ناظرین نے جون ۱۹۸۱ء کے رسالہ میں اندرونی ٹائیٹل کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ مدیر کا نام بھی بدلا ہوا دیکھا ہوگا اسوقت ان سطور سے مقصد اسی تبدیلی کو بیان کرنا ہے باقی بحمداللہ مولوی عبدالمجید صاحب مدظلہ کی رفاقت اور رسالے کے ساتھ تعاون میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور انکا قلبی تعلق ادارہ اور رسالہ سے بدستور قائم ہے انکے اپنے ذاتی مشاغل اور مشغولی کار کیوجہ سے ہم نے یہ تبدیلی منظور کرلی ہے —— نیز چونکہ چندہ کے سلسلہ میں بیرونی رقوم اور ڈرافٹ وغیرہ ڈاکخانہ سے حاصل کرنا بھی ایک مستقل فرصت طلب چیز تھی اسلئے اب زرمبادلہ بھی ناظرین کرام مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد (پن کوڈ نمبر ۲۱۱۰۰۳) ہی کے نام ارسال فرمائیں۔

۲۔ آئندہ ماہ ذی الحجہ آنیوالا ہے اسکے مناسب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا ایک کتابچہ نہایت مفید معلوم ہوا ناظرین کے افادہ کیلئے مکمل مضمون ہی پیش خدمت ہے۔

۳۔ تقریباً نصف سال گذر چکا ہے لیکن بہت سے احباب کا چندہ سال رواں کا ابھی وصول نہیں ہوا، احباب توجہ فرمائیں۔

—— ادارہ ——

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قربانی کی تاریخ
اور اسکی حقیقت و اہمیت

(از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ)

اردو میں جس چیز کو قربانی کہتے ہیں یہ لفظ اصل میں "قربان" بروزن "قرآن" ہے۔ قربان ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بنایا جائے خواہ جانور کا ذبیحہ ہو یا عام صدقہ وخیرات۔ اور امام ابوبکر جصاص نے تو اس سے بھی زیادہ عام معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ ہر نیک عمل جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہونے کا قصد کیا جائے اسکو قربان کہتے ہیں۔ لیکن عرفِ عام میں یہ لفظ اکثر جانور کے ذبیحہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں چند جگہ یہ لفظ آیا ہے اکثر مواقع میں یہی جانور کا ذبیحہ مراد ہے۔

قربانی کی تاریخ

کسی حلال جانور کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کی نیت سے ذبح کرنا اسوقت سے مشروع ہے جب سے حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے اور دنیا آباد ہوئی سب سے پہلی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل نے دی اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا یعنی جبکہ دونوں بیٹوں نے ایک ایک قربانی پیش کی (سورۂ مائدہ)۔ ابن کثیرؒ نے بروایت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ ہابیل نے ایک مینڈھے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے اپنے کھیت کی پیداوار سے کچھ غلہ وغیرہ صدقہ کرکے قربانی پیش کی حسب دستور آسمان سے آگ نازل ہوئی اور ہابیل کے مینڈھے کو کھالیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا، قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی پہچان انبیاء سابقین کے عہد میں یہ تھی کہ جس قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے تو ایک آگ آسمان سے آتی اور اسکو جلا

دی تھی سورۂ آل عمران میں اسکا ذکر صراحۃً آیا ہے بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ یعنی وہ قربانی جس کو آگ کھا جائے اس زمانہ میں بذریعہ جہاد جو مال غنیمت کفار سے ہاتھ آتا تو اسکو بھی آگ نازل ہو کر کھا جاتی تھی اور یہ جہاد کے مقبول ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ امتِ محمدیہ پر حق تعالیٰ کا یہ خصوصی انعام ہوا کہ قربانی کا گوشت اور مال غنیمت انکے لئے حلال کر دیئے گئے۔ حدیث شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصوصی فضائل اور انعامات الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ یعنی میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا یہی وجہ تھی کہ عہد نبوی کے بعض غیر مسلموں نے اپنے اسلام نہ قبول کرنے کا ایک عذر یہ بھی پیش کیا ہے کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کی قربانیوں کو تو آگ کھا جایا کرتی تھی آپکے زمانہ میں ایسا نہیں ہوتا اسلئے ہم اسوقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جبتک یہ صورت ظاہر نہ ہو۔ سورۂ مائدہ میں انکے عذر لنگ کو بیان کرکے یہ جواب دیا کہ جن انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں قربانیوں کو آگ نے کھایا تھا تم انھیں پر کونسا ایمان لائے ہو — ؟ تم نے تو انکی بھی تکذیب ہی کی تھی بلکہ ان کے قتل تک سے دریغ نہ کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ تمھارا قول کسی حق طلبی کے مد میں نہیں بلکہ حیلہ جوئی کے سوا کچھ نہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیات ۱۸۳ حَتّٰى يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ سے آیت ۱۸۴ تک یہی مضمون مذکور ہے سورۂ مائدہ کی آیات مذکورہ سے ثابت ہوا کہ جانور کی قربانی سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عبادت اور تقرب الٰہی کا ذریعہ قرار دی گئی ہے اور سورۂ آل عمران کی آیات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ قربانی کی قبولیت کا ایک خاص طریقہ کہ آسمانی آگ آکر اسکو جلا دے یہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے پہلے تمام انبیاء سابقین کے دور میں معروف رہا۔

قربانی کا ایک عظیم الشان واقعہ سنت ابراہیمؑ

قربانی کا بحیثیت عبادت کے مشروع ہونا گرچہ آدم علیہ السلام کے زمانے سے ثابت ہے لیکن اسکی ایک خاص شان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے

ایک واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور اسی کی یادگار کی حیثیت سے شریعت محمدیہ میں قربانی کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور سبق آموز واقعہ ہے۔ قرآن کریم نے اسکو سورۂ صافات میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اسلام میں مسئلہ قربانی کو سمجھنے کے لئے مرکزی نقطہ یہی واقعہ ہے اسلئے اسکا جتنا حصہ قرآن اور مستند روایات سے ثابت ہے اسکو نقل کیا جاتا ہے۔

دعوت حق

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے پیغمبرانہ فریضہ اور دعوت حق کو لیکر اٹھے تو سب سے پہلے اپنے والد آذر ہی سے سابقہ پڑا، آداب پدری کو محفوظ رکھتے ہوئے انکو بت پرستی چھوڑنے کی دعوت دی مگر وہ اس پر بھی خفا ہو گئے گھر سے نکالنے اور تکلیف پہونچانے کی دھمکیاں دینے لگے لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا (مریم ۴۶) (میں ضرور تمکو سنگسار کردونگا (پس تم دعوت سے باز آجاؤ) اور ہمیشہ ہمیش کے لئے مجھ (کو کہنے سننے) سے برکنار رہو)۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرستی کی آبائی رسم چھوڑنے اور اسکی دعوت دینے کے سبب والد سمیت پوری قوم مخالف ہو گئی۔

قوم کی دشمنی اور آگ میں ڈالنا

ان ظالموں نے اس بزرگ ہستی کو آگ میں ڈالنے کا ایک جشن منایا وہ جس وقت آگ میں ڈالے جارہے تھے تو جبرئیل امین آئے اور کہا میری امداد کی ضرورت ہو تو حاضر ہوں، فرمایا کہ اگر امداد آپکی ہے تو ضرورت نہیں جس ذات کے لئے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا جارہا ہے وہ خود علیم وخبیر ہے مجھے دیکھ رہا ہے وہ جو کچھ میرے لئے تجویز فرمائے میں اسی پر راضی ہوں ؎

بجرم عشق توام میکشند و غوغائیست ۔۔۔ تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

(تیرے عشق کے جرم میں لوگ مجھے قتل کررہے ہیں اور ایک شور مچا ہوا ہے تو بھی ذرا لب بام آجا کہ ایک تماشا قابل دید ہے)

عراق سے ہجرت

اللہ تعالےٰ نے آگ کو بَرْدًا وَّسَلَامًا یعنی ٹھنڈک اور سلامتی بن جانے کا حکم دیدیا اسکے آسمان بوس شعلے

انکے لئے گلزار بن گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھکر بجائے اسکے کہ ان پر ایمان لاتے ان لوگوں کی دشمنی اور تیز ہوگئی۔ ماں باپ، خاندان اور وطن کو اللہ سے بیگانہ پایا تو ان سب کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

(ہزار اپنا جو خدا سے بیگانہ ہو وہ قربان ہو اُس ایک بیگانہ پر جو خدا کا آشنا ہو)

اسوقت فرمایا اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ یعنی میں اپنے پروردگار کی رضا جوئی کیطرف جاتا ہوں وہی میری رہنمائی کسی ایسے مقام کیطرف فرمائیں گے جو ان کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ پروردگار کیطرف جانے کا مطلب یہی تھا کہ کسی ایسی جگہ جاتا ہوں جہاں پروردگار کے حکم کی تعمیل آسان ہو۔ حضرت لوطؑ جو آپ پر ایمان لائے تھے انکو ساتھ لیکر آپ وطن عراق سے نکل کھڑے ہوئے اور علاقہ فلسطین کنعان میں قیام فرمایا۔ چھیاسی سال کی عمر میں اپنے ماں باپ، اعزہ واحباب سب کو اللہ کے لئے چھوڑ کر دار غربت میں بے یار ومددگار بسر کرنے لگے۔

اولاد کے لئے دعار

اسوقت اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائی رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ یعنی اے میرے پروردگار مجھے اولاد صالحین میں سے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی

اسماعیلؑ کے پیدا ہونے کی بشارت

اور خوشخبری ان الفاظ میں آئی فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ یعنی ہم نے ابراہیمؑ کو ایک حلیم لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیدی اشارات قرآن اور روایات حدیث اس پر شاہد ہیں کہ غلام حلیم سے مراد اس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو حسب روایات اہل کتاب چھیاسی سال کی عمر میں پیدا ہوئے تھے کیونکہ وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے پہلے اور اکلوتے صاحبزادے تھے اور خود اہل کتاب کی روایات میں ذبح کئے جانے والے صاحبزادے کو وحید یعنی اکلوتا کہا گیا ہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں۔ اہل کتاب کی روایات کے مطابق

اسکے بعد ننانوے سال کی عمر میں دوسرے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان میں اللہ تعالےٰ نے غُلَامٍ حَلِيمٍ فرما کر ان کے اس خاص وصف کیطرف اشارہ فرمادیا جس کا ظہور بعد میں حکم قربانی کے وقت ہوا کیونکہ حلیم کے معنی ہیں بُردبار جو مشقت ومصیبت کے وقت گھبرائے نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کا سخت امتحان حجاز کی طرف دوسری ہجرت کا حکم

یہ اکلوتے صاحبزادے جو بڑھاپے کی عمر میں دعاؤں اور تمناؤں کے بعد حاصل ہوئے تھے یہ کس کو معلوم تھا کہ یہی خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے سب سے بڑے امتحان کا سبب بنیں گے۔ پہلا امتحان یہ ہوا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا کہ صاحبزادے اور انکی والدہ ہاجرہؓ کو ساتھ لیکر پرفضا ملک شام سے ہجرت کر کے حجاز کے لق ودق گرم ریگستان میں جہاں دور دور نہ کسی آدمی کا نام ونشان ہے نہ جانور اور درخت کا وہاں انکا وطن بنادیں اللہ کے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بغیر کسی جھجھک کے حکم کی تعمیل فرمائی شیرخوار حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکی والدہ حضرت ہاجرہ کو لیکر اس ہلاکت خیز میدان میں ٹھیر گئے جس کو کسی زمانہ میں انھیں کے ذریعہ مکہ معظمہ اور ام القریٰ بننا تھا پھر اسی پر بس نہیں ہوئی بلکہ اب حکم یہ ملا کہ ماں اور بچہ کو چھوڑ کر خود ملک شام واپس چلے جائیں۔ اللہ کے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم ملتے ہی تعمیل کی اور جس جگہ حکم ملا تھا وہیں سے شام کیطرف چلنا شروع کردیا اتنی دیر بھی گوارا نہیں کی کہ حضرت ہاجرہ کے پاس جاکر انکی تسلی کردیتے اور بتلادیتے کہ میں بحکم خداوندی جارہا ہوں۔ جب حضرت ہاجرہؓ نے دیکھا کہ دور چلے جارہے ہیں تو آوازیں دیں کہ ہمیں جنگل میں ہمیں چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں مگر اللہ کے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مڑ کر نہیں دیکھا پھر خود حضرت ہاجرہ کو خیال آیا کہ یہ مقدس بزرگ ایسا کام بدون حکم خداوندی کے نہیں کرسکتے تو پوچھا کیا آپ کو اللہ نے یہاں سے جانے کا حکم دیدیا اسوقت حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے

جواب دیا کہ ہاں۔ حضرت ہاجرہؓ نے یہ سنکر فرمایا اِذَنْ لَا یُضِیعَنَا اگر حکم خداوندی ہے تو جائیے وہ ہمیں کبھی ضائع نہ فرمائیں گے۔

اب یہ بے آب وگیاہ لق ودق گرم ریگستان ہے اور تنہا ایک خاتون اور انکا شیرخوار بچہ جنکو آئندہ مکہ معظمہ کی بستی بسانے کے لئے یہاں لایا گیا ہے آگے یہ قصہ طویل ہے کہ کس طرح یہاں اس ماں اور بچہ کی جان بچی اور کس طرح اس وحشت کدے میں اپنا وقت گذارا وہ خود قدرت خداوندی کا ایک عجیب مظہر اور سیکڑوں درس عبرت اپنے اندر لئے ہوئے ہے مگر یہ تفصیل واقعہ قربانی کا جزو نہیں اسلئے اسکو یہیں چھوڑکر زیر بحث مسئلہ قربانی کو دیکھنا ہے

قرآنی ارشاد ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی یعنی جب یہ بچہ اس قابل ہوگیا کہ باپ کے ساتھ چل پھر کر انکے کاموں میں مددگار بن سکے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میرے پیارے میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ میں تجھکو ذبح کر رہا ہوں بتلاؤ اس میں تمھاری کیا رائے ہے؟ مطلب یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی بحکم وحی ہوتا ہے اسلئے خواب میں ذبح کرتے ہوئے دیکھنا حکم ذبح کا مرادف ہے اب تم بتلاؤ کہ کیا تم اس حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے تیار ہو؟ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم خداوندی کے بعد کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہ تھی اور نہ انکے نزدیک تعمیل حکم اسپر موقوف تھی لیکن یہاں صاحبزادے سے مشورہ لینے میں حکمت یہ تھی کہ اول تو انکے عزم وہمت اور اطاعت خداوندی کے جذبہ کا امتحان ہوجائے دوسرے اگر وہ اطاعت اختیار کریں تو مستحق ثواب ہوجاویں کیونکہ ثواب کا مدار قصد ونیت پر ہے تیسرے ذبح کرنے کے وقت جو بتقاضائے بشریت وشفقت پدری طبعی اضطراب ولغزش کا خطرہ تھا اس سے کسی درجہ میں اطمینان ہوجائے (روح البیان) آیت مذکورہ کے یہ الفاظ خصوصیت سے قابل نظر ہیں فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ یعنی جب وہ باپ کے

ساتھ چلنے کے قابل ہوگئے اسمیں اشارہ ہے کہ یہ صاحبزادے جنکے ذبح کرنے کا حکم دیا جارہا ہے یہی نہیں کہ بڑھاپے کے اکلوتے بیٹے ہیں اور تمناؤں اور دعاؤں کے بعد حاصل ہوئے ہیں بلکہ اب وہ پل کر جوان ہونے کے قریب ہیں اور اس قابل ہیں کہ باپ کے ساتھ سعی وعمل میں انکی امداد کرسکیں۔ تاریخی روایات کے مطابق اسوقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نوسال ہوچکی تھی (روح البیان) ان حالات نے حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کو کتنا صبر آزما کردیا تھا اسکا اندازہ لگانا بھی آسان نہیں۔

والد بزرگوار نے سعادت مند بیٹے سے مشورہ لیا تو وہ بھی خلیل اللہ کے صاحبزادے تھے والد بزرگوار کا خواب سنکر فرمایا یَآ اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ہ یعنی اباجان آپ وہ کام کرگذریں جسکا آپ کو حکم دیا گیا ہے مجھے آپ انشاءاللہ تعالیٰ صابرین میں سے پائیں گے یہاں جس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بڑھاپے میں اکلوتے اور ہونہار بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ایک انتہائی سخت امتحان تھا اسی طرح صاحبزادے کیلئے اطاعت شعاری میں جان کی بازی لگا دینا بھی کوئی معمولی بات نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس پورے خاندان ہی کو اپنے لئے بنایا تھا اسی کے آثار ظاہر ہوئے۔

یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جذبۂ اطاعت تو قابل دید ہے ہی یہ بات بھی سبق آموز ہے کہ انھوں نے اپنے ارادہ اور عزم وہمت پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ اللہ کے سپرد کر کے انشاءاللہ فرمایا اور پھر یہ نہیں کہا کہ میں صبر کرونگا بلکہ فرمایا کہ مجھے صابرین میں سے پائینگے جو ایک تواضع کا عنوان ہے کہ صبر واستقلال تنہا میرا کمال نہیں اللہ کے ہزاروں بندے صابر ہیں میں بھی ان میں داخل ہوجاؤں گا۔ اسی تفویض وتواضع کی برکت تھی کہ اس دشوار گذار منزل کے کسی مرحلے میں بھی ان کے قدم کو لغزش نہیں ہوئی اور یہ یگانۂ روزگار باپ اور بیٹے طبعی تقاضوں اور زندگی کی امنگوں کو کچلتے ہوئے اپنے آپ کو قربانی کرنے اور کرانے کے لئے قربان گاہ کیطرف چل پڑے۔ خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے جو کٹھن منزل

سامنے تلمیٰ فرماں بردار صاحبزادہ کے اس جواب نے اسکو کسی قدر آسان کر دیا۔ اب یہ یگانۂ روزگار، باپ اور بیٹے حکم خداوندی کی تعمیل کیلئے گھر سے چل پڑے

شیطانی چالیں

اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت کا یہ عظیم الشان مظاہرہ شیطان کسطرح دیکھ سکتا تھا یہ جانتے ہوئے کہ مقابلہ پر اللہ کے خلیل جیسے کوہ استقامت ہیں اپنی تدبیروں سے باز نہ آیا اول حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کے پاس ایک مہربان ہمدرد کی شکل میں آیا اور پوچھا اسماعیل کہاں گئے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ اپنے باپ کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں چننے کیلئے گئے ہیں شیطان نے کہا بات یہ نہیں تم غفلت میں ہو انکے باپ انکو ذبح کرنے کیلئے لے گئے ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے کہا کوئی باپ اپنے بیٹے کو ذبح کر سکتا ہے؟ شیطان نے کہا ہاں وہ کہتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا ہے یہ سنکر اکلوتے بیٹے کی ماں نے بھی وہی جواب دیا جو خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھرانہ کے شایان شان تھا کہ اگر واقعہ یہی ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنیکا حکم دیا ہے تو پھر انکو اسکی تعمیل ہی کرنی چاہیئے شیطان یہاں سے مایوس ہوکر اب باپ بیٹے کے تعاقب میں لگ گیا جو شہر مکہ سے منیٰ کیطرف جا رہے تھے اول ایک دوست کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آکر انکو روکنا چاہا مگر حضرت خلیل علیہ السلام نے تاڑ لیا اس لئے آپ پر اثر انداز ہونے میں شیطان ناکام رہا اسکے بعد جمرۂ عقبہ کے قریب ایک بڑے جثہ کی صورت میں آپکا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا ایک فرشتہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا اس نے کہا کہ ابراہیمؑ اسکو پتھر سے مارو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات کنکریاں ماریں اور ہر ایک کے ساتھ اللہ اکبر کہا تو شیطان دفع ہوگیا آگے بڑھکر پھر جمرۂ وسطیٰ کے قریب اسی طرح راستہ روک لیا تو پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے تکبیر کہکر سات کنکریاں ماریں تو دفع ہوگیا اسی طرح تیسری مرتبہ جمرۂ اولیٰ کے پاس پہونچکر راستہ گھیر لیا حضرت خلیل علیہ السلام نے پھر وہی عمل کیا اور آگے بڑھ کر قربانی کی جگہ پر پہونچگئے۔ یہ واقعہ روح المعانی میں بروایت قتادہؓ اور ابن کثیر میں اسکا اکثر حصہ بروایت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما بحوالہ مسند احمد منقول ہے۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ یعنی جب باپ اور بیٹے اس عظیم قربانی کے لئے تیار ہوگئے اور باپ نے بیٹے کو قربان کرنے کے لئے چہرہ کے بل کروٹ پر گرایا اس طرح گرانے میں تواضع بھی تھی اور یہ حکمت بھی کہ اکلوتے بیٹے کا چہرہ سامنے آکر کہیں ہاتھ میں غیر اختیاری لغزش نہ آجائے۔ بعض روایات میں ہے کہ خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نزدیک ذبح کی تکمیل کے لئے پوری قوت سے چھری چلائی لیکن قدرت خداوندی چھری کے عمل میں حائل ہوگئی اور بعض روایات میں ہے کہ اس حالت میں اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ابا جان آپ کے پاس میرے کفن کے لئے کوئی کپڑا نہیں اسلئے تکلیف ہوگی بہتر یہ ہے کہ میرا کرتہ صاف وسفید ہے اسکو اتار لیجئے تاکہ کفن کے کام میں آجائے مقدس باپ کرتا اتارنے لگے اسی حالت میں ایک غیبی آواز نے معاملہ کی کایا پلٹ دی۔

حضرت اسماعیل کے فدیہ میں دنبہ کی قربانی

وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم آپ نے خواب سچا کر دکھایا اور اس کے ساتھ ہی ایک دنبہ حضرت اسماعیلؑ کے بجائے قربانی کیلئے نازل کردیا وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ یعنی ہم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ ایک عظیم قربانی بنا دیا اسکو عظیم اس لئے کہا گیا کہ اول تو یہ ایک عظیم الشان پیغمبر کا فدیہ تھی دوسرے اسلئے کہ اس طرح کی قربانی کو قیامت تک جاری رکھنے کا قانون الٰہی بن گیا (روح) اللہ تعالٰے نے دنبہ کی قربانی کو اولاد کی قربانی کا بدل قرار دیدیا تو مقدس باپ بیٹے کی شکر گذاری اور خوشی کی حد نہ رہی۔

یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ صاحبزادے کے ذبح کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیداری کے بجائے خواب میں دیا گیا اس میں کیا حکمت ہے راز اسمیں یہ ہے کہ اصل مقصود حق بیٹے کو ذبح کرانا نہیں بلکہ باپ بیٹوں کا امتحان ہی مقصود تھا اسلئے صریح الفاظ میں ذبح کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ خواب میں یہ دکھلایا گیا کہ وہ ذبح کررہے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے وہ عمل مکمل کردیا تو ندائے غیبی نے انکو امتحان

میں کامیابی اور تعمیل حکم کی تکمیل کی خوشخبری سنادی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ ذبح کر ڈالا ہے بلکہ ذبح کی تیاری دکھلائی گئی تھی وہ پوری ہوگئی۔ اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ خواب میں دنبہ کو بشکل اسماعیل علیہ السلام دکھلایا گیا ہو جیسے علم کو دودھ کی شکل میں دکھلایا جاتا ہے دنبہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام میں معنوی مناسبت یہ تھی کہ دنبہ ذبح کے لئے مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے اسکی تخلیق کا منشا رہی ذبح کر کے استعمال کرنا ہے بخلاف گائے بیل اور اونٹ کے کہ انکی تخلیق کا اصل منشا، ان سے سواری لینا اور باربرداری ہے کبھی ذبح کر کے گوشت بھی کھا لیا جاتا ہے۔ بخلاف مینڈھے دنبہ وغیرہ کے کہ انکے وجود کا اصل مقصود ہی ذبح کر کے کھانا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اصل مقصود دنبہ ہی کا ذبح کرنا تھا مگر امتحان کے لئے اسکو اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں دکھلایا گیا اور خواب کی اصل تعبیر کیطرف اسی امتحان کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذہن منتقل نہ ہوا یہاں تک کہ امتحان کی تکمیل ہوگئی۔ ابن کثیرؒ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نقل کیا ہے کہ اس دنبہ کے سینگ اور سر ابتدا اسلام تک بیت اللہ کے میزاب میں معلق تھے جس کو اولاد اسمعیل یعنی قریش مکہ نے بطور تبرک اور یادگار کے بیت اللہ میں محفوظ کر رکھا تھا بعض حضرات کا بیان ہے کہ مینڈھے کا یہ سر اور سینگ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت تک موجود تھے فتنۂ حجاج میں جب بیت اللہ میں آگ لگی اسوقت جل گیا۔

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جب قربانی کا دستور یہ تھا کہ آسمانی آگ اسکو جلا دیتی تھی تو اس مینڈھے کا یہ سر اور سینگ محفوظ کیسے رہے؟ تفسیر روح البیان میں ہے کہ بنی اسرائیل کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو اسکا عمدہ گوشت الگ کر کے ایک جگہ رکھدیتے اور آسمانی آگ اسکو جلا دیتی تھی اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے جلا دینے کا مطلب یہی تھا کہ کھانے کے قابل عمدہ گوشت آسمانی آگ جلا دیتی تھی سر، سینگ، سُم وغیرہ کا باقی رہ جانا مستبعد نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سب سے زیادہ سخت اور غالباً آخری امتحان تھا جس میں وہ کوہ استقلال ثابت ہوئے اس سے پہلے باپ کو اعزہ و احباب کو وطن اور مکان کو اور عظیم الشان مال اور دولت کو اللہ کے لئے قربان کرچکے تھے اور خود ہی اپنی جان کو قربانی کے لئے پیش کرچکے تھے اب لخت جگر اکلوتے صاحبزادے کی قربانی میں انتہائی ثابت قدمی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو سچا کردکھایا کہ میری موت اور حیات سب اللہ کے لئے ہے۔

سنتِ ابراہیمی کی یادگار

اللہ تعالےٰ نے اپنے مقبول رسول اور خلیل اللہ کے ان اعمال اور افعال کو پسند فرماکر قیامت تک انکی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے ان افعال و اعمال کی نقل کرنے کو اپنی محبوب عبادت قرار دیکر اپنے بندوں پر لازم کردیا جس طرح واجبات حج میں تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا اسی خلیل الٰہی عمل کی یادگار ہے۔ حجاج پر خصوصًا اور مسلمانوں پر عمومًا جانور کی قربانی اسی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے لازم کی گئی جس طرح صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اور چکر لگانا حضرت ہاجرہؓ کے ایک عمل کی یادگار ہے اسکو بھی واجبات حج میں داخل کردیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابۂ کرام رضوان تعالےٰ علیہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قربانی کی کیا اصلیت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تمھارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت و یادگار ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ ہمارے لئے اسمیں کیا ثواب ہے؟ فرمایا جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی نامۂ اعمال میں لکھی جائیگی (مشکوٰۃ شریف)

اسلامی یادگاریں

دنیا میں عظیم الشان کارناموں کی یادگاریں قائم کرنے کا دستور تو پرانا ہے مگر عام طور پر اسکے لئے مجسمے کھڑے کردینے یا کوئی تعمیر کردینے کو کافی سمجھا جاتا ہے جس سے کارنامہ کے انجام دینے والے کا اعزاز تو ہوتا ہے اور کچھ دیر تک باقی بھی رہتا ہے لیکن یادگار قائم کرنے کی اصلی روح اس سے زندہ نہیں رہتی اسلئے اسلام نے مجسمات و تعمیرات کی قدیم

رسم کو چھوڑ کر ان کے افعال کی نقل کرنے کو عبادت بنا دیا اور قیامت تک کے لئے لوگوں پر لازم کر دیا جس سے نہ صرف ان اعمال کے کرنے والوں کی یاد ہر وقت زندہ رہتی ہے بلکہ ان کے اس نیک عمل کا جذبہ بھی دلوں میں پیدا ہوتا ہے مجسمات و تعمیرات کتنے ہی مضبوط ہوں آخر کار حوادث کا شکار ہیں لیکن یہ یادگار جس کو عملی طور پر امت کے لئے لازم و واجب قرار دیدیا گیا ہے اور ان کے احکام قرآن و سنت میں محفوظ کر دیئے گئے رہتی دنیا تک جاری و باقی ہیں وہ ہر زمانہ اور ہر دور میں ہر انسان کو یہ خلیل اللہی سبق دیتی رہتی ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینا ہی انسانیت کی تکمیل ہے اور اس پر بھی حق عبدیت سے سبکدوشی نہیں ہے

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

قربانی کی حقیقت جب یہ معلوم ہو گیا کہ جانوروں کی قربانی جو ہر سال مسلمانوں پر لازم کی گئی ہے وہ ابراہیمی یادگار کی حیثیت رکھتی ہے تو اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جانوروں کی قیمت کا صدقہ کر دینا یا کسی دوسرے نیک کام میں لگا دینا اس فریضہ سے سبکدوش نہیں کر سکتا جیسے روزہ کی جگہ نماز یا نماز کے بدلے روزہ کافی نہیں زکوٰۃ کے بدلے میں حج اور حج کے بدلہ میں زکوٰۃ کافی نہیں۔ کوئی شخص اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دے تو ایک نماز کا فریضہ اس سے ادا نہیں ہوتا اسی طرح صدقہ خیرات کتنا بھی کر دے وہ یادگار ابراہیم علیہ السلام کے قیام اور واجب قربانی کی ادائیگی نہیں ہوگی ۔

قربانی کا حکم سب مسلمانوں کیلئے عام ہے حجاج کے لئے مخصوص نہیں خلیل اللہی کارناموں میں سے جو چیزیں کسی خاص مقام کے ساتھ مخصوص تھیں وہ تو صرف حجاج پر لازم کی گئی جو اس مقام پر پہونچکر انجام دیتے ہیں جیسے منیٰ میں تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اور سات چکر لگانا اور جو چیز اس خاص جگہ سے تعلق نہیں رکھتی ہر جگہ کیجا سکتی ہے

جیسے جانور کی قربانی اسکو تمام امت کے لئے حکم عام کے ساتھ واجب ولازم قرار دیدیا گیا اور خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین اور پوری امت ہر خطے ہر ملک اور ہر جگہ میں اس واجب کی تعمیل کرتے رہے اور اسکو نہ صرف واجبات اسلامی میں سے ایک واجب قرار دیا گیا بلکہ شعائر اسلام میں داخل سمجھا گیا وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ (سورہ حج) یعنے قربانی کے اونٹ اور گائے کو ہم نے اللہ کی یادگار بنایا ہے۔ اللہ کی یادگار سے مراد اللہ کے دین کی یادگار ہے۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ جو قربانی اس خاص مقام میں کیجائے جہاں سے اسکا آغاز ہوا ہے یعنی منیٰ میں وہ زیادہ افضل اور موجب ثواب و برکات ہے اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج میں سو اونٹوں کی قربانی کی جنمیں سے ترسیٹھ اونٹوں کا نحر بنفس نفیس اپنے دست مبارک سے کیا باقی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کیا۔ (صحیح مسلم) یہ اتنی بڑی تعداد اسی فضیلت کیوجہ سے کیگئی ورنہ مدینہ طیبہ میں عام عادت دو دنبہ ذبح کرنے کی تھی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا ہر سال قربانی کرتے تھے (ترمذی)۔ بلکہ بعض مرتبہ کسی سفر میں قربانی کے ایام آگئے تو وہاں پر آپ نے قربانی ترک نہیں فرمائی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ کے ساتھ تھے ہم نے سات آدمیوں کیطرف سے ایک گائے کی قربانی کی (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دنوں میں اللہ کے نزدیک انسان کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ محبوب نہیں (ترمذی، ابن ماجہ)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ ہم مدینہ طیبہ میں اپنی قربانیوں کو فربہ کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے اور سب مسلمانوں کی یہی عادت تھی (صحیح بخاری کتاب الاضحیہ)

مدینہ طیبہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ عید کی نماز کے بعد عیدگاہ ہی میں قربانی کرتے تھے تاکہ سب مسلمانوں کو اس حکم شرعی کی اطلاع بھی ہوجائے

اور قربانی کے آداب بھی سیکھ لیں اور یہ بھی سب کو معلوم ہو جائے کہ نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذبح و ینحر بالمصلی (بخاری) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ ہی میں قربانی کیا کرتے تھے غالباً اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ قرآن کریم میں جو قربانی کا حکم آیا ہے وہ اسی طرح آیا ہے پہلے نماز عید پھر قربانی کیجائے سورۂ کوثر میں ہے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ یعنی آپ اپنے رب کیلئے نماز ادا کریں اور قربانی کریں ابن کثیرؒ نے مفسرین صحابہ و تابعین حضرت عبداللہ ابن عباس، عطا، مجاہد، عکرمہ اور حسن رضی اللہ عنہم سے لفظ وَانْحَرْ کے معنی قربانی کرنیکے بیان کئے ہیں (ابن کثیر) اور حضرت عکرمہؓ عطاؒ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ فَصَلِّ لربك سے مراد نماز عید ہے اور وَانْحَرْ سے مراد قربانی (تفسیر مظہری) خلاصہ یہ کہ اس قرآنی حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری امت پر نماز عید و قربانی کو لازم و واجب قرار دیا خواہ وہ مکہ میں ہوں یا مدینہ میں یا دنیا کے کسی اور مقام میں اور اشارۂ قرآنی کے ماتحت نماز عید کو مقدم اور قربانی کو اسکے بعد کرنے کا حکم جاری فرمایا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید الاضحیٰ کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو ساتھ لیکر مدینہ طیبہ کے قبرستان بقیع کیطرف تشریف لے گئے وہاں ایک میدان میں اول نماز عید ادا کی پھر سب لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ آج کے دن ہمارا پہلا کام نماز عید ادا کرنا ہے اسکے بعد قربانی کرنا جس نے اسکے مطابق عمل کیا تو ہمارے طریقہ کے موافق کیا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کر دیا اسکی قربانی نہیں ہوئی بلکہ وہ محض ایک کھانے کا گوشت ہو گیا قربانی اور اسکے ثواب سے اسکا کوئی تعلق نہیں ۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے اور اس واقعہ کا بقیع غرقد کے قریب ہونا احکام القرآن جصاص کی روایت میں مذکور ہے ۔ قرآن مجید کی آیات مذکورہ اور روایت حدیث اور صحابہ کرام کے تعامل سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ قربانی کا عبادت ہونا تو عہد آدم علیہ السلام سے ثابت ہے مگر عید الاضحیٰ میں اسکا ضروری اور واجب ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کے طور پر جاری ہوا اور قرآن و سنت کے نصوص میں اسکو اسلامی

واجبات میں ایک اہم واجب قرار دیا جو ہر ملک، ہر خطہ، ہر زمانہ میں ضروری ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ نے ہمیشہ مدینہ طیبہ میں بھی قربانی کا فریضہ ادا کیا۔ اِس زمانہ کے بعض لوگوں نے جو قربانی کو مکہ معظمہ کے ساتھ مخصوص اور وہ بھی کسی عبادت کے طور پر نہیں بلکہ حجاج کی مہمانی کے طور پر سمجھا ہے وہ نہ صرف قرآن و حدیث سے بلکہ تمام شرائع انبیاء اور انکی تاریخ سے بالکل ہی ناواقفیت پر مبنی ہے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر قربانی کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ مکہ میں جمع ہونے والے حجاج کی مہمانی اس سے کیجائے تو پھر اس میں عید الاضحیٰ سے پہلے اور بعد میں کیا فرق پڑتا ہے اور بارہ تاریخ کی شام کے بعد قربانی ممنوع ہو جانے کے کیا معنی ہوتے ہیں کیا تیرہ تاریخ کو حجاج مکہ میں نہیں رہتے اگر مہمانی اسکا مقصد تھا تو قربانی کے جانوروں کے لئے جو شرائط رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر وغیرہ کے لحاظ سے بیان فرمائی ہیں ان شرائط کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ نیز کیا مہمان کو صرف گوشت کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی اگر مہمانی مقصود ہوتی تو قربانی کے ذریعہ گوشت مہیا کرنے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دوسری اشیاء خوردنی جمع کرنے کا فریضہ عائد کیا جاتا۔ خصوصاً جبکہ مدینہ طیبہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ہر سال قربانی کرنا ثابت ہے تو پھر اسکے خلاف کوئی رائے قائم کرنا اور اسکو اسلام میں ٹھونسنا بہت ہی بڑی جرأت رندانہ ہے۔

اقتصادی سوال

جب انسان روحانیت سے غافل ہوکر صرف مادی خواہشات کی بھول بھلیاں میں پڑ جاتا ہے مادہ و صورت ہی اس کا اوڑھنا بچھونا اور علم و ہنر کا مقصد بن جاتا ہے اور اللہ جل شانہ کی قدرت کاملہ اور اسکا عجیب و غریب نظام اسکی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو اسکو ساری ہی عبادات بے جان رسوم محسوس ہونے لگتی ہیں خصوصاً قربانی کا مسئلہ اسکو ایک اقتصادی مشکل بنکر سامنے آتا ہے وہ سمجھنے لگتا ہے کہ قوم کا اتنا روپیہ جو جانوروں کے ذبیحہ پر ہر سال خرچ ہوتا ہے اور تین روز

گوشت کھا لینے کے سوا اسکو کوئی مفاد نظر نہیں آتا اگر اس سے رفاہی اور قومی کام چلائے جائیں تو زیادہ بہتر ہوگا لیکن جس حقیقت شناس کے سامنے قوم کے اخلاق و اعمال کی اصلاح اسکا پیٹ پالنے اور اسکی نفسانی لذتوں کو پورا کرنے سے زیادہ مقدم ہے وہ بجا طور پر یہ بھی سمجھتا ہے کہ انسان کی روٹی اور پیٹ کا مسئلہ بھی امن و سکون کے ساتھ صحیح طور پر اسی وقت حل ہو سکتا ہے جبکہ انسان انسان بن جائے۔ انسان اخلاق سے آراستہ ہوں ورنہ لوٹ مار۔ دھوکہ، فریب، چوری و جیب تراشی کیوجہ سے کوئی شخص اپنی جگہ مامون و مطمئن نہیں رہے گا۔ چور بازاری کی وجہ سے سامان زندگی گراں ہو جائے گا۔ رشوت کی وجہ سے حقدار کو حق نہ ملے گا۔ وہ جس طرح قوم کی تعلیم پر خرچ کرنے کو اسکی دوسری ضروریات سے زیادہ اہمیت دے گا اس سے بھی زیادہ اس خرچ کو اہمیت دیگا جس کے ذریعہ انسان کے اخلاق درست ہوں اور مشاہدہ و تجربہ شاہد ہے کہ اخلاق و اعمال کی روشنی کے لئے خدا تعالےٰ کے خوف اور اسکی رضا جوئی سے بڑھکر کوئی کامیاب نسخہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ وہ جذبہ ہے جو انسان کو اپنی خلوتوں میں بھی جرائم سے باز رکھتا ہے اور قربانی اس جذبہ کو قوی کرنے میں خاص اثر رکھتی ہے اسلئے قوم کی فلاح و بہبود اس میں نہیں کہ قربانی کو بند کر کے روپیہ بچانے اور جمع کرنے کی نفسانی خواہش کو نمو دیجائے بلکہ اسکی حقیقی فلاح اسمیں ہے کہ قوم میں جذبۂ ایثار و قربانی پیدا کرنے کیلئے اس خرچ کو شوق و رغبت کے ساتھ قبول کیا جاوے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قربانی کا مقصد گوشت کھانا یا کھلانا ہرگز نہیں بلکہ ایک حکم شرعی کی تعمیل اور سنت ابراہیمی کی یادگار کو تازہ کرکے جذبۂ ایثار و قربانی کی تحصیل ہے۔

قرآن کریم نے خود اس حقیقت کو اس طرح واضح فرما دیا ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ یعنی اللہ کے پاس ان قربانیوں کے گوشت یا خون نہیں پہونچتے ہاں تمھارا تقویٰ یعنی جذبۂ اطاعت پہونچتا ہے۔ مطلب یہ کہ قربانی کا گوشت و پوست کوئی مقصد نہیں یہی وجہ ہے کہ پچھلی امتوں کیلئے

تو یہ گوشت حلال بھی نہ تھا اس امت پر خصوصی طور سے حلال کردیا گیا ہے بلکہ اصل مقصدِ قربانی جذبۂ اطاعت پیدا کرنا ہے۔

قربانی پر دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ تین تاریخوں میں بیک وقت لاکھوں جانور ہلاک ہوجاتے ہیں اسکا مضر اثر قومی اقتصادیات پر یہ پڑنا ناگزیر ہے کہ جانور کم ہوجائیں گے اور سال بھر لوگوں کو گوشت ملنے میں مشکلات پیدا ہوجائینگی لیکن یہ خیالات صرف اسوقت انسان کے ذہن پر مسلط ہوتے ہیں جب وہ خالقِ کائنات کی قدرت کاملہ اور اسکے نظام محکم کے مشاہدے سے بالکل غافل ہوجائے نظام قدرت پورے عالم میں ہمیشہ سے یہ ہے کہ جب دنیا میں کسی چیز کی ضرورت بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس چیز کی پیداوار کو بڑھا دیتے ہیں اور جب ضرورت گھٹ جاتی ہے تو پیداوار بھی گھٹ جاتی ہے کوئی شخص کنوئیں کے پانی پر رحم کھاکر اس لئے نکالنا چھوڑ دے کہ کہیں ختم نہ ہوجائے تو اسکے سوتے بند ہوجائیں گے اور کنواں پانی نہ دے گا اور جتنا زیادہ نکالتا چلا جائیگا اتنا ہی کنوئیں سے پانی زیادہ ملے گا۔ اعداد و شمار کا حساب لگاکر دیکھیں تو پچھلے زمانہ میں جتنی قربانی کیجاتی تھی اتنی آج نہیں ہے جس طرح تمام احکام دین نماز روزہ میں سستی آگئی قربانی کے مسئلے میں اس سے زیادہ سستی برتی جاتی ہے اسلام کے قرون اولےٰ میں قربانی کا عالم یہ تھا کہ ایک ایک آدمی سوسو اونٹ کی قربانی کرتا تھا خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سواونٹ کی قربانی کی اور تریسٹھ کی قربانی کا فریضہ خود اپنے دست مبارک سے انجام دیا، قربانی کی اس فراوانی اور زیادتی کے زمانہ میں کسی جگہ یہ شکایت نہیں سنی گئی کہ جانور نہیں ملتے یا گراں ملتے ہیں۔

اس زمانہ میں جبکہ نماز روزہ اور دوسری عبادات کی طرح قربانی میں بھی سخت غفلت برتی جارہی ہے لاکھوں انسان جن کے ذمہ شرعاً قربانی لازم ہے قربانی نہیں کرتے تو اسوقت جانوروں کی کمی کو قربانی کا نتیجہ کہنا واقعات کے سراسر خلاف ہوگا اس زمانہ میں بھی بہت سے ملک ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی برائے نام ہے

نہ وہاں قربانی ہوتی ہے اور نہ قربانی کیوجہ سے کوئی جانور کم ہوتا ہے مگر جانور اور گوشت کی گرانی وہاں ہمارے ملکوں سے زیادہ نظر آتی ہے اور کسی کا ایسا ہی دل چاہے تو ایک سال کسی شہر یا کسی ملک میں قربانی بند کر کے دیکھ لے کہ قوم کی اقتصادیات پر اسکا کیا خوشگوار اثر ہوتا ہے اور جانور اور گوشت کی یا دودھ اور گھی کی کتنی ارزانی ہو جاتی ہے کوئی مسلم ملک تو انشاء اللہ اسکے تجربہ کرنے کے لئے کبھی تیار نہ ہوگا ہمارا پڑوسی ملک موجود ہے جہاں صرف گائے کی حد تک نہ صرف سالانہ قربانی بلکہ روزانہ گوشت خوری کبھی بند ہے لیکن کیا کسی نے دیکھا کہ وہاں گلی گلی گائے پھرتی ہے یا دودھ کی ندیاں بہتی ہیں یا گھی ارزاں ہو گیا ہے مشترکہ ہندوستان میں جبکہ دس کروڑ مسلمان اور انگریزی فوج روزانہ لاکھوں گائے ذبح کیا کرتے تھے اور سالانہ قربانی کبھی ہوتی تھی اور دودھ کا جو نرخ بھارت میں اُسوقت تھا آج شاید اس سے کچھ گراں تو ہو مگر ارزانی کا کہیں نام نہیں۔

اور قدرت کے دستور کے مطابق ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر وہاں گائے کا خرچ اسی طرح کم ہوتا چلا گیا تو کچھ عرصہ میں وہاں گائے کی پیداوار نہ ہونے کے قریب ہو جائیگی اور کیا یہ مثال سارے جہان کے سامنے نہیں کہ اب سے سو سال پہلے سارے سفر گھوڑوں پر طے کئے جاتے تھے اور ساری دنیا کی جنگیں صرف گھوڑوں کے ذریعہ سر کی جاتی تھیں فوج کے لئے لاتعداد گھوڑے پالے جاتے تھے۔ عصر حاضر میں جب گھوڑوں کی جگہ موٹروں اور ہوائی جہازوں نے لے لی تو کیا دنیا میں گھوڑے زیادہ اور سستے ہو گئے یا انکی تعداد گھٹ گئی اور قیمت بڑھ گئی؟ یہ قدرت کا کارخانہ اور اسکا نظام انسانی فہم و ادراک اور انسانی تجویزوں سے بہت بلند ہے۔

کاش قربانی کی حقیقت سے ناآشنا مسلمان سوچیں اور غور کریں اور قربانی کو ایک رسم یا عید کی تفریح کی حیثیت سے نہیں بلکہ اسکی حقیقت کو سامنے رکھکر سنت ابراہیمی کے اتباع کے طور پر ادا کریں تو ایمان و عمل میں قوت اور اخلاص کی

برکات کا مشاہدہ ہونے لگے ۔ ہر عبادت میں ثواب کے علاوہ کچھ مخصوص آثار بھی ودیعت رکھے گئے ہیں جیسے نماز میں تواضع و انکساری ، زکوٰۃ میں حُبِّ مال سے قلب کی صفائی روزہ اور حج میں اللہ جل شانہٗ کی محبت میں ترقی حاصل ہوتی ہے اسی طرح قربانی میں ایمان و اخلاص میں قوت، اعمال شاقہ کے لئے عزم و ہمت پیدا ہوتی ہے۔ واللہ المستعان ۔

(احکام عید الاضحیٰ وقربانی)

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے عشرۂ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات میں عبادت کرنا شب قدر کی عبادت کے برابر ہے (ترمذی، ابن ماجہ) قرآن مجید سورۂ والفجر میں اللہ تعالےٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے وہ دس راتیں جمہور کے قول میں یہی ہیں خصوصاً نویں تاریخ یعنی عرفہ کا دن اور عرفہ اور عید کی درمیانی رات ان تمام ایام میں بھی خاص فضیلت رکھتے ہیں ۔ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہے اور عید کی رات میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے ۔

تکبیر تشریق

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عرفہ یعنی نویں تاریخ کی صبح سے تیرھویں تاریخ کی عصر تک ہر نماز فرض کے بعد بآواز بلند ایک مرتبہ تکبیر پڑھنا واجب ہے فتویٰ اسپر ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والے اور تنہا پڑھنے والے اس میں برابر ہیں اسی طرح مرد و عورت دونوں پر واجب ہے البتہ عورت بآواز بلند تکبیر نہ کہے آہستہ کہے (شامی)

تنبیہ : اس تکبیر کا متوسط بلند آواز سے کہنا ضروری ہے بہت سے لوگ اسمیں

غفلت کرتے ہیں پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں اسکی اصلاح ضروری ہے

نماز عید عیدالاضحیٰ کے روز یہ چیزیں مسنون ہیں۔ صبح کو سویرے اٹھنا غسل و مسواک کرنا۔ پاک صاف عمدہ کپڑے جو اپنے پاس ہوں پہننا۔ خوشبو لگانا۔ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا۔ عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیر مذکورۃ الصدر بآواز بلند پڑھنا۔

نماز عید دو رکعت ہیں مثل دوسری نمازوں کے فرق صرف اتنا ہے کہ اسمیں ہر رکعت کے اندر تین تین تکبیریں زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنے کے بعد قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے، ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہیئے۔ پہلی رکعت میں دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جاویں، چوتھی کے بعد رکوع میں چلے جاویں، نماز عید کے بعد خطبہ سننا واجب ہے۔

قربانی قربانی ایک اہم عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اسکو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے اسی طرح آج تک بھی دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کیجاتی ہے بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں سورہ اِنَّا اَعْطَیْنَاکَ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی قربانی بھی اسی کے نام پر ہونا چاہیئے فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ کا یہی مفہوم ہے۔ دوسری ایک اور آیت میں اسی مفہوم کو دوسرے عنوان سے اس طرح بیان فرمایا ہے اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (بالیقین میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا

ہر سال برابر قربانی کرتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ کے لئے مخصوص نہیں ہر شخص پر ہر شہر میں بعد تحقیق شرائط واجب ہے (ترمذی) اور مسلمانوں کو اسکی تاکید فرماتے تھے اسی لئے جمہور اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے (شامی)

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے قربانی ہر مسلمان عاقل بالغ مقیم پر واجب ہوتی ہے جسکی ملک میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسکی قیمت کا مال اسکے حاجات اصلیہ سے زائد موجود ہو یہ مال خواہ سونا یا چاندی یا اسکے زیورات ہوں یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان وغیرہ (شامی) قربانی کے معاملے میں اس مال پر سال بھر گذرنا بھی شرط نہیں۔ بچہ اور مجنون کی ملک میں اگر اتنا مال ہو تو بھی اسپر یا اسکی طرف سے اسکے ولی پر قربانی واجب نہیں، اسی طرح جو شخص شرعی قاعدہ کے موافق مسافر ہو اس پر بھی قربانی لازم نہیں (شامی)

مسئلہ: جس شخص پر قربانی واجب نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اسکی قربانی واجب ہوگئی۔ (شامی)

قربانی کے دن قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے دنوں میں قربانی کوئی عبادت نہیں، قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں۔ گیارھویں۔ بارھویں تاریخیں ہیں ان میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے۔

قربانی کے بدلے میں صدقہ خیرات اگر قربانی کے دن گذر گئے ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے قربانی نہیں کر سکا تو قربانی کی قیمت فقراء اور مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا ہمیشہ گناہ گار رہے گا کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز

ادا نہیں ہوتی زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا ایسے ہی صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعامل اور پھر تعامل صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اس پر شاہد ہیں۔

قربانی کا وقت جن بستیوں یا شہروں میں نماز عیدین و جمعہ جائز ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کر دی تو اسکو دوبارہ قربانی لازم ہے البتہ چھوٹے گاؤں میں جہاں جمعہ و عیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی اگر کسی عذر کیوجہ سے نماز عید پہلے دن نہ ہو سکے تو نماز عید کا وقت گذر جانے کے بعد قربانی درست ہے۔

مسئلہ : قربانی رات کو بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں۔ (شامی)

قربانی کے جانور بکرا، دنبہ، بھیڑ کی ایک ہی شخص کیطرف سے قربانی کیجا سکتی ہے۔ گائے بیل، بھینس، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو

مسئلہ : بکرا بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے۔ بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا فربہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے۔ گائے بیل بھینس دو سال کی اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے ان عمروں سے کم کے جانور قربانی کے لئے کافی نہیں۔

مسئلہ : اگر جانوروں کا فروخت کرنے والا عمر پوری بتاتا ہے اور ظاہری حالت اسکے بیان کی تکذیب نہیں کرتی تو اس پر اعتماد جائز ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ سے ٹوٹ گیا ہو اسکی قربانی درست ہے ہاں سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو جسکا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اسکی قربانی درست نہیں (شامی)

مسئلہ : خصی (بدھیا) بکرے کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ (شامی)

مسئلہ: اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں۔ اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ اپنے پیروں نہ جا سکے اسکی قربانی بھی درست نہیں

مسئلہ: جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دُم وغیرہ کٹی ہوئی ہو اسکی قربانی جائز نہیں (شامی)

مسئلہ: جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اسکی قربانی جائز نہیں (شامی، درمختار) اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہوں اسکی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا پھر اسمیں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہوگیا تو اگر خریدنے والا غنی[1] صاحب نصاب نہیں ہے تو اسکے لئے اس عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر یہ شخص غنی صاحب نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے (درمختار، شامی)

قربانی کا مسنون طریقہ اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو دوسرے سے ذبح کرا سکتا ہے مگر ذبح کے وقت وہاں خود بھی حاضر رہنا افضل ہے

مسئلہ: قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں البتہ ذبح کرنے کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔ سنت ہے کہ جب جانور کو ذبح کرنے کے لئے روبقبلہ لٹائے تو یہ دعا پڑھے:—

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ[2] كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ۔

---

[1] یعنی مالدار۔ [2] اگر دوسرے کیطرف سے قربانی کرنی ہو تو مِنِّیْ کیجگہ مِنْ فلاں ابن فلاں کہے یعنی اسکا نام لے

(ترجمہ: میں نے اپنے چہرے کو پھیرا اس ذات کیطرف جو آسمان وزمین کا خالق ہے اس حال میں کہ دین حق کیطرف مائل ہونیوالا ہوں اور میں شرک کرنیوالوں میں سے نہیں ہوں۔ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت صرف اللہ رب العالمین کیلئے ہے اسکا کوئی شریک نہیں ہے اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے حال یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ اے اللہ! آپ کی دی ہوئی قربانی ہے آپ ہی کے نام پہ ذبح کر رہا ہوں۔

اے اللہ اسکو میری جانب سے قبول فرمایئے جیساکہ آپ نے قبول فرمایا ہے اپنے حبیب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کیطرف سے اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کیطرف سے)

آداب قربانی

مسئلہ: افضل یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو ذبح سے چند روز پہلے لیکر باندھ لے اور اسکے کھلانے پلانے کا اہتمام کرے کیونکہ قربانی کی تعظیم کا حکم ہے وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ یعنی جو شخص شعائر اللہ یعنی قربانی کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقوے کی علامت ہے

مسئلہ: جو جانور قربانی کے لئے مقرر کر لیا گیا اس کا دودھ دوہنا یا بال کاٹنا جائز نہیں اگر دودھ بوجہ ضرورت کے نکالے تو اسکا صدقہ کرنا ضروری ہے اسی طرح اگر اسکے بال کاٹے[ہ] تو اسکا بھی صدقہ کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ قربانی کرنیوالا رو بقبلہ کھڑا ہو

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ ذبح سے پہلے چھری کو خوب تیز کر لے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو ذبح کے بعد جب تک جانور بالکل ٹھنڈا نہ ہو جائے اس وقت تک اسکی کھال اتارنے یا ٹکڑے کرنے کا کام شروع نہ کرے اور ایک جانور دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے (یہ سب مسائل بدائع سے لئے گئے ہیں۔)

متفرق مسائل جو جانور قربانی کے لئے مقرر کر لیا گیا ہے اگر قربانی سے پہلے

ہ مثلاً مینڈھے دغیرہ کی اون اگر بدن سے اتارے تو صدقہ کرنا ضروری ہے۔

اسکے بچہ پیدا ہو جائے یا قربانی کے وقت اسکے پیٹ سے زندہ بچہ نکل آئے تو اسکو ذبح کر دینا چاہیئے ۔ (بدائع)

اپنی قربانی کا گوشت آدمی خود کھا سکتا ہے خواہ واجب ہو یا نفل یا نذر مانی ہوئی قربانی ہو لیکن جو قربانی حج میں کسی جنایت (غلطی) کے کفارہ کے طور پر کیجاتی ہے اسمیں سے خود کھانا یا اپنے اہل وعیال کو کھلانا جائز نہیں وہ صرف فقراء کا حق ہے ہاں تمتع یا قران کرنے کی وجہ سے جو قربانی حاجی پر لازم ہو جاتی ہے حنفیہ کے نزدیک اسکا گوشت بھی خود کھا اور کھلا سکتا ہے ۔ (بدائع)

جس شخص پر قربانی واجب تھی اگر اس نے قربانی کے لئے جانور خرید لیا پھر وہ جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا یا مر گیا تو واجب ہے کہ اسکی جگہ دوسری قربانی کرے اور اگر دوسری قربانی کرنے کے بعد پہلا جانور مل گیا تو بہتر ہے اسکی بھی قربانی کر دے لیکن اسکی قربانی اس پر واجب نہیں ۔ اور اگر یہ شخص غریب ہے اسکے ذمہ پہلے سے قربانی واجب نہ تھی نفلی طور پر قربانی کیلئے جانور خرلیا تو اب اس جانور کی قربانی اس پر واجب ہو گئی لیکن اگر اسکا یہ جانور مر جائے یا گم ہو جائے تو یہ واجب ساقط ہو گیا اس کے ذمہ دوسری قربانی واجب نہیں اور اگر گم ہو جانے کے بعد اس نے دوسرا جانور خرلیا پھر پہلا بھی قربانی کے دنوں میں مل جائے تو تو اسپر واجب ہے کہ دونوں جانوروں کی قربانی کرے، اور ایام قربانی کے بعد ملے تو اس جانور یا اسکی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے ۔ کیونکہ غریب آدمی کوئی جانور قربانی کی نیت سے خریدتا ہے تو نذر کے حکم میں ہو جاتا ہے جسکا پورا کرنا واجب ہے ۔ (یہ سب تفصیل بدائع وغیرہ میں مذکور ہیں) ۔

قربانی کا گوشت

(۱) جس جانور میں کئی حصے دار ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جاوے اندازے سے تقسیم نہ کریں

(۲) افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے تقسیم کر کے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے سلئے رکھے ایک حصہ احباب اعزہ میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقراء اور

مساکین میں تقسیم کرے اور جس شخص کے عیال زیادہ ہوں وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے (۳) قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے (۴) ذبح کرنے والے کی اجرت میں کھال یا گوشت دینا جائز نہیں اجرت علیحدہ دینی چاہیئے۔

قربانی کی کھال (۱) قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا مثلاً مصلی بنا لیا جائے یا چمڑے کی کوئی چیز ڈول وغیرہ بنوا لیا جائے یہ جائز ہے لیکن اگر اسکو فروخت کیا تو اسکی قیمت اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں بلکہ صدقہ کرنا اسکا واجب ہے۔ اور قربانی کی کھال کو فروخت کرنا بدون نیت صدقہ کے جائز بھی نہیں۔ (عالمگیری۔ ۲) قربانی کی کھال کسیکی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں اسی لئے مسجد کے موذن امام وغیرہ کے حق الخدمت کے طور پر ان کو کھال دینا درست نہیں (۳) مدارس اسلامیہ کے غریب نادار طلبا ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں کہ اسمیں صدقہ کا ثواب بھی ہے، احیاء علم دین کی خدمت بھی، مگر مدرسین و ملازمین کی تنخواہ اس سے دینا جائز نہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ کراچی

قربانی کے متعلق
ایک ضروری اطلاع

ہمارے مدرسہ "وصیۃ العلوم" الہ آباد میں عرصہ سے قربانی کا نظم ہے یعنی اہل شہر اور بعض واقفین بیرون شہر سے "بڑی قربانی" کے ایک حصہ کی مجوزہ قیمت لے لیجاتی ہے اور جن حضرات کے نام وہ قربانی کرانا چاہتے ہیں ان کے نام قربانی کر کے گوشت طلبہ اور شہر کے غرباء کو تقسیم کر دیا جاتا ہے، اور جو دام تھوڑے بہت بچ رہتے ہیں اسکو انکی اجازت سے مدرسہ میں داخل کر دیا جاتا ہے ــــ باہر کے بعض حضرات نے اس سلسلہ کے عدم علم کی شکایت کی کہ معلوم ہوتا تو ہم بھی حصہ لیتے۔

لہٰذا اطلاعاً عرض ہے کہ امسال ایک حصہ کی قیمت نوے (۹۰) روپیہ رکھی گئی ہے اور پورا جانور ۶۳۰ روپیہ میں ہو سکے گا اور اگر کچھ روپیہ حصہ یا کامل ذبیحہ سے بچ جائیں گے تو وہ مدرسہ میں داخل کر دیا جائیگا۔

جو صاحب حصہ لینا چاہیں وہ رقم۔ یوم قربانی۔ نام اور ولدیت سے مطلع کریں تاکہ کسی قسم کی الجھن نہو ــــ عقیقہ کا بھی حصہ قربانی میں ایک یا دو جیسا چاہیں لے سکتے ہیں

(نوٹ ضروری) :- نام اور دام وغیرہ ۵ر ذی الحجہ تک ہمکو مل جانا چاہیئے اگر تاخیر ہوگی تو بہت ممکن ہے کہ ہم قربانی کرنے سے مجبور ہو جائیں جسکے ذمہ دار ہم نہ ہونگے اسلئے کہ شرکار کا ملنا، جانور کی خریداری اور پرمٹ ذبیحہ وغیرہ کا عین وقت پر ملنا مشکل ہو جاتا ہے۔

(ادارہ)

چنانچہ ابتلا ہی کے لئے اللہ تعالے نے شیطان اور نفس کو پیدا فرمایا مگر یہ ابتلا اسوقت تک تام نہیں ہوتا جب تک کہ اچھی طرح دشمنی نہ کیجائے اس لئے شیاطین الانس کو بھی پیدا فرمایا اور وہ یہی کفار فجار اور فساق ہیں جو دین کو ناپسند کرتے ہیں اور در اصل یہ شیطان ہی کے اولیاء اور شیطان ہی کے مقرب ہیں اسکی باتوں کو سنتے اور کان لگاتے ہیں اور ہر نبی کے لئے اسکا ہونا ضروری ہو اس لئے کہ نبی ہدایت کے لئے مبعوث ہوتا ہے تو جب اسکے بالمقابل کوئی ضلالت کا پھیلانے والا نہ ہو یہ ابتلاء کیونکر کامل ہو سکتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ پر ہیں اور اس کام کو کر رہے ہیں انکے دشمن بھی شیاطین الانس اور شیاطین الجن ہوں اس واسطے ہم ان لوگوں سے کہتے ہیں کہ تم جو ہم سے عداوت کرتے ہو تو یہ انبیا علیہم السلام کی سنت ہے اور اسمیں ہمارا فائدہ ہے لہذا اب تم بھی کوشش کرو اور ہم بھی کوشش کریں گے ۔ اور جس طرح شیاطین الانس اپنی کوشش کر کے تھک گئے مگر انبیاء برابر آتے رہے اسلام کا چرچا ہوتا رہا لوگ اسکو قبول کرتے رہے اسی طرح ہوتا رہے گا چنانچہ اب بھی اسلام باقی ہے تو اس عداوت سے کچھ بھی نقصان نہیں بلکہ نفع ہی ہوا اسلئے کہ عداوت کیوجہ سے حضرات انبیاء اور ان کے نائبین پورے طور سے ان دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیطرف ظاہرو باطن میں رجوع ہو جاتے ہیں اور اپنی دعوت و تبلیغ میں خوب اچھی طرح مستعد ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے دعائیں مانگتے ہیں کہ ان لوگوں کی عداوت اور ضرر سے بچائے ۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بڑی قدرت ہے ۔ پس جس طرح ادھر شیاطین ہیں تو ادھر فرشتے ہیں ہر طرح کی نصرت اور تائید ان کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ دشمن کچھ بھی نقصان نہیں پہونچا سکتے اور جب حضرات اللہ تعالےٰ پر کامل توکل رکھتے ہیں تو ان کو خاطر میں کب لاتے ہیں کہ یہ کس کھیت کے بتھوے ہیں ۔

آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا ہوگا کہ یہ میں کیوں کہہ رہا ہوں بات یہ ہے کہ خود بھگتا ہوں اسلئے کہہ رہا ہوں۔ جہاں بھی رہتا ہوں کسی سے کچھ تعرض نہیں کرتا اور پھر سنتا ہوں کہ کوئی یہاں کچھ کہہ رہا ہے کوئی وہاں کچھ کہہ رہا ہے اسی وجہ سے کہیں جاتا نہیں ہوں مگر معلوم نہیں کیسے یہاں آگیا ہوں۔

عام طور پر لوگوں کے حالات سے جہاں تک تجربہ ہوا ہے یہی کہ نہ تو انکے پاس قرآن ہے نہ حدیث نہ کچھ عقل ہے نہ فہم، نہ سمجھ ہے نہ دین، نہ سنت جانتے ہیں نہ فرض مگر علماء کرام کی نسبت بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسرے سلسلہ کے لوگ ہیں یعنی شیاطین الانس جو شاگرد ہیں شیاطین الجن کے۔

یہ کہہ رہا ہوں کہ جب قرآن شریف میں شیاطین الانس کا بھی ذکر ہے تو اسکا وجود ماننا ہوگا۔ شیطان الجن کی تفسیر تو آپ جانتے ہوں گے كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (وہ جنوں میں سے تھا پس اپنے رب کے حکم سے عدول کیا) اسی طرح شیطان الانس کو بھی معلوم کرنا ہوگا کہ کسے کہتے ہیں اسکے متعلق میں عرض کر چکا ہوں کہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں کہ:۔

شیطان الانس وہ لوگ ہیں جو شیطان الجن کے اغوار کو بیداری اور خواب میں قبول کرتے ہیں۔ جس طرح سے شیطان الانس انبیاء علیہم السلام کے دشمن تھے اور انکی طرح طرح سے شکایت کرنے اور ضرر پہونچانے میں رات دن انکی سعی صرف ہوتی تھی اسی طرح اب انکے نائبین کے ساتھ انکا برتاؤ ہوتا ہے کیونکہ دونوں سلسلے اسوقت سے ابتک برابر چلے آرہے ہیں اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم لوگ جو کر رہے ہیں یہ شیاطین الانس جو شیاطین الجن کے شاگرد ہیں انکا کام ہے اور یہ حقیقت انکی سمجھ میں آجاوے کہ ہم لوگوں کا شمار اس سلسلہ میں ہے تو اپنی حرکات سے باز آجائیں مگر ان لوگوں کے حال سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ ایک بہت بڑا کام کر رہے ہیں کہ جتنے بڑے بڑے

درجہ کے لوگ ہیں سب کو سمجھ لیتے ہیں کہ بڑے سے بڑا ولی بھی کچھ نہیں ہے۔ تو میں ان سے کہتا ہوں کہ آپ اپنے کو بھی سمجھتے ہیں کہ آپ کون ہیں؟ اگر آپ نے بڑے بڑے لوگوں پر اعتراض کردیا اور سب کو فیل کردیا تو اس سے کیا ہوا؟ اور اگر آپ نے اکابر اولیاء اور علماء کا عیب نکال دیا تو کیا آپ کامل ہو گئے۔ ہاں اگر آپ اپنا عیب نکالیں گے تو البتہ کامل ہو سکتے ہیں۔ دوسرے کا عیب نکالنے سے کوئی کامل نہیں ہو سکتا بلکہ آدمی اپنی اصلاح کرنے سے کامل ہوتا ہے دوسروں کی عیب جوئی سے نہیں۔ البتہ دوسروں کی اصلاح وہ شخص کر سکتا ہے جو خود صالح ہو چکا ہو کمال تک پہونچ چکا ہو۔ ایسا شخص جب دوسروں کی اصلاح کرے گا اور ان کے متعلق کچھ کہے گا تو اس سے ان لوگوں کا نفع ہوگا اور اسکی وجہ سے اس شخص کے درجات میں بھی ترقی ہوتی رہے گی۔ اور عند اللہ قرب وقبول حاصل کریگا مگر آپ کو تو اس مرتبہ پر ہم دیکھتے نہیں بلکہ ہم تو بجائے اسکے اب کے لوگوں کا یہ حال دیکھ رہے ہیں کہ فساد میں خود بھی مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی مبتلا کر دیتے ہیں خود یہ لوگ فتنہ کرتے ہیں اور دوسروں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی گھر بھی فتنہ سے خالی نہیں بلکہ کوئی آدمی فتنہ سے خالی نہیں ان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر طبیعت گھبراتی ہے۔ اگر ان لوگوں سے یہ کہدوں کہ تم اپنے گھر رہو ہم اپنے گھر تو اس پر بھی راضی نہیں ہوتے اور کہتا ہوں کہ آتے ہو تو اپنی اصلاح کرو تو یہ بھی نہیں کرتے۔

جن فتنوں میں لوگ مبتلا ہیں انھیں میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ علماء دین کو یا اکابر ملت کو جنھوں نے دین کی بہت سی خدمات کیں اور دین کی گاڑی چلائی انکی غیبت شکایت کیجاتی ہے حالانکہ آپ کے ذمہ ہے کہ انکا ہاتھ بٹائیے انکی نصرت کیجئے نہ یہ کہ بجائے اسکے انکی غیبت شکایت کیجئے۔ دین کو نقصان جو پہونچا وہ اسی وجہ سے کہ کوئی آدمی اگر کام کو اٹھاتا ہے اور کچھ دین کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو یہی لوگ اسکے ساتھ وہ کام کرتے ہیں جو شیطان کا ہے یعنی لوگوں کو بہکاتے ہیں۔

حضرت سعیدؓ نے فرمایا بھلا میں اسکی زمین میں سے کچھ دبالیتا اسکے بعد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں، مروان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تم نے کیا سنا تھا؟ انھوں نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی ظلم سے حاصل کی تو ساتوں زمین کا طوق بنا کر اسکے گلے میں ڈالدیا جائے گا۔ پس مروان نے ان سے کہا کہ یہ معلوم ہو جانے کے بعد اب تم سے گواہ طلب نہ کروں گا۔ حضرت سعیدؓ نے (جھوٹی مدعیہ کو بددعا دی اور) کہا کہ یا اللہ اگر یہ جھوٹی تھی تو اسکی آنکھوں کو اندھا کردے اور اسکی زمین میں اسکو قتل کر چنانچہ وہ نہ مری جب تک کہ اندھی نہ ہوگئی اور ایکدن اپنی زمین میں چل رہی تھی کہ گڈھے میں گر گئی اور دم نکل گیا۔

(۱۱۶۱) قطب العالم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ کے پاس ایک عورت اپنے بچہ کو لائی اور اللہ والا بنانے کو شیخ کی خدمت میں اسکو چھوڑ کر چلی گئی پس حضرت شیخ نے اسکو قبول فرمایا اور مجاہدہ کا مامور کر دیا پس ایک دن اسکی ماں اسکے پاس آئی تو اسکو بہت ہی لاغر پایا کہ جب بھوکا مرنے کے قریب پہونچ جاتا ہے تب جَو کی ٹکیہ کھاتا ہے پس حضرت شیخ کے پاس آئی تو دیکھا کہ ان کے ساتھ برتن رکھا ہے جسمیں مرغ کی ہڈیاں ہیں اور شیخ مرغ کھا چکے ہیں پس کہنے لگی کہ یا حضرت آپ تو مرغ کا گوشت کھائیں اور میرا بچہ جَو کی روٹی کھاوے۔ پس آپ نے ان ہڈیوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کھڑی ہو جا اس ذات کے حکم سے جو ہڈیوں کا جلانے والا ہے پس مرغی زندہ ہو کر کامل وتمام اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔ شیخ نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس مرتبہ کو پہونچ جائے تب مرغ کھائے یا اسکا جو جی چاہے کھائے۔

(۱۱۶۲) اپنے زمانہ کے امام الشافعیہ حضرت ابو سعید عبد اللہ بن ابی عصرونؒ نے حکایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں علم کی طلب میں بغداد گیا تو ابن السقا

موافقت ہوگئی اور مدرسہ نظامیہ میں بزمانۂ طالب علمی ان سے دوستی ہوگئی کہ ہم دونوں
صلحاء کی زیارت کرنے کو بھی جایا کرتے تھے اور بغداد میں ایک بزرگ تھے جنکو
غوث کہا جاتا تھا جب چاہتے وہ ظاہر ہو جاتے اور جب چاہتے چھپ جاتے تھے
پس میں نے اور ابن السقّا نے اور شیخ عبدالقادر قدس سرہ نے جو اسوقت نوجوان تھے
انکی زیارت کا قصد کیا پس ابن السقّا نے تو یوں کہا کہ میں تو اس غرض سے جا رہا ہوں
کہ ایسا سوال کرونگا جس کا ان سے جواب نہ بن پڑے۔ اور میں نے کہا ایک سوال
میں بھی کرونگا دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں اور شیخ عبدالقادرؒ نے کہا اللہ کی
پناہ جو میں ان سے کوئی سوال کروں میں تو انکی حضور میں انکی زیارت کا منتظر
کھڑا رہونگا۔ الغرض ہم ان کے پاس گئے تو ایک گھڑی کے بعد انکی زیارت
ہوئی پس شیخ نے ابن سقا کو غصہ کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا وائے تجھپر اے
ابن سقا تو مجھ سے ایسا سوال کرے گا جس کا مجھ سے جواب نہ بن پڑے۔ سن
تیرا یہ سوال ہے اور اسکا یہ جواب ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آتش کفر تیرے اندر
بھڑک رہی ہے۔ اسکے بعد میری طرف نظر کی اور فرمایا اے بندۂ خدا تو بھی
مجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہے تاکہ دیکھے میں کیا جواب دیتا ہوں لے تیرا سوال
یہ ہے اور اسکا جواب یہ ہے اور دنیا تجھ پر اتنی حادی ہوگی کہ تیرے کان کی لو
تک پہونچ جائیگی تیری بے ادبی کے سبب۔ اور اسکے بعد شیخ عبدالقادر کیطرف
نظر کی اور انکو اپنے قریب لے لیا اور انکا اکرام کیا اور فرمایا کہ اے عبدالقادر
تو نے اپنے حسن ادب کی وجہ سے اللہ اور اسکے رسول کو راضی کیا گویا میں
دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد میں ممبر پر چڑھا ہوا بھرپور مجمع میں وعظ کہہ رہا اور یوں کہتا
ہے کہ میرا قدم جملہ اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ اور گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے
زمانہ میں تمام اولیاء نے تیرے اجلال کیوجہ سے اپنی گردنوں کو جھکا لیا ہے
اسکے بعد وہ غائب ہوگئے اور پھر ہمکو نظر نہ آئے سو شیخ عبدالقادرؒ پر توان کے
کہنے کے موافق آثار قرب خداوندی ظاہر ہوئے اور خاص و عام نے آپ کی

ولایت پر اتفاق کیا ۔ اور آپ نے فرمایا کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اولیاء وقت نے آپ کے لئے اسکا اعتراف کیا اور ابن السقا کا قصہ یہ ہوا کہ وہ علوم شرعیہ میں مشغول رہے یہاں تک کہ کمال حاصل کیا اور بہتیرے اہل زمانہ پر فوقیت لے گئے اور جملہ علوم میں فن مناظرہ کے اندر مشہور ہوئے اور زبان کے فصیح اور شکل و شباہت کے حسین تھے لہٰذا خلیفۂ وقت نے اپنا مقرب بنایا اور قاصد بنا کر شاہ روم کیطرف روانہ کیا شاہ روم نے انکو صاحب فنون اور فصیح پایا تو بہت متعجب ہوا اور مذہب نصرانیت کے علماء و فقہاء کو مناظرہ کے لئے بلایا پس ابن السقا نے مناظرہ میں انکو لاجواب کردیا اور وہ ہار گئے ۔ پس بادشاہ کے نزدیک ابن السقا کی عظمت بڑھ گئی اور یہی زیادہ فتنہ کا سبب ہوا ۔ پس شاہزادی پر اتفاق سے ابن السقا کی نظر پڑ گئی اور اسپر عاشق ہوگیا اور بادشاہ سے درخواست کی کہ اس سے میرا نکاح کردو ۔ شاہ روم نے کہا ہاں بشرطیکہ نصرانی بن جاؤ چنانچہ ابن السقا نصرانی ہوگیا اور شاہ روم نے اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کردیا اسکے بعد یہ بیمار ہوا اور لوگوں نے اسکو بازار میں لا ڈالا کہ گذر اوقات کے لئے بھیک مانگا کرتا اور کوئی جواب بھی نہ دیتا اور غایت پریشانی اور روسیاہی اسکو پیش آئی یہاں تک اسکے واقفین میں سے ایک شخص کا اسپر گذر ہوا اور اس نے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے ابن السقا نے کہا کہ ایک فتنہ ہے جو مجھ پر نازل ہوا اسکی وجہ وہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو (کہ مذہب حق سے مرتد ہوا) اس نے پوچھا کہ کچھ قرآن بھی یاد ہے کہا کچھ نہیں بجز اس آیت کے رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ کہ جو کافر بن گئے وہ بہتیری تمنا کریں گے کہ کاش مسلمان ہوتے وہ شخص کہتا تھا کہ پھر ایک دن میں اسطرف گیا تو ابن السقا کو دیکھا (اتنا سیاہ پڑ گیا) گویا جل گیا ہے اور نزع میں مبتلا تھا پس میں نے اسکو قبلہ کی طرف کروٹ دی مگر وہ مشرق کی طرف پھر گیا پھر میں نے قبلہ کیطرف اسکا منہ کیا مگر وہ پھر مشرق کیطرف

ہوگیا یہاں تک کہ مشرق ہی کی طرف منہ کئے ہوئے اسکی روح نکل گئی اور وہ غوث کا قول یاد کیا کرتا اور جانتا تھا کہ اس سبب سے وہ مبتلائے مصیبت ہوا ابن عصرون کہتے ہیں اور میرا قصہ یہ ہوا کہ (طالبعلمی سے فارغ ہوکر) میں دمشق آیا تو سلطان صالح نورالدین شہید نے مجھکو بلاکر ولایۃ اوقاف پر مجھکو مجبور کیا چنانچہ متولی اوقاف بنا اور دنیا مجھ پر بہت ہی برسی پس غوث کا قول ہم سب کے متعلق سچا ہوا۔

(۱۱۶۳) حکایت ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے پاس اہل بغداد میں سے ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ اسکی بیٹی کو جو کنواری تھی مکان کی چھت پر سے جنات اڑا کر لے گئے پس شیخ نے اس سے فرمایا کہ آج ہی رات کو کرخ کے ویرانہ میں جاؤ اور پانچویں ٹیلہ کے پاس بیٹھکر اپنے گرد زمین میں ایک خط کھینچ لو اور خط کھینچنے کے وقت یہ کہو بسم اللہ علی نیۃ عبدالقادر پس جب کچھ رات جائیگی تو جنات کے گروہ مختلف صورتوں میں تم پر گذرینگے انکو دیکھکر تم گھبرانا مت پس جب سحر کا وقت ہوگا تو شاہ جنات اپنے جلوس میں تمکو نظر آئے گا اور تم سے تمھاری حاجت پوچھیگا لہٰذا اس سے کہنا کہ مجھکو تمھارے پاس عبدالقادر نے بھیجا ہے اور اپنی لڑکی کا قصہ بیان کرنا وہ شخص کہتا ہے پس میں گیا اور جس طرح شیخ نے ہمکو حکم دیا تھا اسی طرح کیا پس طرح طرح کی ڈراؤنی صورتیں مجھکو گذرتی ہوئی نظر آئیں مگر جس دائرہ کے اندر میں تھا اسکے پاس آنے کی قدرت ان میں سے کسی کو بھی نہیں ہوئی اور گروہ گروہ بنکر گذرتے رہے یہاں تک کہ انکا بادشاہ گھوڑے پر سوار آیا کہ اسکے آگے آگے جنات کا جم غفیر تھا پس وہ دائرے کے سامنے کھڑا ہوگیا اور کہا کہ اے انسان تیری کیا حاجت ہے میں نے کہا مجھکو آپ کے پاس شیخ عبدالقادر نے بھیجا ہے یہ سنتے ہی شاہ جنات اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور زمین کو بوسہ دیکر دائرے سے باہر بیٹھ گیا اور اسکے ساتھی بھی بیٹھ گئے

اسکے بعد اسنے مجھ سے کہا کہو کیا قصہ ہے پس میں نے اپنی بیٹی کا قصہ ذکر کیا پس جو جنات پاس موجود تھے ان سے اس نے کہا کہ جس نے یہ حرکت ہے اسکو حاضر کرو۔ چنانچہ ایک شریر جن لایا گیا اور اس کے ساتھ میری بیٹی تھی اور بیان کیا گیا کہ یہ بدمعاش چین کے بدمعاشوں میں کا ہے پس بادشاہ نے اس سے سوال کیا کہ قطب کے ماتحت ملک سے کسی کو اٹھا لیجانے کا تیرے لئے باعث کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ یہ میرے دل سما گئی (اور میں اس پر فریفتہ ہو گیا تھا) پس اسکے متعلق تو حکم دیا گیا کہ اسکی گردن اڑا دی گئی اور میری بیٹی مجھکو دیدی۔

(۱۱۶۴) مذکور ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ حضرت شیبان راعیؒ کی معیت میں حج کو گئے راستہ میں ایک درندہ ملا تو سفیان نے شیبان سے کہا دیکھو یہ درندہ ہے۔ شیبان نے فرمایا ڈرمت اسکے بعد شیبان نے اسکا کان پکڑ کر اسکو ملا پس درندہ کھلاڑیاں کرنے اور اپنی دم ہلانے لگا۔ پس سفیان نے کہا یہی شہرت کی وجہ ہے۔ شیبانؒ نے فرمایا اگر شہرت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اپنا سامان سفر اسکی کمر پر لادتا اور اسی طرح مکہ پہونچتا۔

(۱۱۶۵) حافظ ابونعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت شیبان راعیؒ کو جب جنابت میں غسل کی ضرورت ہوتی اور پانی موجود نہ ہوتا تو اپنے رب سے دعا مانگا کرتے پس ایک بدلی آکر ان پر چھا جاتی (اور پانی برستا) کہ اس سے غسل کر لیتے اسکے بعد بدلی چلی جاتی تھی اور جب نماز جمعہ کے لئے جاتے تو اپنی بکریوں کے اردگرد ایک خط کھینچتے پھر جب واپس آتے تو انکو اسی حالت پر پایا کرتے کہ کوئی حرکت بھی نہ کرتی تھی۔

(۱۱۶۶) شیخ ابوالغیث یمنیؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک دن جنگل سے لکڑیاں سمیٹنے کو گئے یہ لکڑیوں کو اکٹھا کر رہے تھے کہ ایک درندہ آیا اور انکے گدھے کو پھاڑ ڈالا آپ نے اس سے فرمایا قسم ہے معبود کی عزت وجلال کی

کہ اپنی لکڑیاں تیری ہی کمر پر لادوں گا پس درندہ آپ کے سامنے جھک گیا اور آپ اسکی کمر پر لکڑیاں لادے ہوئے اسکو شہر میں لائے اسکے بعد اتار کر اسکو آزاد کر دیا

(۶۷) حضرت سہل ابن عبداللہ تستری سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں وضو کر کے جامع مسجد کو روانہ ہوا اور یہ ابتدائی حالت کا قصہ ہے پس میں نے ادب کو ملحوظ نہ رکھا اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا پہلی صف میں جا پہونچا اور بیٹھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ میری داہنی طرف ایک خوبصورت خوشبو والا جوان بیٹھا ہے جس پر صوف کے کمبل ہیں جب اس نے میری طرف نگاہ کی تو کہا اے سہیل آپ کا کیسا مزاج ہے میں نے جوابدیا حق تعالے تمکو صلاح بخشے اچھا ہوں مگر متفکر رہگیا کہ یہ مجھکو جانتا ہے اور میں نے اسکو نہیں پہچانا ابھی اسی حالت میں تھا کہ دفعتاً مجھکو پیشاب کی سخت ضرورت محسوس ہوئی جس نے مجھکو بیچین بنادیا پس مجھکو نہایت پریشانی ہوئی کہ باہر جاؤں تو لوگوں کی گردنیں پھلانگوں اور بیٹھا رہوں تو میری نماز ہی کیا ہوگی پس جوان نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ اے سہل! تمکو پیشاب کی سخت ضرورت ہے میں نے کہا جی ہاں پس اس نے اپنے مونڈھوں سے کملی اتاری اور مجھکو اسمیں ڈھانپ لیا اور اس کے بعد کہا کہ اپنی ضرورت پوری کرلو مگر جلدی کرو تاکہ نماز میں شامل ہوسکو حضرت سہلؒ فرماتے ہیں پس مجھ پر غشی طاری ہوگئی اور جب میں نے آنکھ کھولا تو دیکھتا کیا ہوں کہ میں ایک کھلے ہوئے دروازہ پر کھڑا ہوں پس مجھکو آواز سنائی دی کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے دروازہ کے اندر جاؤ اللہ تم پر رحم کرے پس میں اندر گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک مضبوط محل ہے اونچی عمارت مستحکم ستونوں والا اور ایک کھجور کا درخت کھڑا ہے اور اسکی ایک جانب شہد سے زیادہ شیریں پانی سے بھرا ہوا وضو کا برتن رکھا ہے اور ایک جگہ ہے پیشاب کرنے کی اور تولیہ لٹکا ہوا ہے اور مسواک رکھی ہے پس

میں نے کپڑے اتارے اور پیشاب کیا اور وضو کرکے تولیہ سے ہاتھ منہ پوچھا پس ایک آواز سنائی دی کہ کوئی آواز دیتا ہے کہ اے سہل اگر قضار حاجت کر چکے ہو تو ہاں کر دو میں نے کہا ہاں پس جوان نے میرے اوپر سے کملی اتار لی دیکھتا کیا ہوں کہ میں اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہوں اور میرے حال کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوئی پس میں اپنے دل میں بہت ہی حیران رہا کہ جو قصہ پیش آیا اس میں اپنے نفس کو جھٹلاتا رہا دفعتہً نماز کھڑی ہو گئی اور میں نے نماز پڑھی مگر نماز میں بھی میرا دھیان رہا کہ اس جوان کو معلوم کروں (کہ کون بزرگ ہیں) پس جب فارغ ہوا تو ان کے پیچھے ہو لیا پس وہ ایک کوچہ میں داخل ہوئے اور میری طرف منہ کرکے فرمایا کہ اے سہل جو کچھ تمکو نظر آیا شاید اسکا تمکو یقین نہیں آیا میں نے کہا واقعی یقین نہیں آیا انھوں نے کہا اچھا دروازہ میں داخل ہو اللہ تم پر رحم کرے پس میں نے جو دیکھا تو وہی دروازہ تھا اندر محل میں جو گیا تو وضو کا برتن اور کھجور کا درخت اور سب حالتیں وہی دیکھیں پس میں نے اپنی آنکھ کو ملکر جو کھولا تو نہ جوان کا پتہ تھا نہ محل کا۔

انھیں حضرت سہلؒ کی حکایت ہے کہ امیر خراسان یعقوب بن لیث کو ایک مرض لاحق ہوا جس نے اطبار کو عاجز بنا دیا تب کسی نے کہا کہ تمھارے ملک میں ایک بزرگ شخص ہیں جنکا نام سہل بن عبداللہ ہے اگر انکو بلاؤ کہ وہ تمھارے لئے دعا کریں تو امید ہے کہ صحت نصیب ہو۔ چنانچہ امیر نے آپ کو بلوایا اور دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ میری دعا تمھارے لئے قبول کیسے ہو سکتی ہے درانحالیکہ تم ظلم پر قائم ہو پس یعقوب نے توبہ کی اور مظالم سے رجوع کرنے کی اور رعایا سے نیک برتاؤ کرنے کی نیت کی اور جتنے بے گناہ قیدخانہ میں تھے سب کو چھوڑ دیا پس حضرت سہیل نے دعا مانگی کہ بارالٰہا معصیت کی ذلت آپ اسکو دکھا چکے پس اب اطاعت کی عزت بھی اسکو دکھا دیجئے اور مرض دور کر دیجئے چنانچہ امیر فوراً ایسا اٹھ کھڑا ہوا جیسے اونٹ کے پاؤں کی بندش کھل جائے

اور وہ کھڑا ہو جائے اور اسی وقت تندرست ہو گیا پس حضرت سہیل پر بہت کچھ مال پیش کیا گیا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا اور (اپنے وطن) شہر تستر واپس ہوئے راستہ میں کسی رفیق نے کہا کہ جو مال آپ کی نذر کیا گیا تھا بہتر تھا کہ آپ اسکو قبول فرما لیتے اور فقیروں کو بانٹ دیتے پس آپ نے کنکریوں پر نگاہ ڈالی اور سب جواہرات بن گئیں آپ نے فرمایا لے لو جتنا چاہو۔ اسکے بعد فرمایا جسکو ایسی حالت عطا کی گئی ہو وہ یعقوب بن لیث کے مال کا محتاج نہیں ہے۔

(۱۱۶۹) ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ایک صوفی کا ایک جوگی سے مباحثہ ہوا پس جوگی اڑا اور پیچھے پیچھے حضرت شیخ کا جوتہ بلند ہو کر اس تک پہونچا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

(۱۱۷۰) ایسا ہی قصہ ہمارے شیخ عارف ابن ابی حمائلؒ کا وقوع میں آیا جب وہ دمیاط کے قریب شہر فارکوس میں مقیم تھے تو صوفیوں کا سا روپ بنانے والا ایک شخص بھی اس شہر میں آیا اور اسنے ان کو وہ خارقِ عادت امور دکھاے کہ اکثر باشندگان کو اسکا تابع ہونا پڑا اور اس سے طریق استقامت میں بہت کچھ خلل پڑا حتیٰ کہ اس نے بہتیروں کو گمراہ کر دیا اور جامع مسجد میں جہاں شیخ رہا کرتے تھے اسکا حلقۂ ذکر ہوا کرتا اور شیخ کی مجلس ذکر بھی وہیں ہوتی تھی۔ پس ایک رات حضرت شیخ تو اپنی مجلس سے فارغ ہو گئے اور وہ لوگ فارغ نہیں ہوئے۔ پس تھوڑی دیر تو حضرت خاموش رہے اسکے بعد اپنی جوتی سے جس کو جامع مسجد میں پہنا کرتے تھے فرمایا کہ اے جوتی اس شیخ کی طرف جا پس اگر وہ جھوٹا ہے تو اتنا مار کہ وہ جامع مسجد سے باہر نکل جائے پس حضرت شیخ کی جماعت کو جنھوں نے حضرت کا یہ کلمہ سنا تھا کچھ بھی دیر نہ لگی کہ اس شیخ کی گردن پر جوتیاں پٹنے کی آواز سنائی دینے لگی پس وہ بھی بھاگا اور اسکی جماعت کے لوگ بھی بھاگے یہاں تک جامع مسجد سے باہر نکل گئے۔ اور پھر شہر سے بھی چلدیئے معلوم نہیں کہاں گئے۔

اب ہماری یہ حالت ہے کہ جو لوگ خدمتِ اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو نفس کے واسطے کام کرتے ہیں اور اپنے ذرا ذرا سے کارناموں کو اچھالتے اور اخباروں میں شائع کرتے ہیں احکام الٰہی کی پرواہ نہیں کرتے بس انکا مقصود یہ ہے کہ کام ہونا چاہیئے خواہ شریعت کے موافق ہو یا مخالف - چندہ میں جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں ۔ صرف میں حرام و حلال کا خیال نہیں - پھر حمایت الٰہی ان کے ساتھ کیونکر ہو؟ بلکہ اب تو یہ کہا جاتا ہے کہ میاں مسئلہ مسائل کو ابھی رہنے دو اس وقت تو کام کرنا چاہیے بعد کو مسئلے مسائل دیکھے جائیں گے - انا للہ و انا الیہ راجعون - ان صاحبوں کو یہ خبر نہیں کہ مسئلے مسائل کے بغیر تو مسلمان کو نہ دنیوی فلاح ہو سکتی ہے نہ اخروی اور سب سے زیادہ اخلاص نیت کی ضرورت ہے جو یہاں صفر ہے - ہمارے بزرگان دین جو بحمد اللہ اب بھی موجود ہیں وہ محض خدا کے واسطے کام کرتے ہیں اسی لئے وہ کسی کام میں شریعت سے ایک انچ بھی بڑھنا نہیں چاہتے اسیطرح جو ان حضرات کے صحبت یافتہ ہیں وہ بھی نفس کے لئے کام نہیں کرتے بزرگوں کی صحبت سے اگر اصلاح کامل بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے عیوب پر ہی نظر ہونے لگتی ہے یہ بھی کافی ہے اور مفتاح طریق ہے جس شخص کو اپنے عیوب پر بھی نظر نہ ہو اس سے بڑھکر محروم کوئی نہیں بس پھر تو وہی حالت ہوتی ہے کہ جیسا موقع دیکھا کر لیا - اپنی اغراض کے موافق فتویٰ نکال لیا جیسا ان مولوی صاحب نے حدیث میں اَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا سنکر بھی یہی کہا کہ اس سے تو ذبیحۂ گاؤ کا شعار اسلام ہونا معلوم نہیں ہوتا ان کے اندر نرا جوش تھا کسی کے پاؤں تلے سے نکلے نہیں گئے تھے اسلئے جوش غالب رہا فہم درست نہ ہوا ۔ فہم درست ہوتا ہے اس سے کہ ؎

قال را بگذار و مرد حال شو پیش مرد کاملے پامال شو

(قول کو چھوڑ و حال سے متصف ہو (جسکا طریقہ یہ ہے کہ) کسی مرد کامل کے سامنے پامال ہو جاؤ)

مگر ہائے یہ کس سے ہو اس وقت تو مولانا کہلاتے ہیں لوگ تعظیم کرتے ہاتھ پیر چومتے ہیں اور اب ایسی جگہ جائیں جہاں نالائق کا خطاب ملے بیوقوف بنائے جائیں بات بات پر روک ٹوک کی جائے مگر یہ صرف چند روز مشقت ہے پھر ساری عمر کی راحت ہے۔ چند روز کی روک ٹوک سے جب نفس کی اصلاح ہو جائیگی اور خدا تعالے سے تعلق درست ہو جائیگا تو وہ دولت عطا ہوگی جسکے سامنے سلطنت ہفت اقلیم بھی گرد ہے ع چند روزے جہد کن باقی بخند جس شخص کے اندر مادۂ فاسد کا غلبہ ہوتا ہے اسکے لئے ضرور مسہل کیضرورت ہے مگر مسہل ساری عمر کا نہیں ہوتا چند روز کے لئے ہوا کرتا ہے پھر خمیرۂ گاؤ زبان کھلایا جاتا ہے، جس کو یہ دولت نصیب ہوگئی ہے اس سے پوچھو خدا کی قسم اہل اللہ کے برابر کسی کو راحت نہیں انکو وہ دولت عطا ہوئی ہے جس کی وجہ سے نہ انکو کسی چیز سے خوف رہتا ہے نہ طمع کی جگہ طمع ہوتی اور اگر یہ بات نصیب نہیں تو اس شخص کی پریشانی کی کوئی حد نہیں۔

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست　　جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

(کوئی خزانہ بغیر سانپ اور جال کے خالی نہیں ہے سوا حق تعالیٰ کی خلوت گاہ کے کہیں آرام نہیں ہے)

واقعی خلوت گاہِ حق ہی میں آرام مل سکتا ہے اور کہیں راحت نہیں اسیکو فرماتے ہیں اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ میں یہ نہیں کہتا کہ اہل اللہ کو پریشان کن واقعات پیش نہیں آتے۔ نہیں واقعات انکو بھی پیش آتے ہیں اور انکو تکلیف بھی ہوتی ہے مگر وہ کلفت لذیذ ہوتی ہے جیسے کباب مرچوں بھرا لذیذ ہوتا ہے کہ ناک آنکھ سے آنسو بھی بہتے رہتے ہیں اور جیسے تمباکو جو لوگ تمباکو کھانے والے ہیں انسے پوچھو کیسا لذیذ ہوتا ہے دوسروں کو تو ایک پتی سے چکر آجاتا ہے مگر جو اس کے عادی ہیں انکو خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ اور مزا آجاتا ہے اور جتنا ہی کڑوا تیز ہو اتنا ہی انکو لطف آتا ہے۔ ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ ایک دکان سے تمباکو لینے گیا اور دکاندار سے کہا خوب کڑوا تمباکو دینا اس نے دکھلایا کہ میرے یہاں سب سے کڑوا یہ ہے

اس نے کہا نہیں اس سے بھی کڑوا دو تو دو کا ندار کیا کہتا ہے (توبہ توبہ) کہ بس اس سے کڑوا خدا کا نام ہے۔ یہ شخص اس کلمہ سے کافر نہیں ہوا کیونکہ اسکے نزدیک کڑوا ہونا کمال تھا اسلئے مطلب یہ ہوا کہ یہ تمبا کو بہت کامل بس اس سے زیادہ کامل خدا کا نام ہے۔ تو اسکے کلام میں کڑوا بمعنی کامل ہے البتہ یہ عنوان نہایت قبیح ہے تو دیکھئے اس شخص کے نزدیک تمباکو کڑوا ہونا کیسا کمالِ مطلوب تھا۔ غرض ایسی نظائر دنیا میں موجود ہیں کہ ایک چیز بعض لوگوں کے نزدیک باعث کلفت ہے اور دوسرے کے نزدیک لذیذ ہے۔ اسی طرح مصائب سے عام لوگوں کو کلفت ہوتی ہے مگر اہل اللہ کو اسمیں بھی لذت آتی ہے گو ظاہر میں تکلیف ہو جیسے کوئی محبوب اپنے عاشق کو زور سے دبائے اور ایسا دبائے کہ اسکی پسلیاں دکھنے لگیں مگر اسکی لذت کوئی اسکے دل سے پوچھے اس کا دل تو یوں کہہ رہا ہوگا ؎

ناخوش تو خوش بود بر جانِ من　　دل فدائے یار دل رنجانِ من

(تیری ناگوار بات بھی مجھے گوارا ہوتی ہے کیونکہ میرا دل فدا ہے ایسی ذات پر جو دل کو رنج دینے والی ہے)

اور اگر محبوب اس سے یہ کہے کہ تجھے تکلیف ہوتی ہو تو لا میں تجھے چھوڑ کر رقیب کو دبانے لگوں تو وہ یوں کہے گا ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

(خدا نکرے کہ دشمن کا مقدر ایسا ہو کہ تیری تلوار اسے وہ قتل ہو دوستوں کا سر تو موجود ہی ہے تو اسپر خنجر آزمائی کر)

اور اس میں راز یہ ہے کہ اہل اللہ نے ایک سے تعلق جوڑ لیا ہے۔ بس انکو اگر خوف ہے تو اسی کا ہے اور امید بھی ہے تو اسی سے ہے اسلئے ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ کسی بڑے سے بڑے واقعہ میں وہ خلاف حق کچھ نہیں کرتے چاہے کام ہو یا نہ ہو غرض حاصل ہو یا فوت ہو۔ جیسے حضرت علیؓ نے عین موقع پر یہودی کو چھوڑ دیا تھا حالانکہ بظاہر اس میں اپنی جان کا خطرہ تھا کہ دشمن رہا ہو کر پھر مقابلہ پر آمادہ ہوگا مگر ان کو خطرہ کی کچھ پرواہ نہ ہوئی انکا تو مذاق یہ تھا ؎

دلآرامے کہ داری دل درو بند دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند
(جو محبوب حقیقی تمہارا ہے بس اپنے قلب کو اسی سے متعلق کرو اور اسکے سوا تمام عالم سے آنکھیں بند کرو)

اور حال یہ تھا ؎
مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند
(مجھے تو دیکھنے میں یہ بات بہتر معلوم ہوتی ہے کہ لوگ اپنے کاموں کو چھوڑ کر یار کے خمدار گیسوؤں کو پکڑ لیں)

اور جن کو خدا کے ساتھ یہ تعلق حاصل نہیں انکی یہ حالت ہے کہ آج ان کے کچھ فتوے ہیں اور کل کو جہاں اغراض بدلیں ساتھ کے ساتھ ان کے فتوے بھی بدل گئے۔ ارے یہ کیا قصہ ہے یہ کیسا اسلام ہے جو اغراض کے تابع ہے مسلمان تو ایسا ہونا چاہیئے ع یکے خوان و یکے دان و یکے گو۔ مسلمان کو تو ایسا ہونا چاہیئے کہ اس ذات کے ساتھ علاقہ رکھے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور اغراض فانیہ کی نفی کرنی چاہیئے۔ اور ان کے متعلق لا احب الآفلین کہدینا چاہیئے ؎

خلیل آسا در ملک یقین زن صدائے لا احب الآفلین زن
(خلیل علیہ السلام کیطرح یقین کے ملک کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور یہ نعرہ مارو کہ میں غروب ہونیوالے کو پسند نہیں کرتا)

پہلے سب علماء کا فتویٰ تھا کہ ریل میں بدون ٹکٹ سفر کرنا حرام ہے مگر اب یہ حالت ہے کہ اسکو جائز کر دیا گیا ہے۔ بہت لوگ جو علماء اور طلبا کہلاتے ہیں بے ٹکٹ کے سفر کرنے لگے۔ میرے پاس ایک طالب علم کا خط آیا کہ میں بدون ٹکٹ کے ریل میں سفر کرنے کو جائز سمجھتا ہوں اور میرے باپ اس سے منع کرتے ہیں۔ ان کے باپ انگریزی خواں دنیا دار تھے۔ اللہ اکبر کبھی وہ زمانہ تھا کہ عربی خواں اس سے منع کرتے تھے اور انگریزی خوان جائز کہتے تھے۔ اب یہ حالت ہے کہ عربی خواں جائز کہتا ہے اور انگریزی خواں منع کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ انگریزی خواں کسی دانا (یعنی عارف) کا ذبح کیا ہوا تھا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس سے زیادہ اور کوئی ذریعہ

میرے پاس اطمینان دلانے کا نہیں ہے کہ نور فہم بدون کسی باقی باللہ فانی فی اللہ کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا اسکے بدون وہ علم ایسا ہوتا ہے جیسے طوطے کو بعض لوگ قرآن کی سورتیں یا فارسی جملے یاد کرا دیتے ہیں۔ ایسا علم صرف زبان پر ہوتا ہے دل میں اسکا اثر نہیں پہونچتا وقت پر سارا علم غائب ہو جاتا ہے محض اغراض نفسانی کی حفاظت کا خیال غالب ہوجاتا ہے جیسے طوطا اگر بلی کے منہ میں آجاوے تو سوائے ٹیں ٹیں کے اور سارا علم اسکا فور ہوجاتا ہے چنانچہ ایک ظریف شاعر نے ایک طوطے کی تاریخ موت لکھی ہے ؎

میاں مٹھو جو ذاکرِ حق سے تھے　　رات دن ذکر حق رٹا کرتے
گربہ موت سے جو آدابا　　کچھ نہ بولے سوائے ٹے ٹے ٹے

کمال یہ کیا کہ تاریخ موت ٹے ٹے ٹے ہی سے نکلتی ہے یعنی ۱۳۲۰ھ۔

اسی طرح اللہ کا ہر رسے تب اسلام کامل ہوتا ہے ورنہ وقت پر سب لکھا پڑھا غائب ہوجاتا ہے۔ صاحبو! بدون صحبت اہل اللہ کے توحید بھی کامل نہیں ہوتی کیونکہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی سے خوف و طمع نہو ؎

موحد چہ برپائے ریزی زرش　　چہ شمشیر ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد زکس　　ہمیں است بنیاد توحید و بس

مگر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اسلام کے درجہ ناقص پر کفایت کرتے ہیں اسکی تکمیل کی فکر نہیں کرتے۔ نہ نماز کی فکر ہے نہ روزہ کی اسی پر یہ بیان چلا تھا پس ہمکو تکمیل اسلام کی فکر چاہیئے۔ اسلام کامل یہ ہے کہ انسان پورا اللہ والا ہوجائے جسکا ایک شعبہ یہ ہے کہ دین کو دنیا اور اعتراض کا تابع نہ بنایا جائے سو فہم دین کی فہم حاصل ہوگی اور جس کے اوپر اغراض نفسانیہ کا غلبہ ہوگا اسے دین کی سمجھ حاصل نہ ہوگی ایسے ہی علماء کا یہ خیال ہے کہ ذبیحۂ گاؤ شعار اسلام نہیں اب میں حدیث سے اسکا شعارِ اسلام ہونا ثابت کرتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلّی صلوتنا واستقبل قبلتنا و اکل

ذبیحتنا فھذا ھو المؤمن الذی لہ ذمۃ اللہ ورسولہ فلاتحقر وفی ذمتہ (اوکماقال) اکل ذبیحتنا میں اضافت تخصیص ہے جیساکہ من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا میں بھی ایسی ہی اضافت ہے کیونکہ نماز تو یہود ونصاری کے مذہب میں بھی ہے اسی طرح استقبال قبلہ بھی ان کے مذہب میں موجود ہے تو اضافت تخصیص سے یہ مطلب حاصل ہوا کہ جو شخص ایسی نماز پڑھے جو اسلام کے ساتھ خاص ہے اور اس قبلہ کا استقبال کرے جو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے وہ مسلمان ہے تو یہی مطلب ذبیحتنا کی اضافت سے بھی حاصل ہوگا کہ جو شخص وہ ذبیحہ کھائے جو اسلام کے ساتھ مخصوص ہے تو ایسے ذبیحہ کا کھانا اسلام کی علامت ہے۔ اب بتلاؤ کہ ہندوستان میں ایسا خاص ذبیحہ کون سا ہے جو اہل اسلام کے ساتھ خاص ہے ظاہر ہے کہ وہ بجز ذبیحۂ گاؤ کے اور کوئی نہیں پھر اسکے شعار اسلام ہونے میں کیا شبہ رہا بس میں تو یہ کہتا ہوں کہ جن گاؤں والوں پر ارتداد کا خطرہ ہو انکو گائے کا گوشت کھلانا شروع کریں پھر وہ ایسا پہرے دار ہو جائے گا کہ کفار وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ گائے کا گوشت کھالینے کے بعد انکو گاؤں والوں کیطرف سے مایوسی ہو جائے گی۔ اس مضمون سے دوسری قوموں کی دلآزاری مجھے مقصود نہیں ہے بلکہ ہم تو اپنے بھائیوں کی اصلاح کا طریقہ بتلارہے ہیں دوسری قوموں سے ہمکو کیا غرض دل آزاری یا مقابلہ کرنا سیاست دانوں کا طریقہ ہے ہم لوگوں کو سیاسی تدابیر سے کوئی سروکار نہیں ہم تو محض مذہبی احکام بیان کرتے ہیں۔

تو ایک مقصود تو میرا اس وقت یہ تھا کہ ہم لوگوں کو اپنے اسلام کی تکمیل میں سعی کرنا چاہیئے۔ دوسرا مقصود یہ ہے کہ جب اسلام ہی دین کامل ہے تو جن لوگوں کے پاس یہ نعمت نہیں ہے ان کے پاس بھی اسکو پہونچانا چاہیئے کیونکہ اول تو یہ بات مروت اور ہمدردی کے خلاف ہے کہ ایک نافع چیز سے

خود ہی انتفاع کیا جائے اور دوسرے کو محروم رکھا جائے۔ مثل مشہور ہے حلوا تنہا نبایست خورد۔ دوسرے ہمکو شرعًا بھی اسکا حکم ہے کہ جن لوگوں کو اسلام کی خوبیاں معلوم نہیں ہیں ان کے سامنے اسکے محاسن کو بیان کریں تو اب دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جنکے پاس نعمت اسلام ہے مگر ادھوری ہے انکو تو پورا مسلمان بنانے کی سعی کیجائے اس شعبہ کا نام تکمیل اسلام رکھتا ہوں۔ دوسرے وہ جنکے پاس یہ نعمت نہیں ہے انکو اسلام پہونچانا چاہئے اس شعبہ کا نام میں تبلیغ اسلام رکھتا ہوں۔ اسمیں بہت زمانہ سے مسلمان کوتاہی کر رہے ہیں اس فرض کو سب ہی نے بھلا دیا حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا اصل کام یہی تھا وہاں پڑھنا پڑھانا اور کتابوں کا درس کہاں تھا انبیاء علیہم السلام کا اصل کام تبلیغ ہی تھا اب ہماری یہ حالت ہے کہ بہت لوگ تو اسکو معمولی کام سمجھتے ہیں اور جو اسکی ضرورت اور مرتبہ کو کچھ سمجھتے بھی ہیں وہ ایسی جگہ جاکر تبلیغ کرتے ہیں جہاں انکی خاطر و مدارات ہوتی ہے کفار میں جاکر کوئی تبلیغ نہیں کرتا کیونکہ وہاں خاطر مدارات کہاں بلکہ بعض دفعہ برا بھلا سننا پڑتا ہے اسوجہ سے لوگ کفار کو تبلیغ کرتے ہوئے رکتے ہیں۔ افسوس انبیاء علیہم السلام کی تو یہ حالت تھی کہ جن لوگوں نے ان کے خون بہائے۔ سر پھوڑے دانت توڑے ، لوہے کا خود سر میں گھسا دیا انکو بھی تبلیغ کرتے رہے عام تکالیف جھیلتے رہے مگر تبلیغ سے نہیں رکے اور بڑا کمال یہ کہ ایسی ایسی تکالیف سہنے پر بھی کفار کے حق میں بددعا نہیں کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایسے دشمنوں کے حق میں بھی ان کے منہ سے یہی دعا نکلتی تھی رَبِّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (الہی میری قوم کی آنکھیں کھول دے کیونکہ یہ مجھکو پہچانتے نہیں ہیں اسلئے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہے ہیں اگر یہ مجھکو پہچان لیتے تو ہرگز میرے ساتھ یہ معاملہ نہ کرتے ۱۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے آپکے غلامان غلام بھی

امت کے حال پر ایسے شفیق و مہربان ہوئے ہیں کہ اپنے ایذا رسانوں کیلئے ہمیشہ دعا ہی کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم جب غار نیشاپور سے نکلے ہیں تو انھوں نے حج کا ارادہ کیا اور چونکہ یہ حج نفل تھا اسلئے تکمیل سلوک کے بعد انھوں نے حج کا قصد کیا اس سے پہلے نہیں کیا کیونکہ تکمیل سے پہلے گندگیوں سے ملوث ہوتا ہے تو اس پاک دربار کے اندر یہ ناپاکیاں لیکر نہیں جانا چاہیئے جب نفس تمام گندگیوں سے پاک صاف ہو جائے اس وقت اس قابل ہوتا ہے کہ اس دربار میں حاضر ہو۔ ہاں فرض حج اس سے مستثنیٰ ہے۔ بعض لوگ تو مکہ ایسے جاتے ہیں کہ ایک تو اکبر کو گورنمنٹ نے جلاوطن کیا اور ان سے پوچھا گیا کہ کہاں رہنا چاہتے ہو تو آپ نے مکہ تجویز کیا کہ مجھے مکہ بھیج دیا جاوے۔ اب وہاں انکی یہ حالت تھی کہ روزانہ سڑک پر کھڑے ہوئے عورتوں کو گھورتے تھے اسی طرح بعض لوگ حج کا ارادہ محض سیر و سیاحت کی نیت سے کرتے ہیں اسلئے ان لوگوں کو سفرنامے لکھنے اور راستے کے حالات قلمبند کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اسی کو حضرت عراقی فرماتے ہیں ؎

بہ طواف کعبہ رفتم بہ حرم رہم ندادند　　کہ برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

(میں کعبہ کے طواف کے لئے گیا تو حرم کی راہ میرے لئے نہیں کھولی یہ کہکر کہ گھر کے باہر کیا کیا کہ اب گھر میں داخل ہونے آئے ہو)

بزمین چو سجدہ کردم ز زمیں ندا برآمد　　کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

(جب میں نے زمین حرم پر سجدہ کیا تو زمین سے یہ آواز آئی کہ اے ظالم تو نے ریائی سجدہ کرکے مجھے بھی خراب کیا)۔

اور ایسے ہی لوگوں کے لئے شیخ مسعود بکؒ یہ خطاب فرماتے ہیں ؎

اے قوم بحج رفتہ کجا ئید کجا ئید　　معشوق درینجا ست بیا ئید بیا ئید

(اے حج کو جانیوالی قوم کہاں جارہے ہو کہاں جارہے ہو تمھارا معشوق تو یہاں موجود ہے یہاں آؤ یہاں آؤ)

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

اگست ۱۹۸۷ شمارہ ۸ جلد ۱۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲ حسنی بازار

حامل مضامین تصوف و عرفان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الہ آباد

چندہ سالانہ
تیس ۳۰ روپیہ
چندہ ششماہی
۱۶ سولہ روپیہ

چندہ سالانہ
بیرون ممالک
پاکستان ۶۰ روپیہ
عرب، امریکہ ۸ پونڈ
انگلینڈ، افریقہ ۸ پونڈ

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃؒ

فی پرچہ تین ۳ روپیہ
مدیر: احمد مکین عفی عنہ

جلد ۱۰ — ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ مطابق اگست ۱۹۸۷ء — شمارہ ۸

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار، الہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ادارہ کا یہ معمول رہا ہے کہ رمضان یا اسکے متصل مہینہ کے رسالہ میں مدرسہ وخانقاہ کے احوال وکیفیت سے ناظرین کو مطلع کر دیا جاتا ہے۔ آپ سب ہی حضرات بخوبی واقف ہیں کہ مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا قائم فرمودہ ہے اور اگر کوئی مدرسہ یا خانقاہ حقیقۃً حضرت مصلح الامۃؒ کیجانب منسوب ہے تو یہی مدرسہ ہے کیونکہ یہی مدرسہ حضرت مصلح الامۃؒ کی حیات مبارکہ میں انھیں کی زیرنگرانی اور سرپرستی میں رہا۔ بعد میں حضرت مصلح الامتؒ کے جانشین اور حضرتؒ کے خلیفہ حضرت مولانا قاری محمد مبین صاحب مدظلہٗ نے اسکی ذمہ داریوں کو سنبھالا۔ اور بحمد اللہ آج تک بحسن وخوبی سنبھالے ہوئے ہیں۔

پہلے بھی اس امر کا بارہا اعلان کیا جاچکا ہے کہ خانقاہ مصلح الامۃ الہ آباد (جسکے تحت مدرسہ وخانقاہ ہیں) میں کوئی سفیر مقرر نہیں ہے —— لیکن اسکے باوجود امسال بھی ادارہ کو بعض اطلاعات فراہم ہوئیں جس سے پتہ چلا کہ بعض حضرات نے خانقاہ مصلح الامۃ کے مدرسہ کی جانب سے چندہ کی رقوم اکٹھا کی ہیں اس لئے آپسے گذارش ہے کہ اس سلسلہ میں ہوشیار رہیں اور اپنی ذمہ داری کو خود محسوس فرمائیں یعنی اپنی رقوم کو اپنی منشاء کے مطابق صرف کرنے کے لئے غور وفکر سے کام لیں۔ چنانچہ آئندہ آپکے پاس مدرسہ وصیۃ العلوم (الہ آباد) کا نام لیکر اگر کوئی سفیر آئے تو آپ اسکے صحیح نام وپتہ سے مدرسہ کو مطلع کریں اگر آپ نے اس سلسلہ میں احتیاط سے کام نہ لیا تو پھر آپ کی رقم مدرسہ تک نہ پہونچنے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے اسلئے ہم آپکو مطلع کرتے ہیں تاکہ آپ فریب نہ کھا جائیں ——

مدرسہ وصیۃ العلوم سے طلبہ فراغت کے بعد دورۂ حدیث شریف کے لئے دیوبند یا سہارنپور وغیرہ بھیجے جاتے ہیں جہاں ایک سال زیرتعلیم رہ کر درس نظامی سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ امسال بھی طلبہ کی ایک جماعت نے تکمیل دورۂ حدیث شریف کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا ہے اور وہاں اپنی تعلیم مکمل کر رہے ہیں۔

رمضان المبارک کی تعطیل کے بعد مدرسہ اپنی مقررہ تاریخ پر کھل گیا (بقیہ ص ۲۶ پر)

(۳۲)

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝

(ترجمہ) تمام (دنیوی) دوست اس روز (قیامت میں) ایک دوسرے کے دشمن ہوجاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں (یعنی اہل ایمان) کے (کیونکہ باطل کی دوستی کا اس روز ضرر محسوس ہوگا تو لا محالہ اس سے کراہت اور دوستوں سے نفرت ہوگی کہ یہ لوگ موجب ضرر ہوئے اور حق کی دوستی کا نفع و ثواب محسوس ہوگا اسلئے وہ باقی رہے گی۔

(اور مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف (کی بات واقع ہونے والی) نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے یعنی وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور (علماً اور عملاً ہمارے) فرمانبردار تھے۔ تم اور تمھاری (ایمان دار) بیبیاں خوش بخوش داخل ہو جاؤ (اور جنت میں جانے کے بعد انکے لئے یہ ہوگا کہ) انکے پاس سونے کی رکابیاں (ماکولات سے بھری ہوئی) اور گلاس (مشروبات سے بھرے ہوئے سونے کے یا اور کسی چیز کے) لائے جاوینگے اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جنکو جی چاہیگا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) تم یہاں ہمیشہ رہوگے اور (یہ بھی کہا جاویگا کہ) یہ وہ جنت ہے کہ جس کے تم مالک بنادیئے گئے (تم سے کبھی نہ لیجاویگی) اپنے (نیک) اعمال کے عوض میں (اور) تمھارے لئے ان میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو۔
(بیان القرآن ج ۱۰)

اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو مومن ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور دو کافر بھی آپس میں دوستی رکھتے ہیں مگر جب ان میں سے کسی مومن کا انتقال ہو جاتا ہے اور اسکو جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میرا فلاں دوست مجھکو آپ کی اور آپ کے رسول کی اطاعت کا حکم کیا کرتا تھا اور مجھکو بھلی بات کا امر کرتا تھا اور برائی سے روکتا تھا اور مجھے اس بات کی خبر دیا کرتا تھا کہ میں تجھ سے ملنے والا ہوں، یا اللہ! میری دعا یہ ہے کہ تو میرے انتقال کے بعد اسکو گمراہی سے بچائیو تاکہ وہ بھی یہاں آکر ان نعمتوں کو دیکھے جو آپنے مجھے دکھلایا ہے۔ اور آپ اس سے ویسا ہی راضی ہو جائیں جیسا مجھ سے راضی ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ارشاد ہوگا کہ جاؤ اگر تمکو معلوم ہو جائے کہ اسکے لئے میرے پاس کیا کچھ نعمتیں ہیں تو تم ہنستے ہی رہتے اور رنج و غم نکرتے اسکے بعد اس دوسرے کا بھی انتقال ہوتا ہے اور دونوں کی روحیں اکٹھا ہوتی ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کی ثناء کرو ہر ایک اپنے دوست کو کہیگا کہ آپ کیا خوب بھائی ہیں کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ کیا ہی عمدہ دوست ہیں۔

اور ان کافروں میں سے جب کسی ایک کا انتقال ہوتا ہے اور اسکو جہنم کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اپنے دوست کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یا اللہ میرا فلاں دوست تیری اور تیرے رسول کی معصیت کا مجھکو حکم کیا کرتا تھا اور مجھکو برائی کا امر کیا کرتا تھا اور بھلائی سے روکتا تھا اور مجھے یہ خبر دیتا تھا کہ میں تجھ سے نہ ملوں گا۔ یا اللہ! اسکو میرے مرنے کے بعد ... ہدایت نہ دے تاکہ آپ اسکو وہ عذاب دکھلا دیں جو مجھے دکھلایا اور آپ اس سے اسی طرح ناخوش ہوں جس طرح مجھ سے ناخوش ہوئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد وہ دوسرا کافر مر تا ہے اور دونوں کی روحیں جمع ہوتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ تم دونوں ایکدوسر کی اس طرح تعریف کرو کہ ہر ایک اپنے ساتھی کو کہے کہ تو نہایت برا بھائی ہے اور کیا ہی برا ساتھی ہے اور کیا ہی برا دوست ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دو شخصوں کو اللہ واسطے ایک دوسرے سے محبت ہو اور ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں تو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن ایکدوسرے کو جمع فرمائیں گے اور کہینگے کہ یہی وہ شخص ہے کہ جس سے تو میرے لئے محبت رکھتا تھا۔

(ابن کثیر ص۱۳۳ ج ۴)

صاحب روح المعانی نے یُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحاف صحفہ کی جمع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ قصعہ کی طرح ہوتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ کھانے کے برتنوں میں سب سے بڑے پیالے کو جفنہ کہتے ہیں اسکے بعد قصعہ ہوتا ہے اور اس سے چھوٹے کا نام کیلہ ہے اور چونکہ عادۃً کھانے کے برتن پینے کے برتنوں سے زیادہ ہوتے ہیں اسلئے اول کے لئے جمع کثرۃ کا صیغہ لائے اور ثانی کے لئے جمع قلت کا۔

(جنت میں) پیالوں کی کثرت کے بارے میں بکثرت روایتیں ہیں چنانچہ ابن مبارک اور ابن ابی الدنیا نے جنت کی صفت میں اور طبرانی نے اوسط میں ایسی سند سے جس کے رواۃ ثقہ ہیں حضرت انس سے روایت نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ کل اہل جنت میں سب سے کم درجہ کا ایسا شخص ہوگا کہ اس کے سرھانے کیجانب دس ہزار خادم ہوں گے اور ہر ایک خادم کے ہاتھ میں دو دو پیالے ہونگے ایک سونے کا ایک چاندی کا اور ہر ایک پیالے کا رنگ (یعنی

جنس کھانے کی) دوسرے سے مختلف ہوگا (اور وہ شخص ان پیالوں میں سے) انجیر والے سے بھی اسی سہولت کے ساتھ کھائے گا جس طرح کہ پہلے والے سے (اور) یہ آخری پیالے میں بھی وہی خوشبو اور لذت پائے گا جیسی اول میں پائی تھی پھر یہ سب (کھایا ہوا) مشک جیسا خوشبودار پسینہ ہوکر خارج ہوجائے گا۔ (وہاں) نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ کی حاجت ہوگی نہ ناک وغیرہ نکلے گی۔ بس سب کے سب بھائی بھائی ہوکر آمنے سامنے (یعنی باہم متقابل) تختوں پر مسند نشین ہوں گے۔

حضرت عکرمہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ والا اور سب سے نچلے درجہ والا شخص کہ اب اسکے بعد کوئی شخص نہ داخل ہوگا اسکو اتنے طویل رقبہ کے اندر سونے کے محلات اور موتی جڑاؤ خیمے جنمیں بالشت بھر جگہ بھی سجاوٹ سے خالی نہ ہوگی اور روزانہ صبح و شام ستر ہزار پیالے اسپر پیش کئے جاوینگے ہر پیالے کا رنگ (یعنی جنس کھانے کی) دوسرے سے مختلف ہوگی اسکی رغبت اور خواہش آخری پیالے کی جانب بھی بالکل ویسی ہی ہوگی جیسی کہ اول کی جانب اور اگر تمام روئے زمین کے لوگ اسکے یہاں چلے جائیں تو جو کچھ وہ دیا جائیگا سب کو کافی ہو جائیگا اسکے دیئیے ہوئے میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔

اور ابی ابن شیبہ نے بھی یہی تعداد حضرت کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ جب یہ تعداد پیالوں کی سب سے کم درجے والوں کی ہے تو اعلیٰ درجہ والوں کے بارے میں تم کیا سمجھتے ہو کہ کتنا کچھ انکو ملے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی وہ کچھ عطا فرمادیں جو ان کے جود و کرم کے شایان شان ہو۔

نیز وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اور اس میں یعنی جنت میں وہ چیزیں ہونگی جنکو تمہارا نفس پسند کرے گا یعنی قسم قسم کی لذات ہونگی اور ایسی چیزیں ہوں گی

جن سے آنکھیں لطف اندوز ہوں گی اسکے مشاہدے سے اسکو ٹھنڈک پہونچے گی اور یہاں یہ فرمانا کہ فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الآیہ ہر نعمت اور لذت کو شامل ہے۔ اور اس سے پہلے جن چیزوں کا ذکر فرمایا ہے وہ خاص خاص چیزیں ہیں اور یہاں اور عام مرغوبات کا بیان فرمایا ہے جن میں وہ پہلی بھی داخل ہو گئی ہیں جسطرح آنکھ کہ وہ نفس کا جاسوس ہے اسکی لذت کا تذکرہ نفس کی مرغوبات کے بعد عام کے بعد خاص کا ذکر کرنا ہے۔

بعض اکابر نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ تو کھانے کی چیزوں پر دلالت کرتا ہے اور اکواب پینے کی چیزوں پر اور بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ نکاح لباس وغیرہ پر دلالت کرے تاکہ نفس کے جملہ مطلوبات و مرغوبات کا کامل ذکر ہو جائے (کیونکہ طعام، لباس، نکاح اور مکان ہی نفس کے خاص مرغوبات ہیں) اسکے بعد ایک سب سے بڑی لذت باقی رہ جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے تو وہ تَلَذُّ الْأَعْيُنُ میں اسکی جانب اشارہ فرما دیا اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ نسائی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے خوشبو اور عورتیں محبوب ہیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

اور یہ قول حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق ہے آپ فرماتے ہیں تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ (یعنی نفس کی خواہشات) اور وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ (یعنی جس شئے سے آنکھ لطف اندوز ہوگی) ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا کیونکہ جنت کی تمام نعمتیں اور وہاں کی جملہ محظوظات آنکھ کی لذت کے مقابلے میں ایسی ہونگی جیسے سمندر میں کوئی انگلی ڈبو کے نکالے اور یہ اسلئے کہ جنت کی نعمتوں کے لئے ایک حد اور نہایت ہے کیونکہ وہ مخلوق ہے اور آنکھ کی جو لذت ہوگی وہ دار باقیہ میں اللہ عزوجل کیجانب نظر کرنے کی ہوگی جو کہ باقی ہے اور اسکی کوئی حد اور نہایت نہیں اور نہ اسکا کوئی

وصف ہی بیان ہو سکتا ہے۔

وَاَنْتُمْ فِیْهَا ای فی الجنۃ خٰلِدُوْنَ اور تم اس میں یعنی جنت میں ہمیشہ ہمیش ابدالآباد تک رہو گے اور یہ ندا جو کیجائیگی تو اتمام نعمت اور تکمیل سرور کے طور پر اسلئے کہ ہر وہ نعمت جو زائل ہو جانے والی ہو اس میں فی الحال تو حفاظت کی کلفت، زوال کا خوف اور انجام کار حسرت کے سوا کچھ نہیں ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

واذا نظرت فان بؤسا زائلا للمرأ خیر من نعیم زائل

(اور اگر تم غور کرو تو انسان کے لئے وہ مصیبت جو زائل ہو جانے والی ہے اس راحت سے کہیں اچھی ہے جو زوال پذیر ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے جنت کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان جس کے قبضہ میں ہے تم میں ایک شخص (جنت میں) ایک لقمہ اٹھائیگا اور اسکو اپنے منہ تک لیجائیگا پھر اسوقت اسکے دلمیں دوسرے کھانے کا خیال آئے گا تو اللہ تعالےٰ اسکے اس کھانے کو جس کو اس نے اپنے منہ میں رکھا ہے اس نوع سے بدل دینگے جسکی اسے خواہش ہو گی اسکے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَفِیْهَا مَا تَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ کا جو شخص ہوگا وہ ایسا ہوگا کہ اسکے لئے سات درجات ہوں گے وہ چھٹے پر رہے گا اور اسکے اوپر ساتواں ہوگا اور اسکے لئے تین سو خدام ہوں گے اور صبح و شام تین تین سو پیالے اسکے سامنے پیش کئے جائیں گے، کچھ ایسا خیال پڑتا ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ سونے کے ہونگے ہر پیالے میں ایک قسم کا کھانا ہوگا جو دوسرے میں نہ ہوگا اور بلاشبہ وہ پہلے سے بھی اسی طرح لذت حاصل کریگا جیسا کہ آخر سے۔

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۵۲۶)

حال: فدوی ایک فرم میں ملازم ہے تعلیم انگریزی میں انٹرمیڈیٹ تک ہوئی ہے ناظرہ قرآن مجید کے علاوہ دینی کتب مطالعہ میں رہتی ہیں، دینی اخبارات و رسائل کا مطالعہ بھی جاری ہے، شروع سے ہی بزرگان دیو بند کا معتقد ہے۔

حضرت حکیم الامۃ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا بڑا اشتیاق تھا لیکن میری بدقسمتی کہ اس سعادت سے محروم رہا۔

ایک عرصہ سے میں خود اپنی اصلاح کرنا چاہتا ہوں تاکہ نفس و شیطان کے کید سے بچوں اور اپنی عاقبت سدھاری کروں۔ اہل اللہ سے بیعت و نسبت کے لئے نہایت تڑپ ہے اور اس سلسلہ میں اس راہ کے رمز شناس سے مشورہ بھی حاصل کیا۔ الحمد للہ گذشتہ ماہ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریاآبادی مدظلہ العالی سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا، مولانا موصوف نے حضور سے رجوع کرنے کے لئے ارشاد فرمایا، میں خود الہ آباد حاضر ہو کر حضور کے حلقۂ بیعت میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن ملازمت کی وجہ سے فی الوقت اتنی دور دراز سفر کرنے سے مجبور ہوں انشاء اللہ مستقبل قریب میں خدمت گرامی میں حاضر ہوں گا لیکن فی الوقت عجیب بے چینی میں مبتلا ہوں چاہتا ہوں کہ فوراً حضور کے سلسلۂ ارادت میں منسلک ہو کر اپنی اصلاح کر لوں اور اپنی عاقبت سدھار لوں اس لئے مؤدبانہ التماس ہے کہ اس سیاہ کار کو بذریعہ خط ہی حضور اپنے سلسلۂ عالیہ میں شامل فرما کر اپنے ارشادات گرامی سے اصلاح فرمائیں۔

تحقیق: میں نے آپ کو توکلاً علی اللہ اپنے سلسلہ میں داخل کر لیا۔ اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔

حال: عرض خدمت یہ ہے کہ بندہ فی الوقت نماز پنجگانہ۔ رمضان المبارک کے روزے اور روزانہ مناجات مقبول کی ایک منزل اور بشرط توفیق کلام پاک

کچھ حصہ کی تلاوت کرتا ہے۔ قصد السبیل اور مواعظ اشرفیہ اور ملفوظات حسن العزیز اور تربیت السالک وغیرہ زیر مطالعہ ہیں۔

تحقیق: کافی وافی ہیں۔

حال: ابھی تک نماز تہجد کے لئے باوجود کوشش کے وقت پر بیدار نہیں ہوتا۔

تحقیق: بعد نماز عشاء پڑھ لیا کیجئے۔

حال: یہ سطور محض حضور کے ارشادات حاصل کرنے کے لئے لکھی گئیں امید کہ میری درخواست کو پذیرائی حاصل ہوگی۔

تحقیق: منظور ہوگئی۔

حال: آپ نے ہدایات طلب کی ہیں تو سنیئے سب احکام شرعیہ ایمان کی فرع ہیں ایمان ان سب کی اصل ہے احکام کی تحصیل سے پہلے ایمان کی تجدید ضروری ہے اور مشائخ طریق ایمان کی تجدید کے طرق ہی بتلاتے رہتے ہیں ان میں سے ایک زبان و قلب سے کلمۂ طیبہ کی بکثرت تکرار ہے۔ تو جو شخص اس طرف آنا چاہے اسکے لئے ضروری ہے کہ اپنی پہلی غفلتوں سے صدق دل سے توبہ کرے اور دل وزبان سے یقین کے ساتھ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بکثرت تکرار کرے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جدّدوا ایمانکم یعنی اپنے ایمان کو تازہ کرو، لوگوں نے پوچھا اپنے ایمان کو کس طرح تازہ کریں فرمایا بار بار کلمۂ طیبہ لاالٰہ الا اللہ پڑھنے سے۔

اگر کچھ حقوق اللہ فوت ہوں تو انکی قضاء میں لگ جائے مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وکفارات وغیرہا۔ اگر حقوق العباد ذمہ ہوں تو انکی ادائیگی کی فکر کرے یا نہیں تو صاحب حق سے معاف کرائے اس کے بعد سمجھے کہ ان اعمال کے علاوہ کچھ اعمال باطنیہ ہیں اور اخلاق قلوب ہیں انکی اصلاح بھی فرض ہے اور اسکا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں اعلم ان علم الاخلاص

والعجب والحسد والریاء فرض عین مثل غیرها من آفات النفوس کالکبر والشح والحقد الخ ولا ینفك عنها بشر فیلزمه ان یتعلم مایری نفسه محتاجا الیها وازالتها فرض عین ولا یمکن الا بمعرفته حدودها الخ (شامی ج ۱ ص ۴۰)

یعنی علم اخلاص وریاء وعجب و حسد کا ہر شخص پر فرض ہے اسکے علاوہ اور بہت سے امراض نفس ہیں مثلاً کبر، طمع، طول امل جن سے شاید ہی کوئی محفوظ ہو تو اس کا علم اور ازالہ فرض ہے۔ اس باب میں سب سے اکسیر شئے اہل اللہ کی صحبت ہے ورنہ انکی کتب کا مطالعہ ہے۔

پس میں زیادہ تر انھیں اعمال کیطرف طالبین کو متوجہ کرتا ہوں اسلئے کہ بغیر اسکے اللہ تعالےٰ سے نسبت و تعلق صحیح پیدا نہیں ہو سکتا پس آپ بھی اسکے لئے اپنے کو آمادہ کرلیں۔

(مکتوب نمبر ۵۲۷)

حال : عرض ہے کہ تقریباً دو ماہ سے زیادہ عرصہ گذر رہا ہے کہ ایک خط حضرت والا کی خدمت بابرکات میں ارسال کیا تھا لیکن میری بدقسمتی کے باعث ہنوز جواب سے محرومی رہی۔

تحقیق : میں پابندی سے ہر شخص کے خط کا جواب دیتا ہوں، بات سمجھ میں نہیں آتی

حال : الحمدللہ حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے اپنا معمول حسب دستور ادا کرتا جاتا ہوں لیکن افسوس ہے کہ دل کو تسکین نہیں کیونکہ آج کسی ماہ سے دل کا تقاضا ہو رہا ہے کہ گوشۂ خلوت میں بیٹھکر خوب اللہ اللہ کروں ادہر اُدہر کے سب کاموں کو ترک کردوں بس وہ ہو اور میں ہوں۔ سب حجاب کو اٹھا کر پس پشت ڈال دوں جب جاکر دل کو تسکین ہو بجز اس کے تسکین کہاں لیکن بال بچوں کے مشاغل کے باعث ہمت ہار جاتا ہوں۔ حضرت والا

دل سے دعار فرمادیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے وہ دن مجھکو عنایت فرمادیں اور توفیق دیں کہ سب سے الگ ہوکر بس اسی کا ذکر کردں۔

تحقیق: دعار کرتا ہوں۔

حال: کلکتہ خضر پور جامع مسجد میں ایک سال سے میں تفسیر بیان کررہا ہوں جسکی اطلاع حضرت والا کو چند خطوط کے ذریعہ میں نے دی تھی، بدعتی پارٹی کی خبر بھی حضرت والا کی خدمت میں لکھکر برکات و فیوض کیلئے دعار مانگی تھی ماشاراللہ وہ سب دعائیں بحمداللہ قبول ہوئیں۔ تحقیق: آمین۔

حال: مخالف ہمیشہ دیوبندی وہابی کے الفاظ سے ہمارا غائبانہ پروپیگنڈا کرتا رہا میں بتوکل خدا حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے نہایت صبر و خلوص کے ساتھ تفسیر سناتا رہا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ابھی حال میں کلام پاک کی پوری تفسیر بیان ہوکر ختم مناجات بڑی شان سے ہوئی، ختم کے روز ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوئے، خیر حسن وخوبی بالکل خلاف امید رسم اختتام طے شد۔

تحقیق: الحمدللہ۔

حال: اس ایک سالہ درس قرآن پاک وتفسیر کے غیر معمولی برکات ظہور پذیر ہوئے تقریبًا ۳۰ - ۳۵ اشخاص نے اپنے ماضیہ روزوں اور نمازوں کا قضار دینا شروع کردیا ہے۔ اسکے علاوہ تہجد کے بھی پابند ہورہے ہیں۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: دعائے برکت فرمادیں۔ تحقیق: دعار کرتا ہوں۔

حال: اب فی الحال خضر پور جامع مسجد سے تھوڑی دور کے فاصلے پر ایک اور مسجد جو کہ کوئلہ مڑک مسجد کے نام سے مشہور ہے اسمیں تفسیر بیان کرنا شروع کردیا ہے وہاں کے لوگوں نے مجھکو بڑے ذوق وشوق سے مدعو کیا۔ مخالفین وہاں بھی پہونچے اور متولی صاحب سے میری شکایت کی متولی صاحب نے صاف جواب دیا کہ آپ لوگ محفل میں آئیے اور سنئے اگر عقائد حنفیہ کے خلاف کوئی بات بیان کریں فورًا محفل میں انکی گرفت کیجئے اس سے زیادہ فالتو بات میں

نہیں سننا چاہتا۔ یہ سب باتیں مجھکو متولی صاحب سے معلوم ہوئیں۔ تحقیق: خوب
حال: حضرت دل سے دعا فرمائیں کہ اس میں زیادہ سے زیادہ فیوض و برکات
کا ظہور ہوتا رہے اور مجھکو دونوں جہاں کی مراد و کامیابی حاصل ہو۔
تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۵۲۸)

حال: حضرت والا دامت برکاتہم کے جوتیوں کے صدقے ہیں بحمد اللہ حق تعالیٰ
جل شانہٗ نے اپنے راستہ پر لگا لیا ہے دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ تادم مرگ
اپنے راستہ پر لگائے رکھیں اور کامل اصلاح اور بلند سے بلند اخلاق اور
اور کامل اخلاص عطا کریں۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں

حال: حضرت اقدس مدرسہ یا گھر پر جو حضرات ہمارے متعلق کچھ شکایت کرتے
ہیں تو معلوم ہونے پر ایک قسم کا بغض ہو جاتا ہے کہ یہ ناحق میری شکایت کرتے
ہیں۔ پھر دل میں سوچتا ہوں کہ میں نے قصد کر لیا ہے اپنی اصلاح کا پھر جب
وہ صاحب میری شکایت کرتے ہیں ویسا ہی اگر ہم بھی انکی شکایت کرتے پھریں
یا بغض رکھیں تو ہم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں پایا گیا۔ تحقیق: بیشک۔

حال: ایسے موقع پر حق تعالیٰ اپنے فضل سے ذہن میں خیال پیدا کر دیتے
ہیں کہ ایسے موقع پر ہمکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیطرف توجہ کرنا چاہئے
اور دل میں معاً خیال ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن لوگوں نے
حضور کی شکایتیں کیں یا برا بھلا کہا تو ایسے موقع پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
تو اور ہی تواضع اور انکسار سے کام لیا، مجھ جیسا روسیاہ و ناکارہ کیا کہ حضورؐ
کی تواضع و انکساری کا ایک ذرہ بھی اتباع کر سکے مگر پھر بھی حضورؐ کے اتباع ہی
کی نیت کر کے ان حضرات سے تواضع اور انکساری سے پیش آتا ہوں تو یہ
دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ تواضع اور انکساری سے پیش آتے ہیں۔
مجھے تعجب ہوتا ہے کہ کیا راز ہے ملتو میری شکایت کرتے اور برا کہتے رہتے

ہیں پھر اکبھی یہ بات ۔ حضرت اقدس سے الحاح وزاری سے عرض کرتا ہوں کہ دعا فرمادیجئے کہ حق تعالےٰ اپنی طاعت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرمائیں خوشی میں غم میں آرام میں تکلیف میں، غصہ میں، ہر حال میں اپنے رسول کی کامل اتباع نصیب فرمائیں اور اس پر استقامت نصیب فرمائیں ۔ تحقیق : آمین ۔

حال : حضرت اقدس جب کسی شخص پر کبھی غصہ ہوتا ہوں کسی شریعت کے خلاف بات پر تو دل میں ایک قسم کا خلجان پیدا ہو جاتا ہے کہ میں نے براکیا کہ ان پر پرغصہ کیا اور فورًا دل میں خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ میں نے جیسا ان پر غصہ کیا ایسے ہی ہم سے بھی تو کوئی نہ کوئی غلطی ہوتی رہتی ہے اگر ہم پر حق تعالےٰ جل شانہٗ غصہ فرمائیں تو ہمارا کیا حال ہوگا جس کو ہم پر اور ساری دنیا پر اختیار حاصل ہے جو چاہے کرے اور ہم تو ناپاک منی اور مٹی سے پیدا پھر ہماری کیا حقیقت ؟ یہ خیال کرکے دل میں شرمندہ ہوتا ہوں اور اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جاتا ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال ، حضرت والا سے بھی عرض ہے کہ دعار فرمادیجئے کہ غصہ اور ہر قسم کے دنیا و آخرت کے فتنہ و عذاب سے محفوظ رکھیں ، حق تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے میری اصلاح فرمادیں، اپنی اصلاح فرمادیں تو بڑی کامیابی ہے حضرت اقدس سب سے زیادہ فکر اپنی اصلاح کی اور حسن خاتمہ کی ہے ۔ تحقیق ، بیشک ۔

حال : اور جس پر غصہ کرتا ہوں اسکے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ حق تعالےٰ انکو اور مجھکو کامل ہدایت نصیب فرمائیں اور اس پر استقامت ۔ تحقیق : آمین

حال ؛ حضرت اقدس "ریاض الصالحین" کا ترجمہ ایک کتاب "زاد سفر" ہے اسکا میں مطالعہ کررہا تھا اس میں باب الخوف کو جو پڑھا تو بیحد حق تعالےٰ جل شانہ کا خوف پیدا ہوا اور ہمیشہ دل چاہتا ہے کہ روتا رہوں ، حق تعالےٰ

معاف فرمادیں میرے گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے ۔ حضرت اقدس جب معمولی سی گرمی کی برداشت نہیں ہے تو اس دن کی گرمی اور آگ کیسے برداشت کرسکوں گا؟ حضرت اقدس ہاتھ جوڑ کر گریہ وزاری سے عرض کرتا ہوں دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ ہم سب لوگوں کو ہر قسم کی تکالیف اور پریشانیوں سے بچائیں اور اپنا خاص فضل فرمائیں ۔ تحقیق : آمین

حال : اور خوف سے ہمیشہ روتا رہتا ہوں دل سے، بلکہ جب کسی وقت ہنسی کا موقع ہوتا ہے تو فوراً خیال ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تمکو موت کی یاد ہو جائے تو کم ہنسو اور بہت روؤ فوراً ہنسی بند ہو جاتی ہے اور دل موت کی طرف راغب ہو جاتا ہے کہ کل حق تعالیٰ شانہٗ کے پاس جانا ہے وہاں کیا جواب دونگا اور بار بار اس باب کو پڑھتا رہتا ہوں اور آخرت کی ان تکالیف کو پڑھکر روتا ہوں ۔ تحقیق : آمین

حال : حضرت اقدس نماز میں اور ذکر و فکر میں خوب مزا معلوم ہوتا ہے اور خاصکر نماز میں تو بالکل معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور گویا حق تعالیٰ کو دیکھتا ہوں ۔ اور ڈکر، اطمینان وسکون سے بالکل حق تعالیٰ کیطرف ٹکٹکی لگائے کھڑا رہتا ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔

حال : دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مزید مزا اور سکون اور اطمینان نصیب فرمائیں اور اس پر مزید استقامت، اور وہ علم جو دونوں جہان میں نافع ہو تحقیق، آمین

(مکتوب نمبر ۵۲۹)

حال : گذشتہ عریضہ میں احقر نے لکھا تھا کہ استاد محترم مولانا مفتی محمود حسن صاحب مدظلہٗ العالی نے ارشاد الطالبین کا مضمون پڑھکر سنایا اور سمجھایا تو بات بفضلہ تعالیٰ سمجھ میں آگئی اور مزید عقیدت کا باعث ہوا ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔

حال : اس پر حضرت والا نے دریافت فرمایا ہے کہ تقلیداً یا تحقیقاً ؟ جواباً

عرض خدمت اقدس ہے کہ یہ اعتقاد تحقیقی ہے کیونکہ طالب کو شیخ کے ساتھ اعتقاد تحقیقی ہونا چاہیئے۔

اسکا مفہوم میں یہ سمجھا ہوں کہ کسی شیخ کے اندر جو باتیں اور اوصاف دیکھنے کے قابل ہیں انکو دیکھکر اعتقاد پیدا ہوتا ہے۔ تقلیدی اعتقاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی شیخ کا معتقد پاکر بلا تحقیق اس شیخ کا معتقد ہو جاتا ہے ان دونوں کا مفہوم میں نے یہی سمجھا ہے۔

احقر کے اس سمجھنے میں اگر کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اس پر حضرت والا آگاہ فرمائیں۔

تحقیق: لکھتا ہوں، ایک تو یہ کہ دوسروں کے کہنے سے مانتا ہے انکو سچا سمجھکر یہ تقلید ہے۔ اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ خود اپنی سمجھ سے یہ بات سمجھتا ہے کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ اس سے نفع کی امید ہے، یہ تحقیق ہے اور ارادت میں تحقیق ہی نافع ہوتی ہے۔

(پیش لفظ کا بقیہ)

کچھ طلبائے جدید کے داخلے بھی ہوئے اور اب درس وتدریس کی سرگرمیاں شروع ہو گئیں جملہ اساتذہ وطلباء تعلیم وتعلم کے مشاغل میں پورے انہماک اور دلجمعی کے ساتھ مصروف ومشغول ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ رب العزت جملہ ارکانِ مدرسہ کے عمل میں اخلاص وللہیت اور انکو صحت وعافیت عطا فرمائے۔

مدرسہ میں تعمیری سلسلہ حضرت قاری صاحب مدظلہ کی عدم موجودگی کی بنا پر فی الحال موقوف ہے آپکی آمد کے بعد انشاء اللہ کام کا سلسلہ پھر شروع ہوگا ــــ حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہ العالی آخر شعبان میں بمبئی تشریف لے گئے تھے، انشاء اللہ عید الاضحیٰ کے بعد الہ آباد آنے کی امید ہے۔

(نوٹ) بعض حضرات کے خطوط آئے کہ مدرسہ میں "دارالافتاء" بھی ہے یا نہیں؟ الحمد للہ خانقاہ سے متعلق دارالافتاء کا قیام مصلح الامۃ علیہ الرحمہ نے خود فرمایا تھا اسوقت سے آج تک ادارہ سے یہ خدمت بھی انجام دی جارہی ہے اور مقامی یا بیرونی سوالات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

(ادارہ)

چنانچہ اسی کو سمجھانے کے لئے میں نے یہ آیت پڑھی تھی أَ أَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (یعنی کیا بہت سے متفرق ارباب بہتر ہیں یا اللہ واحد قہار) ۔ اور یہ شعر بھی پڑھ چکا ہوں ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اس سے ممکن ہے آپ کو کچھ تنبہ ہوا ہو یا مجھکو تنبہ ہوا ہو جس طرح شیخ مدینؒ کی خدمت میں جاکر ایک عالم کو تنبہ ہوا تھا جنھوں نے اپنی ساری عمر علم حدیث کی خدمت میں صرف کی تھی انھوں نے شیخ ابن فارضؒ کے بعض ابیات تائیہ کی شرح کی تھی اور اسکو شیخ مدین کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے اسکے سرورق پر یہ شعر لکھکر واپس فرما دیا

سارت مشرقۃ و سرت مغربًا — شتان بین مشرق ومغرب

(یعنی میری محبوبہ تو مشرق کیطرف چلی گئی اور میں مغرب کی جانب کو چلا (تو اب دونوں میں ملاقات کیونکر ہو اسلئے کہ) مشرق اور مغرب مخالف رخ چلنے والوں میں تو بون بعید ہے)

شیخ مدین نے اسمیں یہ بتلایا ہے کہ آپ تو دوسرے کام میں ہیں یعنی علم میں ہے ہیں اور اسی کی کچھ خدمت کی ہے تو اسمیں آپ کو مہارت ہوگئی ہوگی مگر اس راستہ میں تو آپ نے ابھی قدم رکھا نہیں تو اس میں آپ کی بات کیسے معتبر ہوسکتی ہے کیونکہ یہ راستہ ہی دوسرا ہے اور اہل اللہ اسکو قطع کر رہے ہیں لہٰذا اگر ہم لوگ بزرگوں کے کلام کی شرح کرتے تو ہم کو حق ہے اور ہماری بات معتبر ہوتی اور جبکہ آپ ابھی غفلت میں ہیں تو کیا ہم ہی سے آپ اپنی غفلت کی تصدیق کرانا چاہتے ہیں اس سے وہ سمجھے کہ شیخ مدین ہماری حالت کو پسند نہیں فرما رہے ہیں اور متنبہ ہوئے کہ اہل طریق کے حالات کچھ اور ہیں اور اسکی طرف متوجہ ہوئے یعنی شیخ مدین کی خدمت میں آئے اور انھیں کے پاس رہے پھر بہت کچھ اصلاح ہوئی اور شیخ کیخدمت میں رہ پڑے اور وہیں وفات پائی، رحمہ اللہ ۔

دراصل یہ انکی خدمت حدیث کی برکت تھی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کی شرح اور توضیح میں ساری عمر گذاری تھی اسلئے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ یہ میرے حبیب کے کلام کا شارح ہو، نہی خالی رہ جائے اسلئے اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب فرمادیئے کہ انکا کام بن گیا۔ سچ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

یہ اسلئے بیان کررہا ہوں کہ علماء کرام نے اہل طریق کا اذعان کیا ہے دیکھئے یہ اتنے بڑے عالم تھے جو شہرۂ آفاق اور دین کے علمبردار تھے ہزاروں ہزار انکے شاگرد تھے یہ بخاری کے شارح ہیں مگر جب شیخ مدین نے انکو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لاکر ڈالا اور اہل طریق کے حالات میں آئے تب جاکر انکی تکمیل ہوئی اور انکی وجہ سے بہت مخلوق کی اصلاح ہوئی اسلئے کہ لوگوں نے دیکھا اور انکو معلوم ہوا کہ اتنے بڑے بڑے لوگ جو دین کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں انکو بھی بزرگوں کیطرف رجوع ہونے کی ضرورت ہوئی اسی لئے کہتا ہوں کہ اگر ایک عالم کی اصلاح ہوجائے تو ہزارہا آدمی درست ہوجائیں کیونکہ عالم کی اصلاح سے عالَم کی اصلاح ہے۔

اسی طرح سے ایک اور عالم تھے انکے رجوع کرنے کا واقعہ بھی عجیب و غریب اور نہایت عبرتناک اور سبق آموز ہے۔ طبقات کبریٰ میں موجود ہے وہ یہ کہ شیخ عبادہ ساداتِ مالکیہ میں سے ایک ممتاز عالم تھے اور اپنے ہمعصر شیخ مدین پر اعتراض کیا کرتے تھے یوں کہتے تھے کہ یہ طریق جس پر یہ لوگ اپنے کو کہتے ہیں (یعنی تصوف) کیا بلا ہے ہم تو صرف شریعت کو جانتے ہیں اسکے علاوہ سب ڈھکوسلا ہے انکو شیخ مدین کا انکار تو تھا ہی اس میں مزید اضافہ اس سے ہوگیا کہ شیخ عبادہ کے درس کو چھوڑ چھوڑ کر لوگ شیخ مدین کی مجلس میں آنے لگے ایک مرتبہ شیخ مدین نے انکی دعوت کہلا بھیجی اور پھر شیخ مدین نے اپنے اصحاب سے تاکید کردی کہ جب شیخ عبادہ آویں تو خبردار کوئی شخص اپنی جگہ سے جنبش نکرے اور نہ انکی تعظیم کے لئے کوئی شخص کھڑا ہو اور نہ مجلس میں انکے

لئے جگہ ہی کشادہ کیجاسے چنانچہ شیخ عبادہ آئے تو آکر خانقاہ کے صحن میں کھڑے ہو گئے اور سب لوگ حتیٰ کہ شیخ مدین بھی گردن جھکائے بیٹھے رہے یہ منظر دیکھکر انکو بہت رنج ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غصہ کیوجہ سے پاش پاش ہوجائیں گے اور قریب تھا کہ کچھ کہدیں کیونکہ عالم جب خفا ہوتا ہے تو کم از کم فسق کا ورنہ کفر کا فتویٰ صادر کردیتا ہے۔ جب اس حالت پر کچھ دیر گذر گئی تو سید مدین نے سر اٹھاکر حاضرین سے فرمایا کہ بھائی شیخ عبادہ کے لئے راستہ کشادہ کردو اور ان سے فرمایا تفضل یا شیخ یعنی تشریف لائیے جب وہ پاس آکر بیٹھ گئے تو ان سے فرمایا کہ ابھی ایک سوال ذہن میں آگیا (اجازت ہو تو عرض کروں) شیخ عبادہ نے جواب دیا کہ ہاں سوال کیجئے، کہا کہ آیا آپ کے نزدیک مشرکین کی تعظیم کے لئے قیام جائز ہے باوجودیکہ انکی جانب سے کسی قسم کے شر کا خوف نہ ہو۔ انھوں نے جوابدیا کہ نہیں۔ سید مدین نے فرمایا کہ اچھا تو آپکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ جب آپ یہاں تشریف لائے تھے اور کوئی کھڑا نہ ہوا تو آپ کو یہ فعل کچھ ناگوار خاطر ہوا تھا یا نہیں؟ شیخ عبادہ نے کہا ہاں بے شک ناگوار ہوا تھا۔ اسکے بعد پھر سید مدین نے ان سے دوسرا سوال کیا کہ اچھا بتلائیے کہ اگر آپ سے کوئی شخص یہ کہے کہ میں آپ سے اسوقت تک راضی نہ ہونگا جب تک آپ میری ایسی تعظیم نہ کریں جیسی کہ اپنے رب کی تعظیم کرتے ہیں تو آپ اس شخص سے کیا فرمائینگے انھوں نے جواب دیا کہ میں اس سے یہ کہوں گا کہ اسے شخص تو کافر ہوگیا پھر کچھ دیر تک سلسلۂ کلام جاری رہا میرا یہ خیال ہے کہ شیخ مدین نے ان مقدمات کو تسلیم کرانے کے بعد انکا انطباق فرمایا ہوگا کہ یہی حال آپ کا بھی ہے کہ ہم سے بھی آپ اپنی تعظیم ایسی ہی چاہتے ہیں جیسی خدا اپنے بندوں سے چاہتا ہے اسکے متعلق بھی تو حکم لگائیے کہ یہ کیسا ہے؟) غرض شیخ عبادہ کی سمجھ میں بات آگئی تاآنکہ انھوں نے کھڑے ہوکر اسی بھرے مجمع میں اعلان کیا کہ آپ سب لوگ گواہ رہیئے میں آج سیدی مدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہوں اور دین اسلام

میں صحیح طور پر داخلہ کا آج میرا پہلا دن ہے۔ پھر تا زیست انکی خدمت میں رہے حتیٰ کہ وہیں انتقال ہوا اور مقابر فقراء میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔

اس واقعہ سے جس طرح شیخ مدین کی کرامت اور اصلاح و تربیت کے معاملہ میں انکے کمال اور تصرف کا پتہ چلتا ہے اسی طرح شیخ عبادہ کے بھی کمالِ خلوص کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب انکو اپنے حال کی معرفت ہوگئی اور بات سمجھ میں آگئی تو فوراً تائب ہوگئے کہاں تو طریق اور اہل طریق کے منکر اور شیخ مدین پر معترض تھے اور کہاں سب کے سامنے یہ کہہ رہے ہیں کہ میں آج حلقہ بگوش اسلام ہوتا ہوں۔ سبحان اللہ کس قدر بے نفسی اور تواضع کی بات ہے۔ آخر تھے تو عالم ہی کتاب و سنت کے علم نے ان کے قلب پر اثر کیا تھا ان میں اخلاص تھا اسی کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے انکی ہدایت فرمائی (اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ) یعنی اللہ تعالےٰ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتے)

یہ واقعات آپکو اسلئے سنا رہا ہوں کہ جب اتنے بڑے بڑے علماء و فضلا کو بھی اہل طریق کا اذعان کرنے اور انکی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہوئی تو آپ جو کچھ نہیں ہیں نہ ظاہری علم ہے نہ باطنی علم و عمل پھر بھی اہل طریق کو کچھ نہ سمجھیں تو کیا اصلاح ہوگی۔

سنیئے جب تک بزرگانِ دین کو جو اصلی بزرگ ہیں انکو نہیں پکڑیں گے اور اصلاح میں قدم نہیں رکھیں گے کچھ کشود کار نہ ہوگا لہٰذا آپ لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی اصلاح کریں اور اسکے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اکابر دین کو پہچانیں اور انکی طرف توجہ کریں اسلئے کہ دین و دنیا دونوں کا حصول انکی اتباع میں منحصر ہے کیونکہ یہ حضرات اللہ تعالےٰ کی طرف سے منصور ہوتے ہیں تو جو شخص انکا ساتھ پکڑے گا تو وہ بھی منصور من اللہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے ساتھ ہوگی۔ اس مضمون کو بہت بیان کرنا چاہتا ہوں گویا یہ سمجھ لیجئے کہ شاید اسی کے کہنے کے لئے آگیا ہوں مگر یہ کہ اس آنے کو مہمل اور عبث نہ ہونے دیجئے گا کہ

مجھکو تو آپ نے اپنی جگہ سے سرکا دیا اور خود اپنی جگہ سے نہ سرکیں یہ اچھا نہیں ہے آپ کو بھی جگہ سے کھسکنا ہوگا لہٰذا آپ اپنا مرکز چھوڑ دیجیے اور جس کو کہتا ہوں اس چیز کیطرف آئیے یعنی اپنی زندگی کا نصب العین آخرت کو بنا لیجیے۔

آپ نے مجھکو کہنے کی اجازت دے ہی دی ہے اس مضمون کو پھر بیان کروں گا اسوقت جو آیت میں نے شروع میں پڑھی تھی اسکے متعلق مختصر کچھ عرض کرتا ہوں تفصیلی بیان انشاء اللہ پھر کرونگا۔ اس آیت میں یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ○ یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انکو بہت کم قیمت میں یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض بیچ ڈالا اسوجہ سے کہ وہ لوگ ان کے کچھ قدرداں تو تھے ہی نہیں

سورۂ یوسف میں اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اسکے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا تو بھی انکا سب دکھ مٹ جاتا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ انکی تسلی فرما رہے ہیں کہاں تو یوسف علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر، نیز کس قدر خوبصورت تھے پھر یہ کہ بھائی تھے لیکن ان سب کے باوجود بھائیوں نے انکی ایسی بیقدری کی کہ چند دراہم میں انکو بیچ دیا اور ان کے بارے میں زاہد تھے اور یہ چاہتے تھے کہ یہ دنیا سے نکل جائیں۔

اسکے متعلق پھر کہونگا کہ یہ آیت میں نے اسوقت کیوں پڑھی ہے یہی سمجھ لیجیے کہ آپ کے لئے پڑھی ہے کہ آپ دراہم معدودہ یعنی دنیا میں پڑ کر خدا کو بھولے ہوئے ہیں اور دین حاصل نہیں کر رہے ہیں بلکہ اکثر لوگوں کو تو دنیا بھی حاصل نہیں لیکن اسکے باوجود فکر دنیا میں پڑ کر آخرت کو بھولے ہوئے ہیں اور زیادہ تعجب تو ان لوگوں سے ہے جنکا تعلق کسی اہل اللہ سے ہے اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے کسی کا وقت پایا ہے پھر بھی اس طرف التفات

نہیں کرتے بالکل اسکا مصداق ہیں ؎

کعبے بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا زمزم بھی پیا پر نہ بجھی آگ جگر کی

اہل اللہ سے تعلق بھی رکھتے ہیں اور پھر بھی محروم ہیں اگر ایک آدمی سیکھ لے اور
اور دین حاصل کرنے لگے تو اسکو دیکھکر دوسرا اور پھر تیسرا سیکھنے لگے اسی
طرح دنیا میں یہ خیر خیرات بڑھ جائے اور دین کی اشاعت عام ہونے لگے
لیکن جب ایک آدمی آیا اس نے کچھ نہیں کیا دوسرا آیا وہ بھی کام پر نہیں لگا
اسی طرح بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو عوام الناس دیکھتے ہیں کہ فلانی جگہ
جانے والے لوگوں میں سے ایک آدمی کو بھی کچھ حاصل نہیں ہوا تو سمجھتے
ہیں کہ وہاں جانے سے کیا فائدہ دنیا میں اہل اللہ جو بدنام ہوتے ہیں
تو انھیں مریدوں کی وجہ سے کہ یہ لوگ آنے جانے کے باوجود سچے نہیں ہوتے
اگر یہ دین سیکھیں اور صدق و خلوص اختیار کریں اپنی اصلاح پر لگ جائیں
تو بہت سے لوگوں کو نفع ہو۔

اب آپ سے کہتا ہوں کہ جو چیزیں میں بیان کیا کرتا ہوں ان
سب کو چند روز میں آپ سے بیان کر دونگا اور کوشش کرونگا کہ آپکو سمجھادوں
یوں تو یہ بات اللہ ہی کے اختیار میں ہے کہ آپ لوگوں کے کان میں صحیح طور پر
بات پہونچے اور آپ لوگ صحیح طور پر اسکو سمجھیں ہمارے اختیار میں محض یہ ہے
کہ ہم خلوص اختیار کریں اور حق بات کہنے کا عزم کریں اور سچی بات آپسے کہیں
لہٰذا ہم جو کہنا چاہتے ہیں ـــــ اسکو اچھی طرح سمجھئے کہ کیا مقصد
ہے اور کیا کہنا چاہتے ہیں۔ ہملوگوں کو تبرک نہ بنائیے اسلئے کہ تبرک
بنانے کا وقت نہیں ہے اب یہی ہو گیا ہے کہ جو مشائخ اچھے اچھے
اور بڑے درجے کے ہوتے ہیں انکو عوام الناس تبرک بنا لیتے ہیں اور
انکا ہاتھ چومتے ہیں تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور بس۔ خیر بزرگوں کی تعظیم و تکریم
تو اچھی چیز ہے میں یہ نہیں کہتا کہ اسکو چھوڑ دیجئے لیکن محض اتنے سے کام

نہیں چلے گا بلکہ انکی تعلیمات کو اپنانا چاہیئے اور انکے اعمال کو اخلاق کو لینا چاہیئے انکی باتوں کو سمجھنا چاہیئے کہ کیا کہتے ہیں ورنہ اگر ایک دن گیا دوسرا دن گیا تیسرا دن گذرا تو اسی طرح کل وقت گذر جائے گا یہ اسلئے کہہ رہا ہوں کہ بڑے بڑے فاضل اور کامل لوگ جو بہت سے انوار و برکات کے حامل تھے اسی دور میں رہے ہیں مگر یہ کہ لوگوں کو ان سے جتنا فائدہ اٹھانا چاہیئے تھا نہیں اٹھایا اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ ایسے بلند درجے کے ہیں تو ٹوٹ پڑتے

اسواسطے کہتا ہوں کہ وقت کی قدر کرنی چاہیئے اور فکر سے کام کرنا چاہیئے جو باتیں کام کی ہوتی ہیں وہ جلدی سمجھ میں نہیں آتیں دیر لگتی ہے سن لینا تو پھر بھی آسان ہے مگر اسکو سمجھنا اور جیسا کہ حق ہے سمجھنے کا ویسا سمجھنا دشوار ہوتا ہے اسلئے اگر آدمی نہ سمجھے تو دوسرے کسی سمجھدار سے پوچھنا چاہیئے کہ کیا کہہ رہے تھے اور کس بات پر زیادہ زور دیتے تھے یہ بہت ضروری ہے اسلئے کہ ہم لوگوں کی سمجھ کم ہوگئی ہے ورنہ ہمارے وعظ اور جلسے بہت ہوتے ہیں اگر اس طرح سمجھنے کے ارادے سے اور عمل کرنے کے لئے اتنے آدمی وعظ میں شریک ہوں تو ہملوگ معلوم نہیں کیا کرلیں اور کتنا کام ہو جائے مگر بات یہ ہے کہ وعظوں اور جلسوں میں عوام الناس تبرکاً ہی شریک ہوتے ہیں یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ برکت کی چیز ہے، عمل کرنے کے لئے اور اصل چیز کو حاصل کرنے کے لئے شریک نہیں ہوتے ورنہ یہ وقت ایسا نہیں رہتا جس کی ہم آپ شکایت کر رہے ہیں بلکہ بہت کچھ کام ہو جاتا۔ انشاء اللہ کل پھر کہوں گا' وقت کا اعلان کر دیجئے

ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت والا نے کس طرح اذہان کو صاف فرماکر کسی کے وعظ سے منتفع ہونے کی صلاحیت اور استعداد پیدا فرمائی کہ شروع

کہ شروع میں فرمادیا کہ جس طرح سے یہاں بالعموم اور لوگ آتے ہیں میں ان میں سے نہیں ہوں، باقی علماء اور مشائخ کے مواعظ کے بعد بھی جو لوگ دین کی راہ پر نہیں لگتے تو اسکی ایک خاص وجہ ہے یا تو علماء سے لوگوں کو اعتقاد نہیں ہوتا اور ان پر اعتماد نہیں ہوتا یا یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگ شیطان کے بہکاوے میں پڑے ہوتے ہیں اسلئے کہ جن حضرات کے قلوب میں خدا نے نور عطا فرمایا تھا لوگ اسی کے اغوا کی وجہ سے انکو ناصح اور خیر خواہ نہیں سمجھتے اور یہ اسلئے ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ہی خود فرمایا ہے کہ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ میں سے کچھ دشمن بنا رکھے ہیں جو انکی جانب سے لوگوں کو بہکاتے ہیں اور جب نبی کے لئے یہ دشمن ہوتے ہیں تو انکی نیابت میں علماء اور مشائخ محققین کے ساتھ بھی یہی معاملہ رہتا ہے لوگ اسکو سمجھتے نہیں اور راہزن اور راہنما میں تمیز نہیں کرتے اسلئے گمراہی میں پڑے رہتے ہیں آپ کو اس بات کو اور دنیا کے ان دونوں سلسلوں کو پہچاننا ہوگا

اب اسکے بعد کہتا ہوں کہ شاید اب آپکو تنبہ اور احساس صحیح پیدا ہوا ہو جیسا کہ ایک عالم (صاحب فتح الباری) کو پیدا ہوا تھا اسکا واقعہ آپ نے سنا اسی طرح سے ایک دوسرے عالم (شیخ عُبادہ مالکی) کا واقعہ بھی آپ نے سنا کہ انکا پہلا طریقہ اور تھا لیکن تنبہ کے بعد دونوں حضرات مشائخ کے پاس گئے اور کیا سے کیا ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اتنے بڑے بڑے علماء، اصلاح باطن میں مشائخ کے محتاج ہیں تو پھر بھلا آپ لوگ جو کچھ نہیں آپ کو نہ تو ظاہری علم ہے نہ باطنی علم و عمل آپ کو کسقدر مشائخ کی احتیاج ہوگی

دیکھا آپ نے حضرت والا اہل بمبئی سے ڈرے نہیں نہ انکے مال و جاہ کو خاطر میں لائے بلکہ صاف صاف فرمادیا کہ آپ لوگ کچھ نہیں ہیں ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جو بے غرض اور بے لوث ہو، اہل غرض کی زبان ہی نہیں کھل سکتی اس حق و صدق کا انپر اثر ہوا اور وہ سمجھے کہ یہ اور طرح کے عالم ہیں سنبھل کر انکی مجلس میں آنا چاہیئے۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بنانیؒ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس موجود تھے انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ بندہ کے لئے ہوئے قرض کا ضامن ہوتا ہے جبکہ اس نے تین موقعوں پر قرض لیا ہو، ایک تو یہ کہ معصیت کے اندیشہ سے نکاح کرنے کے لئے قرض لیا ہو پھر اسکو ادا نہ کرسکا ہو یہاں تک کہ موت آگئی ہو تو اس شخص کے قرضہ کا اللہ تعالےٰ ضامن ہے قیامت میں اسکو ادا فرما دے گا۔ دوسرے یہ کہ کسی نے غزوہ پر جانے والوں کے لئے کچھ امداد مسلمانوں کی قرض لیکر کردی۔ تیسرے وہ شخص جس نے کسی میت کو کفن دینے کے لئے قرض لیا (اور ادائیگی سے قبل مرگیا) تو اللہ تعالیٰ ان سب کے خصموں کو قیامت میں اس سے راضی فرمادیں گے۔

اسکے بعد حضرت ثابت بنانیؒ حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں پہونچے اور حضرت انسؓ سے جو سنا تھا اسکو بیان کیا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا ہاں حضرت انس بوڑھے اور کمزور ہو گئے تھے ان سب سے جو افضل تھا اسکو وہ بھول ہی گئے اللہ تعالیٰ ان سب کے ضامن ہونے کے ساتھ ساتھ اس شخص کے قرضے کے بھی ضامن ہوں گے جس نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کے لئے قرض لیا ہو اور اسکی ادائیگی کی بہت کوشش کی ہو مگر نہ ادا کرسکا ہو یہانتک کہ مرگیا تو اسکے قرضدار بھی قیامت میں اس سے تقاضا نہ کرینگے (اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے ادا فرما دیا ہوگا یا انکو خوش کردیا ہوگا۔)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں جنکا اسکے سوا کچھ کام نہیں کہ ایک ان میں سے کہتا ہے کہ یا اللہ تو خرچ کرنے والے کو اسکے بدلے میں اور عنایت فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ یا اللہ تو اس ہاتھ روکنے والے کا مال جلد تلف فرما۔

حضرت مکحولؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپنے

فرمایا کہ جس شخص نے دنیا حلال طریقہ سے کمایا اور غرض یہ ہے کہ خود کو سوال سے محفوظ رکھے اور اسکے بال بچے آرام سے کھائیں اور پڑوسی کو بھی اسکی غربت پہ رحم کھاکر کچھ دیدے تو قیامت میں اس طرح سے آئیگا کہ اسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کے مانند چمکتا ہوگا اور جس شخص نے حلال دنیا اسلئے طلب کیا تاکہ سب سے بڑھکر مالدار ہوکر رہے اور دوسروں پر فخر کرے اور ریاکاری کے ساتھ خرچ کرے تو وہ قیامت میں اللہ تعالےٰ سے اس حال میں ملاقات کریگا کہ اللہ تعالےٰ اس سے ناراض ہوں گے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنے والد کی سند سے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک روٹی صدقہ کروں یہ آپ کو زیادہ پسند ہے یا یہ کہ ایک سو رکعات نفل نماز ادا کروں ؟ آپ نے فرمایا ایک روٹی جو تم صدقہ کرو وہ میرے نزدیک دو سو نفل رکعات نماز سے بہتر ہے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ایک مسلم کی حاجت روائی آپ کو زیادہ پسند ہے یا یہ کہ میں سو رکعت نفل نماز پڑھوں ؟ آپ نے فرمایا کسی مسلمان کی حاجت روائی مجھے تمھاری ہزار رکعات سے زیادہ محبوب ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ ایک لقمۂ حرام کا ترک کرنا آپ کو زیادہ پسند ہے یا میرا ایک ہزار رکعات نماز کا پڑھنا ؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک حرام لقمہ کا ترک مجھے تمھاری دو ہزار رکعات نماز سے زیادہ پسند ہے پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! ایک غیبت کا ترک کرنا آپ کو زیادہ پسند ہے یا ہزار رکعات نفل کا پڑھنا ؟ آپ نے فرمایا مجھے تمھاری ایک غیبت کا ترک کرنا تمھاری دس ہزار رکعات نفل نماز سے زیادہ پسند ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! رانڈ بیوہ کی حاجت کو پورا کرنا آپ کو زیادہ پسند ہے یا میرا دس ہزار رکعات نماز پڑھنا ؟ آپ نے فرمایا کہ بیوہ کی حاجت روائی مجھے تیس ہزار رکعات نفل سے زیادہ پسند ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! اپنے

بال بچوں کے ساتھ بیٹھنا آپ کو زیادہ پسند ہے یا مسجد میں جا کر بیٹھنا آپ کو زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ گھڑی بھر اپنے بال بچوں (کا دل خوش کرنے کے لئے) ان کے پاس بیٹھنا مجھے اپنی اس مسجد (مسجد نبوی) میں اعتکاف کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرمائیے کہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا آپ کو زیادہ پسند ہے یا فی سبیل اللہ خرچ کرنا زیادہ پسند ہے آپ نے فرمایا ایک درہم جسے انسان اپنے بال بچوں پر صرف کرے وہ ان ہزار درہموں سے بڑھکر ہے جو اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ والدین کی اطاعت زیادہ محبوب ہے یا ایک ہزار سال تک عبادت کرنا؟ آپ نے فرمایا انس سنو! اب حق آگیا اور باطل مٹ گیا، والدین کی اطاعت بیس لاکھ سال کی عبادت سے بھی بڑھکر ہے۔

حضرت ابو کبشہ الانماری رضؓ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا کی مثال میں چار شخصوں کا ذکر فرمایا ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالےٰ نے علم (دین) بھی عطا فرمایا اور مال بھی دیا پس وہ شخص اپنے مال میں اپنے علم کے مطابق تصرف کرتا ہے اور ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالےٰ نے علم تو دیا ہے مگر مال نہیں یا تو وہ کہتا کہ کاش اگر اللہ تعالےٰ مجھے بھی مال دیئے ہوتا جس طرح سے فلاں کو دیا ہے تو میں بھی اسکی طرح (ادائے حقوق کے ساتھ) اسمیں تصرف کرتا۔ (ان دونو کا ذکر کر کے آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں برابر ہیں (پہلا نیک عمل کی وجہ سے اور دوسرا اپنی نیت کے سبب) اور تیسرا وہ شخص ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے مال تو دیا ہے مگر علم نہیں دیا لہذا وہ مال کے حقوق زکواۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا اور بیجا مواقع پر اسے صرف کرتا ہے اور چوتھا وہ شخص ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے نہ مال دیا ہے اور نہ علم ہی دیا اور وہ کہتا ہے کہ کاش اگر اللہ تعالےٰ مجھے مال دیئے ہوتا تو میں بھی (تیسرے کی طرح گناہ کے کاموں میں ادھر ادھر خوب مال خرچ کرتا تو وبال میں یہ اور تیسرا دونوں برابر ہونگے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں کچھ بالا خانے ایسے ہیں کہ جس کے اندر سے باہر کا حصہ نظر آتا ہے اور باہر سے اندر کا حصہ نظر آتا ہے (یعنی نہایت صاف و شفاف شیش محل) عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اسکے اندر کون لوگ رہیں گے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور گفتگو میں شیریں کلامی اور نرم گوئی اختیار کرتے تھے اور ہمیشہ روزے رکھا کرتے تھے اور باہم سلام کو خوب رائج کئے ہوئے تھے اور شب میں نمازیں پڑھتے تھے جبکہ اور لوگ سوتے ہوتے تھے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ان صفات کے لوگ اسکے رہنے والے ہونگے تو بھلا ان سب صفات کا حامل کون ہوگا (یہ سب تو بڑے مشکل کام ہیں) آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان پر عمل کرنا کچھ بھی دشوار نہیں) جو شخص سبحان اللہ الحمد للہ۔ لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر کہتا ہو اس سے بہتر اور نرم کلام اور کون ہوسکتا ہے وہی شیریں کلام ہے اور جس شخص نے اپنے اہل و عیال کو کھانا کھلایا گویا اطعام طعام کے وصف سے متصف ہوگیا اور جس شخص نے رمضان شریف کے روزے رکھے اس نے گویا روزہ پر مداومت برتی (شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ ہر نیکی کا اجر دس گنا ملا کرتا ہے لہٰذا تیس روزوں کا اجر تین سو روزے کے برابر ہوا' اور سال کے پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے اسطور پر تقریباً پورے سال کے ایام ہو ہی جاتے ہیں) اور جو شخص اپنے بھائی سے ملا اور اسکو سلام کیا اس نے گویا سلام کا انتشار کیا اور جس شخص نے عشاء اور فجر کی نماز پڑھی اسنے گویا شب میں نماز پڑھی جبکہ اور دوسرے لوگ یعنی یہود و نصاریٰ اور مجوس سو رہے تھے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم۔

تینتالیسواں باب
(خدام اور غلاموں کی رعایت کرنیکا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت عطاء بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کے منہ پر طمانچہ مارا اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی۔ آپؐ نے فرمایا کسی نمازی کے چہرے پر مت مارا کرو اور ان غلاموں کو بھی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور پہناؤ جو تم پہنتے ہو اگر تمھیں یہ ناپسند ہوں تو انکو بیچ دیا کرو۔

عامر شعبی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے مقام عرفہ میں ایک گھر سے پینے کو پانی مانگا صاحب خانہ ایک عورت تھیں اس نے اپنی خادمہ کو بلایا اس نے آنے میں دیر کی مالکہ نے اسے سخت گالی دی جس میں اسپر تہمت بھی تھی۔ ان صحابی نے مالکہ سے فرمایا کہ اسکی وجہ سے تمھیں قیامت میں حد لگے گی یا یہ کہ تم چار گواہوں سے ثابت کرو کہ یہ ایسی ہی ہے جیسا کہ تم نے کہا ہے یہ سنکر اس عورت نے اس عورت کو آزاد کر دیا۔ ان صحابی نے اس سے کہا کہ شاید یہ تیرے اس ناروا قول کا کفارہ ہو جائے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے یہ غلام تمھارے بھائی ہیں اللہ نے انکو تمھارے قبضہ میں دیدیا ہے تو جس کا بھائی کسی کے قبضہ میں ہو تو اسکو چاہیئے کہ جو خود کھائے اسکو بھی کھلائے اور جو خود پہنے اسے بھی پہنائے اور ان سے جو کام لو تو انکی طاقت اور سہار کا لحاظ رکھو اور جب ان سے

کوئی کام کرنے کو کہو تو خود بھی انکا ہاتھ بٹا دیا کرو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بدخلق نہیں داخل ہوگا۔ ان غلاموں کا بھی ایسا ہی اکرام کیا کرو جیسا اپنی اولاد کا کرتے ہو اور جو خود کھاتے ہو انھیں بھی کھلایا کرو۔

حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کیا رسول اللہ دنیا کی کیا چیزیں ہمارے لئے نفع بخش ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ گھوڑا جسے اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے پالے اور غلام جو تمھارے کام کاج کرے اور اگر وہ نماز پڑھے یعنی مسلمان ہو تو تمھارا بھائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اپنے خادم کے کتنے قصور معاف کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ہر دن میں ستر۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات کے منجملہ یہ بات بھی تھی کہ نماز اور جن غلاموں کے تم مالک ہو! (حضورؐ نے صرف اتنا ہی فرمایا آگے راوی نے تشریح کر دی) یعنی انکی حفاظت اور رعایت کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک عورت جہنم میں داخل کی گئی ایک بلی کی وجہ سے جسے گھر میں باندھ رکھا تھا نہ کھانا دیتی تھی نہ پانی اور اس کو چھوڑتی بھی نہیں تھی کہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھائے یہاں تک کہ وہ مرگئی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گذرے جو دن چڑھے دھوپ میں بندھا ہوا تھا آپؐ اپنی ضرورت پوری کر کے جب واپس ہوئے تو دیکھا کہ وہ اونٹ

اسی طرح بندھا ہوا ہے، آپ نے اسکے مالک سے فرمایا کیا تم نے اسکو ابتک چارہ نہیں دیا؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا سن لو کہ یہ تم پر اسکی نالش قیامت میں کریگا۔

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالےٰ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو! اپنے غلام اور خادم کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ انکیں بھی کھلاؤ جو تم کھاؤ اور پہناؤ جو تم پہنو اور انکی طاقت سے زیادہ ان سے کام مت لو اسلئے کہ وہ بھی گوشت پوست کے بنے ہوئے ہیں تمھاری مثل۔ سن لو کہ جو ان پر ظلم کریگا تو قیامت کے دن میں اسکا مدعی ہوں گا اور اللہ انکا حاکم ہوگا۔

حضرت عون بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنے غلام سے کہا کرتے تھے جب وہ نافرمانی کیا کرتا تھا کہ کس قدر تو مشابہ ہے اپنے مالک کے یعنی میں خدا کی نافرمانی کرتا ہوں اور تو میری نافرمانی کرتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہیں ہر ایک کو دُہرا اجر ملے گا۔ ایک وہ شخص جسکی ملک میں کوئی باندی ہو پس اس نے اسکو ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا پھر اسکو آزاد کردیا اور اسکا نکاح کردیا تو اسکے لئے دو اجر ہیں اور ایک وہ شخص جسکا کوئی غلام ہے جو اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے دنیوی مالک کا بھی حق ادا کرتا ہے پس اسکے لئے بھی دو اجر ہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ ایک غلام ہے جس کو اسکے مولیٰ نے کسی کام کے لئے بھیجا اور جماعت سے نماز بھی ہونے جارہی ہے تو پہلے کون سا کام کرے حضرت حسن نے جواب دیا اپنے دنیوی مالک کی حاجت کو پہلے پورا کرے۔

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ یہ جب ہے جب وقت میں وسعت ہو

اور نماز قضا ہونے کا خوف نہ ہو اور اگر نماز قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو اسکو موخر کرنا جائز نہیں، اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ جس کام میں خالق کی معصیت ہوتی ہو وہاں مخلوق کی طاعت جائز نہیں ہے۔ اور مستحب ہے کہ انسان ہر طرح اپنے غلاموں کی رعایت کرے ان سے طاقت سے زیادہ کام نہ لے اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی ایسی عبادت کا مکلف انسان کو نہیں بنایا جسکی وہ طاقت نہ رکھے اور ان کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آئے اسلئے کہ حسن معاشرت مومنین کے اخلاق میں سے ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بداخلاق شخص جنت میں داخل نہوگا۔ اپنے غلاموں کے ساتھ الفت و محبت سے پیش آؤ جیسے اپنی اولاد کے ساتھ پیش آتے ہو۔ جو خود کھاتے ہو انکیں بھی کھلاؤ

حضرت عبد اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے روٹی کا ایک ٹکڑا زمین پر پڑا ہوا دیکھا تو اپنے غلام سے فرمایا کہ اسکو اٹھاؤ اور اسکی مٹی جھاڑ دو، چنانچہ جب شام ہوئی اور آپ نے افطار کا ارادہ کیا تو اپنے غلام سے پوچھا کہ وہ روٹی کا ٹکڑا کیا کیا؟ اس نے کہا کہ میں تو اسے کھا گیا۔ فرمایا کہ جا تو آزاد ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص کوئی روٹی کا ٹکڑا پائے اور اسکو اٹھائے اور کھا جائے تو اللہ تعالےٰ تو اسکے پیٹ میں پہونچنے سے پہلے اسکو بخشش دیتے ہیں۔ لہٰذا میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ جس کو خدا نے بخش دیا ہے اسکو اپنا غلام رکھوں۔

(مترجم عرض کرتا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث سے حضرات صحابہ کا ادب اللہ تعالیٰ کی نعمت کیساتھ کتنا معلوم ہوا اور اس ادب میں غلام بھی اپنے آقا سے کم نہ تھا جیسا کہ حضرت عبد اللہ نے غلام سے صرف اٹھانے کو فرمایا لیکن غلام نے منشا سمجھکر اس ٹکڑے کو اٹھایا، صاف کیا اور کھالیا۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سبکو بھی رزق کے ادب کی توفیق عطا فرمائے)

(۱۱۷۱) کمال کہتے ہیں کہ مجھکو ابوالعباس بن عبدالواحد نے خبر دی اور وہ شیخ صالح رعینی سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ صالح کہتے ہیں کہ میں مدینہ مکرمہ میں مقیم تھا پس عاشورا کے دن جس روز اہل تشیع قبۂ عباس میں جمع ہوا کرتے ہیں میں گھر سے نکلا وہ لوگ قبہ میں جمع تھے پس میں نے قبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر کہا کہ میں ابوبکرؓ کی محبت میں کچھ چاہتا ہوں پس ان میں سے ایک بڈھا میرے پاس آیا اور کہا کہ بیٹھ جاؤ ہم ذرا فارغ ہولیں پس میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ وہ فارغ ہوگئے تو وہ بڈھا میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھکو اپنے گھر لے گیا اور گھر کے اندر مجھکو داخل کر کے پیچھے سے دروازہ بند کر دیا اور دو غلاموں کو مجھ پر تعینات کر دیا جنھوں نے میری مشکیں باندھکر مجھکو بہت ہی زدوکوب کیا پھر اس نے میری زبان کاٹ لینے کا حکم دیا پس انھوں نے میری زبان کاٹ لی اسکے بعد اس نے انکو حکم دیا پس میری مشکیں کھولدیں اور اسنے کہا جا اس کے پاس جسکی محبت میں تو نے بھیک مانگی تھی کہ وہ تیری زبان تجھ پر واپس کر دے شیخ صالح کہتے ہیں پس میں اسکے پاس سے چلکر حجرۂ شریفۂ نبویہ پر آیا کہ درد و تکلیف کی زیادتی سے رو رہا تھا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو معلوم ہے کہ ابوبکرؓ کی محبت میں مجھکو یہ تکلیف پہونچی ہے پس اگر آپ کے وہ صحابی برحق ہیں تو میری خواہش ہے کہ میری زبان واپس ہو جائے۔ اور میں شدت تکلیف کے قلق میں رات بھر حجرہ ہی میں پڑا رہا پس مجھ پر اونگھ طاری ہوئی اور میں نے خواب دیکھا کہ میری زبان پھر ویسی ہی ہوگئی جیسی تھی بیدار ہوا تو واقعی اسکو اپنے منہ میں صحیح سالم پایا اور میں باتیں کر سکتا تھا پس میں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے میری زبان مجھ پر واپس فرما دی اور ابوبکرؓ کی محبت مجھکو اور زیادہ ہوگئی پس جب اگلا سال ہوا اور عاشورا کے دن وہ لوگ حسب عادت جمع ہوئے تو پھر میں قبہ کے دروازے کے پاس گیا اور کہا کہ میں ابوبکرؓ کی محبت میں کچھ چاہتا ہوں پس حاضرین میں سے ایک جوان اٹھا اور کہا کہ بیٹھ جا ذرا فارغ ہولیں چنانچہ میں بیٹھ گیا پس جب وہ فارغ ہو گئے

تو وہی جوان میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اسی گھر کی طرف لے گیا پس مجھکو اندر پہونچایا اور میرے سامنے کھانا رکھا پس ہم دونوں نے کھایا جب فارغ ہوئے تو جوان اٹھا اور اپنے گھر کی ایک کوٹھری کا دروازہ کھولا اور رونے لگا میں بھی اٹھا تاکہ دیکھوں کہ اسکے رونے کا سبب کیا ہے پھر کوٹھری میں ایک بندر بندھا ہوا مجھکو نظر آیا میں نے جوان سے اسکا قصہ پوچھا تو وہ زیادہ رونے لگا میں نے اسکو تسکین دی یہانتک کہ اسکو سکون ہوگیا تب میں نے کہا تم کو اللہ کی قسم ہے اپنی حالت سے مجھکو باخبر کردو اس نے کہا اگر تم قسم کھاؤ کہ اہل مدینہ میں سے کسی کو بھی مطلع نہ کروگے تو میں بتادوں۔ پس میں نے قسم کھائی تب اس نے کہا کہ سال گذشتہ میں عاشورا کے دن ایک شخص ہمارے پاس آیا اور قبہ عباس میں اس نے ابوبکرؓ کی محبت میں کچھ مانگا تھا پس میرا باپ اٹھا جو اکابر شیعہ میں سے تھا اس نے سائل سے کہا کہ بیٹھ جاؤ ذرا فارغ ہولیں جب فارغ ہو چکے تو وہ اسکو اس گھر میں لیکر آیا اور اسپر دو غلاموں کو مسلط کردیا انھوں نے اسکو مارا اور اسکی زبان کاٹ لی اور اسکو نکالدیا پس وہ چلا گیا اور پھر اسکی کوئی خبر ہمکو نہ لگی، جب رات ہوئی اور ہم سو گئے تو میرے باپ نے ایک چیخ ماری کہ اسکی سخت چیخ سے ہم سب جاگ پڑے پس اسکو دیکھا تو اللہ نے اسکو بندر کی صورت میں مسخ کردیا تھا پس ہم اس سے گھبرائے اور اس کوٹھری میں اسکو داخل کرکے باندھ دیا۔ اور لوگوں سے ظاہر کیا وہ مرگئے پس ایک صبح و شام میں ان پر رویا کرتا ہوں شیخ صالحؒ کہتے ہیں کہ میں نے جوان سے کہا بھلا یہ تو بتاؤ کہ جس شخص کی تمھارے باپ نے زبان کاٹی تھی تم اسکو پہچانتے بھی ہو اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا واللہ میں ہی ہوں وہ شخص کہ میری ہی زبان تمھارے باپ نے کاٹی تھی اور میں نے سارا قصہ بیان کیا پس وہ میرے پاؤں پر گر پڑا اور میرے سر اور ہاتھوں کو بوسہ دینے لگا اسکے بعد مجھکو ایک کپڑا اور ایک دینار دیا اور مجھ سے دریافت کیا کہ اللہ نے تمھاری زبان کس طرح واپس کی میں نے اسکو مطلع کیا اور واپس آگیا۔

(۱۱۷۲) بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے لشکر روانہ کیا اور ان پر ایک شخص کو امیر بنایا تھا جنکا نام ساریہ تھا پس حضرت عمرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ باآواز بلند پکارنے لگے "اے ساریہ پہاڑ پس (چندروز بعد جب) لشکر کیطرف سے قاصد آیا تو اس نے بیان کیا کہ اے امیرالمؤمنین ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوا تو انھوں نے ہمکو شکست دیدی دفعۃً ایک بلند آواز کسی کی سنائی دی کہ اے ساریہ پہاڑ پس ہم نے اپنی پشت پہاڑ سے لگالی پس حق تعالےٰ نے دشمن کو شکست دیدی

از کتاب جامع کرامات اولیاء

مولفہ علامہ شیخ یوسف بن اسمٰعیل النبھانی مختومہ سنہ ۱۳۲۴ھ

مطبوعہ سنہ ۱۳۲۹ھ بمصر

یہ کتاب اس زمانہ کی بے نظیر تصنیفات سے ہے اور کتب معتبرہ قدیمہ وحدیثہ جو چالیسؔ سے متجاوز ہیں اور اپنے اور ثقات کے مشاہدات سے جمع کی گئی ہیں جنکا نام اسکے خطبہ میں ہے اور خطبہ میں خود مولف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کتاب میں دس ہزار کرامات سے کم مذکور نہیں اور جنکی یہ کرامتیں ہیں انکا عدد چودہ سو کے قریب ہے علاوہ انکے جنکا نام معلوم نہیں ہوا جنکا ذکر خاتمہ میں ہے۔ اھ۔ عاجز کہتا ہے میں نے ان غیر معلوم حضرات کو شمار کیا تو سو سے زیادہ نکلے تو یہ اصحاب کرامات ڈیڑھ ہزار ہوئے اور نیز خطبہ میں بعض ان کتابوں کے نہ ملنے پر افسوس کیا ہے جو اس باب میں طریقہ محدثین پر لکھی گئی ہیں مثل کتاب الزہد للامام احمد اور حلیۃ الاولیا لابی نعیم اور صفوۃ الصفوہ لابن الجوزی اور کرامات الاولیا لابی محمد الخلال وابن ابی الدنیا واللالکائی تو اگر یہ کتابیں بھی کسیکو میسر ہوجاویں تو ان سے اضافہ کیا جاسکتا ہے کتاب تو اس قابل ہے کہ اسکا بالاستیعاب

ترجمہ کردیا جاوے لیکن اسوقت اسکے التزام کا قصد نہیں ہے عین وقت پر جو حکایت مناسب معلوم ہوگی صرف وہ لی جاوے گی اور چونکہ کتاب موصوف کے مقدمہ میں بعض تحقیقات متعلقہ کرامات بہت مفید معلوم ہوئیں لہٰذا انمیں سے بھی بعض فوائد کا انتخاب کرکے انکا ترجمہ کردیا اور حکایات پر انکا مقدم کرنا مناسب معلوم ہوا۔ پس اول وہ فوائد مع حوالہ صفحہ نقل کئے جاتے ہیں اس کے بعد حکایات لکھی جائیں گی۔

فائدۂ اولیٰ ص۶ س۳ سب سے اچھا قصد کرامات کی حکایتیں ہونا چاہیئے کہ اولیاء کی کرامات واقع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں تو انکی نقل کرنے سے دین اسلام کی صحت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال ہونے سے غیر مومن کو ایمان اور مومن کو قوۃ فی الایمان میسر ہوتی ہے۔

فائدۂ ثانیہ ص۷ س۱۳ جو امر نبی سے بطور معجزہ صادر ہوسکتا ہے وہ ولی سے بطور کرامات صادر ہوسکتا ہے۔ اھ۔ گو کیسا ہی عظیم ہو ص۱ س۲ احقر کہتا ہے کہ جس کا امتناع غیر نبی سے دلیل سے ثابت ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے جیسے قرآن کی مثل لانا

فائدۂ ثالثہ ص۷ س۱۳ خرق عادت کا صدور یا مع الدعویٰ ہے یا بلا دعویٰ اور شق اول میں یا تو دعویٰ الوہیت کا ہے تو اس شخص سے خوارق کا صدور اسلئے ممکن ہے کہ اس سے تلبیس نہیں ہوتی۔ آھ۔ لیکن نبی کے مقابلہ میں صدور نہوگا اور یا دعویٰ رسالت کا ہے پھر یا دعویٰ رسالت میں صادق ہے تب تو خوارق کا صدور واجب ہے اور صدور بھی بلا معارض ورنہ عامہ کو تلبیس ہوگی اور یا کاذب ہے تو اس سے خوارق کا صدور ممتنع ہے اور اگر صدور ہوجاوے تو فوراً ہی ایسے معارضہ کا وقوع لازم ہے جس سے اسکا کذب ظاہر ہوجاوے۔ اور یا دعویٰ ولایت کا ہے اس صورت میں صدور خوارق میں اختلاف ہے۔ آھ۔ احقر کے نزدیک کوئی امر مانع نہیں کیونکہ اقرار باتباع نبی دافع تلبس ہے۔ ہاں اگر دعویٰ بلا اذن ہے تو سلب حال مانع صدور ہوسکتا ہے اور یا دعویٰ سحر اور اتباع

شیطان کا ہے تو اسمیں بھی تلبیس نہ ہونے کے سبب صدور ممکن ہے۔ آھ۔ مگر شرط یہ ہے کہ نبی کے مقابلہ میں نہو اور اگر بلا دعوے ہے تو اگر یہ شخص مومن صالح ہے تو اُس سے جو صادر ہو کرامت اسکا نام ہے اور اگر کافر یا فاسق ہے تو وہ استدراج ہے۔

فائدہ رابعہ ص۱۲ س۲ محققین نے کہا ہے کہ بارگاہ حق تعالےٰ سے جن سالکین کو انقطاع ہوا ہے اکثر مقام کرامات میں ہوا ہے اسلئے محققین کرامات سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا لوگ بلا سے ڈرتے ہیں۔

فائدۂ خامسہ ص۱۴ س۲۱ اسمیں اختلاف ہوا ہے کہ آیا ولی کو اپنے ولی ہونے کی خبر ہوتی ہے یا نہیں۔ آھ۔ احقر کہتا ہے کہ خبر ظنی حال ثابت ہو اور قطعی اور آنی منفی ہے
فائدۂ سادسہ ص۱۵ س۲۵ کرامات کا صدور حیات کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ مرنے سے ولایت سے معزول نہیں ہو جاتا
فائدہ سابعہ ص۲۱ س۴ ولی کے لئے کرامت ہونا ضرور نہیں بلکہ بعض اوقات غیر صاحب کرامات افضل ہوتا ہے صاحب کرامات سے کیونکہ افضلیت زیادت یقین سے ہے نہ کہ کرامت سے

فائدۂ ثامنہ ص۲۱ س۲۵ جس طرح نبی پر معجزہ کا اظہار واجب ہے اسی طرح ولی پر کرامت کا اخفا واجب ہے۔ اھ۔ احقر کہتا ہے مگر یہ کہ ماذون بالاظہار ہو ص۲۳ س۲۱
فائدۂ تاسعہ ص۲۴ س۲۱ خرق عادت کبھی قوی نفسانیہ سے ہوتا ہے کبھی حیل طبعیہ سے کبھی عملیات سے یہ سب عبد کے قدرت واختیار میں ہے یہ واقع میں خرق عادت اور کرامت نہیں۔ انتھت الفوائد۔ اور بعض فوائد رسالہ کرامات امدادیہ کے شروع میں قابل ملاحظہ ہیں۔

اب حکایات منقول ہوتی ہیں اور گو اس کتاب میں بعد معجزات نبویہ کے حضرات صحابہؓ کی بھی بعض کرامات مذکور ہیں مگر چونکہ تجویز ہے کہ اسکو رسالہ کرامات الصحابہؓ کا ضمیمہ بنا دیا جاوے اسلئے انکو یہاں نقل نہیں کیا گیا اسکے بعد سے حکایات لیجاوینگی اور چونکہ کتاب مذکور میں اہل قصہ کا اول نام ہے

پھر قصہ ہے اس اقتباس میں بھی آسانی کے لئے یہی طرز رکھا گیا ہے ۔

(۱۱۷۳) محمد باقر زین العابدین ۹۷ھ ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں محمد بن علی کے پاس مسجد نبوی میں حاضر تھا اسی اثنا میں منصور اور داؤد بن سلیمان مسجد میں آئے اور اسوقت تک بھی عباس کو سلطنت کو نہ پہونچی تھی سو داؤد محمد باقر کے پاس آیا محمد باقر نے اس سے فرمایا کہ منصور دوانیقی کو آنے سے کون امر مانع ہوا داؤد نے کہا کہ وہ ذرا بے مروت ہے محمد باقر نے کہا کہ زمانہ ختم نہ ہوگا یہانتک کہ یہ شخص مخلوق کے کاروبار کا حاکم ہوگا اور لوگوں کی گردنوں کو پست کردے گا اور زمین کے مشرق و مغرب کا مالک ہوجاویگا اور اسمیں اسکی عمر طویل ہوگی یہانتک کہ نامی خزائن اسقدر جمع کریگا کہ دوسرا اسقدر جمع نکرسکے گا۔ داؤد نے منصور کو یہ خبر کردی پھر منصور بھی ان کے پاس آیا اور کہا کہ مجھکو آپ کے پاس بیٹھنے سے بجز آپکی حکایت شان کے اور اور کوئی امر (مثل ضعف عقیدت وغیرہ) مانع نہیں ہوا اور داؤد نے جس بات کی خبر دی تھی اسکی نسبت سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ضرور ہونے والا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا ہم لوگوں کی (یعنی بنی عباس کی) سلطنت آپ حضرات کی (یعنی بنی ہاشم کی) سلطنت سے قبل ہوگی آپ نے فرمایا ہاں اس نے پوچھا کہ کیا میرے بعد کوئی شخص میری اولاد میں سے بادشاہ ہوگا آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کہ بنی امیہ کی سلطنت کی مدت زیادہ ہوگی یا ہماری آپ نے فرمایا کہ تمھاری مدت طویل ہوگی اور یہ بھی فرمایا کہ تمھارے لڑکے اس سلطنت سے اس طرح کھیلیں گے جس طرح گیند سے کھیلتے ہیں (یعنی اسکے تصرفات بالکل ان کے اختیار میں ہونگے اور اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ وہ تصرفات اکثر فضول اور اور جہل کے ہوں گے) مجھ سے میرے والد یعنی امام زین العابدین نے اسطرح خبر دی ہے پس جب خلافت منصور کو پہونچی تو وہ آپ کے اس فرمانے سے تعجب کیا کرتا تھا (مشروع روی)۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۱۱۷ھ میں ہوئی اور حضرت عباسؓ کے قبہ میں دفن کئے گئے۔

(۱۱۷۴) محمد بن المنکدر: ان کے صاحبزادے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اہل یمن میں سے ان کے باپ کے اسی ہزار دینار امانت رکھدیئے اور بارادہ جہاد چلا گیا اور یہ کہہ گیا کہ اگر آپ کو حاجت ہو تو میرے آنے تک تک کے لئے خرچ کر لینا وہ شخص تو چلا گیا اور اہل مدینہ پر قحط افلاس پڑ گیا ان کے باپ نے وہ دینار نکال کر غریبوں میں بانٹ دیئے کچھ زمانہ نہ گذرا تھا کہ وہ شخص آ گیا اور اپنا مال طلب کیا میرے باپ نے کہا کہ کل کے روز آنا اور شب کو مسجد نبوی میں اس حالت سے رہے کہ کبھی روضۂ نبویہ کی پناہ لیتے اور کبھی منبر نبوی کی پناہ لیتے تھے یہانتک کہ صبح کا وقت قریب آ گیا دفعۃً ایک شخص تاریکی میں ظاہر ہوا اور ان سے کہہ رہا ہے کہ اے محمد لو انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر لیا تو ایک تھیلی تھی جس میں اسی دینار تھے اور صبح کو وہ شخص آیا تو وہ اسکو دیدیئے (حجۃ اللہ علی العالمین)

(۱۱۷۵) امام شافعی :۔ ان کی ولادت ۱۵۰ھ میں اور وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی اور وفات کے بہت زمانوں کے بعد آپ کی نعش کو مصر سے بغداد منتقل کرنا چاہا تو انکی قبر سے اسقدر پاکیزہ خوشبوئیں ظاہر ہوئیں کہ حاضرین کے حواس کو معطل کر دیا بس اُسی حالت میں چھوڑ دیا۔

(۱۱۷۶) محمد بن عبد المعروف بشیبان الراعی: مناوی نے کہا ہے کہ انکی ایک کرامت یہ تھی کہ جب انکو غسل کی حاجت ہوتی اور پانی موجود نہ ہوتا تو ایک بادل آ کر برس جاتا اس سے غسل کر لیتے

(۱۱۷۷) ایضاً اور جب یہ جمعہ کو جاتے تو اپنے بکریوں کے گلہ کے گرا گرد ایک دائرہ کھینچ دیتے اور چلے جاتے تو (انکی واپسی تک) نہ کوئی بکری اس سے باہر جاتی اور نہ کوئی جانور جنگلی یا شہری انکو ستاتا۔ (مناوی)

(۱۱۷۸) ابو عبد اللہ محمد بن الحسین المعروف بالزعفرانی شاگرد امام شافعی انکی ایک کرامت یہ ہے کہ یہ ایک قصاب کی دوکان پر جا کر کھڑے ہوئے (گوشت

لینا چاہتے ہونگے) قصاب انکو چھوڑکر کہیں چلدیا (یعنی انکی اور انکی خریداری کی کچھ پرواہ نہ کی) جب چلا گیا تو اسکا ہاتھ بیکار ہوگیا اور کسی چیز کے کاٹنے کے قابل نہ رہا، قصاب سمجھا کہ یہ شیخ کے تصرف سے ہوا۔

دوڑا ہوا شیخ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حضرت جو کچھ مجھ سے ہوا میر مواخذہ نہ فرمائیے میں اللہ کے سامنے توبہ کرتا ہوں آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھکو عافیت دے آپ نے دعا کردی اسکا ہاتھ ویسا ہی ہوگیا۔ (سخاوی)

محمد الجواد بن علی الرضا، یہ حضرات اہل بیت سے ہیں یہ جب بغداد سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اور لوگ رخصت کرنے کے لئے ساتھ چلے تو ایک مقام..... پر پیڑ بیری کا تھا جسکو کبھی پھل نہ آیا تھا آپ نے اسکی جڑ میں وضو کیا تھا پھر مغرب پڑھکر لوگوں کو رخصت کرکے تشریف لے گئے صبح کو اس درخت کو لوگوں نے دیکھا کہ رات ہی کو خوب پھل گیا لوگوں کو سخت تعجب ہوا اور اس کلی عجیب تر یہ بات ہوئی کہ اس درخت کے پھل میں گٹھلی نہ تھی۔ انکی وفات آخری ذیقعدہ ۲۲۰ھ میں پچیس سال کی عمر میں ہوئی۔

(۱۱۸۰) محمد بن منصور طوسی۔ انکی کرامت یہ ہے کہ یہ مقبول الدعا تھے ایکبار لوگوں نے ان سے بغداد میں پوچھا کہ آج یوم عرفہ ہے یا نہیں اسمیں کچھ اختلاف تھا آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو اور گھر میں تشریف لیگئے پھر باہر آکر فرمایا کہ ہاں آج عرفہ ہے لوگوں نے شمار یاد رکھا سو وہی دن تھا جس میں لوگوں نے وقوف عرفات کیا ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کہاں سے معلوم کرلیا انھوں نے فرمایا کہ میں نے حق تعالےٰ سے دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھکو حجاج کو عرفات میں دکھلادیا۔ ۲۵۲ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ (مناوی)

(۱۱۸۱) محمد بن مسلم بن عبدالرحمٰن القنطری یہ حضرات جنیدؒ کے مشائخ میں سے ہیں انکی ایک کرامت یہ ہے کہ انکا ایک نوجوان بھانجا تھا ایک دفعہ اسکو دیکھا کہ کھیل میں طبلہ بجارہا ہے انھوں نے دعا کی کہ اسے اللہ اسکو موت آجاوے وہ اسی دن مرگیا۔ ان بزرگ نے ۲۶۰ھ میں وفات پائی (مناوی)

مطلب یہ ہے کہ جس حالت سے تم حج کو جا رہے ہو اس حالت میں رضائے محبوب اور وصال تم کو حاصل نہ ہوگا ابھی تمکو اپنے گھر ہی میں کسی شیخ کے پاس رہ کر اصلاح نفس میں مشغول ہونا چاہئے اور یہ مت سمجھو کہ شیخ حج سے روک رہے ہیں نہیں بلکہ وہ تمھارے ایمان کی حفاظت کر رہے ہیں بعض لوگ حج کو جاتے ہیں مگر ایمان کو مکہ ہی میں چھوڑ آتے ہیں ان سے راستہ میں تکالیف کی جب برداشت نہیں ہوتی تو خدا اور رسول پر اعتراض کرتے ہیں اور حج کو فضول بتلاتے ہیں بتلاؤ انکا ایمان کہاں رہا؟ ایسے لوگوں سے یہی کہا جائے گا کہ تم ہندوستان میں رہکر پہلے کسی شیخ سے نفس کی اصلاح کا نسخہ لیکر پی لو جب وہ اجازت دے تب حج کرنا البتہ حج فرض کے لئے جانے کی تو ہر حال میں اجازت ہے۔ ہاں حج نفل سے اسکو منع کیا جائے گا کیونکہ بعض لوگ حج نفل کے لئے بہت سے فرائض ترک کر دیتے ہیں چنانچہ جہاز کے اندر آپ کو ایسے حاجی بہت ملیں گے جو دوسرے تیسرے حج کو جا رہے ہوں گے مگر نماز ندارد۔ ہمارے ساتھ ایک سید صاحب عرب تھے وہ جہاز میں نماز نہ پڑھتے تھے اور روتے تھے کہ یہاں پاخانہ میں پانی شر شر چلتا ہے جس سے چھینٹیں پڑ کر کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں میں نماز کیسے پڑھوں۔ میں نے کہا ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں خاک برفرقِ قناعت بعد ازیں

(جب دین کا بادشاہ ہی ہم سے طمع کرنے کی خواہش کرے تو پھر اسکے بعد قناعت کے سر پر خاک ڈالنی چاہیئے)
اگر خزانۂ شاہی میں کھوٹے ہی روپئے منظور ہوتے ہوں تو ہم کون ہیں جو یوں کہیں کہ نہیں حضور ہم تو کھرے ہی دیں گے کھوٹے کبھی داخل نہ کرینگے۔ جب حق تعالیٰ کی طرف سے ہمکو حکم ہے کہ جہاز میں تم وسوسہ اور شبہ کی وجہ سے نماز ترک نہ کرو پڑھتے رہو تو ہم کو وسوسہ کی کیا ضرورت ہے بس اگر کہیں ناپاکی آنکھوں سے نظر آ جاوے اسکو پاک کر دو اگر نظر نہ آوے تو وہم کی کیا ضرورت ہے مگر وہ سید صاحب روتے تو بہت تھے جہاز میں نماز ایک دن نہ پڑھتے تھے

یاد رکھو بدون عمل کے رونا کچھ مفید نہیں بعض لوگ صرف واعظ میں رونے کو کافی سمجھتے ہیں مگر یہ تو ایسا ہوا جیسے گنگا کا اشنان کہ ذرا سا پانی بدن پر ڈال لیا اور پاپ چھٹ گئے۔ لیکن یہ تو ہندوؤں کا اعتقاد ہے مسلمان کا عقیدہ تو یہ ہے ؎

عرفی اگر بگریہ میسر شود وصال صد سال میتواں بہ تمنا گریستن

(اے عرفی اگر رونے کی وجہ سے وصال حاصل ہو جایا کرتا تو وصال کی تمنا میں سو سال رویا جا سکتا ہے)

رونے سے بدون عمل کے کچھ نہیں ہوتا اگر عمل ہوا اور رونا نہ آوے تو اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا میرے ایک دوست نے لکھا کہ مجھے رونا نہیں آتا میں نے لکھا پھر کیا حرج ہے تمہارا دل تو رو رہا ہے تم اسکے مصداق ہو ع اے خنک آں دل کہ آں بریان اوست غرض نفل حج کے جانے سے پہلے نفس کی اصلاح ضرور کرلینی چاہیئے مکہ ایسی حالت میں جائے کہ وہاں ہندوستان یاد نہ آئے نہ وہاں کی تکالیف سے گھبرا کر یہاں کی راحتوں کا خیال آوے۔ ہمارے حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ مکہ میں رہنا اور دل ہندوستان میں اٹکا ہوا اس سے تو یہ بہتر ہے کہ ہندوستان میں رہے اور دل مکہ سے وابستہ ہو کہ دیکھئے کب زیارت نصیب ہو کس دن جانا ملے اسی واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد دُرّہ لیکر لوگوں سے کہتے پھرتے تھے کہ بس حج ہو چکا اب اپنے اپنے گھر کا رستہ لو یا اھل الیمن یمنکم و یا اھل الشام شامکم و یا اھل العراق عراقکم (اے اہل یمن یمن کو جاؤ اور اے اہل شام! شام کا راستہ پکڑو۔ اور اے اہل عراق! عراق جاؤ) واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے حکیم تھے وہ جانتے تھے کہ حج کے بعد قدرتی طور پر وطن کا اشتیاق دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تو اب ایسی حالت میں مکہ کے اندر قیام کرنا باطن کے لئے مضر ہے اس دربار میں اپنے گھر کو یاد کرتے ہوئے نہ رہنا چاہیئے کہ یہ بڑی گستاخی ہے۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب نسبت بزرگ کی زبان سے اتنی بات نکل گئی کہ شام یا ہندوستان کا دہی یہاں کے دہی سے اچھا ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویا یا عالم واقعہ میں فرمایا کہ نکل جاؤ ہمارے یہاں سے

وہیں جاکر رہو جہاں کا وہی اچھا ہے ۔ صاحبو! یہ نقصان ہوتا ہے اس دریا میں پہونچکر اپنے گھربار کو یاد کرنے سے اسلئے حضرت عمرؓ حج کے بعد لوگوں کو مکہ سے نکالتے تھے اور اسی واسطے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے تکمیل سے پہلے حج کا ارادہ نہیں کیا جب سلوک کامل ہوگیا تب حج کو چلے راستہ میں سمندر تھا ایک جہاز میں سوار ہوئے وہاں ایک رئیس زندمشرب بھی پہلے سے سوار تھا اسکے ساتھ گانے بجانے والے بھانڈ بھی تھے ۔ پہلے زمانہ کے رؤسا ان خرافات میں تو مبتلا ہوتے تھے مگر آجکل کے رئیسوں سے پھر بھی بہت اچھے ہوتے تھے کیونکہ آجکل کے تعلیم یافتہ رؤسا گو ان ظاہری خرافات سے بری ہیں مگر ان میں باطنی خرافات کوٹ کوٹ کر بھری ہیں وہ کیا تکبر، غرور، حسد، بے مروتی، بے رحمی اور پہلے رؤسا میں یہ باتیں نہ ہوتی تھیں اپنے کو خاکسار سمجھتے تھے متواضع ہوتے تھے اور آجکل کے تعلیم یافتہ ایسے متکبر ہوتے ہیں کہ انگریزی پڑھکر اپنے کو دین کا محقق سمجھنے لگتے ہیں احکام شرعیہ میں رائے دیتے ہیں ۔ مولویوں کی تو ہستی کیا ہے رسول کی بات کو بھی رد کر دیتے ہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک حکم عام بیان فرمائیں اور یہ بلا دلیل محض اجتہاد سے اُسکو اُس زمانہ کیلئے خاص بتائیں پہلے رئیسوں میں یہ باتیں نہ ہوتی تھیں باوجودیکہ وہ آجکل کے رئیسوں سے زیادہ دین کا علم رکھتے تھے کیونکہ اس زمانہ میں انگریزی پڑھنے کا نام تو علم تھا ہی نہیں قرآن و حدیث اور فارسی کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا علم شمار ہوتا تھا اور ان کتابوں میں دین ہی کی باتیں ہوتی تھیں مگر پھر بھی اُس زمانہ کے رؤسا سے دین میں دخل اندازی منقول نہیں ہے اور اگر کسی سے منقول بھی ہے تو وہ بھی کسی عالم کے بہکانے سے خود انکو ایسی جرأت نہ ہوتی تھی۔ غرض بھانڈوں نے ایک دن کہا کہ آج تو ہم ایسی نقل کرنا چاہتے ہیں کہ کسی شخص کے ساتھ مذاق کریں اسکے چپیت اور دھول ماریں اسلئے کوئی شخص اس کام کے لئے تجویز کیا جاوے وہاں بجز ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی شخص ایسا غریب نظر نہ آیا جس کو

تختہ مشق بنایا جائے ۔ اللہ اللہ ؎

این چنیں شیخ گدائی کو بکو عشق آمد لاابالی فاتقوا

(ایسا بڑا تو شیخ اور دربدر کی گدائی واقعی عشق بھی عجیب لاابالی چیز ہے اس سے دور رہو)

چنانچہ ان کو لے چلے اور وہ ساتھ ہو لیے وہ اسلئے ساتھ ہو لیے کہ ؎

از خدا دان خلاف دشمن و دوست کہ دل ہر دو در تصرف اوست

(دوست کی دوستی اور دشمن کی دشمنی کو خدا ہی کیطرف سے سمجھو کیونکہ ہر دو کا دل خدا کے قبضہ میں ہے)

گر گزندت رسد ز خلق مرنج کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

(اگر تمکو مخلوق سے کوئی تکلیف پہونچے تو رنجیدہ مت ہو کیونکہ فی الحقیقت کسی مخلوق سے نہ آرام پہونچتا ہے نہ تکلیف پہنچتی ہے)

وہ تو یہ سب معاملہ خدا کی طرف سے سمجھے ہوئے تھے اور زبان حال سے یہ

یہ کہتے جا رہے تھے ؎

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

وہاں قتل شروع ہوئی اور حضرت ابراہیم کو چھپانے لگے جب حضرت ابراہیمؒ کا

امتحان ہو چکا تو اب غضب الہٰی کو جوش ہوا حق تعالےٰ اپنے دوستوں کا امتحان

کرنے کے لیے بعض دفعہ مخالفوں اور دشمنوں کو انپر مسلط کر دیتے ہیں مگر پھر

بہت جلد مخالفوں پر غضب و قہر کا نزول ہونے لگتا ہے یہ مت سمجھو کہ ہم کو مخالفت

کرتے ہوئے اتنے دن ہو گئے اور کچھ نہیں ہوا اہل اللہ کا ستانا خالی نہیں جاتا

؎ حلم حق با تو مواسا ہا کند چونکہ از حد بگذری رسوا کند

(اللہ تعالیٰ کا حلم تیرے ساتھ بہت رعایت کرتا ہے لیکن جب تو حد سے گذر جاتا ہے تو پھر تجھکو رسوا کر دیتا ہے)

اور اسی حالت میں حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ تم ذرا زبان ہلا دو

تو ہم ابھی ان سب کو غرق کر دیں اب انکا ظرف دیکھئے اگر ہم جیسے ہوتے تو معلوم

کیسی تیز بددعا کرتے وہ عرض کرتے ہیں کہ حضور جب میری خاطر سے آپ انکے

حق میں میری بددعا قبول فرمانے کا وعدہ فرماتے ہیں تو میری خاطر سے آپ ان کی

آنکھیں ہی نہ کھول دیں کہ جس باطنی بلا میں یہ غرق ہو رہے ہیں اس سے انکو نجات

مل جائے دعا قبول ہوئی اور ان سب لوگوں کی قلبی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹا دیئے گئے اور سب کے سب ولی ہوگئے اب جو آنکھیں کھلی ہیں اور حضرت ابراہیمؒ کا درجہ وحال معلوم ہوا اور اس پر اپنی حرکتوں کو دیکھا تو تو بے اختیار سب قدموں میں گر پڑے۔ سبحان اللہ کیسی شفقت تھی کہ ایسے گستاخ لوگوں پر بھی بددعا نہ کی گئی۔ اور سنیئے ابھی قریب زمانہ میں ایک بزرگ مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی گذرے ہیں جن کو دیکھنے والوں میں سے شاید اب بھی کوئی زندہ ہو مکہ کو ہجرت فرما گئے تھے انکا قصہ ہے کہ ایک بار وہ مکہ کے بازار میں کسی دوکان پر کچھ خرید رہے تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ جتنی رقم ہوتی سب ایک تھیلی میں رکھتے تھے اور بازار میں ساری تھیلی لیجاتے اور جب اس میں سے کچھ نکالنا ہوتا تو ساری تھیلی دوکان پر الٹ کر جتنے کا سودا لینا ہوتا لیکر باقی تھیلی میں ڈال لیتے غرض روپیہ کی حفاظت وغیرہ کا کچھ خیال نہ تھا نہ یہ فکر تھی کہ لوگ تھیلی کی جمع دیکھکر میرے درپے ہوجائینگے سبحان اللہ! یہ باتیں ہیں جو کرامات سے بھی زیادہ ہیں۔ غرض ایک دن اسیطرح سودا لے رہے تھے ایک بدو نے تھیلی کو تاک لیا جس وقت آپ بازار سے لوٹے اور اس گلی میں داخل ہوئے جس میں آپ کا مکان تھا تو وہاں بجز مولانا کے اور اس بدو کے اور کوئی نہ تھا بدو نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور تھیلی کو مولانا کے ہاتھ سے چھین یہ جا وہ جا آپ نے کچھ التفات بھی نہ فرمایا سیدھے اپنے گھر چلے گئے اب خدا کی قدرت دیکھئے کہ اس بدو نے جو اس گلی سے نکلنا چاہا تو حق تعالےٰ نے راستہ بند کردیا اور وہ چل پھر کر پھر اسی موقع پر آپہونچا جہاں سے تھیلی لیکر چلا تھا چند بار ایسا ہی ہوا کہ وہاں سے چلتا اور پھر وہیں آموجود ہوتا اب وہ سمجھا کہ یہ شخص خدا کا مقرب ہے شاید اس نے میرے واسطے بددعا کی ہے جو مجھکو راستہ نہیں ملتا اسلئے اس نے مولانا کے دروازہ پر پکارنا شروع کیا یا شیخ یا شیخ خذ منی صرتک (اے شیخ مجھ سے اپنی تھیلی لیلو)

مگر مولانا نے ایک آواز کا بھی جواب نہ دیا تو اس بدوی نے دوسری ترکیب کی کہ چلانا شروع کیا کہ اے لوگو دوڑو مجھے ظالم سے بچاؤ اس آواز پر لوگ جمع ہوگئے اور پوچھا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے کہنے لگا کہ اس گھر میں جو رہتا ہے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اسکو بلاؤ ذرا گھر سے باہر نکلیں لوگوں نے کہا وہ تو بڑے نیک آدمی ہیں وہ کسی پر ظلم نہیں کرسکتے۔ بدو نے کہا واللہ مجھ پر انھوں نے بڑا ظلم کیا ہے تم انکو بلاؤ تو، آخر لوگوں نے مولانا کو آواز دی کہ ذرا گھر سے باہر تشریف لائیں آخر مولانا حیران کی رعایت سے باہر تشریف لائے تو لوگوں نے بدو سے پوچھا کہ بتلا انھوں نے تجھ پر کیا ظلم کیا ہے؟ کہنے لگا کہ میں نے انکی تھیلی چھین لی تھی جیب میں اسکو لیکر چلا تو راستہ مجھ پر بند ہوگیا میں اس کوچہ سے نکلنا چاہتا تھا مگر چل پھر کر اسی جگہ آموجود ہوتا جہاں اب کھڑا ہوں میں نے اس شخص کو آواز دی کہ اپنی تھیلی مجھ سے لیلو تو اس نے میری آواز کا جواب بھی نہ دیا یہ ظلم انھوں نے میرے اوپر کیا ہے کہ نہ تو تھیلی واپس لیتے ہیں نہ راستہ ملتا ہے اب تم لوگ ان سے کہو کہ مجھ سے اپنی تھیلی لے لیں اور مجھے اس بلا سے نجات دیں۔ لوگوں نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت اپنی تھیلی واپس لے لیجیے اور اس غریب پر رحم کیجئے۔ اب عجیب بات دیکھئے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تھیلی تو میری نہیں ہے اور بدو کہتا تھا کہ واللہ یہ ان ہی کی ہے میں نے ان کے ہاتھ سے چھینی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہاں چھیننے سے پہلے تو میری تھی مگر چھیننے کے بعد میری نہیں رہی بلکہ تیری ملک ہوچکی ہے کیونکہ جب تو نے اسکو چھینا تھا میں نے اسی وقت حق تعالیٰ سے عرض کردیا تھا کہ میری وجہ سے اس شخص کو عذاب نہ کیا جاوے میں نے یہ تھیلی اس کو ہبہ کردی ہے اور قبضہ اسکا ہے بس اسکی ہوگئی اس لئے اب میری نہیں رہی ہیں اسکو واپس نہیں لے سکتا (اور گو قبول ابھی تک واقع نہ ہوا تھا مگر واہب تو اپنی طرف سے اخراج عن الملک کا سامان

پورا کر چکے اسلئے اپنے حق میں معاملہ بہ کا کیا یہ غایت احتیاط ہے) لوگ حیران رہ گئے کہ عجیب ماجرا ہے آخر بدو نے کہا کہ اگر تم تھیلی کو واپس نہیں لیتے تو میرے واسطے دعا ہی کردو کہ مجھے راستہ ہی ملجاوے مولانا نے دعا فرمادی اور وہ خوش خوش اپنے گھر چلا گیا۔ صاحبو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام کی یہ شفقت ہے اپنے ایذار دینے والوں پر پھر حضور کی شفقت کا کیا حال ہوگا؟ واقعی سچ ہے سہ

نماند بعصیاں کسے در گرو   کہ دارد چنیں سید پیشرو

(کوئی شخص گناہ کیوجہ سے قیامت میں بخشش سے محروم نہیں ہیگا جو رسول اللہ صلی علیہ وسلم جیسے سید کو اپنا پیشوا بنائے ہوئے)

جب حضور کی یہ شفقت ہے تو انشاء اللہ ہم گنہگار بھی آپ کے طفیل سے پار ہو جائینگے اور تبلیغ اسلام کا کام زیادہ تر شفقت سے ہوا ہے جس کو امت کے حال پر شفقت ہوگی وہی تبلیغ کے مصائب کو خوشی سے برداشت کرسکے گا اب چونکہ ہم لوگوں میں شفقت نہیں ہے اسلئے تبلیغ میں کمی ہو رہی ہے ہم لوگ جو جھوٹے سچے مولوی کہلاتے ہیں ہم بھی وعظ کہنے وہیں جاتے ہیں جہاں کھانے کو عمدہ عمدہ غذائیں ملیں نخروں سے بلائے جائیں کرایہ ڈبل ملے۔ ایک بار میں ایک انجمن کے جلسہ میں بلایا گیا جب ان لوگوں نے مجھے کرایہ دینا چاہا تو بہت رقم پیش کی میں نے کہا کہ اتنی رقم میں کیا کروں گا میرے تو چند روپئے صرف ہوئے ہیں انکو اس جواب سے بڑی حیرت ہوئی پھر کھانے کے اندر انھوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ چائے پئیں گے میں نے کہا نہیں، پان کھائیں گے میں نے کہا نہیں، مجھے انمیں سے کسی کی عادت نہیں۔ پوچھا کھانا خاص قسم کا کھائیں گے؟ میں نے کہا اپنے گھر پر دال روٹی کھاتا ہوں وہی کھاؤں گا۔ انکو ہر بات پر تعجب ہوتا تھا۔ آخر میں نے پوچھا کہ آپ کو حیرت و تعجب کیوں ہے اور یہ سوالات آپ مجھ سے کیوں کرتے ہیں کہنے لگے کہ صاحب یہاں ایک واعظ صاحب ابھی آئے تھے جنھوں نے بڑے عیب نکالے بہت ہی نخروں سے کھانا کھاتے تھے دو دن میں گیارہ روپئے

کے پان کھائے (خیر کھائے تو کیا ہوں گے ہاں حاضرین کو کھلائے جسکا انکو کوئی حق نہ تھا جبکہ میزبان کو گراں ہوا) اسلئے ہمکو آپ کی ہر بات پر تعجب ہوتا ہے کہ آپ تو کرایہ بھی بہت کم بتلاتے ہیں اور دال روٹی کے سوا کسی چیز کی درخواست نہیں کرتے نہ چائے کی نہ پان کی۔ میں نے کہا کہ بھائی وہ بڑے درجہ کے آدمی تھے انکا ویسا ہی خرچ بھی تھا میں تو گاؤں کا رہنے والا ہوں چھوٹے درجہ کا آدمی ہوں ویسا ہی میرا مختصر خرچ ہے۔ غرض ان وجوہ سے تبلیغ کا کام رک گیا کیونکہ جن کفار میں تبلیغ کی ضرورت ہے یا جن نومسلموں کو کفار سے بچانا ضروری ہے انکی حالت یہ ہے کہ ہم سے انکو پرہیز ہے وہ ہمکو خود تو کیا بلاتے جانے کے بعد ٹھیرنے کو جگہ بھی نہیں دیتے نہ کھانے کو پوچھتے ہیں نہ پانی کو بھلا وہ تمکو ڈبل کرایہ اور چائے پان کہاں دینگے پھر ایسی جگہ کون جائے اور یہ تکلیفیں کون جھیلے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام دوسری جگہ تو کیا پھیلتا جہاں اسلام پہلے سے تھا وہاں سے بھی نکلنے لگا۔ مگر آجکل ایک قصہ کی وجہ سے لوگوں کو پھر تبلیغ پر کچھ توجہ ہوئی ہے اور اسکی ضرورت کا احساس ہوا ہے گو مجھے یہ امید اپنے بھائیوں سے نہیں ہے کہ وہ اس پر دوام کرینگے کیونکہ ان میں نرا جوش ہی جوش ہوتا ہے استقلال نہیں ہے۔ اور جوش کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ زیادہ دیرپا نہیں ہوتا کاش اگر ان میں جوش کے ساتھ استقلال بھی ہوتا تو کیا اچھا ہوتا مگر انکا جوش بھی مستقل نہیں ہوتا صرف چند روزہ ہوتا ہے مگر خیر اس جوش کا پیدا ہونا بھی خدا کی رحمت ہے اس سے ہمکو کام لینا چاہیئے جسکا طریقہ یہ ہے کہ اس جوش کی حالت میں ہوش سے کام لیکر ایسی تدبیر نکالیں جس سے تبلیغ کا کام ہمیشہ چلتا رہے اور محض زمانہ جوش تک منحصر نہ رہے جسکی صورت آسان یہ ہے کہ جس طرح مسلمانوں نے اسلامی مدارس تعلیم عربی کے لئے قائم کر رکھے ہیں جو بدون کسی جوش کے زمانہ دراز سے چلے آرہے ہیں اسی طرح کچھ مستقل مدارس محض تبلیغ کیلئے قائم کر دیں جن میں صرف اس کام کی تعلیم دی جائے۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۳ بخشی بازار
الہ آباد

حامل مضامین تصوف وعرفان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین ۳ روپیہ — مدیر: احمد مکین عفی عنہ
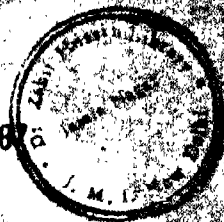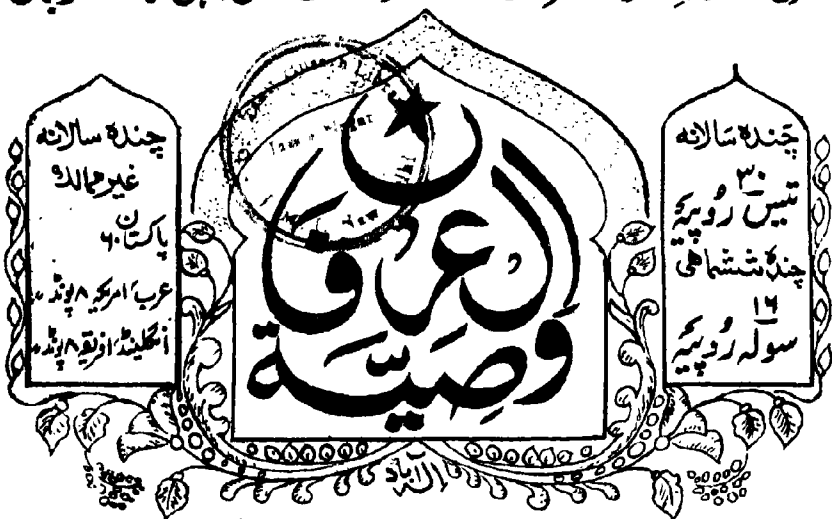
جلد ۱۰ — محرم الحرام ۱۴۰۸ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۷ء — شمارہ ۹

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبد المجید صاحب اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے
چھپواکر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار الٰہ آباد ۲۱۱۰۰۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ستمبر ۸۷ء کا شمارہ پیش خدمت ہے اسلامی تاریخ کے لحاظ سے اس ماہ سے نئے سال کا آغاز ہوتا ہے یعنی محرم ۱۴۰۸ھ کا یہ شمارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نئے سال کو ہم سب کے حق میں مبارک فرمائے۔ رسالہ۔ اہل ادارہ اور عالم اسلام کے جملہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ مامون و محفوظ رکھے۔ دین پر چلنے کی مزید توفیق ہو۔ آمین۔

حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہ کے بمبئی تشریف لیجانے کی وجہ سے مدرسہ اور خانقاہ میں جو ایک سناٹا سا معلوم ہوتا تھا الحمدللہ ۲۳ اگست ۸۷ء کو حضرت قاری صاحب مدظلہ کے بمبئی سے تشریف لانے سے ادارہ میں بدستور پھر رونق آگئی۔ مدرسہ بھی کھل چکا ہے اور طلبہ بھی گذشتہ سال سے کچھ زیادہ ہی آئے۔ حضرت قاری صاحب مدظلہ خیریت سے ہیں اب ان کے نام کے خطوط الٰہ آباد ہی کے پتہ پر بھیجے جائیں۔

اشیار کی گرانی تو ایک عرصہ سے اس حد تک پہونچ چکی ہے کہ رسالہ اپنے سابق چندہ پر جاری رہنے کا متحمل نہیں تھا لیکن ہم نے اس سال کسی کسی طرح گذار دیا۔ اب سال آئندہ ہوسکتا ہے کہ چندہ بڑھانا پڑے، مزید مشکل یہ ہے کہ جو چندہ بھی مقرر کیا جاتا ہے وہ وقت پر ملتا نہیں۔ چنانچہ سال موجودہ ۸۷ء نصف سے زائد گزر چکا ہے لیکن ابھی تک بہت سے حضرات اسکا پیشگی چندہ نہ بھیج سکے امید ہے کہ جن حضرات کے ذمہ چندہ باقی ہے وہ پہلی فرصت میں ادا فرماکر دفتر کو ممنون فرمائیں گے

رسالے کے قدیم سٹ اور پرانے رسالوں کی تعداد بھی خاصی موجود ہے اہل خیر انھیں حاصل کرکے طلبار اور غربار کو تقسیم فرما سکتے ہیں۔

والسلام

(ادارہ)

اسی طرح پینے کی چیزوں کے بھی تین سو برتن ہوں گے ہر ہر برتن میں ایک ایسی نوع ہوگی جو دوسرے میں نہ ہوگی اور وہ پہلے سے ایسی ہی لذت حاصل کریگا جیسے آخر سے وہ کہیگا اسے رب اگر آپ اجازت مرحمت فرماتے تو میں اہل جنت کو کھلاتا پلاتا میرے پاس اسقدر ہے کہ اسمیں کچھ بھی کمی نہوتی۔ اور بیشک اسکے لئے حور عین میں سے بہتر بیبیاں ہونگی جو اسکی دنیاوی بیویوں کے علاوہ ہونگی اور ان میں سے ایک اپنے بیٹھنے کے لئے ایک میل جگہ لے گی۔

(ابن کثیر ص ۱۳۴ ج ۴)

آیات بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

دوستی درحقیقت وہی ہے جو اللہ کے لئے ہو | اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (تمام دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں کے) اس آیت نے یہ بات کھولکر بتادی کہ یہ دوستانہ تعلقات جن پر انسان دنیا میں ناز کرتا ہے اور جنکی خاطر حرام وحلال ایک کرڈالتا ہے قیامت کے روز نہ صرف یہ کہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ عداوت میں تبدیل ہو جائیں گے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے اس آیت کے تحت حضرت علیؓ کا یہ ارشاد مصنف عبدالرزاقؒ اور ابن ابی حاتمؒ کی روایت سے نقل کیا کہ دو دوست مومن تھے اور دو کافر۔ مومن دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہوا اور اسے جنت کی خوشخبری سنائی گئی تو اسے اپنا دوست یاد آیا اس نے دعا کی کہ یا اللہ! میرا فلاں دوست مجھے آپ کی اور آپ کے رسولؐ کی اطاعت اور تاکید کرتا، بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا تھا اور یہ یاد دلاتا رہتا تھا کہ مجھے ایک دن آپ کے پاس حاضر ہونا ہے لہٰذا! یا اللہ! اسکے بعد آپ اسکو گمراہ نہ کیجئے گا تاکہ وہ بھی (جنت کے) وہ مناظر دیکھ سکے جو آپ نے مجھے دکھائے ہیں اور آپ جس طرح مجھ سے راضی ہوئے ہیں اسی طرح اس سے بھی راضی ہوجائیں

اس دعاء کے جواب میں اس سے کہا جائیگا کہ جاؤ اگر تمھیں معلوم ہو جائے کہ میں نے تمھارے اس دوست کے لئے کیا اجر و ثواب رکھا ہے تو تم روؤ کم ہنسو زیادہ اسکے بعد جب دوسرے دوست کی وفات ہوچکے گی تو دونوں کی ارواح جمع ہونگی باری تعالےٰ ان سے فرمائے گا کہ تم میں سے ہر شخص ایک دوسرے کی تعریف کرے تو انمیں میں سے ہر ایک دوسرے کے بارے میں کہیگا کہ وہ بہترین بھائی، بہترین ساتھی اور بہترین دوست ہے۔

اسکے برخلاف جب دو کافر دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہوگا اور اسے بتایا جائیگا کہ اسکو جہنم میں ڈالا جائے گا تو اسے کبھی اپنا دوست یاد آئے گا اسوقت وہ یہ دعاء کرے گا کہ یا اللہ میرا فلاں دوست مجھے آپکی اور آپکے رسول کی نافرمانی کرنے کا حکم دیتا تھا، برائی کی تاکید کرتا اور بھلائی سے روکتا تھا اور مجھ سے کہا کرتا تھا کہ میں کبھی آپ کے حضور حاضر نہ ہوں گا لہٰذا اے اللہ! اسکو میرے بعد ہدایت نہ دیجئے گا تاکہ وہ بھی (دوزخ کے) وہ مناظر دیکھے جو آپنے مجھے دکھائے ہیں اور آپ جس طرح مجھ سے ناراض ہوئے ہیں اسی طرح اس سے بھی ناراض ہوں اسکے بعد دوسرے دوست کا بھی انتقال ہو جائے گا تو دونوں کی روحیں جمع کیجائینگی اور ان سے کہا جائیگا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھی کی تعریف کرے تو ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے کے بارے میں کہیگا کہ یہ بدترین بھائی، بدترین ساتھی، بدترین دوست ہے۔ (ابن کثیر ص ۱۳۳ ج ۴)

اسی لئے دنیا و آخرت دونوں کے لحاظ سے بہترین دوستی وہ ہے جو اللہ کیلئے ہو۔ جن دو مسلمانوں میں صرف اللہ کے لئے محبت ہو ان کے بڑے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ میدان حشر میں لوگ اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے اور اللہ کے لئے محبت کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سے اس بناء پر تعلق ہو کہ وہ اللہ کے دین کا سچا پیرو ہے۔ چنانچہ علوم دین کے استاد، شیخ و مرشد، علماء اور اہل اللہ سے نیز عالم اسلام کے

تمام مسلمانوں سے بے لوث محبت اسمیں داخل ہے
(معارف ۵۰، ج ۷)

(۳۳)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۙ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۚ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۚ كَذٰلِكَ ۗ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۚ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۙ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۙ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞ (پ ۲۵ س دخان ع ۲)

(ترجمہ) بیشک خدا سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہونگے یعنی باغوں اور نہروں میں اور وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (اور) یہ بات اسی طرح ہے اور ہم انکا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کردینگے (اور) وہ وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہونگے (اور) وہاں وہ بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے (یعنی مرینگے نہیں اور اللہ تعالےٰ انکو دوزخ سے (بھی) بچالے گا (اور) یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا، بڑی کامیابی یہی ہے (جوکہ مذکور ہوئی جنت اور وہاں کی نعمتیں) ۔ (بیان القرآن ج ۱۰ ص ۹۱) ۔

فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موت کو ایک کبڑے مینڈھے کی شکل میں لایا جائیگا اور جنت ودوزخ کے درمیان کھڑا کیا جاوے گا پھر ذبح کیا جاوے گا پھر کہا جائیگا کہ اے اہل جنت اب ہمیشگی ہے تو موت نہیں ہے اور اے اہل دوزخ اب ہمیشگی ہے تو موت نہیں ہے ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے ڈرے گا جنت میں داخل ہوگا، اس میں خوش عیش رہیگا،

محتاج نہ ہوگا، اور اس میں زندہ رہے گا کبھی نہ مریگا۔ نہ اسکے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اسکی جوانی ختم ہوگی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا اہل جنت سوئیں گے تو آپؐ نے فرمایا النوم اخوالموت یعنی نیند موت کا بھائی ہے، اہل جنت سوئیں گے نہیں۔

فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ یعنی یہ جنت اور اسکی نعمتیں اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے جیساکہ صحیحین میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرو اور ٹھیک طریقہ پر چلو اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور جان لو کہ کسی شخص کو جنت میں اسکا عمل ہرگز نہ داخل کرے گا لوگوں نے عرض کیا اور آپ بھی نہیں یا رسول اللہ، آپؐ نے فرمایا میں بھی نہیں بجز اسکے کہ اللہ تعالےٰ اپنی رحمت وفضل سے ڈھانک لیں۔

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ان آیات کے ذریعہ جنت کی سرمدی نعمتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور نعمت کی تقریباً تمام اصناف کو جمع کیا گیا ہے کیونکہ انسانی ضرورت کی چیزیں عموماً یہ ہوتی ہیں۔ عمدہ رہائش گاہ عمدہ لباس۔ بہتر شریک زندگی۔ بہتر ماکولات۔ پھر ان سب چیزوں کے باقی رہنے کی ضمانت اور رنج و تکلیف سے کلی طور پر مامون رہنے کا یقین یہاں ان چھ کی چھ باتوں کو اہل جنت کے لئے ثابت کر دیا گیا ہے جیساکہ ان چھ آیتوں پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے یہاں اہل جنت کی قیام گاہ کو اَمِيْنٍ (پر امن) کہکر اس طرف بھی اشارہ فرما دیا گیا ہے کہ انسانی رہائش گاہ کی سب سے قابل تعریف صفت اسکا پر امن یعنی خطرات سے محفوظ ہونا ہے سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ دونوں ریشمی کپڑوں کے نام ہیں سندس رقیق

ریشم کا کپڑا ہے اور استبرق دبیز ریشم کا۔

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ تزویج کے معنیٰ اصل میں ہیں کسی کو کسی کا جوڑ قرار دینا بعد میں یہ لفظ نکاح کرانے کے معنی میں بکثرت استعمال ہونے لگا ہے اس جگہ دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ جنتی مردوں کا حورعین سے باقاعدہ عقد نکاح کر دیا جائے گا اور اگرچہ جنت میں کوئی شخص احکام کا مکلف نہیں ہوگا لیکن یہ عقد نکاح بطور اعزاز و اکرام کے ہوگا اسلئے کوئی اشکال نہیں اور اگر پہلے معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ حورعین کو جنتی مردوں کا جوڑا قرار دیدیا جائے گا اور جنتی عورتیں بطور ہبہ انھیں عطا کر دی جائیں گی اسکے لئے دنیا کی طرح انھیں عقد نکاح کی ضرورت نہیں ہوگی۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى مطلب یہ کہ جو موت ایک مرتبہ آچکی بس وہ آچکی اسکے بعد کوئی موت ان پر نہیں آئیگی اور یہ بات اگرچہ اہل جہنم کو بھی حاصل ہوگی لیکن ظاہر ہے کہ وہ انکے لئے اور زیادہ تکلیف کا سبب ہوگی اور اہل جنت کے لئے سرور و کیف میں اضافہ کا باعث کیونکہ نعمت خواہ کتنی بڑی ہو اسکے زوال کا تصور لازماً کدورت کا سبب ہوتا ہے اور اہل جنت جب یہ تصور کرینگے کہ یہ نعمتیں ہم سے کبھی نہیں چھنیں گی تو اس سے انکی مسرتوں میں اضافہ ہوگا۔

(معارف القرآن ۷۷۷)

(۳۴)

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۞ (محمد ۲)

جو لوگ اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں مارے جاتے ہیں اللہ تعالےٰ انکے

اعمال کو (جن میں وہ عمل بھی آگیا جسکی بدولت وہ مارے گئے) ہرگز ضائع نکریگا (جیسا کہ ظاہراً متوہم ہوسکتا ہے) اللہ تعالیٰ انکو (منزل) مقصود تک جس کا بیان آگے آتا ہے) پہونچا دیگا اور انکی حالت (قبر میں اور حشر میں اور صراط پر اور تمامی مواقع آخرت میں) درست رکھیگا (کہیں کوئی خرابی اور مضرت انکو نہ پہونچے گی) اور (اس منزل مقصود تک پہونچنے کا بیان یہ ہے کہ) انکو جنت میں داخل کریگا جسکی انکو پہچان کرادیگا (بیان القرآن)

ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جنتیوں کو جنت میں انکے گھروں اور محلات کی جانب ہدایت ہوجائیگی اور جو کچھ کہ اللہ تعالےٰ نے وہاں انکا حصہ مقرر کیا ہے اس سے خطا نہیں کرینگے (یعنی اسمیں انکیں بھول چوک نہ ہوگی) گویا کہ جب سے پیدا ہوئے ہیں وہیں کے باشندے ہیں اس پر وہ کوئی رہنما نہ طلب کریگا (یعنی اپنے گھر اور باغات تک پہونچنے کیلئے اسے کسی رہبر کی حاجت نہ ہوگی)

حضرت مقاتل سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ وہ فرشتہ جو دنیا میں انسان کے اعمال کی حفاظت پر مقرر تھا وہی جنت میں اسکے آگے آگے چلے گا اور یہ شخص اسکے پیچھے پیچھے یہاں تک کہ جب اپنے مکان کے قریب آئے گا تو تمام وہ چیزیں جو اللہ تعالےٰ نے جنت میں اس کو دی ہیں اسکو پہچان لیں گی پھر جب اور اپنے مکان کے قریب پہونچیگا تو اپنے مکان اور اپنی بیویوں پر داخل ہوجائیگا اور وہ فرشتہ لوٹ جائیگا بعض آثار میں منقول ہے کہ اسکی نیکیاں ہی جنت میں اسکے مکان تک پہونچنے کے لئے شمع راہ ہونگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ ہر گھر پر صاحب خانہ کا نام درج فرمائیں گے یہ بھی ایک قسم کی تعریف ہے۔ ایک قول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اسکی تعریف سے مراد اسکی تحدید ہے (یعنی اسکی چوحدی بیان کردی جائیگی) جس سے وہ اپنا گھر پہچان لے گا۔

(مکتوب نمبر ۵۳۰)

حال : عرض خدمت اقدس یہ ہے کہ احقر کا نام .... ہے صوبۂ مدراس میں شہر آمبور کا رہنے والا ہے احقر کو حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی قدس سرہٗ اور حضرت کے متعلقین و منتسبین کے ساتھ عقلی و قلبی محبت ہے۔

تحقیق : الحمدللہ علی احسانہٖ

حال : حضرت من ! اصلاح نفس کے سلسلہ میں احقر کا تعلق سیدی و مرشدی قبلہ حضرت مولانا مفتی .... صاحب قدس سرہٗ سے تھا یکم جون ۱۹۶۱ء کو حضرت اقدس انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت اقدس کے انتقال کے بعد اب رذائل کی اصلاح کی تکمیل کے لئے

تحقیق : اور تکمیل نسبت کے لئے نہیں ؟

حال : اب مجھے آں قبلہ کی خدمت اقدس میں خط و کتابت کرنے اور رجوع ہونے کا ارادہ ہے۔

تحقیق : ارادہ باطنی چیز ہے خط و کتابت اسی پر مرتب ہے ، لہٰذا خط و کتابت اور رجوع جو ارادہ پر مرتب ہے صادر ہو گیا۔ اب نرا ارادہ کہاں رہا۔

حال : لہٰذا میری درخواست ہے کہ آنقبلہ میری دستگیری فرمائیں اور خط و کتابت کرنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ تحقیق : بخوشی اجازت ہے۔

(مکتوب نمبر ۵۳۱)

حال : پہلے خط میں احقر نے آں قبلہ کی خدمت اقدس میں خط و کتابت کی اجازت طلب کی تھی اس پر حضرت والا نے ان الفاظ سے اجازت عطا فرمائی تھی (بخوشی اجازت ہے) جسکو دیکھکر احقر کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حضرت والا نے احقر کو خط و کتابت کی جو اجازت عطا فرمائی ہے یہ احقر کی خوش قسمتی اور حضرت والا کا

احسان اور شفقت ہے۔

حال: اللہ آپکو نفع دیں اور کامل نفع حاصل ہو

حال: حضرت من! سابق خط میں احقر نے صرف رذائل کی اصلاح کی تکمیل کے لئے حضرت والا سے اجازت طلب کی تھی بلکہ رذائل کی اصلاح اور نسبت دونوں ہی کی تکمیل کے لئے اجازت طلب کرنی چاہئے تھی۔ تحقیق: بیشک

حال: لیکن احقر نے ایک کا ذکر کیا اور دوسرے کا نہیں کیا اور حضرت والا کے اس اطلاع فرمانے پر کہ " اور تکمیل نسبت کے لئے نہیں؟" احقر کو تنبہ ہوا کہ احقر نے ادھوری بات لکھکر حضرت والا کو تکلیف پہونچائی۔

تحقیق: تکلیف نہیں پہونچی مگر میرے لکھنے سے بات پوری ہوگئی۔

حال: حضرت والا سے درخواست ہے کہ احقر کی غلطی کو معاف فرمادیں۔ آئندہ اس قسم کی غلطی نہ کروں گا اور فکر سے کام لوں گا۔ تحقیق: بہتر ہے۔

حال: دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ احقر کو استقامت فی الدین کی دولت نصیب فرمائیں۔

(مکتوب نمبر ۵۳۲)

حال: ہر نامۂ مبارک آب حیات کا کام دیتا ہے، الحمد للہ۔ تحقیق: ثم الحمد للہ

حال: بیعت کا شرف میری خوش قسمتی ہے حق تعالیٰ کا شکریہ کس کس نعمت پر ادا ہو کہ مجھے مسلمان بنایا پھر امت محمدیہ میں پیدا کیا مزید یہ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ عالیہ میں منسلک فرمایا، اسی طرح اللہ تعالےٰ احقر کا خاتمہ بھی محض رحمت بے پایاں سے ایمان پر فرمادے۔ تحقیق: آمین۔

حال: عبارت شامی پر حسب استطاعت غور کیا یہ عبارت ایک آئینہ ہے۔ عین آجکل تصنیف والا " وصیۃ الاخلاص " کے مطالعہ سے اس عبارت شامی پر غور و خوض کرنے سے عظیم فائدہ ہوا۔ اپنے رذائل کا استحضار پایا اور اخلاص کی حقیقت تو بدرجۂ خاص واضح ہو چکی ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال : کیونکہ عبارت شامی میں اخلاص کی فضیلت کے سوائے باقی جملہ رذائل ہی کا ذکر ہے ۔ تحقیق : بیشک ۔

حال : اب حصول اخلاص کو تو دین میں علم وعمل کا ستون پایا ۔ تحقیق : بیشک ستون ہے ۔

حال : اور (دیگر) رذائل تو کبر کا شعبہ محسوس ہوئے ۔ تحقیق : صحیح ہے ۔

حال : جنکو قرب باری تعالیٰ میں اب حجاب عظیم سمجھتا ہوں

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے   حاصل خواجہ بجز پندار نیست

کی حقیقت واضح ہو چکی ہے ۔ تحقیق : الحمد للہ ۔

حال : کتاب "وصیۃ الاخلاص" کو پڑھکر آنجناب سے عقیدت میں اضافہ پایا اور ص ۳۶ پر حدیث شریف من اخلص للہ اربعین صباحًا اجری اللہ من قلبہ ینابیع الحکمۃ میرے قلب و جان میں راحت بخش ثابت ہوئی ۔ التجا ہے کہ حق تعالیٰ مجھے عمر بھر کیلئے مخلص بنا دے ۔ تحقیق : آمین ۔

حال : جناب کے لئے دعاء کے ساتھ مجدد الملت کا لفظ کام و دہن سے بے اختیار نکلا

تحقیق : آپ کا یہ حسن ظن ہے ۔ یہ تو حضرتؒ کے لئے مخصوص ہے ۔

حال : اس تین ہفتہ کے اندر کا حال عرض خدمت ہے یعنی خط گرامی کے پانے اور جواب تک کے تقلبات یہ ہیں من حیثیت الکل اپنی ذات میں ایک تغیر عظیم پاتا ہوں وہ یہ کہ نیکی کیطرف رغبت خاص اور معمولات پر مداومت کا اہتمام اور سعی ۔ بلکہ عجیب وغریب تغیرات ذاتی و حسی جنکی مختصر روداد یہ ہے کہ گرامی نامہ کے پہونچنے سے پیشتر ہی طبیعت میں کشش عظیم پائی ۔ پھر والا نامہ کی رسیدگی کے بعد قریبًا چار پانچ روز محبت حق تعالیٰ زور و شور کے ساتھ ہوئی ۔ تحقیق : الحمد للہ ، بارک اللہ

حتیٰ کہ دل چاہتا تھا کہ رات کو سویا نہ جائے ذکر و عبادت جاری رہے ۔ مگر یہ نکتہ ازجناب فیض مآب حاجی امداد اللہ صاحب علیہ الرحمہ پیش نظر تھا کہ "نشاط طبیعت کا عبادت میں اہتمام ضرور چاہیئے ۔ تحقیق : بیشک بیشک ۔

حال : (زوجہ خویش) سے مجامعت کا ظہور ہوا اسکی مضرت نے انتہائی نقصان

پہونچایا اور یہ نقصان فی الحقیقت میرے قرب الٰہی کا بھی سدِ راہ ہے کیونکہ یہ عادت احقر کی کثرت کی شکل اختیار کر چکی ہے لہٰذا طبیعت میں کسل انتہائی ہوا جسکی وجہ سے باوجود کوشش کے ہمت ہی نہ ہو سکی کہ بندہ اپنے معمولات پر مداومت کر سکے گویا کہ معکوس حالات ہو گئے۔ پھر کوشش شروع کی گئی اور اب کوشش تو ضرور ہے مگر عملی صورت میں نقصان ہے۔ حتیٰ کہ پھر مجامعت کرنے پر اپنے نفس کا خبث ظاہر و باطن محسوس کرتا ہوں ـــــ اور مجھے عبارت ذیل بھی از کمالات اشرفیہ، برص ۲۴ پیش نظر ہے " مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ قوت شہوت ایک ایسی شہوت ہے کہ اسکو اگر اپنے اندر جمع رکھا جائے اور اس سے کام لیا جائے تو وہی قوت موصل الی الحق ہو جاتی ہے اس لئے کہ اسکے رہنے سے ایک جوش اور ہمت رہتی ہے اور کام جوش اور ہمت ہی سے ہوتا ہے تو بس اس کو اندر رکھکر کام کرے تو کام خوب ہوتا ہے اور اگر اسکو نکال دیا تو سمجھو اس سے کسل ہوگا اور ایسا ہوگا کہ گویا تم نے اپنا پَر اکھاڑ دیا لہٰذا چاہیئے کہ اسمیں افراط نہ کرد۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ افراط شہوت رانی سے باطنی نقصان ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے

خود نگہ دار و چنیں شہوت مراں تا پَرِ میلت برد سوئے جناں

خلق پندارند عشرت می کنند بر خیالے پَر خود بر می کنند

(خود حفاظت کرو اور اپنی شہوت کو برباد نکرو کہ تمھاری رغبت کا پَر تمکو جنت میں لیجائے (ورنہ) لوگ تو سمجھتے ہیں کہ یہ عیش اڑا رہا ہے حالانکہ وہ ایک وہمی لذت کی خاطر اپنے پَر اکھاڑ رہا ہے۔ (یعنی اپنے کو ضائع کر رہا ہے)

تحقیق: اور کیا۔

حال: لہٰذا عرض خدمت حضرت والا ہے کہ مجھے اس بے معنی ذوق (کثرتِ مجامعت) سے نجات کا طریقہ تعلیم فرما دیں۔

تحقیق: اب تعدیل ہو جائیگی انشاء اللہ۔

حال: میں انشاء اللہ اب ٹھان چکا ہوں کہ اس قلیل زندگی میں حصولِ مقصد

پیش نظر ہے۔ اور باقی تعلق خواہشات سب عبث ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
استعمالِ اختیار تو ضرور کرتا ہوں مگر استعمال پر توفیق بجز ایزد منان ار محال
پاتا ہوں، ہرچند یہ عبارت ذیل حضرت اقدس مجدد الملت جامع کمالات
مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ از کمالات اشرفیہ بر ص ۲۹۰ پیش نظر ہے
فرمایا کہ ــــ "ملکات رذیلہ اپنی ذات میں مذموم نہیں ہوتے مثلاً شہوت ہے
وہ بالذات مذموم نہیں چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں سے

شہوت دنیا مثال گلخن است　　　کہ ازو حمام تقوی روشن است

(دنیا کی شہوت کی مثال انگیٹھی جیسی ہے (کہ ہے تو کوئلے اُپلے سے بھری) لیکن اس سے تقویٰ کا حمام روشن ہوتا ہے)
بلکہ جس شخص کی شہوت قوی ہے اسکے مقاومت سے زیادہ نور پیدا ہوتا ہے
اور جسکی قوتِ شہوت کمزور ہے اسکی مقاومت سے وہ نور پیدا نہیں ہوتا، تو
مدار قرب خداوندی افعال اختیاریہ ہوئے جہاں اختیار زیادہ استعمال کیا گیا
وہاں قرب زیادہ ہوا"

تحقیق: یہ صحیح ہے مگر اس عبارت سے ناجائز استعمال کی اجازت نہیں

حال: میں اپنے آپ کو نفس و شیطان کے ہاتھوں دبوچا ہوا شکار
پاتا ہوں۔ لیکن ایک بات عرض ہے کہ آنجناب کے فیضِ نور سے
قوی امید ہے کہ یہ گرفت اب چند روزہ ہے اللّٰھم لا تکلنی الی نفسی
طرفۃ عین۔ تحقیق: آمین۔

حال: جوں جوں اپنے عظیم مقصد (کہ حصول رضاء و قرب حق تعالیٰ ہے)
میں کوشش پاتا یا کرتا ہوں ہوائے نفس و شیطان محسوس و مشاہد
ہوتے ہیں۔ میری مثال اس شریر گھوڑے کی طرح ہے جسکو حضرت والا تھانوی
علیہ الرحمہ نے کتاب دعوات عبدیت میں فرمایا کہ ــ "مالک کو خیال آیا کہ کیوں نہ
میں ہی اس گھوڑے کو خرید لوں حالانکہ گھوڑے کی خباثت سے
تنگ آکر اسے بازار برائے فروخت لے گیا تھا"۔

چنانچہ یہ عبارت بھی از کمالات اشرفیہ ص۳۶۵ مد نظر ہے، فرمایا کہ ــــ "شیطان کے پاس شہوت وغضب وغیرہ جداگانہ آلات نہیں ہیں وہ انسان ہی کے ان آلات سے کام لیتا ہے اسی واسطے سالکین کو تعلیم کیجاتی ہے کہ اپنے کو کسی وقت فارغ مت سمجھو" پھر فرمایا کہ "اپنے آپ سے بھاگنا بہت مشکل ہے۔ جس شخص کی ہستی اسکی دشمن ہو اسے چین کہاں اور ہستی کا مٹانا یہ ہے کہ فنا کردے اپنی صفات رذیلہ کو اور اپنے وجود کو کالعدم کر دے، موتوا قبل اَن تَمُوتُوا کا مصداق بنا دے۔

تحقیق: بالکل صحیح ہے

حال: خصوصی التجا ہے ؎

توکہ کیمیا فروشی نظرے بہ قلب ماکن ــ کہ بضاعتے نہ دارم و فگندہ ام دامے

(آپ کیمیا فروش ہیں لہٰذا ایک نظر ہمارے قلب کی جانب بھی فرما دیجئے کہ میں نہ تو خود کوئی پونجی رکھتا ہوں اور اپنا نقد بھی ضایع کرچکا ہوں)

احقر کو کثرت مجامعت کے عارضہ سے جہاں جسمانی شدید تعب لاحق ہو جاتا ہے بلکہ ساتھ ساتھ ضعف دماغ، خشکی دماغ، ضعف اعصاب اور حدت بدن قرار پاتی ہے جبکا مناسب علاج کرلیا جاتا ہے۔

تحقیق: جب آپ اس سے نقصان محسوس کرتے ہیں تو پھر کیوں کرتے ہیں اہل اللہ نے اسکی کثرت کو طریق میں مضر لکھا ہے۔

حال: مگر اسکا مجموعی نقصان روح وجسم پر شدید ترین ہے۔ اسلئے اسکی نسبت خصوصی درخواست ہے کہ مجھے نجات ہو جائے۔

تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

حال: الحمدللہ کہ احقر کو آنجناب سے فائدہ ہو ہی رہا ہے۔ حق تعالیٰ مجھے اپنی مرضیات میں مشغول رکھے۔ تحقیق: آمین۔ حال: خط کے طول ہونے سے ندامت بھی ہے اور معذرت بھی چاہتا ہوں۔ تحقیق: معاف ہے۔

(مکتوب نمبر ۵۳۳)

حال : حاضری کا ارادہ تھا ہی کہ حضرت والا کی تشریف آوری کا حال معلوم کرکے مسرت ہوئی۔ حضرت والا کے سہ روزہ قیام کے زمانے میں جو مجالسِ ارشاد و تذکیر ہوتی تھی اُس میں ناچیز برابر حاضر ہوکر حسب استعداد فیضیاب ہوتا رہا دوسرے حضرات جو مجھ سے زیادہ استعداد رکھتے تھے زیادہ متاثر ہوئے۔

تحقیق : الحمدللہ۔

حال : حضرت والا کے کرم کا اہل سؤ شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں کہ آپ نے اس سرزمین کو اپنے مواعظ حسنہ کے لئے انتخاب فرمایا جبکہ ملک کے دوسرے حصے اس کے لئے ترستے ہیں۔

تحقیق : آپ لوگوں کا خلوص مجھ پر موثر ہے۔

حال : عجیب بات ہے کہ رات میں میں نے حضرت والا سے تین بار معانقہ کیا پہلے تو حضرت والا کو میں نے مولانا ۔۔۔۔۔۔۔۔ صاحب کی صورت میں دیکھا مگر معانقہ کرتے وقت خود حضرت والا کو آپکی اپنی صورت میں دیکھا۔ تیسرے معانقہ میں حضرت والا کی صورت قاری صاحب کی شکل میں تبدیل ہوگئی اسلئے طبیعت کا اہتزاز و انشراح تیسرے معانقہ میں اتنا نہ تھا جتنا کہ پہلے دو معانقوں میں تھا۔ معلوم نہیں کیوں ایسا ہوا امید کہ حضرت والا اس بارے میں کچھ ہدایت فرمائیں گے۔

تحقیق : ان سب کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔

حال : میں اس بار حضرت والا کے دربار میں مصافحہ کی سعادت نہ حاصل کرسکا اسلئے کہ جب بھی حاضر ہوا مشتاقین کا ہجوم تھا اور حضرت والا کے اوقات کی حفاظت و صیانت میرے ذہن میں زیادہ تھی۔

تحقیق : اچھا کیا۔

حال : انشاء اللہ اگلی بار جب حضرت والا تشریف لائیں گے تو ملاقات کی کوشش کرونگا خدا کرے اسمیں کامیابی ہو امید کہ دعوات صالحہ میں یاد فرمائیںگے

تحقیق : دعا کرتا ہوں ۔

(مکتوب نمبر ۵۳۴)

حال : اپنے معمولات کو ادا کرلیتا ہوں اور حضرت والا کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں یہی فلاح دارین کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ ہمکو فہم سلیم عطا فرمادیں اور عمل کی توفیق بخشیں اور ہر دین کے کام میں ہماری نیت صحیح ہوجائے اسلئے کہ فائدہ کا دارومدار نیت ہی پر ہے ۔

حضرت والا کی کتابوں کے سنانے سے بہت سی باتیں کام کی معلوم ہوئیں ان باتوں پر اللہ تعالے عمل کی توفیق عطا فرمادیں ۔ اپنی ہر حاجت کے لئے اللہ تعالے سے پنجوقتہ دعا کرتا ہوں ۔ اس لئے کہ وہی دینے والے ہیں ۔ میرے اوپر قرضہ بہت تھا میں نے کچھ ادا بھی کیا ہے دعا فرمادیجئے کہ سب قرضہ ادا ہوجائے ۔

تحقیق : تعلیم پر عمل اصل چیز یہی ہے ۔ خدا کرے یہ بات آپ لوگوں کی سمجھ میں آجائے ۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمائیں اور عمل کی توفیق بخشیں ۔ ہر کام میں نیت صحیح ہو ۔ الحمدللہ کہ کتابوں کے سنانے سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں اللہ تعالے عمل کی توفیق دے ۔ اللہ تعالے کل قرض سے نجات دے ۔ دعا کرتے رہو قبول ہوگی ۔

اسکے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے جو آیت شروع میں پڑھی ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ آپ خیال کرتے ہوں گے کہ یہ آیت کیوں پڑھی تو اسکو بھی سمجھ لیجئے کہ آپ ہی کے لئے پڑھی ہے کہ جس طرح اور لوگوں نے اپنے لائق بھائی کی ناقدری کی اور مال نفیس کو ثمن حقیر سے بدل لیا اسی طرح سے آپ نے بھی دنیا میں پڑ کر دین کو ضائع کر دیا ہے حالانکہ دین کا سرمایہ قیمتی تھا مگر وہ آپ کے نزدیک بے قدر تھا اور دنیا کی آپکی نگاہوں میں زیادہ وقعت تھی حالانکہ دین کے مقابلے میں دنیا کی حقیقت ہی کیا ہے پس آپ کی مثال بھی اخوان یوسف کی سی گویا ہوئی لیکن کل بروز قیامت جب دین کی حقیقت مشاہد ہوگی اور دنیا حقیر ثابت ہوگی اسوقت اپنی اس تبدیلی پر آپکو افسوس ہوگا۔ لہٰذا اس سے پہلے ہی اسکا احساس ہونا چاہیئے تاکہ ایسے وقت میں ندامت سے محفوظ رہیئے جس وقت ندامت نفع نہ دے۔

اسلئے کہتا ہوں کہ وقت کی قدر کرنی چاہیئے اور فکر سے کام کرنا چاہیئے"

سبحان اللہ! حضرت والا نے اہل بمبئی کو کیا قیمتی نصائح فرمائیں اللہ ہم سب کو بھی اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

(دوسری مجلس کا خلاصہ)

آج آیۃ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا الآیۃ اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض ہدایت خلق فرمایا لیکن ان کے لئے شیاطین الجن والانس کی عداوت بھی پیدا فرمائی کیونکہ دشمنی اور عداوت سے مقابلہ قوی ہوتا ہے اور ہر فرقہ کو اپنے کام کرنے میں ایک قوت اور شدت حاصل ہو جاتی ہے چنانچہ اسی عداوت کی وجہ سے اگر شیاطین اغوا میں شدت اختیار کرتے ہیں اور حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں تو اہل حق یعنی انبیاء وصلحاء کے اندر بھی اسکے مقابلہ کیلئے زور اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے جسکے سبب

ان کے لئے مقابلہ آسان ہو جاتا ہے اور جس قدر دین کو دبایا جاتا ہے وہ اور ابھرتا ہے ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دو گے

حضرات صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہدایت آپ کی محبت اور صحبت کی وجہ سے حاصل کیا اور بعد میں لوگوں کو مشائخ سے اس درجہ محبت نہ ہوسکی تاہم اللہ تعالےٰ نے انکے لئے دین کے حصول کا کئی ذریعہ مقرر فرما دیا۔

برکاتِ عبادت۔ تاثیر شیخ - جذب مطلق۔ اول کے دونوں سے ایک خاص مقام تک ترقی ہوتی ہے لیکن تیسرے ذریعہ آدمی کو وصال کامل حاصل ہو جاتا ہے مگر جذب سے پہلے مجاہدہ لازم ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اس پر ایک بزرگ کا واقعہ سنایا جنکو بادشاہ نے اپنے محل کے اوپر کھینچ لیا تھا کہ یہ جذب بھی سلوک کے بعد ہی ہوا کیونکہ اپنے گھر سے محل تک تو قدموں ہی سے چلکر آئے تھے۔

اسی طرح سے شاہ ابوالمعالی صاحبؒ اور انکے مرید شاہ بھیکؒ کا واقعہ سنایا کہ ان میں بھی جذب سے پہلے سلوک ہوا تھا

آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی جانب جذب کرنیکا ایک ذریعہ قرآن بھی عطا فرمایا جو لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اس کے بعد اسکی جانب ترغیب فرمائی کہ ہمکو اس خدائی راستہ کو اختیار کرنا چاہئے حالانکہ ہم لوگ آج اس سے بہت دور ہیں یہی ہماری ناکامیابی کی وجہ ہے ؎ کعبہ بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا زمزم بھی پیا پر نہ بجھی آگ جگر کی

مطلب یہ کہ جس طرح کعبہ شریف جانے کے باوجود بتوں کا عشق باقی رہجائے اور اور غیر اللہ سے قلب خالی نہ ہوجائے اسی طرح قرآن پاک پانے کے باوجود اگر کوئی شخص اسکو قرب کا ذریعہ نہ بنائے نیز اسکے واسطے سے اخلاق اور اعتقاد کی پاکی نہ حاصل کرے اور خیالات کی ناپاکی اور نفس کے رذائل

سے پاکی نہ حاصل کرے تو وہ بھی اسی کا مصداق ہے۔

لہٰذا اگر آپ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایات خاصہ اپنی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں تو کلام اللہ کے ساتھ اپنا اعتقاد درست کرکے اور اس کو قرب وصول کا ذریعہ یقین کرکے اسکی تلاوت کیجئے تو انشاء اللہ چند ہی دنوں میں آپ اسکی برکات خود اپنے قلب میں محسوس کرینگے اور اپنی حالت بدلی ہوئی پائیں گے۔

(تیسری مجلس کا خلاصہ)

خطبۂ ماثورہ کے بعد حضرت والاؒ نے وہی سابقہ آیت تلاوت فرمائی وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا اور ابتداءً مسئلہ ہدایت وضلالت پر گفتگو فرمائی پھر اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ تلاوت فرمائی اور تلاوت پر مفصل کلام فرمایا، فرمایا کہ یہ تلاوت کوئی معمولی چیز نہیں ہے یہ خدا کا کلام ہے اس میں جذب ہے اور مقناطیس سے بھی زیادہ کشش ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ تین دولتیں آپ کے پاس ہیں۔ ایک مدینہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے مکہ شریف میں خانۂ کعبہ۔ تیسرے کلام اللہ جو ہر ایک کے پاس موجود ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی تجلی ہے جسے عرفاء محسوس کرتے ہیں۔ اس پر۔ ؏۔

در ابلق کسے کم دیدہ موجود۔ اور ؎

درسخن مخفی منم چوں بوئے گل دربرگ گل ہر کہ دیدن میل دارد درسخن بیند مرا

(میں اپنے کلام میں اس طرح سے مخفی ہوں جیسے پھول کے اندر پھول کی خوشبو جو شخص میرے دیدار کا خواہشمند ہو میرے کلام میں مجھے دیکھے)

یعنی زیب النساء اور شاہ ایران کا واقعہ مفصل بیان فرماکر اس شعر کو کلام پاک پر منطبق فرمایا اور فرمایا کہ قرآن پاک میں ہر رنگ کی تجلی ہے اور یہ جملہ تجلیات کا جامع ہے اور اس تجلی کو حاصل کرنا اللہ تعالےٰ کو مقصود ہے۔

(چوتھے وعظ کا خلاصہ)

اس دن بھی خطبہ ماثورہ کے بعد آیت وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عدوا ہی تلاوت فرمائی اور تکرار مضمون کی وجہ سے ہوسکتا ہے کہ کسی کو کچھ خلجان پیش آئے اسکو رفع کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ یہ مضمون کئی دن سے بیان کر رہا ہوں بلکہ الہ آباد سے ہی اسکو شروع کر چکا ہوں اور جس مضمون کو ضروری سمجھتا ہوں اسکو بار بار بیان کرتا ہوں اور لوگوں سے کہدیتا ہوں کہ مجھکو ایک چیز پسند ہوتی ہے اس لئے اسکو بار بار بیان کرتا ہوں خواہ آپ کو پسند آئے یا نہ آئے ۔ آپ لوگوں کے لئے تو بیان کرتا نہیں اور نہ آپ کو آپ کے گھر بلانے جاتا ہوں آپ خود تشریف لاتے ہیں اس لئے کہتا ہوں اب اگر آپ کا جی چاہے تو سنیئے اور نہ چاہے تو جو چاہے کیجئے۔
مولانا روم فرماتے ہیں ؎

گرچہ در ناصح بود صد داعیہ ۔ پند را اذن باید واعیہ

اگرچہ واعظ میں سو داعیہ موجود ہوں لیکن اسکی نصیحت کارگر ہونے کیلئے محفوظ رکھنے والا کان بھی ہونا چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ صحابہ کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ آگے فرماتے ہیں قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اور یہ مدح سرائی اسلئے ہورہی ہے کہ ان سے کہا گیا تھا وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ الآیہ یعنی جو باتیں از قسم عقائد فاسدہ تمہارے نفسوں میں ہیں انکو اگر تم زبان و جوارح سے ظاہر کرو گے یا دل ہی میں پوشیدہ رکھو گے دونوں حالتوں میں حق تعالیٰ تم سے مثل دیگر معاصی کے انکا حساب لیں گے پھر جس کے لئے بخشنا منظور ہوگا بخش دینگے اور جس کو سزا دینا منظور ہوگا سزا دینگے اور اللہ تعالےٰ ہر شے پر

پوری قدرت رکھنے والے ہیں ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرات صحابہؓ پر اسقدر مشکل ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ابتک تو ہم صرف ایسے افعال کے مکلف تھے جو ہماری طاقت اور اختیار میں تھے اب یہ آیت آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وہ اعمال جو بے اختیار صادر ہوتے ہیں اور دل میں آتے ہیں ان پر بھی مواخذہ ہوگا یہ تو ہماری طاقت سے خارج ہے تو کیا ان پر بھی مواخذہ ہوگا ؟ اسکے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اہل کتاب کی طرح سمعنا وعصینا کہیں، یعنی انھوں نے کہا تھا کہ "ہم نے سنا اور نہیں مانا" صحابہ نے کہا سمعنا و اطعنا یعنی "ہم نے سنا اور اسکو مانا اور قبول کیا" انکا یہی سمعنا و اطعنا کہنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا اور انکی مدح فرمائی ۔

اسکے بعد لوگوں کا واعظ سے فصاحت و بلاغت کا مطالبہ کرنا اور خود دل کے کان سے محروم ہونا اس پر گفتگو فرماتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ منبر پر خاموش بیٹھے رہنے کا بیان فرمایا اور فرمایا کہ جب ارادت اور عقیدت ہوتی ہے تبھی انسان کو فیض پہونچتا ہے نری فصاحت و بلاغت سے کیا ہوتا ہے ۔ اسکے بعد جنت و دوزخ پر گفتگو فرمائی اور تلاوت کے فوائد پر روشنی ڈالی ۔

(پانچویں واعظ کا خلاصہ)

خطبہ ماثورہ کے بعد آیت وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ الآخرہ تلاوت فرمائی حدیث شریف سے علماء سوء کے بعض حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے جو آیت پڑھی ہے اسمیں مشرب کا ذکر ہے آپ سے کہتا ہوں کہ جب ساری امت محمدی المشرب ہے تو سب کو ایک ہی گھاٹ سے

پانی پینا چاہیئے جب مختلف مشارب ہوں گے تو اسکا لازمی نتیجہ اختلاف ہوگا۔ حضورؐ نے تو ایک مشرب بنایا تھا لیکن تم اس پر آنا نہیں چاہتے اسلئے کہ یہ مشکل ہے اسکے لئے بڑی طلب کی ضرورت ہے اور اسکے ساتھ سمجھ کی ضرورت ہے اور سب سے بڑھکر مرشد کامل کی ضرورت ہے۔ جب کام بگڑ جاتا ہے اور قوم اپنے مرکز سے دور ہو چکی ہوتی ہے تو پھر سب کو ایک مرکز پر لانا دشوار ہو جاتا ہے، دنیا میں محض اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور توفیق سے ہی راستہ ملتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ ہی سے توفیق طلب کرنا چاہیئے اور صحیح راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔

اسکے بعد تلاوت پر مزید کلام فرمایا اور بیضاوی کی عبارت تقربًا الی اللہ تعالیٰ بقرأتہ وتحفظًا لالفاظہ واستکشافًا لمعانیہ کی وضاحت فرمائی اور آخر میں فرمایا کہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی تلاوت اور تلاوت کی حلاوت نصیب فرمائے۔ آمین۔

جیسا کہ احقر نے عرض کیا حضرت والا کے اس سفر بمبئی میں احقر ہمراہ نہ تھا اس سفر میں حضرت کا قیام بمبئی میں آٹھ دس دن رہا چنانچہ پانچ دنوں کی مجلس کا خلاصہ پیش کیا جا چکا ہے بقیہ ایام میں بھی مختلف باتیں مجلس میں بیان فرماتے رہے جن میں سب سے زور تلاوت قرآن پر رہا بھائی ظہیر صاحب کاتب اور حاجی الیاس صاحب وغیرہ اس سفر کے داعی رہے اس سفر میں ڈاکٹر اسحاق صاحب حکیم اجمیری صاحب اور بھائی احمد صاحب اور امین بھائی ان حضرات کو استفادہ کا موقع ملا اور سبھی حضرات بڑی عقیدت و محبت سے پیش آئے۔ کہنا چاہیئے کہ اہل بمبئی کا مرجوعہ ملاحظہ فرماکر حضرت والا نے گویا یہ طے کر لیا کہ یہاں آنے اور کام کرنے کی ضرورت ہے لیکن حضرت اقدس چونکہ سفر ختم فرما چکے تھے اور اس اصول پر شدت کے ساتھ قائم

تھے کہ انسان کو ایک جگہ جم کر کام کرنا چاہیئے لیکن اب اسکو اہل بمبئی کی طلب و اخلاص ہی کہئے کہ آئندہ ایسے حالات پیدا ہوتے گئے کہ حضرت متعدد بار بمبئی تشریف لے گئے جیسا کہ آئندہ حالات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

بمبئی سے الٰہ آباد تشریف لانے کے بعد اہل الٰہ آباد سے حضرت نے وہاں کے لوگوں کی طلب اور رغبت کا تذکرہ اکثر فرمایا اور بہت دنوں تک اپنی مجلس میں بمبئی کا کوئی نہ کوئی واقعہ بیان فرماتے رہے۔ مقصد اس سے حضرت والا کا تو یہ ہوتا تھا کہ اہل الٰہ آباد کو بھی شوق دلائیں کہ وہ بھی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں اور کام پر لگیں اس لئے کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ کسی کے اچھے حالات سنکر خود اس کو بھی اپنی بدحالی پر رنج ہوتا ہے اور اصلاح کا جذبہ ابھرتا ہے اس پر مزید یہ ہوا کہ وہاں کے لوگوں نے اپنے تأثرات اور حضرت کی تشریف آوری کے بعد جو خلا محسوس کیا تو حضرت پر اپنے خطوط میں ظاہر کیا چنانچہ ایک صاحب نے حضرتؒ کو یہ لکھا کہ ؎

بے رونقی، جمود، تعطل، سکوت مرگ
ایسا ہے کائنات کا نقشہ ترے بغیر

ظاہر ہے کہ حضرت والا پر بھی ان تأثرات کا اثر ہوتا تھا مگر دوبارہ فوری طور پر سفر فرمانے کا کوئی موقع نہ تھا بہت لوگ اپنے یہاں بلانا چاہتے تھے اس پر یہی فرمادیا کرتے تھے کہ بھائی مجھ سے متعلق بہت سے کام ہیں، پڑھنا پڑھانا پھر لوگ میرے پاس دور دور سے آتے ہیں اور میں کہیں اور چلا جاؤں یہ ان کے لئے کس قدر ضیق کی بات ہوگی الغرض حضرت والا کے انکار فرمانے کے باوجود جہاں ذرا موقع ملا اور کسی نے اپنے یہاں چلنے کی فرمائش کر دی۔ اور اب سفر بمبئی کے

بعد تو گویا لوگوں کے لئے ایک نظیر بھی قائم ہوگئی تھی کہ اگر بلانے والے مخلص لوگ ہوں اور یہ ضرورت ثابت کردیں کہ ان کے یہاں حضرت کے تشریف لیجانے سے لوگوں کو فائدہ ہوگا تو کام سے حضرت کو انکار نہیں۔ چنانچہ الہ آباد تشریف رکھنے کیوجہ سے علی گڈھ سے بھی لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی حکیم افہام اللہ صاحب بھی تشریف لاتے تھے اور کالج کے بہت سے پروفیسران نے بھی خط و کتابت شروع کر رکھی تھی کچھ طلبا ر بھی حضرت سے متعلق تھے اب سفر بمبئی کے بعد سب کو ہمت ہوئی کہ حضرت سے اپنے یہاں چلنے کی درخواست کریں پھر معاملہ خط و کتابت پر ختم نہیں ہوا بلکہ وہاں سے آنے والے حضرات خود حضرت والا سے زبانی درخواست فرمانے لگے اور ہر قسم کی سہولت کا زبانی یقین دلایا کہ حضرت کے ساتھ جتنے بھی حضرات تشریف لاویں گے سب کے قیام و طعام کا معقول انتظام کیا جائیگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے قیام و طعام کی فکر نہیں ہے میں تو ایک طالبعلم ہوں مسجد میں بھی ٹھیر سکتا ہوں اور اپنے رفقا رکا بحمد اللہ خود انتظام کر سکتا ہوں مجھے جو فکر ہے وہ علی گڈھ کے ماحول کی ہے ابتک جو حالات سننے میں آتے ہیں وہ کچھ اطمینان بخش نہیں ہیں لہٰذا آپ لوگ اس میں جلدی نہ کیجئے بلکہ کچھ موقع دیجئے تاکہ اس درمیان میں اطمینان کا سامان کرسکوں۔

علی گڈھ کے سفر کے حالات اور وہاں کی بعض مجالس کا ذکر ناظرین آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

(باقی آئندہ)

چوالیسواں باب

(یتیم کے ساتھ احسان کرنیکا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو الورقا و سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے ہر بال کے عوض میں جس کے اوپر اسکا ہاتھ گذرا ہو ایک نیکی لکھ دینگے اور ہر بال کے عوض اسکی ایک خطا معاف فرما دینگے اور ہر بال کے بدلے میں اسکا ایک درجہ بڑھائیں گے۔

حضرت عکرمہ حضرت عبد اللہ بن رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے مسلمانوں کے کسی یتیم کو اپنے ساتھ کھانے پینے میں شریک کرلیا یہاں تک کہ وہ سیراب ہوگیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسوقت تک کے لئے جنت واجب کردے گا جب تک کہ وہ کوئی ایسا کام نکرے جس کی بنا پر اسکی بخشش نہ ہو۔ اسی طرح سے جس شخص کی کریمہ اللہ تعالیٰ لے لے پس وہ صبر کرے اور اس پر ثواب کی امید رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلاشبہ جنت عطا فرمائے گا جب تک کہ وہ کوئی ایسا کام نکرے کہ جس کے سبب سے بخشا نہ جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کریمہ سے کیا مراد ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا آنکھ۔

اسی طرح سے جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں اور اس نے انھیں ادب سکھایا ہو اور انکی پرورش میں مال خرچ کیا ہو یہانتک کہ انکا انتقال ہوجائے یا نکاح کے بعد انھیں رخصت کردے تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنت کو واجب

فرما دینگے مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا عمل کرے جس سے اللہ اسکی مغفرت نہ کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک بدو نے آپ کو پکار کر کہا کہ یا رسول اللہ! اگر کسی کے دو ہی لڑکیاں ہوں آپؐ نے فرمایا کہ دو میں بھی یہی ثواب ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب یہ حدیث روایت فرماتے تھے تو فرماتے تھے کہ یہ عجیب وغریب حدیث ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی قساوتِ قلبی کی شکایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اپنے قلب میں نرمی پیدا کرنا چاہتے ہو تو یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اس کو کھانا کھلایا کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے کبائر کا سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ نو گناہ ہیں جو کبیرہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنا کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا۔ جہاد سے بھاگنا۔ شریف عورت کو تہمت لگانا یتیم کا مال کھانا۔ سود کھانا۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ جادو کرنا کرانا۔ حرام چیز کو حلال سمجھنا۔

حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ چھ چیزیں ہلکات میں سے ہیں ان سے توبہ بھی نہیں ہے۔ یتیم کا مال کھانا۔ پاک دامن عورت کو تہمت لگانا۔ میدان جہاد سے بھاگنا۔ جادو کرنا کرانا۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ انبیاء میں سے کسی کو قتل کر دینا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا مروی ہے کہ عنقریب وہ آخرت میں جہنم میں داخل ہوں گے اور کہا گیا ہے کہ مبارک ہو وہ گھر جس میں کوئی یتیم ہو اور ہلاکت ہے اس گھر کے لئے جس میں کوئی یتیم ہو۔ یعنی ہلاکت ہو ان گھر والوں کے لئے جو یتیم کے حق کو نہ پہچانیں اور

برکت والے وہ لوگ ہیں جو اسکے حق کو پہچانیں۔

مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے پاس ایک یتیم ہے کس جرم پر اسکو ماروں۔ آپ نے فرمایا جس پر اپنے بچوں کو مارا کرتے ہو۔ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں کہ انکو ادب دینے کے لئے مارو بشرطیکہ ایسی مار نہ ہو جس سے زخم وغیرہ ہو جائے۔

حضرت فضیل ابن عیاضؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بعض طمانچے یتیم کے حق میں حلوہ کھانے سے بھی زیادہ مفید ہوتے ہیں۔

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ایسا اسوقت کرے جبکہ اسکو بدون مارے ادب سکھانے پر قادر نہو ورنہ اسکو نہ مارے اسلئے کہ یتیم کو مارنا بہت بڑے گناہ کی بات ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی یتیم کو مارا جاتا ہے تو اسکے رونے سے عرش رحمٰن تھرا اٹھتا ہے۔ حق تعالیٰ دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! یہ اسکو کس نے رلایا جس کے باپ کو مٹی نے چھپا رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ پروردگار ہمکو بھی کچھ علم نہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اچھا میں تمکو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس شخص سے راضی ہوں گا جو اسکو خوش کر دے قیامت کے دن اپنی جانب سے انعام عطا فرماکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتیموں کے سروں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے اور انکے ساتھ مہربانی اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ نیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزیٰ سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہ یتیم کے حق میں ایک شفیق باپ کی مانند رہو۔ اور یہ سمجھ لو کہ تم جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔ جانو کہ عورت جو اپنے شوہر کی اطاعت شعار ہو وہ ایسی ہے جیسے بادشاہ کے سر پر سونے کا تاج ہو جب جب شوہر

اسکو دیکھتا ہے اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمان ہو ایسی ہے جیسے بوڑھے آدمی کے اوپر بھاری بوجھ ہو۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور مسلم یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح جائیں گے، اور آپ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا۔

حضرت ابی عمران الجونی روایت کرتے ہیں ابی الخلیل سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسئلہ داؤد علیہ السلام میں پڑھا کہ انھوں نے عرض کیا کہ پروردگار کیا بدلہ ہے اس شخص کا جو کسی یتیم یا بیوہ کا سہارا بنا محض آپ کی خوشنودی رضامندی طلب کرنے کے لئے۔ حق تعالےٰ نے فرمایا کہ اسکا بدلہ یہ ہے کہ میں اسکو سایہ دوں گا اس دن جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے میرے سائے کے یعنی اسکو اپنے عرش کے سائے میں رکھوں گا۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی مسلمان جس کے تین لڑکیاں ہوں اور ان پر اس نے خرچ کیا ہو یہاں تک کہ نکاح کر کے رخصت کر دیا ہو یا انکا انتقال ہو گیا ہو مگر یہ کہ وہ لڑکیاں اسکے لئے جہنم سے آڑ بن جائینگی پس ایک عورت بولی کہ یا رسول! اگر دو ہی لڑکیاں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تب بھی یہی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بازار سے اپنے بچوں کے لئے کچھ چیزیں لایا (پھل وغیرہ) تو وہ شخص ایسا ہے جیسے صدقہ لیکے آیا یہاں تک کہ اسکو کھلا دیا اور شروع کیا لڑکیوں سے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو لڑکیوں پر رحم آتا ہے اور جس نے انپر رحم کیا وہ ایسا ہوا گویا اللہ کے خوف سے رویا اور جو اللہ کے خوف سے رویا تو اللہ تعالےٰ اسکو بخش دینگے۔ اور جس نے لڑکیوں کو خوش کر دیا تو اللہ تعالےٰ غم کے دن یعنی قیامت کے دن اسکو خوش کر دینگے۔

پینتالیسواں باب

(زنا کی قباحت کا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان حضرات نے انکو خبر دی کہ دو آدمیوں نے اپنا جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا پس ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہمارے درمیان میں کتاب اللہ سے فیصلہ فرمائیگا اور دوسرے نے کہا جو ان دونوں میں سے زیادہ پڑھا لکھا تھا کہ ہاں یا رسول! ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمائیے گا اور اجازت دیجئے کہ میں معاملہ پیش کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں کہو! اس نے کہا کہ میرا بیٹا اس شخص کا اجیر تھا پس اسکی بیوی سے میرے بیٹے نے زنا کر لیا۔ پس لوگوں نے مجھ سے کہا کہ میرے بیٹے پر (لازم) تو رجم ہے میں نے اسکے بدلے میں سو بکریاں اور ایک اپنی باندی دے دی پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ میرے بیٹے پر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور رجم اسکی بیوی پر ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اس ذات کی میری جان جس کے قبضہ میں ہے میں تمھارے درمیان کتاب اللہ ہی سے فیصلہ کروں گا' رہیں تیری بکریاں اور باندی انھیں واپس لے لے اور تمھارے بیٹے کے اوپر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہی ہے۔ پھر آپ نے انیس الاسلمی کو حکم دیا کہ اس عورت کے پاس جائیں اور فرمایا کہ جاؤ اے انیس فلانی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اقرار کرے تو اسے رجم کر دو۔ پس اس نے اقرار کر لیا اور آپؐ نے اسے

رجم کا حکم دیدیا تو دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کا حکم بیان فرما دیا
اور یہ کہ زانی مرد و عورت جبکہ محصن نہ ہوں (کنوارے یعنی جب اسکے لئے
بیوی نہ ہو) تو اس پر سو کوڑے لگانے واجب ہیں جیسا کہ اللہ تعالے نے
فرمایا کہ الزانیہ یعنی زانی عورت والزانی یعنی زنا کرنے والا مرد
فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ یعنی سو کوڑے لگاؤ وَلَا تَأْخُذْ
كُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللهِ یعنی تمکو نرمی اور شفقت نہ پکڑے اللہ کی
حد کے سلسلہ میں مطلب یہ کہ تمکو شفقت حد جاری نہ کرنے پر آمادہ نکرے
اسلئے کہ اللہ تعالے تم سے زیادہ رحیم ہیں اپنے بندوں کے ساتھ اس کے
باوجود حکم فرمایا ہے کہ تم لوگ زناکاروں پر دنیا میں حد جاری کیا کرو اسلئے کہ
اگر تم حد نہ لگاؤ گے تو اللہ تعالے اسکو قیامت کے دن مخلوق کے سامنے
آگ کے کوڑے سے حد لگائیں گے ۔

آگے حق تعالے نے فرمایا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
یعنی اگر تم تصدیق کرتے ہو اللہ کی توحید کی اور قیامت کے دن کی تو انکے
کوڑا لگانے کو مہمل نہ چھوڑو آگے فرماتے ہیں وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ
مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی انکو سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کا
موجود رہنا ضروری ہے اور یہ حاضری اسی وجہ سے ہے تاکہ شرم و ندامت
کی وجہ سے عقوبت میں زیادتی ہو اور جب ایک قوم کے سامنے یہ سزا
ہوگی تو ان دونوں کے لئے آئندہ زنا سے بچنے کا سبب ہو جائے گا۔ یہ تو
اسکی سزا ہے جو محصن نہ ہو اور اگر محصن ہو یعنی جسکی بیوی موجود ہو اور اس سے
مباشرت بھی کر چکا ہو یا کوئی عورت زانیہ ہو جسکا شوہر موجود ہو اور اس سے
مباشرت کر چکا ہو تو ان دونوں کی حد رجم ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے مروی ہے کہ ایک عورت آئی آپ کے پاس اور زنا کا اقرار کیا اور وہ
حاملہ تھی آپ نے اسکو حکم دیا کہ وضع حمل تک کے لئے واپس جائے جب

وضع حمل ہو چکا تو پھر آئی آپ نے حکم دیا اور وہ رجم کر دی گئی ۔ پھر دیکھو یہ حد ہے زنا کی دنیا میں ۔ اگر دونوں پر " حد " قائم کر دی گئی دنیا میں تو خیر ورنہ آخرت میں قائم کی جائیگی وَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى یعنی آخرت کا عذاب زیادہ شدید ہے اور زیادہ دیرپا ہے ۔ لہٰذا زنا سے بہت دور رہنا چاہیئے اور ڈرنا چاہیئے اسلئے کہ وہ بہت بڑی معصیت ہے ۔

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً مت کرو اور زنا سے اجتناب کرو اسلئے کہ زنا ایک معصیت اور ہلاکت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے صاحب معصیت پر ایک پھٹکار ہے اور بدی کی راہ چلنا ہے اسلئے کہ یہ راستہ اسکو جہنم رسید کریگا ۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ یعنی فواحش کے قریب مت جاؤ خواہ بڑے ہوں جیسے زنا یا چھوٹے اور خفی ہوں جیسے بوس وکنار اسلئے کہ یہ سب چیزیں زنا میں شامل ہیں ۔ روایت میں آتا ہے کہ ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں آنکھ بھی زنا کرتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ اس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں مردوں کو حکم دیا ہے کہ حرام چیز سے اپنی نگاہ کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حرام سے حفاظت کریں پس دیکھو زنا کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں توراۃ کی زبور کی انجیل وقرآن کی میں حرام فرمایا ہے اور ہے بھی یہ بہت بڑا گناہ ۔ اور کون گناہ ہتک ستر حرمت المومنین سے بڑھکر ہو سکتا ہے اور نسب کو باہم خلط ملط کرنے سے زیادہ اور کون بری بات ہو سکتی ہے ۔

جعفر ابن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بھی

زنا نہیں کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ مجھے پسند نہیں کہ کوئی شخص میری ہتک حرمت کرے اسلئے کہ میں کسی کی ہتک حرمت نہیں کیا کرتا۔

بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اپنے آپ کو زنا سے بچاؤ اسلئے کہ اس میں چھ مضرتیں ہیں تین دنیا میں تین آخرت میں دنیا میں تو یہ کہ اس سے رزق کم ہوتا ہے اور جس شخص کی روزی سے برکت چلی جائے وہ ہر خیر سے محروم ہو جاتا ہے اور ایسا شخص لوگوں کے قلوب میں مبغوض ہو جاتا ہے۔ بہرحال آخرت والی تو اللہ کی ناراضگی، حساب کی شدت اور جہنم کا داخلہ وہ جہنم جس کو اللہ تعالٰی نے نارکبریٰ فرمایا ہے

مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے فرمایا کہ تمھاری یہ دنیوی آگ نار جہنم کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ نیز مروی ہے کہ آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ ذرا دوزخ کی تفصیل تو سناو انھوں نے عرض کیا کہ اے محمدؐ جہنم کی آگ سیاہ کالے رنگ کی ہے اور ایسی گرم ہے کہ اگر سوئی کی نوک کے برابر چنگاری روئے زمین پہ آگرے تو زمین اور اسکی تمام چیزوں کو جلاکر خاکستر کردے اور اگر اسکی کیچڑ (ذراسی) زمین و آسمان کے درمیان معلق کردی جائے تو ساری روئے زمین کے انسان اسکی بو کیوجہ سے مرجائیں۔ اور زقوم (اہل دوزخ کا جو کھانا ہے) اسکا ایک قطرہ اگر زمین پر ڈالدیا جائے تو یہاں لوگوں کا رہنا بسنا محال ہو جائے اور اگر دوزخ کے انیس فرشتوں میں سے (جنکا ذکر قرآن میں آیا ہے) ایک فرشتہ روئے زمین پر آجائے تو اسکی بدشکلی اور بد خلقی کیوجہ سے تمام انسان خوف زدہ ہوکر مرجائیں۔ اور اگر اس زنجیر کی جسکا ذکر کتاب اللہ میں آیا ہے ایک کڑی زمین پر رکھدی جائے تو زمین کے ساتوں طبق کو پھاڑدیگی اس طرح سے کہ پھر وہ درست کبھی نہ ہوسکے گی۔

(۱۱۸۲) **محمد بن اسمٰعیل المغربی** یہ ابراہیم خواص کے شیخ ہیں انکی ایک کرامت یہ ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سالہا سال سے تاریکی ہی نہیں دیکھی (یعنی شب کو بھی انکو روشنی ہی نظر آتی تھی) سو اندھیری رات میں اپنے یاروں کے آگے آگے ننگے سر ننگے پاؤں چلتے جب کسی ٹھوکر لگنی ہوتی تو فرماتے داہنے کو ہو جاؤ بائیں کو ہو جاؤ اور ان لوگوں کو تاریکی کے سبب سامنے کی یعنی پاس کی چیز بھی نظر نہ آتی ۲۹۹ھ میں ایکسو بیس کے قریب عمر میں کوہ طور پر وفات فرمائی (مناوی)

(۱۱۸۳) **محمد بن احمد بن سید حمدویہ** ابوزرعہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے پچاس سال تک لیٹے نہیں اور نہ پاؤں پھیلایا۔ گیارہ برس تک انھوں نے کسی سے کلام نہیں کیا چالیس میل روزانہ چلتے اور ایک قرآن روزانہ ختم کرتے ایک روز تھک گئے اور بھوک کا غلبہ ہوا اور ضعف ہو گیا جنگل میں پانی کے ایک چشمہ پر پہونچے اور دعا کی (کہ کوئی چیز کھانے کی عطا ہو) دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لونڈی پاس کھڑی ہے اور کہتی ہے کہ میرے مولا نے مجھکو آپ کے پاس ایک ہدیہ دیکر بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ قبول کرلیں تو تو آزاد ہے (تو یہ علامت ہے کہ نہایت رغبت سے بھیجا ہے تو آپ قبول کریں پھر اسمیں میرا بھی نفع ہے کہ آزاد ہو جاؤنگی) آپ نے فرمایا رکھدے اس نے رکھدیا دیکھا دو تنوری روٹیاں ہیں انکے ساتھ تلے ہوئے انڈے ہیں (پس بجائے اسکے کہ اسکو اپنی بزرگی کی دلیل سمجھتے ہم انکو چھوڑ کر چلدیئے اس سے گھبرائے کہ ایسی جلد دعا قبول ہو گئی (کہیں یہ استدراج نہ ہو سبحان اللہ کیا معرفت اور عبدیت ہے (مناوی)

(۱۱۸۴) **محمد بن السماک** قشیریؒ نے بسند متصل احمد بن الحواری سے سے نقل کیا ہے کہ محمد بن سماک بیمار ہو گئے ہم انکا قارورہ لیکر ایک نصرانی طبیب کے پاس چلے ہم حیرہ اور کوفہ کے درمیان میں تھے کہ ایک شخص پاکیزہ صورت

پاکیزہ خوشبو پاکیزہ لباس ہمارے سامنے نمودار ہوا اور پوچھا کہ کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ ہم نے کہا کہ فلاں طبیب کے پاس جانا چاہتے ہیں اسکو ابن سماک کا قارورہ دکھلائیں گے اس نے کہا سبحان اللہ خدا کے دوست کے لئے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو اسکو زمین پر دے مارو اور ابن سماک کے پاس لوٹ جاؤ اور ان سے کہو کہ درد کے موقع پر اپنا ہاتھ رکھو اور یہ کہو وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاہُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ پھر وہ شخص غائب ہوگیا اور ہم کو نظر نہیں آیا ہم ابن سماک کے پاس واپس ہوگئے اور اس قصہ کی خبر دی انھوں نے ایسا ہی کیا اور فوراً آرام ہوگیا پھر انھوں نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(۱۱۸۵) **محمد بن یوسف بولاقی** امام عالم زاہد تھے ابن النموی نے انکی ایک کرامت نقل کی ہے کہ ایک عورت اپنے بچہ کو لیکر سمندر کیطرف نکلی (یا تو کوئی کام ہوگا یا محض تفریح کرانے کے لئے) پس ایک جہاز میں حبشی لوگ آئے اور بچہ کو چھین کر جہاز میں چلے گئے اور اسکو لیکر چلدیئے وہ عورت حضرت شیخ کے سر ہوگئی آپ اپنے معبد سے باہر آرہے تھے اور انکو اطلاع دی کہ حبشیوں نے میرا بچہ لے لیا اور وہ اس جہاز میں ہیں پس شیخ سمندر کیطرف چلے اور کہا کہ اسے ہوا بند ہوجا وہ خدا تعالےٰ کی قدرت سے بند ہوگئی (اور جہاز سست ہوگیا) پھر جہاز والوں کو پکارا کہ یہ بچہ اسکی ماں کو واپس کردو انھوں نے انکار کردیا اور آگے چلدیئے اسوقت آپ نے فرمایا اسے جہاز کھڑا ہوجا وہ ٹھیر گیا پھر شیخ نے پانی پر چل کر جہاز میں سے بچہ کو لے لیا اور ماں کے پاس پہونچا دیا۔

(۱۱۸۶) **ایضاً** بعض نے لکھا ہے کہ یہ دباغ تھے ان کے یہاں مازو آیا تھا (یہ دباغت میں کام آتا ہے) سو خلیفہ نے کسی کو بھیجکر اسکو (جبراً) لے لیا (کوئی ضرورت ہوگی) انکا خادم حاضر ہوا اور کہا کہ ان لوگوں نے مازو لے لیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں مہتمم کے پاس جاکر لے لوں۔ انھوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ وہ خود واپس کردیں گے وہ لوگ جب اسکو لیکر گئے تو اسکو پتھر پایا سمجھ گئے

کہ یہ شیخ کا تصرف ہے واپس دے گئے تو وہ بازو تھا۔

(۱۱۸۷) ابو بکر محمد مالکی قرشی نے اپنی تاریخ میں انکی حکایت لکھی ہے کہ انکا گذر ایک اپاہج عورت پر ہوا اس نے مانگنے کے طور پر ان سے کہا تمھارے پاس اللہ کے واسطے کچھ ہے؟ انھوں نے کہا کہ میرے پاس دنیا کی کوئی چیز (مال وغیرہ) سے نہیں لیکن تو اپنا ہاتھ لا پس وہ (ہاتھ دینے کو اپنی جگہ سے اٹھنے کو ہوئی تو دفعتہً) اٹھکر چلنے لگی (اور اپاہج پن جاتا رہا۔)

(۱۱۸۸) ابو عبید محمد التکروری۔ فقیہ فصیح تھے انکی آنکھ ماؤف ہوگئی تھی انھوں نے اللہ تعالے سے دعا کی کہ آنکھ کو پھر ویسی ہی درست کر دے چنانچہ انکی ویسی ہی نگاہ ہوگئی جیسے پہلے تھی (سخاوی)

(۱۱۸۹) محمد بن موسیٰ ابو بکر الواسطی جنیدؒ کے اتباع میں سے ہیں انکی ایک کرامت ہے کہ انھوں نے سمندر کا سفر کیا اور کشتی شکستہ ہوگئی اور یہ اپنی بی بی کے ساتھ ایک تختہ پر رہ گئے اسی حالت میں اسکے بچہ ہوگیا اور اسکو سخت پیاس لگی انھوں نے اپنا سر اٹھایا تو ایک شخص ہوا پر بیٹھا ہوا نظر آیا اور اسکے ہاتھ میں ایک زنجیر ہے سونے کی اسمیں ایک صراحی یاقوت کی بندھی ہے اور وہ شخص کہتا ہے کہ دونوں پیو، دونوں نے پیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ آپ کون ہیں اس نے کہا کہ میں تیرے مولیٰ کا ایک بندہ ہوں میں نے پوچھا اس رتبہ تک کیسے پہونچے کہا کہ اس سبب سے کہ میں نے اسکی رضا، کے لئے اپنی خواہش نفسانی کو چھوڑ دیا اس نے مجھکو بساط فردانیہ پر بٹھلا دیا جیسا تم دیکھتے ہو پھر مجھ سے غائب ہوگیا (مناوی)

(۱۱۹۰) محمد بن اسمٰعیل المعروف بہ خیر نساج۔ شبلیؒ اور خواص نے انکی مجلس میں توبہ کی ہے۔ بعض نے بیان کیا کہ میں خیر نساج کے پاس تھا کہ ایک شخص انکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں نے کل تم کو دو درہم کو سوت بیچتے دیکھا میں نے پیچھے سے جاکر وہ دونوں درہم آپکی لنگی کے کنارہ میں سے کھول لیئے اب میرا ہاتھ میری ہتھیلی پر بند کا بند رہ گیا وہ ہنسے اور اپنے ہاتھ سے

اسکے ہاتھ کیطرف اشارہ کیا تو ہاتھ کھل گیا پھر فرمایا جا اور ان درہم سے اپنے عیال کے لئے کچھ خرید لے اور پھر ایسا مت کرنا (قشیری) ۳۲۲ھ میں اکسو بیس برس کی عمر میں وفات فرمائی ۔

(۱۱۹۱) ابو عبد اللہ محمد بن خفیف الشیرازی ۔ انکی ایک کرامت یہ ہے کہ یہ بغداد میں داخل ہوئے اور چالیس روز مقیم رہے نہ کھایا نہ پیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے تو جنگل میں ایک کنوئیں پر ایک ہرن کو پانی پیتے دیکھا انکو بھی پیاس تھی جوں ہی کنوئیں کے پاس پہونچے تو ہرن بھاگ گیا اور پانی کنوئیں کی تہ میں جا پہونچا ۔ عرض کیا کہ اے میرے مالک کیا میرا درجہ آپ کے یہاں اس ہرن کے برابر بھی نہیں ؟ ایک کہنے والے کو سنا کہ ہم نے تیرا امتحان کر لیا تو صابر نہیں ثابت ہوا اور (علامت اسکی یہ ہے کہ) ہرن تو بدون رسی اور چھاگل کے آیا اور تو دونوں چیزیں لیکر آیا ۔ انھوں نے استعانت بالا سباب سے رجوع کر لیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ کنواں منہ تک بھرا ہوا ہے انھوں نے پیا بھی اور وضو بھی کیا اور اپنا چھاگل بھی بھر لیا اور حج کیا پھر واپس آئے تو اسکا پانی کم نہ ہوا تھا ۔ یہ حضرت جنیدؒ کے پاس آئے جب انکی نگاہ ان پر پڑی فرمانے لگے اگر تھوڑی دیر اور توقف کرتے تو پانی تمھارے پیروں کے نیچے سے جوش مارتا اور (جب تم چلتے تو) تمھارے پیچھے پیچھے چلتا ۔ ۳۷۱ھ میں سو برس سے زیادہ عمر میں وفات پائی ۔ ایک برہمن سے انکا مناظرہ ہوا اس نے کہا کہ آپ کا دین حق ہے تو آؤ میں اور تم چالیسؔ دن کھانا نہ کھائیں تو انھوں نے تو اسکو پورا کر دیا اور وہ عاجز ہوگیا اور ایک برہمن نے ایک مدت تک پانی کے نیچے رہنے کی فرمائش کی تو وہ تو اس مدت کی تکمیل سے پہلے مرگیا اور انھوں نے پورا کر دیا (مناوی)

(۱۱۹۲) محمد بن محمد اسمٰعیل الصوفی البغدادی المعروف بابن سمعون ۔ انکی ایک کرامت یہ ہے کہ انھوں نے بیت المقدس کا قصد کیا اور اپنے ہمراہ خشک خرما

لے لیا مگر نفس میں تازہ خرما کھانے کا تقاضا ہوا یہ اسکو ملامت کرنے لگے کہ یہاں تازہ خرما کہاں جب افطار کا وقت آیا اسکو جو کھولا تو تازہ خرما پایا اسمیں سے نہیں کھایا (کہ استدراج نہ ہو) جب اگلا دن آیا پھر جو افطار کیوقت کھولا تو بدستور خشک خرما ملا (خطیب)۔

(۱۱۹۳) ایضاً - ایک کرامت انکی یہ ہے کہ ایک شخص کو کچھ تنگی لاحق ہوئی اور بجز اسکے خفین (موزہ) کے اسکے پاس کچھ نہ تھا پس انکو پاؤں سے نکال کر انکو بیچنے چلا اتفاق سے ابن سمعون کی مجلس تک پہونچا اپنے دل میں کہا کہ لاؤ مجلس میں حاضر ہو جاؤں پھر فارغ ہو کر بیچ ڈالوں گا جب اس شخص نے مجلس سے جانے کو ارادہ کیا تو انھوں نے پکار کر اسکو فرمایا کہ موزے مت بیچنا اللہ تعالیٰ تیرے پاس رزق پہونچادیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا (خطیب)

(۱۱۹۴) ایضاً - ابن ماطیش نے اپنی کتاب اثبات کرامات الاولیاء میں ابو طاہر محمد اعلان سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن سمعون کی مجلس وعظ میں گیا اور ابو الفتح قواس چوکی کے پاس بیٹھے تھے تو ان پر اونگھ غالب ہوئی اور سو گئے اور ابن سمعون تھوڑی دیر کے لئے وعظ سے خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ابو الفتح جاگ اُٹھے اور سر اٹھایا تو ان سے ابن سمعون نے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا انھوں نے کہا ہاں، یہ بولے کہ اسی واسطے میں کلام سے رک گیا تھا کہ کبھی آپ بے چین ہو کر اٹھ جاویں اور جس حال میں تم ہو وہ بند ہو جاوے۔

(۱۱۹۵) ایضاً - ۳۸۷ھ میں وفات فرمائی اور وفات سے تینتیس سال کے بعد منتقل کئے گئے تو کفن تک بوسیدہ نہ ہوا تھا۔ (منادی)

(۱۱۹۶) ابو عبداللہ محمد بن فتوح بن عبداللہ الازدی - یہ حمیدی جامع بین الصحیحین کے پوتے ہیں، امام ہیں، حافظ ہیں ۴۸۸ھ میں وفات پائی اور انھوں نے مظفر بن رئیس الرؤسا کو وصیت فرمائی تھی کہ مجھکو بشر حافی

کی قبر کے پاس دفن کیا جاوے اس نے وصیت کے خلاف کیا ایک دفعہ مظفر نے انکو خواب میں دیکھا کہ اس مخالفت پر عتاب کرتے ہیں تو صفر ۴۹۱ھ میں منتقل کئے گئے تو کفن بھی نیا تھا اور بدن بھی تازہ تھا اور خوشبو مہکتی تھی (نفح الطیب)

(۱۱۹۷) **محمد بن محمد طوسی امام ابو حامد غزالیؒ** ۔ محی الدین بن العربیؒ نے اپنی کتاب روح القدس میں ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن زینؒ اشبیلیہ میں افضل الناس سے تھے اور غزالیؒ کی کتابیں التزام سے دیکھتے ایک شب انھوں نے ابو القاسم بن احمد کی تالیف غزالی کے رد میں پڑھی تو یہ اندھے ہو گئے اسی وقت خدا تعالے کے سامنے سجدہ کیا اور قسم کھائی کہ اسکو کبھی نہ پڑھیں گے اور اسکو اپنے پاس سے دور کر دینگے۔ پس اللہ تعالے نے بینائی دیدی ۔

اور عارف شاذلی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام سے غزالی پر فخر فرما رہے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ تمھاری امت میں بھی ایسا کوئی شخص ہوا ہے وہ دونوں فرماتے ہیں نہیں ۔ اور عارف مرسی نے غزالیؒ کے لئے صدیق اعظم ہونے کی شہادت دی ہے انکی وفات ۵۰۵ھ میں ہوئی ہے ۔

(۱۱۹۸) **ابو عبداللہ محمد بن الحسین بن عبد ربہ** ۔ ساکن جزیرۂ کمران جو ایک مشہور جزیرہ سمندر کا ہے وادی سردد کے مقابل جو یمن کی مشہور وادیوں میں سے ہے (غالباً یہ وہی ہے جو اب کامران مشہور ہے جہاں حجاج کا قرنطینہ ہوتا ہے ۔ یہ شیخ ابو اسحٰق شیرازی کے شاگرد ہیں اصل میں عراق کے رہنے والے ہیں پھر یمن میں آرہے تھے اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے ان کے کسی شاگرد کو شہر مہجم میں اسکی خبر ہوئی وہاں پر کوئی طبیب موجود تھا وہ اسکو ان کے پاس لائے انھوں نے فرمایا مجھکو اسکی حاجت نہیں پھر اپنے ایک پوتے کو بلایا پھر فرمایا میں جو لکھواؤں اسکو لکھ ۔ پھر یہ اشعار لکھوائے ؎

وقالوا قد وھی عینیك سوء فلو عالجته بالقدح زالا

(لوگوں نے کہا کہ تیری دونوں آنکھوں کو نظر لگ گئی ہے اگر تو تیروں کے ساتھ اسکا علاج کرے تو یہ ٹھیک ہو جائیں)

فقلت الرب مختبری بھذا فان اصبر انل منه النوالا

(تو میں نے کہا کہ اسکے ذریعہ سے میرے رب نے میرا امتحان لیا ہے پس اگر میں صبر کرونگا تو اللہ سے اسکا بدلہ پاؤنگا)

وان اجزع حرمت الاجر منه وکان خصیصتی منه الوبالا

(اور اگر جزع فزع کرونگا تو اجر سے تو محروم ہو ہی جاؤنگا میرے حصہ میں اسکی جانب سے وبال آئیگا)

وانی صابر، راض، شکور ولست مغیرا ما قد انالا

(اور میں صبر کرنیوالا ہوں، راضی ہوں، شکرگذار ہوں، اور میں نہیں بدلونگا اس چیز کو جسے میں نے پایا ہے)

صنع ملیکنا حسن جمیل ولیس بصنعه شئی شالا

(میرے پروردگار کے کام عمدہ اور حکمت والے ہوتے ہیں اور اسکی بنائی ہوئی چیزوں کی کوئی مثال نہیں)

وربی غیر متصف بحیف تعالیٰ ربنا عن ذا تعالیٰ

(اور میرا رب کچھ ظلم کے ساتھ بھی متصف نہیں ہے۔ ہمارا رب اس سے بلند و بالا ہے اور ہزار بار بلند و بالا ہے۔)

پس جس وقت اس مصرعہ پر پہونچے وانی صابر، راض، شکور، تو اللہ تعالےٰ نے انکی بینائی دوبارہ دیدی یہانتک کہ اپنے پوتے کو دیکھا کہ لکھ رہے ہیں پھر انکی بینائی خوب کامل ہوگئی۔ صاحبزادے سے فرمایا طبیب کو اسکی مشروط فیس دیدو خدا تعالےٰ کے حکم سے شفا حاصل ہوگئی۔ انکی وفات ۲۲۵ھ میں ہوئی اور جزیرۂ کران میں مسجد کے برابر دفن کئے گئے (شرجی) احقر عرض کرتا ہے اگر یہ بات پہلے سے معلوم ہوتی تو قرنطینہ کے وقت زیارت قبر کی کوشش کرتے۔

(۱۱۹۹) **محمد بن الفضل**۔ بسطام میں وفات ہوئی ابو یزید بسطامی کے برابر رکھے گئے جب گورکن نے انکو قبر میں رکھا تو وہ قبر اسقدر زیادہ فراخ ہوئی کہ وہ حیرت سے بیہوش ہوگیا ۳۴۸ھ میں وفات پائی (مناوی)

(۱۲۰۰) **ابو عبداللہ محمد بصری**۔ کتاب الاعتبار میں بسند متصل

ابوالفرج بغدادی سے (شاید یہ ابن الجوزی ہوں) نقل کیا ہے کہ میں ابوعبداللہ کی مجلس میں بغداد میں حاضر تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ حضرت آپ میرے مہر مقرر ہونے کے وقت تشریف رکھتے تھے اور میرا کابین نامہ گم ہوگیا ہے تو میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ عدالت میں مہر کی شہادت دینے کی مہربانی فرمادیں۔ فرمایا کہ جب تک مٹھائی نہ دیگی میں ایسا نکروںگا وہ عورت کھڑی رہ گئی اور یہ سمجھی کہ مزاح فرما رہے ہیں۔ فرمایا دیرمت لگا میں ہرگز تیرے ساتھ عدالت نہ جاؤں گا جب تک مٹھائی نہ لاویگی وہ لوٹ گئی پھر آئی اور اپنی جیب میں سے جوکہ دامن کے نیچے تھی ایک کاغذ نکالا کہ اسمیں خشک مٹھائی تھی لوگوں کو اس زہد و تقوی پر مٹھائی مانگنے پر تعجب ہوا انھوں نے وہ کاغذ لے لیا اور اسکو کھولکر مٹھائی ایک ایک ٹکڑا حاضرین کیطرف پھینک دیا یہانتک کہ کاغذ خالی ہوگیا اور اسکو پڑھکر دیکھا تو وہ وہی کابین نامہ تھا کسی نے غفلت سے مٹھائی اسمیں رکھ لی تھی اور وہ عورت کھلے ہوئے کاغذوں میں اسکو تلاش کر رہی تھی) فرمایا لے اپنا کابین نامہ وہ یہی ہے تب حاضرین کو سخت حیرت ہوئی۔

(۱۲۰۱) ابوعبداللہ محمد بن اشرف رندی۔ شیخ محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں کہ میں ان سے اشبیلہ میں ملا ہوں اور تین دن ان کے پاس رہا ہوں ان سے جدا ہوکر جو جو اتفاقات مجھکو پیش آئے انھوں نے حرفاً حرفاً مجھکو خبر کردی تھی اور وہ سب اسی طرح ہوا۔ ایک بار یہ ایک چشمہ پر بیٹھے تھے کہ چند ڈاکو آئے اور کہا کہ سب کپڑے اتاردو ورنہ پھر موت کا سامنا ہے پس رونے لگے اور فرمایا کہ واللہ میں پسند نہیں کرتا کہ معصیت میں تمھاری اعانت کروں جو کرسکو کرلو۔ اسکے بعد ان پر غیرت دینیہ غالب آئی اور اپنی مشہور نظر سے انکی طرف نظر کی سب بھاگ گئے۔

اور مبلغین تیار کئے جائیں، مدارس عربیہ کے ساتھ اس کام کو ملحق نہ کیا جائے اس سے تعلیم علوم دین کے کام میں نقص پیدا ہونے کا اندیشہ ہے چنانچہ تجربہ سے معلوم ہو جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آجکل تعلیم یافتہ مسلمانوں میں اور علماء میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو فکر معاش وغیرہ سے فارغ ہیں وہ تو اسوقت سے اپنے کو تبلیغ کے لئے وقف کر دیں اور جو لوگ فکر معاش سے فارغ نہوں مگر اسوقت کسی اور کام میں بھی مشغول نہیں وہ بھی اس کام میں لگ جائیں اور اہل تمول انکی اعانت کریں اور جو لوگ ملازمت وغیرہ یا درس وتدریس میں مشغول ہیں وہ اپنے کام کو ترک نکریں مگر تعطیل کے زمانہ میں یا کچھ رخصت بلا وضع تنخواہ مل سکے تو رخصت لیکر ان ایام میں تبلیغ کا کام کیا کریں اسطرح ہزاروں مبلغ مفت ملجائیں گے مگر اسکی ضرورت ہے کہ ہر شخص اس کام کی اہمیت کا احساس کر کے اس پر توجہ کرے۔

ایک صورت چندہ کی ہے کہ عام لوگ چندہ دیں اور خاص لوگ تبلیغ کا کام کریں مگر یہ صورت بہت بدنام ہوگئی ہے اور ہم نے خود اسکو بدنام کیا ہے کہ مخلوق کا روپیہ لیکر کام کچھ بھی نہ کیا اور روپیہ کھا پی کر سب برباد کر دیا ورنہ یہ صورت بہت اچھی اور آسان تھی تمام قومیں مذہبی کام اس طرز سے کر رہی ہیں مگر میں اس صورت کی رائے نہیں دیتا۔ میرے نزدیک چندہ کی بہتر صورت یہ ہے کہ ہر رئیس اپنی حیثیت کے موافق ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ رکھ لے یا چند رؤسا مل کر ایک مبلغ کا خرچ اپنے ذمہ رکھ لیں اور ہر مہینے اسکو تنخواہ خود دیدیا کریں کسی انجمن وغیرہ میں چندہ بھیجنے کی ضرورت نہیں مگر یہ ضروری ہے کہ مبلغ کا انتخاب خود نکریں بلکہ علماء سے مشورہ کر کے کسی کو ملازم رکھیں لیکن اسکے ساتھ ملازم کا سا برتاؤ نکریں بلکہ اسکو اپنا مخدوم سمجھیں اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو جو انجمنیں تبلیغ کا کام کر رہی ہیں انکی ہی اعانت مال سے کرتے رہیں۔ اگر

اسکے کارکن خیانت کرینگے خدا کے یہاں بھگتیں گے مگر جنکی خیانت کا علم ہوجائے اسکو پھر چندہ نہ دیں بلکہ اب اسکو دیں جنکی خیانت کا ہنوز علم نہیں ہوا وعلی ہذا۔ اور جو لوگ مالی اعانت نہ کرسکیں وہ دعا کرتے رہیں یہ بھی بڑی امداد ہے

لا خیل عندک تہدیہا ولا مال   فلیسعد النطق ان لم یسعد الحال

(تمہارے پاس گھوڑے نہیں ہیں جنھیں تم ہدیہ میں پیش کرسکو اور نہ مال ہے تو چاہیئے کہ تمہاری زبان ہی کچھ موافقت کرے اگر تمہارا حال سازگار نہیں ہے۔)

اور جس سے دعا بھی نہ ہوسکے تو للہ وہ اس پر ہی عمل کریں۔ ع۔ مرا بخیر تو امید نیست بد مرساں۔ یعنی وہ خدا کے واسطے اس کام میں روڑے تو نہ اٹکا دیں۔ آجکل ایسے بھی مسلمان ہیں جو تبلیغ کے کام میں روڑے اٹکاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کام چھوڑ دو اس سے ہندو مسلم اتحاد میں فرق آتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون انکے یہاں اب بھی ہندوؤں سے اتحاد ہی چلا جارہا ہے مگر مزہ یہ ہے کہ اتحاد تو جانبین سے ہوا کرتا ہے مگر انکا اتحاد یکطرفی ہے کہ ہندو تو انکی ذرا سی بھی رعایت نہیں کرتے جہاں انکو موقع ملتا ہے مسلمانوں کو مرتد کرلیتے ہیں آبرو ریزی یا جان و مال کے درپے ہوجاتے ہیں مگر ان حضرات کا اتحاد اب بھی باقی ہے بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ جب مسلمانوں کو ہندو مرتد بنا رہے ہیں تو کیا مسلمانوں کو مرتد ہونے دیا جائے انکو سنبھالنے کی کوشش نہ کیجائے اگر انکی یہی رائے ہے تو اسکا یہ مطلب یہ ہوا کہ چاہے ایمان جاتا رہے مگر اتحاد نہ جائے تو ایسے اتحاد پر لعنت ہے جس کے واسطے ایمان و اسلام کی بھی پرواہ نہ رہے جن صاحبوں کی یہ رائے ہو وہ خود تبلیغ نہ کریں مگر جو لوگ یہ کام کرنا چاہتے ہیں انکو یہ کس لیئے روکتے ہیں پس مسلمانوں کو اللہ کے نام پر یہ کام شروع کرنا چاہیئے اور ان لوگوں کی باتوں پر توجہ نکرنی چاہیئے تبلیغ میں بحث و مباحثہ یا ہلڑ کی ضرورت نہیں۔ سکون و وقار سے کام کرو جہاں مباحثہ کی دوسری طرف سے تحریک ہو وہاں کرو خود چھیڑ نہ اٹھاؤ بلکہ صاف کہدو کہ ہم اپنا کام کریں تم اپنا کرو جسکا مذہب حق ہوگا اسکی حقانیت خود واضح ہوجائیگی

ا اللہ اسلام کی تعلیم وہ ہے کہ اسکی سادہ تعلیم کے مقابلہ میں کوئی تعلیم ٹھہر
نہیں سکتی اسلام کی دلربائی کی یہ شان ہے ؎

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست
(سر سے پاؤں تک جہاں کہیں نظر ڈالتا ہوں سبھی حسین معلوم ہوتا ہے لیکن
محبوب کا ناز و انداز دل کو کھینچتا ہے دیکھنے کی چیز یہ ہے)

سلام کے محاسن تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا وقت نہیں مگر اختصاراً چند
محاسن بتلاتا ہوں اسی سے باقی کو سمجھ لیا جائے۔ ع۔ قیاس کن زگلستان من
بہار مرا۔

اسلام کا ایک حسن یہ ہے کہ اسکو اپنی اشاعت کے نلئے نہ زر کی ضرورت
ہے نہ زور کی بلکہ اسلام کی تعلیم خود قلوب کو اپنی طرف کشش کرتی ہے جس کا
تجربہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جس مجمع میں ہندو مسلمان دونوں موجود ہوں وہاں پہلے
یک ہندو سے کہا جائے کہ وہ اپنے مذہب کی باتیں بیان کرے اسکے بعد
سی عالم سے کہا جاوے کہ وہ اسلام کی باتیں بیان کرے دونوں حالتوں میں
مجمع کی حالت دیکھ لی جائے کہ ان پر کس تعلیم کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ ہم نے ریل
میں خود تجربہ کیا ہے کہ جب کبھی ہم چند احباب آپس میں معمولی باتیں اصلاح
اعمال وغیرہ کے متعلق کرتے تھے تو ہندو غور سے ان باتوں کو سنتے اور آپس میں
کہتے تھے کہ ان لوگوں کی باتوں کیطرف دل کھنچتا ہے دوسرا جواب دیتا کہ انکی
باتیں سچی ہیں اور سچائی کیطرف دل کھنچا ہی کرتا ہے ایک مرتبہ ریل میں ہم باتیں
علمی کر رہے تھے وہاں ہندو بھی موجود تھے جب اسٹیشن آگیا اور ہم اترنے لگے
تو ایک ہندو کہنے لگا کہ آپ تو سارا نور اپنے ساتھ لے چلے جب تک آپ
ریل میں رہے ایک نور ہمارے ساتھ تھا۔ آخر یہ کیا بات تھی؟ صاحبو! کفار
کو بھی اسلام کی باتوں میں نور کا احساس ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم
جب کسیکو اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو اسکو نہ روپیہ کا لالچ دیتے ہیں اپنی طرف

کشش کرنے کے لئے جبر کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ کانپور میں ایک عیسائی میرے پاس آیا کہ مجھے مسلمان کرلو اور میرے واسطے دو سو روپیہ چندہ کرا دو تاکہ میں اس سے تجارت شروع کرکے معاش پیدا کر سکوں میں نے کہا دو سو روپیہ کہتے ہو میں ایک روپیہ بھی چندہ سے جمع نہ کرونگا اور نہ ہمکو اسکی ضرورت ہے اگر تم اسلام کو حق سمجھکر اپنی نجات کے واسطے اختیار کرسکتے ہو تو ہمیں تم سے یہ کہنے کا حق ہے کہ تم اس دولت کا نشان بتلانے کے معاوضہ میں ہمکو کچھ دو نہ کہ الٹا تم ہم سے مانگتے ہو ہم اسکا وعدہ ہرگز نہ کریں گے چاہے اسلام لاؤ یا نہ لاؤ چونکہ وہ سچے دل سے اسلام لانا چاہتا تھا اسلئے اس نے کہا کہ میں اپنا قول واپس لیتا ہوں اور میں آپ سے ایک پیسہ بھی نہیں مانگتا میں تو صرف مسلمان ہونا چاہتا ہوں روزی کا خدا مالک ہے۔ جب اس نے یہ کہا تب میں نے اسے مسلمان کیا۔[ف] پھر اسلام کے بعد چونکہ وہ ہمارا بھائی ہوگیا اور بھائی کی اعانت اور امداد انسانیت اور مروت کا مقتضیٰ ہے تو پھر ہم نے اسکی خدمت بھی کی مگر اسلام لاتے وقت صاف انکار کر دیا۔

ف یہاں سے مخالفین اسلام کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ اسلام مال کی لالچ سے پھیلایا گیا ہے جسکی دلیل یہ ہے کہ مولفۃ القلوب کیلئے اسلام میں ایک خاص حکم وارد ہے ان لوگوں نے تالیف قلب کی حقیقت نہیں سمجھی اسلام میں تالیف قلب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگوں سے یوں کہا جائے کہ تم اسلام قبول کرلو ہم تمکو اتنا روپیہ دیں گے یا زمین اور جائداد دینگے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرلے یا قبول کرنا چاہتا ہو اسکے ساتھ ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کیا جائے اور اگر وہ محض روپیہ کے لالچ سے اسلام لانا چاہتا ہے تو اس صورت میں اس سے صاف کہدینا چاہیئے کہ ہم روپیہ دینے کا وعدہ نہیں کرتے اور نہ اس وعدہ پر ہم تمکو مسلمان کرسکتے ہیں اگر تم اسلام کو حق سمجھتے ہو تو اسلام لاؤ اور جو ہمارا حال ہے اسی حال پر تم بھی رہو محنت مزدوری کرو اور کھاؤ کماؤ ۱۲ جامع۔

دوسرے یہ کہ اسلام میں دو چیزیں ہیں اصول و فروع۔ عقائد کو اصول کہتے ہیں اور اعمال کو فروع اور اس پر سب عقلاء کا اتفاق ہے کہ ہر مذہب کی خوبی کا مدار اسکے اصول کی پاکیزگی پر ہے جس کے اصول پاکیزہ اور حق ہیں اسکے فروع بھی پاکیزہ ہونگے اسلئے مخالفین کے سامنے ہمکو سب سے پہلے اصول اسلام کی پاکیزگی ثابت کرنا چاہیئے کیونکہ اصول عقلی ہوتے ہیں ان پر عقلی دلائل قائم کر کے خصم کو مجوج کر سکتے ہیں اور فروع کا عقلی ہونا لازم نہیں یعنی یہ ضروری نہیں کہ انکا ثبوت عقل سے ہو بلکہ بہت سے فروع سمع و نقل سے ثابت ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ فروع عقل کے خلاف نہوں سو بحمد اللہ اصول اسلام سب عقلی ہیں اور فروع عقل کے خلاف نہیں ہیں پس سب سے پہلے کفار کے سامنے توحید و رسالت کو ثابت کیا جائے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرلیں گے تو اسکے بعد جس فروعی مسئلہ کی وہ دلیل مانگیں گے اسکے جواب میں اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فلاں ارشاد سے ثابت ہے خواہ صراحۃً یا دلالۃً اس کے بعد اگر وہ یہ کہے کہ یہ حکم عقل کے خلاف ہے تو ہمارے ذمہ اسکا اثبات ہوگا کہ خلاف عقل نہیں ہے کیونکہ خلاف عقل محال ہوتا ہے یا قبیح اور یہ حکم نہ مستلزم محال ہے نہ اسمیں کوئی قبح ہے اس طریقہ سے گفتگو مختصر اور سہل ہو جاتی ہے۔ بہرحال اصول اسلام سب عقلی ہیں جن میں توحید اصل الاصول ہے۔ اب اسلام کی خوبی دیکھئے کہ اسمیں توحید ایسی کامل ہے کہ دنیا کے کسی مذہب کی توحید ایسی کامل نہیں چنانچہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا اسلام میں حرام ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نے فارس و روم کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم بھی آپ کو سجدہ کیا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی حرمت کو کس عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا جس سے اس فعل کی لغویت بخوبی ظاہر ہوگئی۔ فرمایا کہ

یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم میرے مرنے کے بعد میری قبر پر گذرو تو کیا میری قبر کو بھی سجدہ کروگے؟ حضرات صحابہ کیسے سلیم العقل تھے، جواب دیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ تواب ہی کیوں سجدہ کرتے ہو خوب سمجھ لو کہ غیر خدا کا سجدہ کرنا حرام ہے اور اگر میں خدا کے سوا کسی کے لئے سجدہ کو جائز کرتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔(حضورؐ نے اس جواب میں بتلا دیا کہ جو چیز فانی ہے اور اسکے ظہور فنا کے بعد تم اسکو سجدہ کرنا گوارا نہیں کرتے وہ اسوقت بھی سجدہ کے قابل نہیں کیونکہ وہ اسوقت بھی فانی ہے۔ حضرات صحابہ سلیم العقل تھے اس بات کو سمجھ گئے کہ مرنے کے بعد انسان سجدہ کے قابل نہیں ۱۲ جامع)

اگر آجکل کے لوگ ہوتے تو کہتے حضور ہم تو آپ کی قبر کو ایک بار کیا چار مرتبہ سجدہ کریں گے اس واقعہ سے اسلام کی توحید کا کامل ہونا معلوم ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اشاعت اسلام سے اپنی تعظیم کرانا نہ تھا کیونکہ جو شخص بڑا بننا چاہتا ہے وہ تو خود اسکی کوشش کرتا ہے کہ لوگ میرے سامنے جھکیں مگر حضورؐ کی یہ حالت ہے کہ لوگ از خود آپ کو سجدہ کرنا چاہتے تھے اور آپ نے انکو اس سے منع کیا اور صرف منع ہی نہیں کیا بلکہ اپنا فانی ہونا ان پر ظاہر کردیا مگر پھر بھی بعض جہلاء کفر کا حضور پر یہ اعتراض ہے کہ آپ نعوذ باللہ بڑا بننا چاہتے تھے اور دلیل میں یہ واقعہ لکھا کہ حضورؐ نے حج کے موقع پر ایک صحابی کو اپنے موئے مبارک دیئے تھے کہ مسلمانوں میں انکو تقسیم کردو۔ اس پر وہ جاہل لکھتا ہے کہ دیکھئے حضورؐ نے اپنے بال اسلئے تقسیم کرائے تاکہ لوگ انکو تبرک سمجھکر تعظیم سے رکھیں تو گویا آپ نے بڑا بننا چاہا۔ استغفر اللہ۔ یہ آجکل کی فہم وعقل ہے افسوس اس شخص کو عبادت اور محبت کے مقتضی میں بھی فرق معلوم نہیں واقعی کفار کو محبت وعشق کا چرکہ نہیں لگا اسی واسطے وہ ایسے واقعات کی حقیقت نہیں سمجھتے جی تو یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو جواب بھی نہ دیا جائے اور یہ کہدیا جاوے ؎

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

(جو شخص بزرگ نہو بلکہ مدعی ہو اسکے سامنے عشق و مستی کے اسرار مت بیان کرو (وہ خود پرست ہے) اسکو اپنی خود پرستی میں مرنے دو)

مگر تبرعًا میں اسکا جواب دیتا ہوں تاکہ کسی مسلمان کو اگر اس اعتراض سے شبہ پڑ گیا ہو تو وہ اس جواب سے تسلی حاصل کر سکے۔ بات یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال کن لوگوں میں تقسیم کرائے تھے آپ نے ان لوگوں میں اپنے بال تقسیم کرائے تھے جن کی محبت کی یہ حالت تھی کہ جب آپ وضو کرتے تو وضو کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہ دیتے تھے بلکہ آپؐ کا تھوک اور سارا وضو کا پانی اپنے ہاتھوں میں لیتے تھے منہ پر ملتے اور اسے آنکھوں سے لگاتے تھے" اور ہر شخص اسکی کوشش کرتا تھا کہ سب سے پہلے آپؐ کے وضو کا پانی اور آپکا تھوک میرے ہاتھ میں آئے۔ چنانچہ اس کوشش میں ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا اور انکی محبت کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضورؐ نے پچھنے لگوائے اور اسکا خون ایک صحابی کو دیا کہ اسکو کسی جگہ احتیاط سے دفن کردو صحابی کی محبت نے گوارا نہ کیا کہ حضور کا خون زمین میں دفن کیا جائے انھوں نے الگ جاکر اسے خود پی لیا، اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نعوذباللہ صحابیؓ بہت بے حس تھے کہ ان کو تھوک ملتے ہوئے اور خون پیتے ہوئے گھن نہ آتی تھی، بات یہ ہے کہ ان امور کا تعلق عشق و محبت سے ہے اور اسکی حقیقت عاشق سمجھ سکتا ہے جسکا مذاق یہ ہوتا ہے ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

(میں اپنی آنکھ سے غیرت کرتا ہوں کہ اسکو تجھے دیکھنے نہیں دیتا اور کان کو بھی تیری باتوں کے سننے سے بچاتا ہوں غیرت ہی کیوجہ سے)

صاحبو! اگر آپکو کبھی کسی سے عشق ہوا ہو تو آپکو معلوم ہوگا کہ عاشق بعض دفعہ محبوب کی زبان اپنے منہ میں لیکر چوستا ہے اور عشاق لعاب دہن محبوب کی مدح میں دفتر کے دفتر اشعار میں لکھ گئے ہیں تو کیا یہ بحس ہیں ہرگز نہیں اگر یہ بحس ہیں تو یوں سمجھئے کہ ساری دنیا بے حس ہے کیونکہ محبت میں ہر شخص یہی کرتا ہے کوئی عاشق اس سے بچا ہوا نہیں۔ اسی طرح اگر کسی کے محبوب کے بدن میں سے خون

بہنے لگے تو عشاق اس جگہ منہ لگا کر خون کو چوستے ہیں تا کہ محبوب کو زخم کی تکلیف کا احساس نہ ہو یا کم ہو جائے معلوم ہوا کہ محبوب کا خون چوسنا کلی کوئی گھن کی چیز نہیں عاشق کو اس سے جو حظ ہوتا ہے اسکے دل سے پوچھنا چاہیئے۔ پھر جب ادنیٰ ادنیٰ محبوب کا لعاب دہن اور خون گھن کی چیز نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک اور پسینہ اور خون تو کیونکر گھن کی چیز ہو سکتا ہے کیونکہ حضور کی حالت یہ تھی کہ قدرتی طور پر آپ کا تمام بدن خوشبو دار تھا آپؐ کے پسینہ میں اسقدر خوشبو تھی کہ عطر کی خوشبو اس کے سامنے بے حقیقت چیز تھی آپ کا لعاب دہن نہایت خوشبودار اور شیریں تھا اور یہی حال آپ کے خون کا تھا تو ایسی چیز سے کون شخص گھن کر سکتا ہے مگر کفار کو ان امور کی کیا خبر؟ نہ انکو عشق و محبت کی ہوا لگی ہے نہ حضورؐ کے حالات سے اطلاع ہے ۱۲ جامع)

بہرحال صحابہ آپکے ایسے عاشق تھے کہ وضو کا پانی کلی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے اور اسکو ہاتھوں ہاتھ لینے کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے تو ایسی جماعت سے یہ کیا امید تھی کہ وہ آپ کے بالوں کو زمین میں دفن کر دیں گے، کیونکہ یقیناً بال کا درجہ وضو کے پانی سے زیادہ تھا اسکو محض جسم سے تلبس ہوا تھا اور یہ تو بدن کا جزو ہے۔ پس اگر آپ اپنے بالوں کو دفن کراتے تو یقیناً صحابہ انکو زمین میں سے نکالنے کی کوشش کرتے اسمیں پھر ہر شخص یہ کوشش کرتا کہ میرے ہاتھ زیادہ بال آئیں تو ایک دوسرے پر گرتا اور عجب نہیں کہ قتال کی نوبت آجاتی اسلئے حضورؐ نے اس نزاع و قتال سے صحابہ کو بچانے کے لئے اپنے بال خود ہی تقسیم کرا دیئے اور دفن نہ کرائے بتلائیے کہ اب اسمیں کیا اشکال ہے۔ پس معلوم ہو گیا کہ آپ کا اپنے بال تقسیم کرانا اپنی تعظیم و عبادت کے لئے نہ تھا بلکہ صحابہ کی محبت پر نظر کرتے ہوئے انکے نزاع و قتال کے رفع دفع کرنے کے لئے تھا۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا
دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

اکتوبر شمارہ ۱۰ ۱۹۸۷ء جلد ۱۰

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار الہ آباد

حامل مضامینِ تصوف و عرفان ماہنامہ افادات وصی اللٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مد ظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین ۳ روپیہ

مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۱۰ — صفر المظفر ۱۴۰۸ھ مطابق اکتوبر ۸۷ء — جلد ۱۰

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبد المجید صاحب اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے
چھپواکر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین ... بخشی بازار، الٰہ آباد ۲۱۱۰۰۳

اور حضرت عطاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عَرَّفَهَا لَهُمْ کے معنی یہ ہیں کہ طیّبها لهم یعنی جنت کو انکے لئے خوشبودار کر دے گا۔ (روح المعانی ص ۳۹ ج ۲۶)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رہائی پا جائیں گے مومنین جہنم سے (یعنی پل صراط عبور کر جائیں گے) تو جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور ان میں آپس میں جو دنیوی رنجشیں ہونگی انکی صفائی کر دی جائے گی یہاں تک کہ جب مہذب اور پاک وصاف ہو جائیں گے تو پھر انکو جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بیشک ان میں کا ایک شخص جنت میں اپنے مکان سے اس سے کہیں زیادہ واقف ہوگا جتنا کہ وہ دنیا میں اپنے مکان اور اسکے راستوں سے واقف تھا۔

(ابن کثیر ص ۴۲ ج ۴)

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ یہ ایک تیسرا انعام ہے کہ انکو صرف یہی نہیں کہ جنت میں پہونچا دیا جائیگا بلکہ انکے دلوں میں خود بخود جنت کے اپنے اپنے مقام اور اسمیں ملنے والی نعمتوں حور وقصور سے ایسی واقفیت پیدا کر دی جائے گی جیسے وہ ہمیشہ انہی میں رہتے اور ان سے مانوس تھے اگر ایسا نہوتا تو جنت ایک نیا عالم تھا اس میں اپنا مقام تلاش کرنے میں وہاں چیزوں سے مناسبت اور تعلق قائم ہونے میں وقت لگتا اور ایک مدت تک اجنبیت کے احساس سے قلب مطمئن نہ ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین حق دیکر بھیجا ہے کہ تم

دنیا میں جس طرح اپنی بیویوں اور گھروں سے واقف اور مانوس ہو اس سے بھی زیادہ اپنے جنت کے مقام اور وہاں کی بیبیوں سے واقف اور مانوس ہو جاؤ گے (رواہ ابن جریر والطبرانی وابو یعلی والبیہقی ومظہری)

اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک فرشتہ ہر جنتی کے لئے مقرر کر دیا جائے گا جو انکا اپنا مقام جنت اور وہاں کی بیبیوں سے تعارف کرائے گا واللہ اعلم۔

وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا یعنی یہاں الکافرین کا الف لام عہد کے لئے ہے اور مراد کفار مکہ ہیں مراد انکو ڈرانا ہے کہ جس طرح پچھلی امتوں پر عذاب آئے ہیں تم پر بھی آسکتے ہیں بے فکر نہ رہنا چاہئے۔

وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ لفظ مولیٰ بہت سے معانی کے لئے مستعمل ہوتا ہے ایک معنی کارساز کے ہیں جو اس جگہ مراد ہیں اور ایک معنی مالک کے ہیں۔ قرآن میں دوسری جگہ کفار کے بارے میں آیا ہے وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اسمیں اللہ تعالیٰ کو کفار کے لئے بھی مولیٰ قرار دیا ہے کیونکہ مولیٰ کے معنی مالک کے ہیں اور مالکیت اللہ تعالیٰ کی عام ہے مومن کافر کوئی اس سے خارج نہیں۔ (معارف ص ۳۱ ج ۸)

(۳۵)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۔ (پ ۲۶ س محمد ۔ ع ۲)

(ترجمہ) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا (نہ بو میں نہ رنگ میں نہ مزہ میں) اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جنکا ذائقہ

ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا۔ اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل (میل کچیل سے پاک) صاف ہوگا اور انکے لئے وہاں پر ہر قسم کے پھل ہوں گے اور (اس میں داخل ہونے سے پہلے) انکے رب کی طرف سے (گناہوں کی) بخشش ہوگی (بیان القرآن ج۱۱ ص۱۴۳)

حضرت مسروقؒ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ جنت کی نہریں ایک مشک کے پہاڑ سے جاری ہوں گی۔
(ابن کثیر ج۴ ص۱۷۶)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان نہروں کا دودھ دوہا ہوا نہ ہوگا۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا کہ وہ نجاست اور خون کے درمیان سے نہ نکلا ہوگا اور اسکی شراب کو لوگوں نے اپنے پاؤں تلے نہ روندا ہوگا۔ اور شہد مکھیوں کے شکم سے نہ نکلا ہوگا (روح المعانی ج۲۶ ص۲۳)

حکیم ابن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنت میں دودھ کا ایک دریا ہے پانی کا ایک دریا ہے اور شہد کا ایک دریا ہے اور شراب کا ایک دریا ہے اسکے بعد اور دوسری نہریں اسی سے جاری ہونگی۔

حضرت انس ابن مالکؓ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا شاید تم گمان کرتے ہو کہ جنت کی نہریں زمین کے گڈھوں میں بہیں گی بخدا وہ روئے زمین پر (بلا نالیوں کے یونہی) بہتی رہینگی اور ان کے کنارے کنارے موتیوں کے قبے ہونگے اور اسکی مٹی خوشبودار مشک ہوگی۔

حضرت لقیط ابن عامرؓ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ جنت کی کن چیزوں پر آگاہ ہیں

فرمایا صاف شہد کی نہروں پر اور ایسے شراب کی نہروں پر جس کے پینے سے درد سر اور ندامت نہ ہوگی اور ایسے دودھ کی نہروں پر جسکے مزے میں ذرا تغیر نہ ہوگا۔ اور وہاں پانی ہوگا جو ذرا بدبودار نہ ہوگا۔ اور میوہ ہوگا اور پاک صاف بیبیاں ہونگی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہمارے لئے جنت میں نیک بیویاں ہوں گی آپ نے فرمایا ہاں! نیک بیویاں نیک مردوں کے لئے ہونگی۔ تم لذت حاصل کرو گے جیسے دنیا میں لذت حاصل کرتے ہو اور وہ تم سے لذت حاصل کریں گی مگر وہاں توالد وتناسل نہ ہوگا۔

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

چونکہ دنیا کا پانی کبھی رنگ میں کبھی بو میں کبھی ذائقہ میں متغیر ہو جاتا ہے اسی طرح دنیا کا دودھ بگڑ جاتا ہے اسی طرح دنیا کی شراب بدمزہ اور تلخ ہوتی ہے صرف بعض منافع کی خاطر پی جاتی ہے جیسے تمباکو کو کڑوا ہونے کے باوجود کھایا جاتا ہے پھر عادت پڑ جاتی ہے۔ جنت کے دودھ اور شراب کے بارے میں بتلا دیا گیا کہ وہ سب ان تغیرات اور بدمزگی کی آفات سے خالی ہیں اور جنت کا دوسری مضرتوں اور مفاسد سے خالی ہونا سورۂ صافات کی آیت میں آیا ہے لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ اسی طرح دنیا کے شہد میں جو میل کچیل ملا ہوتا ہے جنت کی نہر میں شہد کا پاک وصاف ہونا تبلایا گیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ انہار جنت کی چاروں قسمیں پانی، دودھ شراب، شہد اپنے حقیقی معنی میں ہیں بلا وجہ مجازی معنی لینے کی ضرورت نہیں البتہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ جنت کی چیزوں کو دنیا کی چیزوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا وہاں کی ہر چیز کی لذت وکیفیت کچھ اور ہی ہوگا جس کی دنیا دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔　　(معارف ص ۳۳ ج ۸)

(۳۶)

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ اِۨدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝ (سورۃ ق پ ۲۶)

اور (جنت کا بیان یہ ہے کہ وہ) جنت متقیوں کے قریب لائی جاویگی کہ کچھ دور نہ رہیگی (اور متقیوں سے کہا جاوے گا کہ) یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے (باین عنوان) وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو (خدا کیطرف دل سے) رجوع ہونے والا (اور رجوع ہوکر اعمال وطاعات کی) پابندی کرنے والا ہو (غرض یہ کہ) جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہوگا اور (اللہ کے پاس) رجوع ہونے والا دل لیکر آئے گا (انکو حکم ہوگا کہ) اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہوجاؤ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے (کے لئے حکم ہونے کا) انکو بہشت میں سب کچھ ملے گا جو جو چاہیں گے۔ اور ہمارے پاس (انکی چاہی ہوئی چیزوں سے) اور بھی زیادہ (نعمت) ہے کہ وہاں تک جنتی کا ذہن بھی نہ پہونچے گا۔

(ف) ازلاف جنت کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا اسکی جگہ سے منتقل کرکے میدان قیامت میں لے آویں اور اللہ کو سب قدرت ہے تو اس صورت میں اِدْخُلُوْهَا فرمانا بایں معنی نہیں کہ ابھی چلے جاؤ بلکہ بشارت اور وعدہ ہے کہ تم بعد حساب وکتاب وغیرہ کے اس میں جانا اور دوسری یہ صورت ہوسکتی ہے کہ بعد فراغ حساب وغیرہ کے ان لوگوں کو جنت کے قریب پہونچا کر باہر ہی سے کہا جاوے گا کہ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ پھر اور قریب کرکے کہا جاوے گا اِدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ۔

(بیان القرآن ص ۴۹ / ۱۱۲)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت اور دوزخ میں مناظرہ ہوا جہنم نے کہا میں بڑھی ہوئی ہوں متکبر اور جابر لوگوں کی وجہ سے۔ جنت نے کہا میرے اندر تو صرف ضعیف اور حقیر لوگ ہی داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ سے میں رحم کرونگا جس پر چاہوں گا اور جہنم سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ سے میں عذاب کرونگا جس کو چاہوں گا اپنے بندوں میں سے اور تم دونوں میں سے ہر ایک کو مجھے بھرنا ہے۔

اور جہنم نہ بھرے گی جب تک اللہ تعالےٰ اپنا پیر اس میں نہ رکھیں گے (اور جب اللہ تعالےٰ اپنا پیر اسمیں رکھدینگے) تو کہیگی بس بس تو اسوقت وہ بھر جاوے گی اور اسکا بعض حصہ بعض کیطرف سمٹ جاوے گا۔ اور اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ فرماویں گے (یعنی بے گناہ کسی کو جہنم میں نہیں ڈالیں گے) رہ گئی جنت (جب وہ نہ بھرے گی) تو اللہ تعالیٰ اسکے بھرنے کے لئے ایک مخلوق پیدا کریں گے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اپنے آپ کو مجھے پہچنوائیں گے یعنی سامنے رونق افروز ہوں گے پس میں ایسا سجدہ کرونگا کہ اسکی وجہ سے مجھ سے راضی ہو جائیں گے۔ پھر میں انکی ایسی تعریف کروں گا کہ اسکی وجہ سے مجھ سے خوش ہو جائیں گے پھر مجھے کلام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائیگی۔ پھر میری امت ایک پل پر سے گذرے گی جو جہنم کے اوپر بنا ہوگا پس پلک جھپکنے اور تیر کی رفتار سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ گذر جائیں (کچھ لوگ) تیز گھوڑے کی مانند گذر دینگے یہانتک کہ ایک شخص ان میں سے آئے گا جو گھسٹتے ہوئے گذرے گا اور یہ (رفتار کا

تفاوت متفاوت) اعمال (کی بنا) پر ہوگا اور جہنم مزید کی درخواست کریگی یہانتک کہ حق تعالے اسمیں اپنا قدم رکھدینگے پس بعض بعض کی جانب سمٹ جائیگی اور وہ کہے گی بس بس۔ اور میں حوض پر رہوں گا۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ حوض کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اس ذات کی کہ میری جان اسکے قبضہ میں ہے بیشک اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے بڑھکر خوشبودار ہوگا اسکے کوزے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہونگے جو انسان اس سے پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے واپس کردیا جائے گا پھر کبھی سیراب نہ ہوگا۔

وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔ کثیر بن مرۃ کہتے ہیں کہ مزید کے منجلہ یہ بھی ہے کہ جنتیوں کے اوپر سے بادل گذرے گا پس وہ کہے گا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو کہ میں وہی برسوں پس جس چیز کی وہ خواہش کریں گے اسی کی ان پر بارش ہوگی کثیر بن مرۃ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالے نے اس مقام پر مجھے پہونچا دیا تو میں کہوں گا امطرنا جواری مزینات یعنی ہم پر بنی سنوری باندیاں برسا دے۔

حدیث میں ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم جنت میں پرند کی خواہش کروگے تو اچانک تمھارے سامنے پرندہ آکر گرے گا جو بھنا ہوا ہوگا۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ کے معنی یہ ہیں کہ ان کے لئے انکا رب ہر جمعہ کو ظاہر ہوا کرے گا۔

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۵۳۵)

حال : گذارش خدمت میں یہ ہے کہ ان سب حالات سے پتہ چلتا ہے کہ فی زمانہ عموماً لوگوں کے دلوں میں علماء اور اکابر دین کی عظمت اور انقیاد و اتباع کا مادہ ہی نہیں ہے بلکہ سرے سے گویا دل ہی نہیں ہے۔
تحقیق : یہ بالکل صحیح لکھا ہے۔ زمانہ کا یہی حال ہے اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو پناہ دے۔
حال : اور ہم بھی اسی زمانے کی فضا میں پرورش پا رہے ہیں ہمیں بھی اپنے دل کو ٹٹولنا چاہئے۔
تحقیق : ضرور بالضرور اسی سے بچ سکتے ہیں
حال : اور خلوص و اتباع و انقیاد کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ یہی کامیابی کی اصل بنیاد ہے۔ دوسرے یہ کہ جب اہل زمانہ کا یہ حال ہے تو ہمیں نری نسبت ظاہری پر غرہ نہ کرنا چاہیئے اور غافل نہ ہونا چاہیئے۔
تحقیق : بیشک۔
حال : بلکہ اپنے اندر خود حضرت والا کی صحیح اتباع کر کے دولت باطنی اور اللہ تعالیٰ سے نسبت صحیحہ حاصل کرنا چاہیئے۔ تحقیق : اور کیا۔
حال : اور جتنا بھی وقت مل رہا ہے غنیمت سمجھنا چاہئے۔ حضرت والا یہ بات اچھی طرح دل میں گھس گئی ہے۔
تحقیق : اللہ تعالیٰ راسخ کر دے۔
حال : اور اپنے حال پر غور کرتا ہوں تو اپنی بے مائگی اور بد استعدادی پر بہت رنج ہوتا ہے۔
تحقیق : رنج سے استعداد بڑھتی ہے۔
حال : بلکہ قریب قریب ہر وقت ہی ایک حزن وغم دل پر طاری رہتا ہے

تحقیق : صاحبِ حزن منازل کو اتنی جلدی طے کرلیتا ہے جو غیر صاحبِ حزن برسوں میں نہیں طے کرتا۔
حال : بس حضرت کی دعاؤں کا سہارا ہے۔ اور حضرت والا کی توجہات سے امید ہے کہ اللہ تعالے مجھ پر رحم و فضل فرما دیں۔
تحقیق : آمین
حال : اور میں کیا چاہتا ہوں میرا حوصلہ ہی کیا۔
تحقیق : سب کچھ اللہ تعالے کیطرف سے عطا ہوتا ہے۔
حال : جیسا کچھ حضرت والا مجھے بنانا چاہتے ہیں ویسا ہی بنا دیں۔ ایمانِ کامل عطا فرما دیں اور اپنا مخلص بندہ بنا لیں۔
تحقیق : آمین۔ آمین۔
حال : حضرت والا سے بھی دعاؤں کا خواستگار رہوں۔
تحقیق : دل سے دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۵۳۶)

حال : خدمت عالی میں گذارش ہے کہ حضرت والا کا جب نیاز نصیب ہو جاتا ہے اور حضور والا کی نظر عنایت جب خوشی اور انبساط کے ساتھ پڑتی ہے تو اپنی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی، عید جیسی خوشی ہوجاتی ہے
تحقیق : آپ کی یہ خوشی جو ملاقات سے ہوتی ہے صدق و محبت کی دلیل ہے
حال : اللہ تعالی حضرت والا کو اسوقت تک زندہ رکھیں جب تک کہ اللہ کا دین دنیا میں کافی روشن نہ ہوجائے۔ اللہ تعالی حضرت والا کو باصحت رکھے اور وہ قوت روحانی بخشے جس سے اللہ کی بھٹکی ہوئی مخلوق کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہو۔
تحقیق : آپکی دعا پر آمین کہتا ہوں۔

حال: سارے مسلمانانِ عالم کے لئے حضرت دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و ہدایات کے دروازے کھول دے۔

تحقیق: مسلمانوں کے لئے دعا کرتا ہوں

حال: حضرت سے مؤدبانہ عرض پرداز ہوں کہ میرے لئے تہ دل سے دعا فرمادیں۔

تحقیق: آپ کو اللہ تعالےٰ نیک بندوں میں شمار کرے۔ اخلاص نماز و عبادت میں عطا فرمائے۔

حال: اور اللہ تعالیٰ اپنی سب سے بڑی نعمت دیدارِ حق اور دیدارِ نبوی سے سرفراز فرمائے۔

تحقیق: اللہ تعالےٰ دیدارِ حق اور دیدارِ نبوی نصیب فرمائے۔

(مکتوب نمبر ۵۳۷)

حال: حضرت کا ارشاد نامہ موصول ہوا کئی بار جی لگا کر پڑھا پھر بھی پیاس نہ بجھی حضرت میں مدتوں سے ایسی ہی باتوں کا منتظر تھا اور جی سے لگا ہوا تھا کہ کہیں ایسی چیزیں مل جادیں مگر ہمت نہ پڑتی تھی حضرت نے میری دکھتی رگ پکڑ لی میں اسی کا خواہشمند تھا۔ حضرت یہاں پہ اکثر جمعرات کے دن مولانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب اور مولانا ۔۔۔ صاحب وغیرہ کے پاس جاتا ہوں اور جن کے پاس جانے کا حکم فرمادیں گے جاؤنگا میں حضرت کے جمیع ارشادات کے لئے بالکل تیار ہوں۔ حضرت دعا فرمادیں کہ اللہ رب العزت مجھے اسمیں استقامت نصیب فرمائے

تحقیق: الحمدللہ کہ آپ کو جن باتوں کا انتظار تھا وہ مل گئیں اور امراضِ باطنیہ بھی پکڑ گئے، صلحا کی صحبت غنیمت ہے، دعائے استقامت کرتا ہوں

حال: حضرت پاسِ انفاس تو عرصہ سے جاری ہے اور اسم ذات بھی

آسانی سے ادا ہو جاتا ہے، ہاں بارہ تسبیح کبھی کبھی رہ جاتی ہے کیونکہ دن بھر مدرسہ جاری رہتا ہے موقع نہیں ملتا۔ رات کو جب ادا کرلیتا ہوں تو آرام رہتا ہے۔ آئندہ اسکی کوشش ہے کہ بلا ناغہ ادا کرونگا، انشاء اللہ حضرت سے دعاء کی درخواست ہے نصائح سے نوازتے رہیں۔ زیر مطالعہ آجکل درسی کتابیں مثلاً ہدایہ آخرین۔ مسلم الثبوت۔ شرح وقایہ، نورالانوار متنبی، مقامات وغیرہ رہتی ہیں۔ اگر حضرت دیگر کتب کا بھی حکم فرمائیں تو بجالاؤں گا۔

تحقیق: جو کچھ توفیق ہو جائے شکر کیجئے مزید کی دعاء کرتے رہیئے اللہ تعالیٰ علم نافع عطا فرمائے اور کتب کا مطالعہ بھی جسقدر ہو سکے کرتے رہیں اور آپ تو کر رہے ہیں۔

(مکتوب نمبر ۵۳۸)

حال: حضرت والا کے ارشاد عالی کے مطابق برادر محترم مولوی ۔۔ صاحب کی تعلیم کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے تحقیق۔ آمین

حال: اپنے ایک خطرناک مرض کا حضرت والا سے علاج چاہتا ہوں۔ اگر حضرت نے ادنیٰ توجہ بھی مبذول فرما دی تو یقین کامل ہے کہ انشاء اللہ کامیابی ہو جائیگی، مدرسہ مفتاح العلوم کی ملازمت سے قبل رامپور ضلع اعظم گڈھ کے اسلامی مدرسہ میں ملازم تھا وہاں پر میں نے لا الٰہ الا اللہ کا ذکر جہری شروع کیا اور سالوں تک کرتا رہا مگر شومئ قسمت سے نفس نے سرکشی کی کبر وغرور اور ہم چنیں دیگرے نیست کا خطرناک مرض لاحق ہو گیا اپنی حالت خراب دیکھکر میں نے ترک کر دیا۔ آج سے چند سال قبل مئو میں بھی شروع کیا اور یہاں بھی وہی شیطانی وسوسہ پیدا ہو گیا مجبوراً پھر چھوڑنا پڑا

حالانکہ اس ذکر میں طبیعت بہت لگتی تھی، اگر آپ اجازت دیں اور میرے حال کے مناسب ہو تو پھر بعد نماز فجر شروع کر دوں۔
تحقیق: ہاں کرو، اجازت ہے۔
حال: اس پوری داستان کو بھائی صاحب سے تفصیل سے گوش گذار کیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت سے مراجعت کرو میں بھی لکھونگا۔ تحقیق: خیر
حال: اللہ تبارک و تعالےٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ حضرت والا کی مسلسل آمد نے اہالیان مئو کے بہت سے ذی علم اور غیر ذی علم کے دلوں میں اچھا خاصا میلان پیدا کر دیا ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس سے قبل لاعلمی کے سبب کے باعث جو لوگ تنقید و تبصرہ کرتے رہتے تھے بحمداللہ اب وہی لوگ چلتے پھرتے تعریف کرتے نظر آرہے ہیں اور متاثر معلوم ہوتے ہیں
تحقیق: فالحمدللہ علیٰ ذلک۔
حال: حضرت والا میری عاجزانہ التماس ہے کہ دعاء فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے بتائے ہوئے طریقہ اور تعلیم پر مجھ گنہگار کو زیادہ سے عمل اور بجائے ظاہر آرائی کے باطن آرائی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور نفس کے فریب و سرکشی سے محفوظ رکھے۔
تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۵۳۹)

حال: فدوی ایک عرصہ سے گوناگوں تکالیف و مصائب کا شکار رہا بھی خواہوں اور ہمدردوں نے مشورہ دیا کہ اہل حق و صاحب دل حضرات کیطرف توجہ کیجئے، اسلئے حضور والا سے دست بستہ ملتجی ہوں کہ جناب کوئی ترکیب ان مصائب و آلام سے خلاصی کی بتائیں اور کوئی مختصر وظیفہ بھی مرحمت فرمائیں۔ چونکہ جناب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں اسلئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں امید ہے کہ یہ التجا درجۂ قبولیت حاصل کرے گی۔ امید کہ آپ بجمیع وابستگان خیریت سے ہونگے۔

تحقیق : آپ کی توجہ ان مصائب کے ازالہ کے لئے اہل حق اور صاحبدل حضرات کیطرف جو ہوئی ہے یہ بہت نیک قدم ہے جو اس طرف اٹھایا جارہا ہے۔

اب میں دل سے اسکے لئے دعار کرتا ہوں، اور تدبیر اس کی اپنے خالق و مالک اور مربی کو راضی کرنا ہے اور اسکا طریقۂ صحیحہ اسکے احکام کی بجا آوری خلوص وصدق کے ساتھ ہے۔ ظاہری احکام تو آپ کو معلوم ہی ہوں گے ان پر عمل شروع کر دیجئے۔ پھر باطن کیطرف بھی توجہ کرنی ضروری ہے۔ الحمد للہ بخیریت ہوں۔

(مکتوب نمبر ۵۴)

حال : میرا شیرخوار بچہ جو ابھی ایک سال کا بھی نہ تھا پیدائشی نہایت نحیف ولاغر تھا کل ۱۲ ربیع الثانی کو انتقال کر گیا۔ تحقیق : انا للہ وانا الیہ راجعون

حال : دعار فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اسکو ہم لوگوں کے لئے ذخیرۂ آخرت اور موجب اجر بنائیں اور پسماندگان بالخصوص اسکی والدہ کو صبر وتحمل کی توفیق بخشیں۔ تحقیق : دعار کرتا ہوں۔

حال : سیدی! حضرت والا کی دعائیں اور توجہات بفضلہ تعالےٰ شامل حال ہیں کہ اپنے کام میں لگا ہوا ہوں۔ تحقیق : آمین۔

حال : دعار فرمائیں کہ جو اعمال ہو رہے ہیں وہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوں اور اغراض نفسانی ومکائد شیطانی سے اللہ تعالےٰ محفوظ رکھیں۔ تحقیق : آمین۔

جملہ مشوشات قلب بالخصوص دورِ حاضر کے فتنوں سے حتی الامکان بہت بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ حضرت والا کی دعاؤں اور توجہات ہی کی برکت سے اللہ تعالےٰ کا فضل اور تائید شاملِ حال ہے کہ فتنوں کے شرارے سے محفوظ ہوں۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال۔ ورنہ اس دور کے اہلِ فتن یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص مفتون ہو ہمارے ساتھ فتنوں میں شریک ہو۔ کسی شخص کا تنہا اپنے گھر میں یا کسی مسجد یا مدرسے کے گوشے میں عوام الناس سے علٰحدہ زندگی گذارنا بھی ان کی پسند نہیں تحقیق: بیشک۔

حال: دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ امن و عافیت کے ساتھ دینی مشاغل کے ساتھ اپنی یاد میں لگائے رکھیں۔ تحقیق: آمین۔

حال: انشاء اللہ جلد ہی خدمت اقدس میں ہفتہ عشرہ میں حاضر ہونگا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اسباب مہیا فرما دیں۔ اور جملہ موانع سے بچائیں۔ تحقیق: آمین۔

(مکتوب نمبر ۱۴۵)

حال: گذارش ہے کہ بڑے عموئی صاحب پرسوں رات میں بخیریت پہونچے انکی زبانی حضرت والا کی خیریت معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو ہمیشہ تندرست و صحت مند رکھے آمین

تحقیق: آمین۔

حال: خادم نماز و تلاوت کلام مجید وغیرہ کی پابندی کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ اسوقت تھوڑی سی فرصت ملجاتی ہے۔ تینوں بچے بھی نماز و تلاوت کلام مجید کی پابندی کرتے ہیں۔ اللہ میاں کا بڑا احسان ہے۔ تحقیق: بیشک۔

حال : ہر وقت نماز میں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ مجھکو تمام برائیوں سے بچا اور نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرما ۔ تحقیق ، آمین

حال : خدمت اقدس میں دست بستہ التماس ہے کہ حقیر خادم کے حق میں دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو نیک عمل کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے ۔ مجھکو فہم سلیم عطا فرمائے تاکہ آپ کی نصیحتوں کو سمجھ سکوں اور عمل کرنے کی ہمت مجھ میں پیدا کردے اور مجھ میں اتنی صلاحیت پیدا کردے کہ اچھی باتوں کیطرف زیادہ سے زیادہ توجہ دوں

تحقیق : دعا کرتا ہوں

حال : اسوقت اسکول کا کام بوجہ امتحان کے زیادہ ہے جو کرنا ضروری ہے پھر بھی وقت نکال کر کچھ نہ کچھ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں ، استدعا ہے کہ میری درخواست کو قبول فرماکر میرے حق میں کارخیر و نیک عمل کرنے کے لئے دعا فرماوینگے ۔ تحقیق ، دعا کرتا ہوں ۔

(مکتوب نمبر ۵۴۲)

حال : خدمت عالی میں گذارش ہے کہ میں اکثر الہ آباد آتا رہا اور کبھی کبھی آپکے جلسۂ وعظ میں بھی شریک ہوتا رہا ۔ یوں تو عرصہ سے خیال تھا کہ آپکو خط لکھکر اپنی اصلاح کے لئے حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں ۔

تحقیق : الحمدللہ ۔

حال : مگر اسوجہ سے رک جاتا کہ چند دنیاوی معاملات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد حاضر ہوں لیکن اب تک اس سے نجات نہ مل سکی کل کے وعظ نے میرے دل پر یہ اثر پیدا کیا کہ میں نے بہت غلطی کی جو ابتک اپنی اصلاح کی فکر نہ کی آج اسی غرض سے یہ خط لکھ رہا ہوں کہ اپنی اصلاح کرنے کیلئے آپسے بیعت ہونا چاہتا ہوں اجازت ہو تو حاضر خدمت ہوں تحقیق آئیے

ناظرین کرام کو حضرت مصلح الامۃؒ کے ابتک کے حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ حضرت کسی کام کو بہت سوچ سمجھکر کیا کرتے تھے بالخصوص کہیں سفر کرنے کے متعلق تو یہ فرماتے تھے کہ بھائی مجھے یہاں وہاں آنا جانا پسند نہیں میں ایک جگہ بیٹھکر کام کرنے کو زیادہ مفید سمجھتا ہوں۔ اور اگر کہیں تشریف لیجانا ہوا تو بھی اسکے متعلق حق تعالیٰ کیجانب سے شرح صدر کے منتظر رہا کرتے تھے چنانچہ جب حق تعالیٰ کیجانب سے قلب میں انشراح پاتے تبھی کسی سفر کا ارادہ فرماتے اور بھی آپ نے بمبئی کی تقریروں میں ملاحظہ فرمایا کہ حضرت نے اپنے اس سفر کو بھی حق تعالیٰ کی مرضی کے حوالہ فرمادیا اور اسپر یہ شعر پڑھتے تھے سہ

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

یعنی حق تعالےٰ نے میری گردن میں ایک رسی ڈال رکھی ہے اور جہاں کہیں انکا ارادہ ہوتا ہے مجھے لیجاتے ہیں، مطلب یہ کہ میں اپنے ارادہ اور اپنی خواہش سے کہیں سفر نہیں کیا کرتا لیکن جس سفر میں حق تعالےٰ کی مرضی سمجھ لیتا ہوں اسے اختیار کرتا ہوں، اسی کا نام اخلاص اور للٰہیت ہے اور یہ چیز تمام بزرگوں میں بطور قدر مشترک کے ہوتی ہے۔ کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہوا ہے کہ ایک بزرگ نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ کھانا لیجاؤ دریا کے اس پار ایک بزرگ رہتے ہیں انکو دے آؤ، اس نے ان بزرگ سے دریافت کیا کہ کشتی وغیرہ تو ہے نہیں دریا کس طرح پار کرونگی انھوں نے کہا کہ دریا کے کنارے پر پہونچکر یوں کہنا کہ "تجھے ان بزرگ کے اعمال صالحہ کا واسطہ جنھوں نے آج تک اپنی اہلیہ سے مباشرت نہیں کی تو مجھے راستہ دیدے" انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب ان بزرگ کے پاس پہونچیں اور ہدیہ پیش کیا تو انھوں نے فوراً اسے کھانا شروع کیا۔ عورت نے عرض کیا کہ حضرت آنے کا طریقہ تو مجھکو میرے شوہر نے بتا دیا تھا اب واپس کس طرح جاؤں؟ فرمایا کہ دریا کے کنارے جاکر کہنا کہ "ان بزرگ کے اعمال صالحہ کا واسطہ دیتی ہوں جنھوں نے کبھی کھانا نہیں کھایا" یہ کہکر دریا میں قدم رکھدینا پار ہو جاؤگی۔ بیوی کو تعجب دونوں

بزرگوں کے قول سنکر ہوا بالآخر واپسی کے بعد اپنے شوہر سے عرض کیا کہ آپکی بات اور ان بزرگ کی بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ ان بزرگ نے کہا بات یہ ہے کہ ہم لوگ کوئی کام بدون اللہ تعالیٰ کی مرضی کے اور حکم شرع کے محض اپنی خواہش سے نہیں کیا کرتے چنانچہ نہ میں تم سے نفسانی طور پر ملا اور نہ ان بزرگ نے کھانا نفسانی تقاضے سے کھایا۔ یہی حال تمام اللہ والوں کا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی خواہش یا اپنی خواہش سے کوئی کام نہیں کرتے بلکہ حق تعالیٰ کی مرضی کے منتظر رہتے ہیں جب ادھر سے ہی اشارہ پاتے ہیں تب اس پر عمل کرتے ہیں۔

الحمد للہ ہمارے حضرتؒ بھی اسی مقام پر تھے۔ دیوبند اور تھانہ بھون وغیرہ لیجانے کے لئے لوگوں نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرڈالا لیکن حضرت اقدس کے پائے استقامت میں جنبش نہ آئی اور اہل بمبئی کی ایک درخواست پر بمبئی تشریف لے گئے۔ اسی طرح اسکے بعد علی گڈھ کے لوگوں نے بھی باصرار بلانا چاہا تو فرمایا کہ یہاں علی گڈھ چلونگا لیکن ابھی نہیں مجھے کسی بات کا انتظار ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر سفر علی گڈھ کے متعلق بھی ایک مجلس میں فرمایا:۔

"اسی طرح سے جب علی گڈھ گیا تو یہ مفتی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں وہیں کے پڑھے ہوئے ہیں انھیں کو پہلے بھیجا کہ جائیے جاکر حالات کا جائزہ لیجئے اور آکر بتائیے کہ فضا کیسی ہے؟ لوگ ہماری بات سنیں گے بھی یا نہیں۔ چنانچہ مفتی صاحب گئے اور واپس آکر کہا کہ ضرور تشریف لے جائیے جانے کی جگہ اور کام کا موقع ہے۔ لوگوں میں طلب اور دین کا شوق موجود ہے حضرت کے متوسلین کی تعداد بھی کافی ہے اور معتقدین اور محبین تو بکثرت موجود ہیں۔ جہاں جاتا تھا لوگ گھیر کر بیٹھ جاتے تھے

اور حضرت کے حالات پوچھتے تھے۔ اس طرح سے جب انھوں نے یقین دلایا کہ لوگ طالب ہیں تب میں علی گڑھ گیا اور اسمیں شک نہیں کہ وہاں کے جو حالات دیکھے وہ سننے سے کچھ زیادہ ہی پائے۔ جانے سے قبل اپنے نفس کو آمادہ کرلیا تھا کہ آزاد لوگوں کا مجمع ہے اگر تمسخر اور استہزا کے ساتھ پیش آئے تو کیا کرو گے نفس نے جواب دیا کہ صبر کریں گے۔ یہ سوچ کر تو گیا تھا مگر اس قسم کا کوئی واقعہ تو کیا پیش آتا شائبہ تک پیش نہیں آیا۔ سب کے سب بڑے احترام کے ساتھ پیش آئے اور میری باتوں کو غور سے سنا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے جیسا کہ علماء بیان فرماتے ہیں کہ کسی جلسہ یا واعظ کی کامیابی کے لئے تینوں قسم کے لوگوں میں اخلاص ہونا ضروری ہے داعین و منتظمین کو بھی مخلص ہونا چاہیے اسی طرح سامعین کا بھی مخلص ہونا ضروری ہے اور واعظ اور ناصح کے اندر تو اخلاص کے ساتھ ساتھ داعیہ بھی ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ حضرت اقدس نے اپنے نفس کا کیسا جائزہ لیا یعنی اسکو تیار کرلیا کہ یہ لوگ آزاد ہیں بالفرض اگر کوئی بے ادبی یا استہزاء بھی کریں گے تو اللہ کے لئے اسکو برداشت کرونگا اور منتظمین اور داعین کے اخلاص کو خود حضرت والا نے خوب جانچ پرکھ لیا تھا اسی طرح سامعین کی طلب و اخلاص کا جائزہ مفتی فخرالاسلام صاحب کے ذریعہ لیا گیا جب ہر گوشہ سے اخلاص ہی نظر آیا تو حضرت والا نے سمجھا کہ مجھے یہاں جانا چاہیے۔ چنانچہ ۱۲ر فروری ۱۹۶۵ء سفر کی تاریخ مقرر ہوئی اور علی گڈھ سے حضرت کے ایک خادم علیم الفقدر صاحب لکچرار انجینئرنگ کالج حضرت اقدس کو لینے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت اقدسؒ نے بھی الٰہ آباد اور دیگر مقامات سے چند حضرات کا انتخاب فرمایا کہ وہ سفر میں حضرت کے ساتھ چلیں چنانچہ روانگی کے وقت ایک اچھا خاصا قافلہ حضرت کے ساتھ تھا جنمیں

علماء بھی تھے رؤسا بھی، انگریزی داں حضرات بھی تھے اور خدام بھی۔ حضرت والا نے اپنی عادت کے مطابق اس سفر کو مخفی ہی رکھنا چاہا لیکن الہ آباد کے اسٹیشن پر پہونچکر مخلصین کا ایک ہجوم نظر آیا ہم لوگ کچھ پہلے اسٹیشن پہونچ گئے تھے اسلئے پلیٹ فارم ہی پر کرسی پر حضرت کو بٹھا دیا اور لوگ فرش پر بیٹھ گئے اسٹیشن پر ویسے بھی مجمع رہا کرتا ہے آنے جانے والے لوگ تعجب کی نگاہ سے اس مجمع کو دیکھنے لگے کسی نے حضرت کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں، کسی نے قیاس آرائی کی کہ حج کے لئے جا رہے ہیں۔ گاڑی عین مغرب کے وقت آئی ہم سب لوگ اطمینان سے سوار ہو گئے الہ آباد میں انتظام سفر کے سلسلے میں حضرت والا کو کچھ تعب ہو گیا تھا نیز ریل پر سب سے مصافحہ کرنا پڑا اس تکان کے سبب نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد حضرت استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ اکسپرس گاڑی تھی چند ہی گھنٹہ کے بعد فتحپور آ گیا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ مولانا عبدالوحید صاحب فتحپوری اور بہت سے رفقاء جن میں اہل شہر بھی تھے اور مدرسہ کے طلباء بھی تلاش کرتے کرتے حضرت والا کے ڈبہ کے قریب پہونچ گئے حضرت کی آنکھ لگ چکی تھی بعض لوگوں نے اصرار کیا کہ ہم لوگ دور سے آئے ہیں صرف حضرت والا سے ملاقات چاہتے ہیں لہٰذا حضرت والا کو بیدار کر دیجئے لیکن خدام کا خیال تھا کہ حضرت کو نہ جگایا جائے یہ باتیں اگرچہ آہستہ آہستہ ہو رہی تھیں لیکن حضرت والا کے کانوں تک پہونچ گئیں اور حضرت والا اٹھکر بیٹھ گئے اور سب سے بڑے تپاک سے ملے جو حضرات ملنے کے لئے تشریف لائے تھے وہ نہایت حسرت کے ساتھ گاڑی کو دیکھتے ہی رہے اور ہم لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے حیرت ہوتی ہے کہ اہل الہ آباد کے مخفی رکھنے کے باوجود سفر کی خبر فتحپور اور پھر کانپور کیسے پہونچ گئی۔ کانپور میں فتحپور سے زیادہ مجمع تھا۔ بہت سے لوگوں نے صرف نظر سے

حضرت والا کی زیارت کی ورنہ تو مجمع کی کثرت کی وجہ سے ڈبہ تک پہونچنا بہت دشوار تھا۔ حضرت والا کھڑکی کے قریب تشریف فرما تھے دونوں ہاتھ باہر نکالے دیر تک مصافحہ فرماتے رہے اسکے بعد حاجی جمال الدین صاحب نے حضرت سے اجازت چاہی کہ میں حضرت کو اور مہمانوں کو چائے پلانا چاہتا ہوں حضرت کے ہمراہ تقریباً پچاس احباب رفیق سفر تھے کسی وجہ سے گاڑی اپنے وقت سے زائد یہاں ٹھیری اور حاجی صاحب نے انتظام یہ کیا کہ حضرت اقدس کے ڈبہ کے آس پاس دو چار ڈبوں میں چائے پہونچانے کا انتظام کیا لوگوں کو پلیٹ فارم پر اترنا نہیں پڑا۔ کانپور سے روانہ ہوکر ہم لوگ جب اٹاوہ پہونچے تو یہاں بھی ایک چھوٹا سا مجمع نظر آیا کچھ حضرات تو حضرت والا کے رفیق سفر ہوگئے اور بعض لوگ وہیں سے واپس ہوگئے قابل قدر ہے اہل اٹاوہ کا جذبۂ محبت کہ سردی کے زمانے میں ۲ بجے شب کو ٹھٹھرتے ہوئے اپنے شیخ کی زیارت کو آئے۔ اٹاوہ کے بعد جب فیروز آباد کا اسٹیشن آیا تو یہاں بھی بہت سے حضرات حضرت والا کی زیارت کو آئے اور ایک اچھا خاصا قافلہ بھائی محمد شریف صاحب کی قیادت میں حضرت سے اجازت لیکر رفیق سفر ہوگیا اس طرح وہاں سے روانہ ہوکر تقریباً چھ بجے صبح ہم لوگ علی گڈھ پہونچ گئے۔ پلیٹ فارم پر جناب حکیم انعام اللہ صاحب۔ جناب ڈاکٹر اسلام الحق صاحب انصاری پرنسپل طبیہ کالج۔ جناب ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صاحب صدر شعبہ قانون۔ جناب مولانا ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند ان حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات حضرت والا کے خیر مقدم کے لئے تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صاحب حضرت والا کے ساتھ اسٹیشن سے باہر نکلے اور اپنی کار پر حضرت والا کو سوار کیا۔ حضرت کے ساتھ ڈاکٹر صلاح الدین صاحب، مولوی عیسیٰ صاحب سلمہ اور حکیم انعام اللہ صاحب بھی بیٹھے۔ ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صاحب کار کو چلا رہے

تھے تھوڑی ہی دیر میں انونہ ہاؤس پہونچے اور بقیہ لوگ دوسری سواریوں سے انونہ ہاؤس پہونچ گئے۔ حضرت والا نے نماز فجر انونہ ہاؤس کی مسجد میں ادا فرمائی۔

نماز فجر سے فارغ ہوکر حضرت والا اپنے معمول کے مطابق بعض خدام کو ہمراہ لیکر تفریح کے لئے تشریف لے گئے۔ یہاں ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ تفریح سے مراد سیر کرنا نہیں ہے بلکہ حضرت والا لوگوں کے مجمع سے اپنے کو بچانے کے لئے اور حصول تنہائی کی غرض سے صبح وشام رکشہ پر یا کار پر کہیں چلے جایا کرتے تھے اور اس درمیان میں یکسوئی کے ساتھ اپنے معمولات پورے کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔ یہاں کبھی حضرت نے خیال فرمایا کہ اگر مسجد سے لوٹ کر قیام گاہ پر چلتا ہوں تو لوگوں کا ایک ہجوم گھیر لیگا۔ نہ پڑھنے کا کچھ موقع ملے گا اور نہ کچھ کام ہوسکیگا اسلئے شہر سے باہر ہوا خوری کا خیال ظاہر فرماکر تشریف لے جایا کرتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بیت اللہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنی تجلی رکھی ہے چنانچہ اسے دیکھتے رہنا ذریعہ ثواب اور موجب ترقی درجات ہوتا ہے اسی طرح سے اللہ والوں کے قلب کا نور چھلک کر انکے چہرے پر آجایا کرتا ہے جسکی زیارت کرنے میں لوگ اپنے لئے ایک سکون محسوس کرتے ہیں اسلئے حضرت لاکھ کوشش کرتے کہ تنہائی حاصل ہو مگر اس پر قادر نہ ہو پاتے یہاں چونکہ سفر رکشہ سے ہو رہا تھا حضرت والا کے ہمراہ پروفیسر علیم القدر صاحب تھے ان کے تعلق کیوجہ سے یونیورسٹی کے کچھ اور طلبار اپنی اپنی سائیکلوں پر سوار ہوکر ساتھ ہوگئے۔ تفریح سے واپسی کے بعد کچھ دیر لوگوں سے ملنے ملانے میں لگی اس کے بعد ناشتہ آگیا اور کوٹھی کے باہری حصہ میں فرش بچھایا گیا اور وہیں مجلس کا انتظام ہوا ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے مجلس شروع ہوئی اور ایک گھنٹہ تک رہی اسی طرح سے شام کو ساڑھے تین سے ساڑھے چار

تک مجلس رہی۔ علی گڈھ میں حضرت والا کا قیام ایک ہفتہ رہا اور صبح و شام یہ مجلسیں ہوتی رہیں یعنی کل چودہ مجلسیں ہوئیں جنھیں ضبط کیا گیا اور رسالہ معرفت حق میں بعد کو شایع بھی ہوئیں خیال تھا مجالس علی گڑھ کی شکل میں انھیں علحدہ کتابی شکل میں شایع کردیا جائے لیکن اسکی نوبت نہ آسکی۔ اس مسودہ کی تبییض کرکے احقر (جامی) نے بمبئی میں حضرت والا کیخدمت میں پیش کیا حضرت نے فرمایا کیا ہے سناؤ چنانچہ کامل چودہ مجلسیں حضرت نے لفظ بلفظ سنیں اور فرمایا کہ اجی یہ مضامین میں نے بیان کئے ہیں احقر نے عرض کیا حضرت نے نہیں بیان فرمایا تو میں نے لکھ کیسے لیا؟ فرمایا الحمدللہ علی گڑھ کے مناسب حال نہایت ضروری مضامین مجھ سے بیان کرا دیئے۔ انتہی۔ اس سے اندازہ فرمالیجئے کہ خود حضرت کو وہ مضامین کسقدر پسند تھے۔ یہاں حالات کے سلسلہ ان تمام مجالس کا بیان کرنا تو مشکل ہے تاہم آئندہ صفحات میں ناظرین کیخدمت میں مجالس کی بعض باتیں پیش کیجائینگی۔

اسمیں شک نہیں کہ علی گڈھ میں حضرت بہت خوش تھے اور طلباء و مدرسین کے شوق شرکت مجلس کی بہت تعریف فرمائی۔ ایک دن مجلس میں فرمایا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وقت کی پابندی انگریزوں نے ہمکو سکھائی فرمایا کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے آپ کو اپنے گھر کی خبر نہیں، شریعت نے وقت کی جو قدر کی ہے اور جس قدر پابندی لوگوں سے کرائی ہے اسکی نظیر ملنی مشکل ہے دیکھئے عبادت میں اہم العبادات نماز ہے اسکے متعلق ارشاد ہے کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا کہ نماز مومنین پر وقت وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سب نمازوں کو وقت سے پڑھو اور دھیان رکھو کہ قضاء نہ ہوجائے بالخصوص عصر کی نماز کو۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ آپ لوگوں کا یہ طریقہ

سب مجھے بہت پسند آیا دیکھا کہ مجلس کے شروع ہونے میں پانچ منٹ باقی ہیں لیکن مجلس میں صرف ساتھ آنے والے رفقاء اور باہری مہمان موجود ہیں اور بس۔ کالج کا کوئی شخص نہیں لیکن پھر دیکھا کہ لوگ ادھر سے سائیکلوں سے آرہے ہیں ادھر سے چلے آرہے ہیں کوئی رکشہ سے آرہا ہے کوئی موٹر سائیکل سے اور کوئی اپنی کار سے غرض پانچ منٹ کے اندر ساری مجلس بھر گئی اسی پر میں نے کہا کہ آپ لوگ اس غلط فہمی میں نہ پڑیئے گا کہ ہمکو یہ پابندی انگریز نے سکھائی بلکہ یہی سمجھئے کہ یہ ایک شرعی چیز ہے اور معاشرت کا ایک مسئلہ ہے جس پر خدا تعالیٰ نے آپکو عمل کی توفیق عطا فرمائی

پہلے ہی دن شام کی مجلس ختم ہونے کے بعد ایک صاحب حافظ محمد ابراہیم صاحب نے حضرت سے مصافحہ کیا مصافحہ کرتے ہی ان پر ایک حالت طاری ہوئی زار و قطار رونے لگے اور زور زور سے اللہ اللہ کرنے لگے جس کی وجہ سے جو لوگ مجلس سے اٹھکر جا چکے تھے پھر لوٹ آئے کہ دیکھیں کیا ہو گیا حافظ صاحب موصوف کو حضرت اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے اور پشت پر تھپکیاں دیتے جاتے تھے لیکن انکی حالت میں افاقہ نہیں ہوا حضرت نے پانی منگایا اور اپنے دست مبارک سے انکو پلایا حافظ صاحب نے ایک ہی گھونٹ میں سب پانی پی ڈالا چنانچہ پانی پیتے ہی انکی وہ کیفیت جاتی رہی۔

اسی دن طبیہ کالج کے ایک طالب علم حضرت والا سے ملے مصافحہ کرتے ہی عرض کیا کہ حضرت میں بہت ہی گنہگار رہوں یہ کہکر رونے لگے حضرت والا نے اسیوقت انکو بیعت فرمالیا اور انکو سکون حاصل ہو گیا سبحان اللہ اہل اللہ بھی کیسی کیسی حکمتوں سے علاج فرماتے ہیں دیکھئے ایک صاحب کا علاج تو پانی سے فرمایا اور دوسرے کا معالجہ بیعت تجویز فرمایا اسکو شیخ کامل ہی سمجھ سکتا ہے۔ رموز مملکت خویش خسرواں دانند۔

(باقی آئندہ)

(اس قدر سنکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس کرو بھائی جبرئیل بس کرو، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ آپ کو روتا دیکھکر حضرت جبرئیلؑ بھی رونے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل تم کیوں روئے؟ تمھارا تو قرب و نزدیکی میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو مرتبہ ہے ظاہر ہے۔ یہ سنکر حضرت جبرئیل بولے کہ یا محمدؐ! میں بھلا کیونکر مطمئن ہو سکتا ہوں خدا تعالےٰ کے مرتبہ کے آگے اس بات میں کہ میں ایسا باقی نہ رہ جاؤں جیسا کہ اب ہوں یا ہاروت ماروت کی طرح کسی آزمائش میں نہ ڈال دیا جاؤں یا خدانخواستہ ابلیس ملعون جیسا معاملہ میرے ساتھ بھی نہ پیش آجائے۔

آگے مولفؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو جبرئیل علیہ السلام اللہ کے نزدیک اتنی کرامتوں کے باوجود روتے تھے تو کیوں نہ روئے وہ شخص جو گنہگار بھی ہے تو اے عزیز! اپنی حیات اور صحت پر ناز نکر اسلئے کہ دنیا فانی ہے اور عذاب آخرت طویل ہے لہٰذا زنا سے بچ اسلئے کہ وہ اللہ کا غضب ناراضگی اور عذاب الیم کا سبب بنتا ہے۔ اور سخت و بدترین زنا وہ ہے جس پر انسان اصرار کرے (یعنی عادی ہو جائے) مثلاً اپنی بیوی کو طلاق دیدے لیکن اس کے ساتھ مسلسل حرام کاری میں مبتلا رہے اور رسوائی کے ڈر سے لوگوں کو اسکی اطلاع بھی نکرے پس یہ شخص کیوں خوف نہیں کرتا آخرت کی رسوائی کا جس دن تمام مخفی امور ظاہر ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس دن سے ڈرو اور زنا سے اجتناب کرو اور اس پر اصرار ہرگز نہ کرو اس لئے کہ تم اللہ تعالےٰ کے عذاب کی سہار ہرگز نہ رکھ سکو گے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ سے توبہ کرلو وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور اگر تم مرگئے (بدون توبہ کئے) تو پھر ندامت اور توبہ کام نہ آئیگی۔ توبہ اور ندامت زندگی ہی میں نفع دے سکتی ہے۔ جو مومنین صالحین اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے انکی مدح فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد

فرمایا ہے کہ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ یعنی وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں بجز اپنی بیویوں اور باندیوں کے جنکے وہ مالک ہیں (ان سے متمتع ہوتے ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں۔ البتہ جو شخص تلاش کرے ان کے علاوہ پس وہ لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں (یعنی وہ لوگ گنہگار ہیں)۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ زنا سے توبہ کرے اور لوگوں کو بھی منع کرے اسلئے کہ ہر وہ بستی جہاں زنا کا وقوع ہو اللہ تعالیٰ ان بستی والوں کو طاعون میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی جگہ تلواروں کو میان سے باہر نکلا ہوا اور خون بہتا ہوا دیکھو تو سمجھ لو کہ انلوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کی پس اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کا بعض سے انتقام لے لیا اور جب تم دیکھو کہ بارش بند ہے تو سمجھ لو کہ لوگوں نے زکوٰۃ دینی چھوڑ دی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس کی چیز روک لی۔ اگر تم دیکھو کہ وبا عام ہو گئی ہے تو جان لو کہ زنا کا شیوع ہو گیا ہے۔

چھیالیسواں باب

(سود کھانے کی مذمت کا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شب میں معراج

میں گیا تو ساتویں آسمان پر اپنے سر کے اوپر میں نے گرج سنی اور بجلی کی چمک دیکھی اور کچھ لوگوں کو دیکھا جنکے پیٹ ان آگے کو ٹھڑیوں کے مانند نکلے ہوئے تھے انکے اندر سانپ تھے جو باہر سے نظر آتے تھے میں نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں انھوں نے فرمایا کہ سود کھانے والے۔

حضرت عطار خراسانی سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سود میں بہتر گناہ ہیں ان میں کا سب سے چھوٹا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص مسلمان اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور فرمایا کہ ایک درہم سود کا تیس بار سے زائد زنا کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیں گے قیامت میں کھڑے ہونے کا ہر صالح اور ہر فاجر کو سوا سود کھانے والے کے اسلئے کہ وہ نہ کھڑا ہوگا مگر اس طرح جیسے کسی کو شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو مثل مجنوں کے، جب جب کھڑا ہوگا گر پڑے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قرآن کی آخری آیت جو نازل ہوئی وہ سود کی آیت تھی اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی چنانچہ نہ ہم دریافت کر سکے اور نہ آپ نے اسکی کچھ تفسیر فرمائی لہٰذا تم لوگ ربا کو اور ریبہ کو یعنی صریح سود کو اور جس معاملہ میں سود کا شائبہ ہو اسے بھی چھوڑ دو مطلب یہ کہ گناہ صغیرہ بھی چھوڑ دو اور کبیرہ بھی چھوڑ دو۔

اور حضرت حارث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور سود کی گواہی دینے والے پر اور سودی دستاویز لکھنے والے پر اور گودوانے والے پر اور گودنے والے پر اور (طلاق مغلظہ میں) عورت کو شوہر کیلئے حلال کرنے والے پر اور اسی طرح سے حلال کرانیوالے پر (مطلب یہ کہ بوقت نکاح لفظوں میں بطور شرط کے یہ نہ ذکر کرنا چاہیئے کہ میں شوہر اول کیلئے تجھکو حلال کرنے کی خاطر نکاح کر رہا ہوں

کہ یہ نکاح توقیت ہونے کیوجہ سے حرام ہوگا اور اسی پر حضورؐ نے لعنت فرمائی ہے۔ ویسے اگر دل میں کسی کے ہو کہ میرے نکاح کر لینے کے بعد طلاق دینے پر اب یہ عورت اسکے لئے جائز ہو جائیگی اور اسکا گھر آباد ہو جائیگا یہ ناجائز نہیں ہے اور نہ حدیث کا یہ مضمون ہے بلکہ ہو سکتا ہے اپنی اس حسن نیت کیوجہ سے یہ شخص اجر کا مستحق ہو جائے۔

اسی طرح سے لعنت فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ نہ دینے والے پر یعنی صدقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ وغیرہ نہ دینے پر۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جو حرام مال کماتا ہے اور اس سے صدقہ کرتا ہے تو اس پر اسے اجر نہ ملے گا اور جو کچھ خرچ کرتا ہے اس میں برکت نہ دیا جائے گا اور اپنے بعد جو کچھ چھوڑ جاتا ہے تو وہ دوزخ کیجانب اسکا توشہ ہوتا ہے۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے چاندی کا ایک جھانجھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیچا پس آپ نے ایک ہاتھ میں جھانجھ کو لیا اور دوسرے ہاتھ میں دراہم رکھے تو جھانجھ دراہم سے کچھ زیادہ وزنی معلوم ہوا تو آپ نے قینچی اٹھالی تو میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یہ زیادتی آپ کے حق میں ہبہ ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ زائد لینے والا اور جس سے زائد لیا جائے دونوں جہنم میں ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عبادہ بن صامت اور ابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ چاندی چاندی کے مقابلہ برابر سرابر بیچو اور زیادتی سود ہے۔ اسی طرح گیہوں گیہوں سے بدلنے میں برابری ضروری ہے۔ زیادتی سود ہے۔

اسی طرح آپ نے جَو کھجور اور نمک کا بھی ذکر فرمایا اور پھر فرمایا کہ جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ چاہا تو اس نے سود لیا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے چھوڑ دیا کرتے تھے محض ربا کے خوف سے

حضرت عمر بن خطابؓ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ کسی شہر میں زنا کا ظہور اور سود کا کھانا نہیں پایا جاتا مگر یہ کہ وہ بستی تباہ ہو جاتی ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے منقول ہے کہ جس شخص نے تجارت کی دینی مسائل سیکھنے سے پہلے تو وہ سود میں شرابور ہو گیا اور پورا شرابور ہو گیا

علاؒ ابن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ ہمارے بازاروں میں کوئی ایسا شخص خرید و فروخت نہ کرے جس نے دین کے مسائل نہ سیکھے ہوں اور جو ناپ تول درست نہ رکھے۔

حضرت لیث بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس بستی کے ہلاک کرنے کی اجازت دیدی جاتی ہے جب اسکے لوگ چار چیزوں کو حلال سمجھنے لگتے ہیں جب ناپ اور تول میں کمی کرنے لگیں زنا کی کثرت ہو جائے اور سود لینے کا رواج ہو جائے۔ اسلئے کہ جب زنا کی کثرت ہو جائے گی تو ان پر وبا آئیگی اور جب ناپ اور تول میں کمی کریں گے تو بارش رک جائیگی اور جب سود کھائیں گے تو باہم تلوار نکل آئیگی۔

عبید محاربی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پیچھے پیچھے بازار میں چل رہا تھا اور آپ کے ہاتھ میں دُرہ تھا جہاں آپ کسی آدمی کو دیکھتے کہ ناپ پوری نہیں دے رہا ہے تو اسی کو کوڑا مارتے اور فرماتے ٹھیک سے ناپو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اے عجمی لوگو! تم لوگوں نے دو ایسی چیزیں اختیار کر رکھی ہیں جس کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ ہلاک ہو چکے ہیں یعنی ناپ اور تول کی کمی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا سبکے سب سود کھانے لگیں گے۔ آپؐ نے فرمایا جو نہ بھی کھائے گا اسکو اسکا غبار پہونچے گا یعنی اسکو اسکا گناہ ہوگا۔ اسلئے کہ وہ کسی سودی معاملہ کا معین ہوا ہوگا یعنی گواہ ہوا ہوگا یا کاتب بنا ہوگا یا اس فعل پر راضی ہوگا پس اسکو بھی اس فعل سے حصہ ملیگا۔

جیساکہ فرمایا حضرت ابوبکر صدیق نے کہ زائد چاہنے والا اور زائد دینے والا جہنم میں ہوگا پس ہر تاجر کو چاہیئے کہ اتنی مقدار میں مسائل سیکھے جنکی اسکو تجارت میں حاجت پڑے تاکہ سود سے بچ سکے۔ اور لازم ہے کہ ناپ اور تول میں بہت احتیاط کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ناپ اور تول کے معاملے میں بہت شدید حکم بیان فرمایا ہے بڑی شدید دھمکی دی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْن یعنی کم تولنے والوں کے لئے شدید عذاب ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ویل" جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں یہ لوگ داخل کئے جائیں گے مطلب یہ کہ جو لوگ لوگوں کو دیتے وقت ناپ تول میں کمی کرتے ہیں اور لیتے وقت اپنا حق پورا پورا وصول کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرمایا اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ یعنی کیا یہ لوگ جو ناپ تول میں خیانت کرتے ہیں نہیں جانتے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے جو اپنی ہولناکی کے اعتبار سے ایک سخت ترین دن ہوگا۔

پس اے انسان تو آج کے دن عبرت حاصل کرلے اور یہ دیکھ کہ جس دن کو اللہ تعالےٰ نے عظیم فرمایا ہو وہ کیسا کچھ سخت دن ہوگا۔ یعنی کسقدر ہیبناک ہوگا۔ اب کونسا ڈر اس سے بڑھکر ہوسکتا ہے یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اس دن تمام لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہونگے اور اللہ تعالےٰ ان سے ہر قلیل وکثیر کا حساب لے گا اور ہر شخص اپنا اعمال نامہ پڑھے گا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اور اعمالنامے میں دنیا میں جو کچھ کیا ہے سب کو لکھا ہوا پائیگا اور آپکا رب کسی پر ظلم نہیں فرمائے گا۔ پس خوش خبری ہے اس شخص کے لئے جس نے دنیا میں لوگوں کے حقوق میں انصاف سے کام لیا اور ویلؔ ہے اس شخص کے لئے جس نے حقوق العباد میں انصاف سے کام نہ لیا۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک عدل دنیا میں اللہ تعالےٰ کی میزان ہے اسکو جس نے پکڑ لیا اسکو وہ جنت میں لے جائے گی اور جس نے چھوڑ دیا وہ جہنم رسید ہوا۔ جانو کہ عدل جس طرح بادشاہ کیجانب سے اپنی رعایا میں ہوا کرتا ہے اسی طرح رعایا میں بھی آپس میں ہوا کرتا ہے پس اپنے اوپر عدل کو لازم کرلو تاکہ عذاب الیم سے نجات پاؤ۔

سینتالیسواں باب

(گناہوں کے بیان میں)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ

سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالے نے حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کو جو تختیاں عطا فرمائیں اسمیں دس باب تھے۔ لوح اول میں سب سے پہلے جو لکھا تھا وہ یہ تھا کہ اے موسیٰ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرانا کیونکہ اسکے بعد میرا یہ قول لازم ہوجائے گا کہ میں مشرکین کے چہروں کو دوزخ میں ڈالونگا اور میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرنا میں تمھاری ہلاکت کے مواقع پر حفاظت کروں گا اور تمھاری عمر دراز کروں گا اور تمھیں حیات طیبہ نصیب کروں گا اور تمھیں دنیا سے اس سے بہتر کی جانب منتقل کردوں گا۔ اور جس نفس کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اسکو قتل نہ کرنا ورنہ تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہوجائیگی اور آسمان اپنے اطراف کے باوجود تنگ ہوجائے گا اور تمھارا ٹھکانہ میری ناراضگی کے سبب جہنم میں ہوگا۔ اور میرے نام کی جھوٹی قسم نہ کھانا نہ قصداً گناہ کے کاموں میں اسے استعمال کرنا اسلئے کہ میں پاک وطاہر نہیں کیا کرتا اسکو جو میری تنزیہ نہ کرے اور میرے نام کی تعظیم نکرے اور میں نے جس کسی کو اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا ہو اس پر حسد نکرنا اسلئے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہے اور میری قضا کو پھیرنے والا ہے اور میں نے جو اپنے بندوں پر نعمتیں تقسیم کی ہیں اس سے ناراض ہونے والا ہے۔ اور جو شخص ایسا نہو (یعنی میری نعمت کا دشمن نہو قضا اور تقسیم سے ناراض نہو اور پھر کسی نعمت کو اپنے لئے چاہے تو اسکا نام غبطہ ہے یہ منع نہیں) میرا اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اور جس بات کو تم نے سنا نہو اور سمجھا نہ ہو اور محفوظ نہ رکھا ہو اسکی شہادت نہ دینا اسلئے کہ اہل شہادت کی شہادت سے میں پوری طرح واقف ہوں قیامت کے دن میں ان سے اسکے متعلق سخت باز پرس کرونگا۔ اور چوری نکرنا اور اپنے پڑوسی کی اہلیہ سے زنا نکرنا ورنہ میں تم سے اپنا چہرہ حجاب میں کرونگا اور آسمان کے دروازے تم پر بند کردونگا۔

(۱۲۰۲) ایضاً ایک بار یہ کہیں مہمان تھے اور ایک شخص انکی کرامت دیکھنے کے متمنی تھے مغرب کے بعد میزبان نے روشنی کرنے میں دیر کی انھوں نے گھر میں سے ایک گھاس کی مٹھی ہاتھ میں لیکر اپنے سایہ کو اسمیں مارکر کہا کہ یہ آگ ہے پس اسمیں آگ سلگ گئی اس سے ہم نے چراغ روشن کرلیا۔ یہ ہاتھ میں آگ لے لیا کرتے اور کچھ اثر نہ ہوتا۔ اُمی تھے۔
(روح القدس للشیخ محی الدین)

(۱۲۰۳) **ابوعبداللہ المعروف بزنہار العجمی الفارسی**: یہ حافظ زکی الدین بن عبدالحفیظ منذری کے شیخ ہیں جب یہ مصر میں بحالت تجرید داخل ہوئے تو ایک ٹھٹھیرہ کی دوکان پر سو گئے اور اس شب میں دوکان میں چوری ہوگئی دوکاندار نے پہریدار کو پکڑا اس نے کہا کہ دوکان پر صرف یہ فقیر سویا ہوا تھا۔ دوکاندار نے کہا اگر تو اس فقیر پر شبہ کرتا ہے تو (میں تجکو کچھ نہیں کہتا) میرا عوض اللہ سے ملے گا کیونکہ اس فقیر پر خیر کے آثار معلوم ہوتے ہیں پس شیخ نے اسکی طرف نظر کی اور کہا اللہ کے ایسے ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر اس طباق کو کہدیں کہ سونا ہوجا تو وہ خدا تعالےٰ کے حکم سے سونا ہوجاوے بس وہ طباق فی الفور سونا ہوگیا۔ پھر شیخ نے اسکی طرف نظر کی اور فرمایا تو جیسا تھا ویسا ہی ہوجا میں نے مثال کے طور پر کہا تھا (غرض تیرا سونا بنانا مقصود نہ تھا) چنانچہ وہ اپنی اصلی حالت پر ہوگیا اس شخص نے کہا کہ حضرت میرے لئے بھی دعا کیجئے انھوں نے فرمایا حق تعالےٰ تیرے فقر کو مبدل بہ غنا کردے چنانچہ انکی دعا قبول ہوگئی اور وہ شخص خوب غنی ہوگیا۔
(سخاوی)۔

(۱۲۰۴) **ابوعبداللہ محمد بن رسلان مصری** ۔ یہ کرتہ ایک درہم کے عوض میں سیا کرتے پھر اگر سلوانے والا اچھا درہم دیتا تب تو کرتہ کا گریبان کھلا ہوا پاتا اور اگر کھوٹا درہم دیتا تو اسکا گریبان بند پاتا وہ شخص

انکے پاس پھر آتا اور دوسرا درہم دیتا تو گریبان کو کھلا ہوا پاتا۔ مصر میں ۵۹۱ھ میں وفات پائی۔

(۱۲۰۵) **محمد بن احمد بن ابراہیم ابو عبداللہ القرشی الہاشمی**۔ شعرانی نے فرمایا کہ انکی ایک کرامت یہ ہے کہ اپنے اصحاب سے یہ عہد لیا کرتے تھے کہ اپنے گھروں میں صرف ایک ہی کھانا پکایا کریں (یعنی کئی کئی طرح کا نہ پکا دیں) تاکہ ایک کو دوسرے پر امتیاز نہو اتفاق ایسا ہوا کہ ان کے ایک مرید نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج کس چیز کو جی چاہتا ہے تاکہ ہم خرید لادیں اور تم پکالو اس نے کہا کہ اپنی لڑکی سے مشورہ کرلو اس نے اس لڑکی سے پوچھا کس چیز کو جی چاہتا ہے وہ بولی تم میری جی چاہتی چیز کو کرنہ سکوگے۔ اس نے کہا ضرور کرسکوں گا اگرچہ ہزار دینار کے عوض میں ہو تو مجھکو بتلا دے۔ اس نے کہا قرشی سے میرا نکاح کردو۔ اور یہ بزرگ نابینا اور مجذوم تھے کہ ان جیسے شخص کو عورتیں کبھی پسند نہیں کرسکتیں۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں قرشی کے پاس آیا اور میں نے انکو اسکی اطلاع دی انکو نے فرمایا قاضی کو بلالو، قاضی آیا اور اس لڑکی سے عقد ہوگیا اور اسکو بنا سنوار کر شیخ کے پاس حاضر کردیا جب عورتیں چلی گئیں تو شیخ پاخانہ میں گئے اور وہاں سے اس شکل میں نکلے کہ ایک خوبصورت جوان بے ریش نفیس کپڑے پہنے پاکیزہ خوشبوئیں لگائے ہوئے ہیں اس لڑکی نے شرم سے منھ چھپالیا (کہ کوئی اجنبی مرد آگیا) انھوں نے کہا منہ مت چھپا میں قرشی ہوں اسس نے کہا سچ سچ آپ قرشی ہیں؟ انھوں نے اس پر قسم کھائی اس نے پوچھا یہ کیا حالت ہے (جو آپ نے تصرف سے بنائی ہے) انھوں نے اس سے کہا کہ میں پھر تیرے پاس تو اس حالت سے رہا کرونگا (تاکہ تجھکو نفرت وا ذیت نہو) اور دوسروں کے ساتھ اسی اصلی حالت سے رہوں گا لیکن میرے مرنے تک کسی کو اسکی خبر نہ کرنا۔ اس نے کہا بہتر (میں) کسی سے

نہ کھونگی لیکن میں اُسی حالت کو پسند کرتی ہوں جس سے آپ لوگوں میں رہتے ہیں یعنی آپ کی نابینائی اور جذام۔ انھوں نے فرمایا اللہ تعالےٰ تجھکو جزائے خیر دے۔ بس وہ عورت ان کے ساتھ اسی حالت سے رہی۔

(۱۲۰۶) **ایضاً** ۔ مناوی نے کہا ہے کہ جب یہ جذام میں مبتلا ہوئے تو اوقات صلوٰۃ میں یہ علت جاتی رہتی تھی اور اچھے خاصے ہوجاتے پھر جب نماز سے فارغ ہوتے پھر ویسے ہی ہو جاتے (شاید یہ حکمت ہو کہ مسجد والوں کو نفرت نہ ہو اور دوسرے وقتوں میں تو اپنے ارادہ سے ان کے پاس جاتے تھے)۔

(۱۲۰۷) **ایضاً** ۔ انھوں نے ایک دفعہ ایک درم کا آٹا خریدا ایک سائل سامنے سے آگیا اسکو دیدیا پھر آگے چلدیئے تو اپنے ہاتھ کو دیکھا کہ بند ہے اسکو جو کھولا تو اہمیں ایک درم ملا اس سے پھر آٹا خرید کر اپنے گھر لیکر آئے۔ مناوی نے کہا ہے کہ بیت المقدس میں ۵۹۹ھ میں انکی وفات ہوئی۔

(۱۲۰۸) **ابوعبداللہ محمد بن یوسف یمنی ضجاعی** ۔ یہ ضریر کے لقب سے مشہور ہیں بوجہ مادرزاد نابینا ہونے کے جس چیز کو ایک بار سن لیتے ان کو حفظ ہوجاتی یہانتک کہ بعض نے کہا ہے کہ ہدایہ ایک دفعہ کے سننے میں حفظ ہوگیا تھا۔ ایک کرامت انکی یہ ہے کہ ملک مجاہد کے زمانہ میں جب عرب کی شورش ہوئی اور ان کے قریہ کے فقہا بنی زیاد کے پاس کتابیں بہت تھیں جنکو نہ کہیں لے جاسکتے تھے اور نہ اسکو دل گوارا کرتا تھا کہ خود چلے جاویں اور کتابوں کو چھوڑ جاویں، غرض ان کتابوں کی ان کو بہت فکر تھی اتفاقاً ان کے یہاں شیخ طلحہ بن عیسیٰ ہتار اپنے زمانہ سلوک کی ابتدا میں آپہونچے اور شب کو ان کے یہاں رہے اور جب ان کو

اس حال میں دیکھا تو انکو بھی انکے معاملہ کا خیال ہوا تو شب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ ان فقہا رہی زیاد سے کہدو کہ اپنی کتابوں کو ضریر (مذکور) کی قبر کے پاس منتقل کر دیں اور انکو کوئی ضرر نہ پہونچے گا۔ جب وہ بیدار ہوئے ان لوگوں کو اسکی خبر دی انھوں نے جلدی جلدی اس جگہ منتقل کر دیا اور اس جگہ ایک سال کے قریب تک وہ کتابیں رہیں نہ انکو کوئی ضرر پہونچا اور نہ انکو کوئی لے سکا (شرجی) فقیہ ضریر کی وفات ۸۰۰ھ میں ہوئی۔

(۱۲۰۹) ابو مدین شعیب اور نام انکا محمد بن احمد بن عمران عیاشی یمانی ہے بڑے عالم اور فقیہ تھے اعتکاف اور عزلت میں کثرت سے رہتے ایک کرامت انکی یہ ہے کہ جب انکی وفات ہوگئی اور مقبرہ کیطرف انکو لیجانے لگے تو اسی اثنا میں ایک مؤذن نے کسی وقت کی اذان کہدی تو فقیہ موصوف کا جنازہ حد سے زیادہ بھاری ہوگیا یہاں تک لوگوں نے عاجز ہو کر چارپائی کو زمین پر رکھدیا یہاں تک کہ مؤذن فارغ ہوگیا پھر جو اسکو اٹھایا تو بالکل ہلکا جیسے پہلے تھا۔ پھر اسکو قبرستان کی طرف لے چلے مگر سب تعجب میں تھے تو ان کے کسی خادم نے لوگوں سے بیان کیا کہ فقیہ موصوف کی عادت تھی کہ جب مؤذن کی آواز سنتے تو فوراً کھڑے ہوجاتے اور دھوپ میں اور بارش میں اس کا جواب دیتے یہاں تک مؤذن فارغ ہوجاتا (تو بعد وفات اسی کا اثر ظاہر ہوا)

(۱۲۱۰) محمد بن ابی کبر الحکمی الیمنی مقیم عواجہ یہ لکھے پڑھے نہ تھے یافعی نے بیان کیا کہ مجھکو بعض اولیاء نے خبر دی کہ وہ انکی قبر پہ آئے تو وہ قبر سے کمر باندھے ہوئے باہر آئے انھوں نے کمر باندھنے کی وجہ پوچھی انھوں نے کہا کہ ہم انکی طلب میں ہیں جو شخص واصل ہونے کا گمان کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ وصول محدود تک ہوتا ہے اور حق تعالیٰ

نہایات اور حدود سے منزہ ہے (مناوی)

(۱۲۱۱) **محمد بن حسین نیز بجلی** ۔ شرجی نے کہا کہ یہ ابتدا میں فقیہ ابراہیم بن زکریا کے پاس پڑھتے تھے اتفاق سے یہ بیمار ہو گئے اور ان کے ہم سبقوں نے انکا انتظار نہ کیا جب انکو آرام ہو گیا تو یہ اور انکے بھائی فقیہ علی اپنے پیر (یعنی محمد حکمی مذکور) کے شہر کیطرف چلے جب دن چڑھ گیا تو دونوں ایک درخت کے سایے کیطرف متوجہ ہوئے اور یہ فقیہ محمد سو گئے پس ایک پرندہ آیا اور اپنا منھ انکے منھ میں ڈالا اور کوئی چیز خوشبودار ان کے منہ میں ڈالنے لگا اور انکے بھائی دیکھ رہے تھے جب فقیہ (موصوف) کی آنکھ کھلی تو اپنے بھائی سے کہا کہ واپس چلو پھر دونوں اپنے شہر کو واپس آ گئے ۔ اتفاق سے یہی فقیہ محمد اسکے بعد بیمار ہوئے تو انکے استاد فقیہ ابراہیم (مذکور) انسے ملنے کو طلبہ کی ایک جماعت میں آئے اور چند مسائل انکے سامنے پیش کئے انھوں نے سب کا شافی جوابدیا انھوں نے فرمایا اسے محمد یہ علم وہبی ہے لکھنے پڑھنے سے اسکا تعلق نہیں پھر اسکے بعد حق تعالے نے ان پر دقائق علوم میں معرفت تامہ کا فتح باب فرمایا انکی وفات ۶۲۱ھ میں ہوئی اور قریہ عواجہ میں اپنے پیر کی قبر کے پاس انکی قبر ہے ۔

(۱۲۱۲) **محمد بن علی بن محمد حاتمی شیخ اکبر محی الدین بن العربی** جو سلطان العارفین ہیں ان کے مکاشفات وکرامات وتصنیفات وکمالات اسقدر کثیر وشہیر ہیں کہ نہ بیان میں آسکتے ہیں اور نہ بیان میں لانیکی حاجت۔ انکی وفات ۶۳۸ھ میں ہے ۔

(۱۲۱۳) **محمد الازہری العجمی** ۔ شیخ ابوالحسن بن الدقاق کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک روز دمشق میں اپنے شیخ یعنی محمد مذکور کی خدمت میں حاضر تھے اور ان کے اصحاب میں بعض حجاز کے تھے اور بعضے عراق کے

سو خرما تر کا کچھ ذکر چلا اہل حجاز نے کہا ہمارا خرما تر زیادہ نفیس ہے اور اہل عراق نے کہا ہمارا خرما تر زیادہ نفیس ہے۔ شیخ موصوف کے ایک خادم تھے جنکا نام یوسف تھا شیخ نے انکی طرف نظر کی وہ خادم دروازے سے باہر گئے اور تھوڑی دیر غائب رہے پھر اس حالت سے اندر آئے کہ انکے ہاتھ پر ایک طباق رکھا تھا جسمیں خرمائے تر تھے جیسے ابھی درخت پر سے اتارے گئے اور شیخ کے سامنے رکھدئیے شیخ نے فرمایا اہل حجاز یہ تو ہمارے بلاد (عراق) کا خرمائے تر ہے اب تم اپنے بلاد کے خرمائے تر کو حاضر کرو۔ (شیخ یوسف کرامت سے ایکدم میں دمشق سے عراق پہونچے اور درخت پر سے خرما لے آئے) اور انکی بہت بڑی بڑی کرامتیں ہیں۔ یہ امام یافعی نے فرمایا ہے۔

(۱۲۱۴) نورالدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الایجی۔ سخاوی نے کہا ہے کہ ہمکو سید نورالدین موصوف کی شکایت پہونچی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعض اوقات میں قبر شریف سے اپنے سلام کا جواب سنا ہے، علیک السلام یا ولدی (سعادۃ الدارین)

(۱۲۱۵) محمد بن ہارون۔ مناوی نے کہا ہے کہ وہ اکابر اولیائے عارفین سے ہیں اور وہ شہر سنہور متعلقات مصر کے رہنے والے ہیں انکی ایک کرامت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم دسوقیؒ کے والد جب انکے سامنے سے گذرتے تو یہ انکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ انکی پشت میں ایک ولی ہے جس کی شہرت مشرق و مغرب تک پہونچ جاویگی۔

(۱۲۱۶) محمد سقار۔ یہ ان اولیاء میں سے ہیں جو کرامات کے ساتھ مشہور و معروف ہیں۔ ہمکو یہ روایت پہونچی ہے کہ شیخ محمد سقار کے بارے میں بزرگوں کے بعض مخالفین نے ملک ظاہر کے سامنے کچھ کلام کیا بادشاہ

سے نے ایک خادم کے ہمراہ دو ظروف شراب کے بھرے ہوئے ہدیۃً بطور استہزار کے شیخ کے پاس بھیجے شیخ نے خادم کی آؤ بھگت کی اور خدام سے فرمایا کہ اسے فقراران ظروف کا بند کھولو۔ قاصد نے عرض کیا کہ حضرت زاویہ (یعنی خانقاہ) کو آپ رسوا کر رہے ہیں (کیونکہ ان میں شراب ہونا معلوم تھا) آپ نے فرمایا کھولو کچھ حرج نہیں۔ چنانچہ کھولا تو اس میں کچھ بھی نہ نکلا۔ فرمایا ان ظروف پر گھونسہ مارو تاکہ اندر کی چیز باہر نکل آسئے چنانچہ ایسا کیا گیا تو ایک میں سے تو شہد اور دوسرے میں سے گھی عمدہ سے عمدہ نکلا۔ وہ قاصد بے ہوش ہوگیا۔ پھر شیخ نے اسکے ہمراہ کچھ حصہ ملک زاہر کے پاس تبرکاً بھیجا بادشاہ نے توبہ کی اور رجوع ہوگیا۔

(۱۲۱۷) ایضاً اور ایک واقعہ ملک زیرا کو یہ پیش آیا کہ اسکے ایک درد ہوا کرتا تھا اور لوگ اسکے لئے شراب بتلاتے ایکبار (اسی طرح معمول کے موافق شراب کی ضرورت ہوئی اور چونکہ شیخ کی برکت سے توبہ کر چکا تھا اسلئے اپنے مصاحبوں سے مشورہ کیا ان لوگوں نے کہا گرکہ پکا کر پی لیجائے چنانچہ شب کو اسکا اہتمام کیا گیا پس (جب پینے بیٹھا تو) شیخ کو محسوس کیا کہ فوراً اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور عتاب کیا اور کہا کہ ایسا کبھی مت کرنا اور میں تجھ سے غافل نہیں اور یہ درد پھر عود نکرے گا اور یہ کہکر غائب ہو گئے بادشاہ نے کہا کہ کبھی خیال بندھ جاتا ہے اور کبھی شیخ شب کو قلعہ میں رہ جاتے ہیں (ممکن ہے کہ آج شب کو قلعہ میں ہوں) پس ایک شخص کو بھیجا جس نے فصیل قلعہ سے آواز دیکر پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ اپنے زاویہ (خانقاہ) میں ہیں بادشاہ کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ انکی وفات تقریباً ۸۴۰ھ میں ہوئی اور مربعض بیرہ میں دفن کئے گئے۔ انکی قبر معروف ہے جس کی بکثرت زیارت ہوتی ہے۔ یہ سراج نے نفاح الارواح میں کہا ہے۔

(۱۲۱۸) **ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل الحضرمی** ۔ انکی ایک کرامت یہ تھی کہ کسی وقت ان پر کوئی کشف طاری ہوتا تو بلند آواز سے پکارتے دروازہ کھل گیا دروازہ کھل گیا۔ لوگ ان کے پاس آتے تو انکو اس حالت میں دیکھتے کہ انکی نگاہ بلند ہے اور ان کے گرد اگرد ایک بلند نور ہے اس وقت لوگ (اپنی اپنی حاجتوں کے لئے) دعا کرتے اور اسکی برکت اور اپنی دعاؤں کی فوری مقبولیت دیکھتے انکی وفات ۶۵۱ھ میں ہوئی۔

(۱۲۱۹) **محمد بن علی بن محمد صاحب مرباط** ۔ شریعت کے شیخ الشیوخ اور طریقت اور حقیقت کے امام الائمہ تھے علم (ظاہر) اور تصوف میں متبحر تھے انکی ایک کرامت یہ ہے کہ انکا ایک خادم افریقہ میں تھا اس نے کوئی طویل سفر کیا اور اسکے گھر والوں کو یہ خبر پہونچی کہ وہ مرگیا وہ پریشان ہوکر ان بزرگ کے پاس آئے انھوں نے تھوڑی دیر سر جھکایا اور فرمایا کہ وہ نہیں مرا۔ عرض کیا گیا کہ اسکے مرنے کی خبر آچکی ہے انھوں نے فرمایا کہ میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اسمیں اسکو نہیں پایا اور میرا فقیر دوزخ میں داخل نہیں ہوتا اس کے بعد اسکی حیات کی خبر آئی اور ایک مدت کے بعد وہ خود آگیا۔

(۱۲۲۰) **ایضاً** ۔ ایک کرامت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے بچپن میں ایک جماعت کے ساتھ طریق طلب میں مرافقت کی اور انکی جس شخص کی جماعت فوت ہو اس پر کچھ جرمانہ تجویز کیا (کہ وہ شخص ادا کردے نہ یہ کہ دوسرے شخص اس سے مطالبہ کریں کہ یہ جائز نہیں) ایک بار یہ قیلولہ کے وقت سو گئے اور اقامت ہی سے آنکھ کھلی پس انھوں نے ڈول کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھرا ہوا کنوئیں سے نکلا اور یہ وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گئے۔

اگر معاذ اللہ حضور میں ذرہ برابر بھی بڑائی اور تکبر کا خیال ہوتا تو آپ عمدہ لباس پہنتے ۔ عمدہ مکان بناتے ۔ نفیس نفیس کھانے کھایا کرتے ۔ آپکے پاس خزانہ جمع ہوتا مگر تاریخ شاہد ہے اور احادیث میں صحیح طریقہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس موٹا جھوٹا ہوتا تھا آپ کے مکانات سب کچے تھے ۔ آپ اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتے تھے ۔ یہ نہیں کہ آپ کے پاس مال نہ آتا تھا نہیں بعض جنگ میں اتنا مال آیا کہ اس کا شمار نہ ہو سکتا تھا ۔ بکریوں سے جنگل کے جنگل بھر گئے اور آپؐ نے سب بکریاں ایک اعرابی کو اسکے سوال پر عطا فرما دیں اور اونٹ اسقدر تھے کہ آپ نے کسی کو سو اور کسی کو دو سو عنایت فرمائے ۔ جب بحرین کا جزیہ آیا تو اتنا روپیہ تھا کہ مسجد کے اندر سونے کا ڈھیر لگ گیا ۔ مگر آپ نے تھوڑی دیر میں سب کا سب صحابہ کو تقسیم فرما دیا اور اپنے واسطے ایک درہم بھی نہ رکھا تو کیا بڑائی چاہنے والا گوارا کر سکتا ہے کہ خود تو خالی رہے اور مخلوق کو مالا مال کر دے پھر آپؐ کی حالت یہ تھی کہ راستہ میں جب چلتے تھے تو صحابہؓ کو اپنے سے آگے چلنے کا حکم کرتے تھے اور خود پیچھے چلتے بعض دفعہ کوئی صحابی سواری پر سوار ہوتے اور آپ انکے ساتھ ساتھ پیدل چلتے وہ اترنا چاہتے اور آپ منع فرماتے اکثر آپ اپنا سودا بازار سے خود لے آیا کرتے تھے اگر کوئی شخص کسی کام میں آپؐ سے امداد لینا چاہتا تو آپکا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتا لے جاتا اور آپ اسکا کام کر دیتے تھے ۔ گھر میں آکر آپ اپنے گھر کے کام بھی کرتے تھے ۔ کبھی بکری کا دودھ خود نکال لیا کبھی جوتا اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیا ۔ کبھی آٹا گوندھ دیا ۔ آپ بعض دفعہ زمین پر بیٹھ جاتے ۔ بوریہ پر لیٹ جاتے تھے جس سے آپ کے پہلو پر نشان ہو جاتے ۔ بعض دفعہ کسی یہودی کا آپ پر قرض ہوتا اور وہ تقاضا کرنے میں سختی کرتا برا بھلا کہتا اور حضرات صحابہ کو یہودی پر غصہ آتا اور وہ اسکو دھمکانا چاہتے تو آپ صحابہ کو منع فرماتے اور یہ ارشاد فرماتے

کہ حقدار کو کہنے سننے کا حق ہے۔ اس جاہل معترض سے کوئی پوچھے کہ کیا بڑائی اور عظمت چاہنے والوں کے یہی حالات ہوا کرتے ہیں؟ افسوس اس نے ایک بال تقسیم کرنے کا واقعہ لے لیا اور ان تمام واقعات سے اندھا ہوگیا۔

سو میری تقریر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ بال تقسیم کرنے کا واقعہ بھی بڑائی یا عظمت کے لئے نہ تھا بلکہ اسمیں وہی تمدنی اور سیاسی مصلحت تھی جو میں نے ابھی ذکر کی۔ دوسرے حضورؐ نے اپنے بال تقسیم فرما کر قیامت تک کے لئے یہ بات بتلادی کہ میں فانی ہوں اور بشر ہوں کیونکہ بال متغیر اور حادث ہیں کبھی وہ سر کے اوپر ہیں کبھی استرے سے مونڈ کر جدا کئے جاتے ہیں تو جو شخص حضورؐ کے بالوں کو دیکھے گا (چنانچہ بعض جگہ بحمداللہ اب تک آپ کے بال محفوظ ہیں اور لوگ انکی زیارت کرتے ہیں) تو وہ حضورؐ کے فانی اور بشر ہونے پر استدلال کرے گا اور سمجھ جائے گا کہ آپ انسان تھے خدا نہ تھے تو اس لئے آپ نے مسلمانوں کی توحید کو کامل فرمایا کہ اپنی عظمت و بڑائی چاہی ہے۔ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔

باب توحید میں مخالفین کو استقبال قبلہ پر بھی اعتراض ہے کہ مسلمان کعبہ کی پرستش کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ ہم کعبہ کی پرستش نہیں کرتے بلکہ عبادت خدا کی کرتے ہیں اور صرف منہ قبلہ کیطرف کرتے ہیں اور اسکے لئے ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں۔ ایک یہ کہ ہم خود اسکی معبودیت کی نفی کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کوئی عابد اپنے معبود کی معبودیت کی نفی نہیں کیا کرتا۔ دوسرے یہ کہ نماز پڑھتے ہوئے اگر کسی کے دل میں کعبہ کا خیال بھی نہ آئے مگر کعبہ کیطرف منہ رہے تو نماز درست ہے چنانچہ بہت لوگ ایسے ہیں کہ وہ مسجد میں آکر نماز شروع کر دیتے ہیں اور کعبہ کا کچھ بھی خیال انکو نہیں آتا انکی نماز درست ہے اگر ہم کعبہ کی عبادت کرتے تو اسکی نیت کرنا شرط ہوتا مگر ایسا نہیں

تیسرے یہ کہ اگر کسی وقت کعبہ نہ رہے جب بھی نماز فرض رہیگی اور اسی طرف منہ کیا جاوے گا جہاں کعبہ موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کعبہ کی اینٹ پتھروں کو نہیں پوجتے ورنہ انہدام کعبہ کے بعد نماز موقوف ہو جاتی۔ چوتھے یہ کہ اگر کوئی شخص سقف کعبہ پر نماز پڑھے تو اسکی نماز درست ہے۔ اگر کعبہ مسلمانوں کا معبود ہوتا تو اسکے اوپر چڑھ کر نماز صحیح نہ ہوتی کیونکہ اب کعبہ اسکے سامنے نہیں ہے۔ دوسرے معبود کے اوپر چڑھنا گستاخی ہے اس حالت میں کسی طرح نماز درست نہونا چاہیئے تھی مگر فقہا نے تشریح کی ہے کہ کعبہ کی چھت کے اوپر بھی نماز صحیح ہے تو کیا معبود پر چڑھا بھی کرتے ہیں؟ ہاں معترضین نے اپنے اوپر قیاس ہوگا کہ وہ گائے بیل کو دیوتا اور معبود بھی سمجھتے ہیں پھر اسی کے اوپر سوار بھی ہوتے ہیں مگر خلاف عقل ہونا ظاہر ہے۔

ایک اعتراض تقبیل حجر پر بھی ہے کہ مسلمان اسکو بوسہ دیتے ہیں تو گویا نعوذ باللہ اسکی عبادت کرتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ تقبیل حجر عظمت سے نہیں بلکہ محبت سے ہے جیسے بیوی بچوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں اگر بوسہ دینا عبادت وعظمت کی دلیل ہے تو لازم آئے گا کہ ہر شخص اپنی بیوی کی عبادت کرتا ہے اور اسکا لغو ہونا بدیہی ہے معلوم ہوا کہ تقبیل عبادت وتعظیم کو مستلزم نہیں بلکہ کبھی محبت سے بھی ہوا کرتی ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر تم حجر اسود سے محبت کیوں کرتے ہو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے گھر کی بات ہے اسکے متعلق مخالف کو سوال کرنے کا حق نہیں۔ دیکھئے اگر کوئی شخص عدالت میں یہ دعویٰ دائر کرے کہ فلاں مکان میری ملک ہے تو اس سے اسپر ثبوت طلب کیا جائے گا لیکن جب وہ ثبوت پیش کر دے تو خصم کو اس سوال کا حق نہیں کہ اچھا مکان تو تمھارا ہی ہے، مگر یہ بتلاؤ کہ اس گھر میں کیا کیا سامان ہے؟ یا کوئی شخص بیوی کا بوسہ لے

تو اس سے یہ سوال تو ہو سکتا ہے کہ تم اسکا بوسہ کیوں لیتے ہو لیکن جب وہ یہ تبلا دے کہ میں محبت کی وجہ سے بوسہ لیتا ہوں تو پھر اس سوال کا کسیکو حق نہیں کہ تمکو بیوی سے محبت کیوں ہے اور تم دن رات میں اس کے کتنے بوسے لیتے ہو۔ اور اسکا یہ مطلب نہیں کہ ہم اسکی وجہ تبلا نہیں سکتے کہ ہمکو حجر سے محبت کیوں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب اسی حد تک دینا چاہیئے جہاں تک انکو سوال کا حق ہے اور جو سوال انکے منصب سے باہر ہو اسکا جواب نہ دینا چاہیئے بلکہ صاف کہدینا چاہیئے کہ تمکو اس سوال کا کوئی حق نہیں مخالفین کا دماغ ہر بات کی حقیقت سمجھنے کے قابل نہیں امور دقیقہ کو ان کے سامنے نہ بیان کرنا چاہیئے بعض لوگ اسپر تعجب کرتے ہیں کہ وہ بات کونسی ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے آخر ہم بھی تو انسان ہیں اگر باریک بات ہمارے سامنے بیان کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسکو نہ سمجھ سکیں میں کہتا ہوں کہ اگر یہی بات ہے تو پھر میں ایک ریاضی داں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اقلیدس کی کوئی شکل ایک گھس کھدے کو سمجھا دیں جس نے اقلیدس کے مبادی و اصول موضوعہ کو کبھی سنا بھی نہو یقیناً وہ اقرار کرے گا کہ میں ایسے شخص کو اقلیدس کی اشکال نہیں سمجھا سکتا آخر کیوں کیا وہ انسان نہیں مگر بات وہی ہے کہ بعض امور کے لئے مبادی و مقدمات سمجھنا ضروری ہوتا ہے اس لئے انکو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے ذہن میں تمام مبادی و مقدمات حاضر ہوں ہر شخص انکو نہیں سمجھ سکتا اور یہ بالکل موٹی بات ہے مگر حیرت ہے کہ آجکل کے عقلاء کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ میرے پاس ایک ماسٹر صاحب آئے اور انھوں نے تقدیر کے متعلق ایک دقیق سوال مجھ سے کیا۔ میں نے کہا کہ آپ اسکا جواب سمجھ نہیں سکتے بہت دقیق ہے جو آپکی فہم سے باہر ہے ان کو اس جواب پر حیرت ہوئی اور شاید وہ یہ سمجھے ہوں کہ مولوی

میرے جواب پر قادر نہیں ہیں اسلئے میں نے کہا کہ اگر آپ کو اسکا جواب سننے کا شوق ہے تو اسکی صورت یہ ہے کہ کسی طالب علم کو میرے پاس لایا جائے جس کے ذہن میں اس علم کے مقدمات حاضر ہوں جس سے اس سوال کا تعلق ہے، وہ مجھ سے یہی سوال کرے میں اسکے سامنے جواب کی تقریر کردونگا آپ بھی سن لیجئے گا اسوقت آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آپ اسکا جواب سمجھ سکتے ہیں یا نہیں اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ ہم لوگوں کے پاس اسکا جواب ہے۔ مگر آجکل تعلیم یافتہ جماعت یہ سمجھتی ہے کہ جب ہم سیاسیات دنیویہ کو خوب سمجھتے ہیں تو سیاسیات ملیہ کو بھی بخوبی سمجھ لیں گے مگر میں سچ کہتا ہوں کہ سیاسیات ملیہ کو سمجھنے کی ان میں خاک بھی قابلیت نہیں وہ یورپ ہی کی سیاسیات کو شاید سمجھ لیتے ہوں گے بلکہ میں ترقی کرکے کہتا ہوں کہ سیاسیات ملیہ کو سمجھنے کی قابلیت اہل علم میں بھی سب کو نہیں چنانچہ اب انکی سیاسی غلطیوں کا انکشاف ہو رہا ہے کل جن چیزوں کو وہ حرام کہہ رہے تھے آج اسکے جوازہ فتویٰ دیا جارہا ہے، کل تک گاڑھا پہننا واجب و ضروری تھا ولایتی کپڑہ پہننا قابل مواخذہ تھا آج کچھ بھی نہیں سب خاصی طرح ولایتی مال خریدنے لگے اور ساری ترک موالات ختم ہوگئی اور تماشا یہ ہے کہ آجکل جو یہ تحریک انسداد فتنۂ ارتداد چل رہی ہے اسکے متعلق ایسے بعض علماء نے ایک اشتہار میں شایع کیا ہے کہ یہ تحریک چونکہ خالص مذہبی تحریک ہے اسلئے اسمیں ہر طبقہ کو شریک ہونا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی تحریکات خالص مذہبی نہ تھیں اسمیں غیر مذہب کا بھی دخل تھا۔ دل میں تو ان تحریکات کی حقیقت کو وہ سمجھ ہی رہے تھے مگر الحمد للہ برسوں کے بعد اب زبان سے بھی اقرار کرلیا کہ یہ پہلی تحریکات خالص مذہبی نہ تھیں پھر نہ معلوم ان میں شرکت نہ کرنے والوں کو کافر و فاسق کیوں بنایا گیا تھا یقیناً جو امر مذہب و غیر مذہب

سے مرکب ہوگا وہ فرض اور واجب کبھی نہیں ہوسکتا مگر ستم ہے کہ ان لوگوں نے تحریکات سابقہ کی شرکت کو فرض و واجب بنا رکھا تھا۔ صاحبو! مذہب میں بھی سیاسیات کا بہت بڑا حصہ ہے مگر وہ سب مذہب کے تابع ہے اور وہ سیاسیات خالص مذہبی سیاسیات ہیں ان میں غیر مذہب کا دخل ہرگز نہیں ہوسکتا اگر ان حضرات کے نزدیک پہلی تحریکات مذہبی سیاسیات میں داخل نہ تھیں تو ان کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ تحریک انسداد ارتداد خالص مذہبی تحریک ہے اسمیں سب کو شریک ہونا چاہیئے اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تحریکات خالص مذہبی نہ تھیں تو پھر وہ مذہبی سیاسیات میں بھی داخل نہ تھیں۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ مخالفین کا جو سوال انکے منصب سے باہر ہو اسکا جواب نہ دینا چاہیئے بلکہ صاف کہدینا چاہیئے کہ تمکو اس سوال کا حق نہیں ہے اسمیں تم اپنے منصب سے آگے بڑھ رہے ہو مگر آجکل بعض لوگ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ مخالف کی ہر بات کا جواب دیں خواہ اسکا سوال بجا ہو یا بیجا یہ بڑی غلطی ہے۔ اس طرح تو کبھی گفتگو کا سلسلہ ختم نہ ہوگا پس اگر مخالفین ہم سے یہ کہیں کہ تم کعبہ کی طرف منہ کرتے ہو اس سے اسکی عبادت لازم آتی ہے اسکا جواب دینا ہمارے ذمہ ضروری ہے چنانچہ میں نے چند جوابات دیدیئے ہیں کہ ہماری نماز نہ کعبہ کے وجود پر موقوف ہے نہ اسکی نیت ضروری ہے نہ اسکی دیواروں کا سامنے ہونا ضروری ہے بلکہ اسکی چھت پر بھی نماز ہوسکتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ ہم اس کی عبادت نہیں کرتے اسکے بعد اگر وہ یہ کہیں کہ اچھا پھر تم اسکی طرف منہ کیوں کرتے ہو اس سوال کا جواب انکو نہ دیا جائیگا بلکہ ہم صاف کہدینگے کہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ ہم کعبہ کی عبادت نہیں کرتے تو اس سوال کا آپکو کوئی حق نہیں یہ ہمارے گھر

کی بات ہے۔ تم گھر والے بن جاؤ اسوقت تم کو گھر کی باتیں بتا دیں گے ہمارے جی کی خوشی ہم نے جس طرف چاہا نماز میں منہ کر لیا تم اس میں دخل دینے والے کون ہوتے ہو علیٰ ہذا وہ اگر یہ کہیں کہ تم حجر کی تقبیل کرکے اس کی عبادت کرتے ہو اسکا جواب ضرور دیا جائیگا کہ ہم عبادت نہیں کرتے بلکہ محبت سے بوسہ دیتے ہیں جیسے تم اپنی بیوی کا بوسہ دیا کرتے ہو۔ اگر وہ یہ کہیں کہ اچھا یہ بتلادو کہ تم کو حجر اسود سے محبت کیوں ہے؟ اسکا جواب نہ دیا جائیگا بلکہ صاف کہدینگے کہ جس طرح ہمکو آپ سے اس سوال کا حق نہیں کہ آپ کو اپنی بیوی سے محبت کیوں ہے اسی طرح آپ کو اس سوال کا بھی حق نہیں۔ اس پر شاید سامعین یہ کہیں کہ اچھا مخالفوں کو نہ بتلاؤ ہمکو بتلادو ہم تو گھر کے آدمی ہیں سو بیشک آپکو اسکی وجہ بتلائی جائیگی میں نے اس وقت خاص خاص قواعد بتلائے ہیں کہ مخالفین سے کس طرح گفتگو کرنا چاہیئے اور ان کے کس سوال کا جواب دینا چاہیئے کس کا نہیں اور کونسی بات ان سے کہنی چاہیئے اور کون سی نہیں۔

اب آپ کو بتلاتا ہوں سنئے استقبال قبلہ کا راز یہ ہے کہ عبادت کی روح دلجمعی و یکسوئی ہے بدون دلجمعی و یکسوئی کے عبادت کی صورت ہی صورت ہوتی ہے روح نہیں پائی جاتی یہ ایسی بات ہے جس کو تمام اہل ادیان تسلیم کرتے ہیں اب سمجھئے کہ اجتماع خواطر میں اجتماع ظاہر کو بہت بڑا دخل ہے اسی لئے نماز میں سکون اعضاء کا امر ہے التفات عبث سے ممانعت ہے۔ صف کے سیدھا کرنے کا امر ہے کیونکہ صف کو ٹیڑھا کرنے سے قلب پریشان ہوتا ہے عام قلوب کو اسکا احساس کم ہوگا کیونکہ انکو دلجمعی اور یکسوئی بہت کم نصیب ہے مگر جنکو نماز میں دلجمعی کی دولت نصیب ہے ان سے پوچھئے کہ صف ٹیڑھی ہونے سے قلب پر کیا اثر ہوتا ہے صوفیہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ صف غیر منظم سے قلب کو غلیان و پریشانی ہوتی ہے اسی دلجمعی کیلئے سجدہ گاہ پر

نظر جمانے کی تاکید ہے کیونکہ جگہ جگہ نظر گھمانے سے بھی قلب کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی اور یہی اصل ہے تمام اشغال صوفیہ کی۔ صوفیہ جو مراقبات واشغال تعلیم کرتے ہیں ان سے محض یہی یکسوئی اور جمعیت قلب پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہی اصل تھی قیام مولد کی، تفصیل اسکی یہ ہے صوفیہ نے (جیسے امام غزالیؒ وغیرہ نے) آداب وجد میں لکھا ہے کہ جب کسی شخص پر وجد طاری ہو اور وہ کھڑا ہو جائے تو سب حاضرین کو اسمیں اسکی موافقت کرنا اور سب کو کھڑا ہو جانا چاہیئے تاکہ اوروں کو بیٹھا دیکھکر صاحب وجد کو خلجان نہ ہو اور اسکے وجد میں انقباض نہ آئے۔ تو مولد میں بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب وجد نے غلبۂ وجد میں قیام کیا ہوگا حاضرین نے موافق ادب مذکور کے قیام میں اسکی موافقت کی ہوگی پس لوگوں نے آئندہ قیام مولد کو لازم وضروری ہی سمجھ لیا جس سے وہ قابل منع ہوگیا۔ غرض اسکا انکار نہیں ہوسکتا کہ اجتماع خاطر میں اجتماع ظاہر کو بہت بڑا دخل ہے۔ پس نماز میں اگر ایک خاص جہت مقرر نہ ہوتی تو کوئی کسی طرف منہ کرتا کوئی کسی طرف منہ کرتا اس اختلاف جہات و تباین ہیأت سے تفرق قلب ہوتا لہٰذا یکسوئی کے لئے ایک خاص جہت مقرر کردی گئی۔ رہا یہ کہ وہ کعبہ ہی جہت کیوں مقرر ہوئی کوئی اور جہت کیوں نہ ہوئی اس سوال کا کسی کو حق نہیں کیونکہ یہ سوال تو اس دوسری جہت میں بھی ہوسکتا ہے۔ کہ یہی کیوں ہوئی دوسری کیوں نہ ہوئی۔ دیکھئے عدالت وقت مقرر کرتی ہے کہ کچہری کا وقت فلاں وقت سے فلاں وقت تک ہے تو آپ یہ سوال تو کرسکتے ہیں کہ وقت مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے جسکا جواب یہ دیا جائیگا تاکہ کام کرنیوالے سب کے سب معًا حاضر ہوسکیں اور دعایا اہل حاجت کو وقت مقرر ہونے سے اطمینان ہوجائے کہ عدالت کا یہ وقت ہے، تو اسکے علاوہ اوقات میں وہ اپنے دوسرے کام کرسکیں اگر وقت مقرر نہو تو ہر شخص کو تمام دن عدالت ہی میں رہنا پڑتا کہ معلوم حاکم کس وقت آجائے۔ باقی اس سوال کا کسیکو حق نہیں کہ گورنمنٹ نے دس بجے سے چار بجے تک ہی کا وقت کیوں مقرر کیا کوئی اور وقت مقرر کردیا ہوتا کیونکہ وہ کوئی بھی وقت مقرر کرتی یہ سوال تو کبھی ختم نہو سکتا تھا

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

نومبر شمارہ ۱۱ [illegible] جلد ۱۰

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲ بخشی بازار

حامل مضامینِ تصوف وعرفان ماہنامہ [illegible] وصی اللٰہی کا واحد ترجمان

چندہ سالانہ
تیس ۳۰ روپیہ
چندہ ششماہی
سولہ ۱۶ روپیہ

چندہ سالانہ
غیر ممالک
پاکستان ۶۰
عرب، امریکہ ۸ پونڈ
انگلینڈ، افریقہ ۸ پونڈ

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃؒ

فی پرچہ تین ۳ روپیہ

مدیر: احمد مکین عفی عنہ

شمارہ ۱۱ — ربیع الاول ۱۴۰۸ھ مطابق نومبر ۱۹۸۷ء — جلد ۱۰

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام مولوی عبدالمجید صاحب اسرار کریمی پریس الہ آباد سے
چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار، الہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ: مولوی احمد مکین صاحب ۲۳ بخشی بازار، الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

نیز عبید اللہ بن عمیرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کہتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سفید آئینہ لائے جسمیں کچھ نشان پڑے ہوئے تھے حضورؐ نے فرمایا یہ کیا ہے کہا یہ جمعہ ہے جس کے ذریعہ سے آپ اور آپکی امت فضیلت دی گئی ہے پس لوگ اسمیں آپسے پیچھے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ سے اور آپ کے لئے اسمیں خیر ہے اور آپ کے لئے اسمیں ایک ساعت ہے کہ نہیں موافق ہوتا ہے کوئی مومن کہ دعا کرے اللہ تعالیٰ سے اسمیں خیر کی مگر قبول ہوتی ہے اسکی دعا، اور وہی ہمارے نزدیک یوم المزید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل یوم المزید کیا، کہا کہ آپ کے رب تبارک و تعالیٰ نے فردوس میں ایک وادی بنائی ہے (جس میں) جا بجا مشک کے ٹیلے پھیلا دیئے گئے ہیں پس جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ جتنے فرشتوں کو چاہیں گے اتار دینگے اور اسکے اردگرد نور کے منبر ہوں گے جس پر انبیاء کی نشست گاہیں ہونگی اور غلاف چڑھا ہوگا ان ممبروں پر سونے کا اور گھنڈی لگی ہوگی اسمیں یاقوت و زمرد کی اسکے اوپر شہداء اور صدیقین ہوں گے اور ان کے پیچھے اہل جنت ٹیلوں پر بیٹھیں گے پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں میں نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا پس مجھ سے مانگو میں تمکو دونگا۔ پس لوگ کہیں گے اے میرے رب ہم آپ سے سوال کرتے ہیں دائمی مسرت کا۔

(آیات بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

اوّاب کون لوگ ہیں | لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيظٍ یعنی جنت کا وعدہ ہر اس شخص کیلئے ہے جو اوّاب اور حفیظ ہو۔ اوّاب کے معنی رجوع ہونیوالے کے ہیں۔ مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع ہونے والا ہو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور شعبیؒ اور مجاہدؒ نے فرمایا اوّاب

وہ شخص ہے جو خلوت میں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور ان سے استغفار کرے اور حضرت عبید بن عمیرؓ نے فرمایا کہ اوّاب وہ شخص ہے جو اپنی ہر مجلس اور ہر نشست میں اللہ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگے اور فرمایا کہ ہمیں بتلایا گیا ہے کہ اوّاب اور حفیظ وہ شخص ہے جو اپنی ہر مجلس سے اٹھنے کے وقت یہ دعا پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا اَصَبْتُ فِیْ مَجْلِسِیْ هٰذَا (پاک ہے اللہ اور اسی کی حمد ہے، یا اللہ میں مغفرت مانگتا ہوں اس برائی سے جو میں نے اس مجلس میں کی ہو)

اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی مجلس سے اٹھنے کے وقت یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اسکے وہ سب گناہ معاف فرمادیں گے جو اس مجلس میں سرزد ہوئے دعا یہ ہے:- سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ (یعنی یا اللہ تو پاک ہے اور تیری حمد وثناء ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں)۔

اور حفیظ کے معنی حضرت ابن عباسؓ نے یہ بتلائے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد رکھے تاکہ ان سے رجوع کرکے تلافی کرے۔ اور ان سے ایک روایت میں حفیظ کے معنی هُوَ الْحَافِظُ لِاَمْرِ اللّٰهِ کے بھی منقول ہیں یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو یاد رکھے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں چار رکعتیں (اشراق کی) پڑھ لے وہ اوّاب اور حفیظ ہے (قرطبی)

وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبٍ ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں کہ منیب کی علامت یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ جل شانہ کے ادب کو ہر وقت مستحضر رکھے اور اسکے

سامنے تواضع اور عاجزی سے رہے اور اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دے۔

لَهُمْ مَا يَشَاءُوْنَ فِيْهَا (یعنی اہل جنت کو جنت میں ہر وہ چیز ملیگی جس کی وہ خواہش کرینگے) یعنی اہل جنت جس چیز کی خواہش کریں گے فوراً حاضر و تیار ملے گی دیر و انتظار کی زحمت نہ ہوگی۔ مُسند احمد میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اگر کسی شخص کو اولاد کی خواہش ہوگی تو حمل اور وضع حمل اور پھر بچے کا بڑھنا یہ سب ایک ساعت میں ہو جائے گا۔ (ابن کثیر)

وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ یعنی ہمارے پاس ایسی نعمتیں بھی ہیں جنکی طرف انسان کا وہم و خیال بھی نہیں ہو سکتا اس لئے وہ اسکا سوال بھی نہیں کر سکتا۔ حضرات انسؓ اور جابرؓ نے فرمایا کہ یہ مزید نعمت حق تعالیٰ کی تجلی بلا کیف ہے جو اہل جنت کو حاصل ہوگی۔ اس مضمون کی احادیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آیت لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ کی تفسیر میں روایت کی گئی ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کو زیارتِ حق سبحانہ و تعالیٰ جمعہ کے روز ہوا کرے گی (قرطبی)

(معارف ج ۸ ص ۱۴۸)

(۳۷)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝

(پارہ ۲۶ سورہ ذاریات رکوع ۱)

(ترجمہ) بیشک متقی لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہونگے (اور) انکے رب نے انکو جو ثواب عطا کیا ہوگا وہ اسکو (خوشی خوشی) لے رہے ہونگے (اور کیوں نہ ہو) وہ لوگ اسکے قبل (یعنی دنیا میں) نیکو کار تھے (پس حسب علاجہل

جزاء الاحسان الا الاحسان کے انکے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا۔ آگے انکی نیکوکاری کی قدرے تفصیل ہے کہ) وہ لوگ (فرائض وواجبات سے ترقی کرکے نوافل وتطوعات کے ایسے التزام کرنے والے تھے کہ) رات کو بہت کم سوتے تھے (یعنی زیادہ حصہ رات کا عبادت میں صرف کرتے تھے) اور (پھر باوجود اسکے اپنی عبادت پر نظر نہ کرتے تھے بلکہ) اخیر شب میں اپنے کو عبادت میں کوتاہی کرنیوالا سمجھکر) استغفار کیا کرتے تھے (یہ تو عبادت بدنیہ میں انکی حالت تھی) اور عبادت مالیہ کی یہ کیفیت تھی کہ) انکے مال میں سوالی اور غیر سوالی (سب) کا حق تھا (یعنی ایسے التزام سے دیتے تھے جیسے انکے ذمہ انکا کچھ آتا ہو۔ مراد اس سے غیر زکوٰۃ ہے۔ ہکذا فی الدر عن عباس ومجاہد وابراہیم)

(بیان القرآن ج ۱۱ صـ ۵۲)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے لوگ آپ کے پاس جمع ہونے لگے میں بھی ان لوگوں میں تھا جب میں نے آپ کا چہرۂ مبارک دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ چہرہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے سب سے پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی وہ یہ تھی کہ اے لوگو! (اہل حاجت کو) کھانا کھلاؤ اور صلۂ رحمی کرو اور سلام کو آپس میں شایع کرو اور رات کو نماز پڑھو درانحالیکہ لوگ سو رہے ہوں۔ (جب ایسا کروگے تو) جنت میں سلامتی کیساتھ داخل ہوجاؤگے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک بالاخانہ ہے (جو ایسا شفاف ہے کہ) اسکا باہری حصہ اندر سے اور اندرونی حصہ باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ بالاخانہ کس کے لیئے ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس شخص کے لیئے جو نرم گفتگو کرے اور لوگوں کو کھانا کھلائے

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے رات کو کھڑا ہو اس حال میں کہ لوگ سو رہے ہوں۔

(آیات بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

عبادت میں شب بیداری اور اسکی تفصیل

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ یہجعون ہجوع سے مشتق ہے جس کے معنی رات کو سونے کے آتے ہیں۔ آیت میں مومنین متقین کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذارتے ہیں، سوتے کم ہیں، جاگتے زیادہ ہیں اور وقت نماز و عبادت میں گذارتے ہیں یہ تفسیر ابن جریر نے اختیار کی ہے اور حضرت حسن بصری سے یہی منقول ہے کہ متقین حضرات رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کی مشقت اٹھاتے ہیں اور بہت کم سوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ، قتادہؒ اور مجاہدؒ وغیرہ ائمہ تفسیر نے اس جملے کا مطلب حرف ما کو اس میں نفی کے لئے قرار دیکر یہ تبلایا ہے کہ رات کو تھوڑا سا حصہ ان پر ایسا بھی آتا ہے جس میں وہ سوتے نہیں بلکہ عبادت نماز وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں اس مفہوم کے اعتبار سے وہ سب لوگ اسکا مصداق ہوجاتے ہیں جو رات کے کسی بھی حصہ میں عبادت کرلیں خواہ شروع میں یا آخر میں یا درمیان میں۔ اسی لئے حضرت انسؓ اور ابو العالیہؒ نے اسکا مصداق ان لوگوں کو قرار دیا جو مغرب و عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور امام ابو جعفر باقرؒ نے فرمایا کہ جو لوگ عشاء کی نماز سے پہلے نہ سوویں وہ بھی اسمیں داخل ہیں (ابن کثیر)

حضرت حسن بصریؒ نے احنف بن قیسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے عمل کا اہل جنت کے اعمال سے موازنہ کیا تو یہ دیکھا کہ وہ ایک ایسی قوم ہے جو ہم سے بہت بلند و بالا و ممتاز،

وہ ایک قوم ہے کہ ہمارے اعمال انکے درجہ تک نہیں پہونچتے۔ کیونکہ وہ لوگ راتوں میں سوتے کم ہیں عبادت زیادہ کرتے ہیں، پھر میں نے اپنے اعمال کا اہل جہنم کے اعمال سے موازنہ کیا تو دیکھا کہ وہ اللہ و رسول کی تکذیب کرنے والے، قیامت کا انکار کرنے والے ہیں (جن چیزوں سے اللہ تعالےٰ نے ہمیں محفوظ رکھا) اسلئے ہمارے اعمال موازنہ کے وقت نہ اصل اہل جنت کے درجے کو پہونچتے ہیں اور نہ (بحمد اللہ) اہل جہنم کے ساتھ ملتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ہمارا درجہ عمل کے اعتبار سے وہ ہے جن کا قرآن کریم نے ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا یعنی وہ لوگ جنھوں نے اچھے برے اعمال خلط ملط کر رکھے ہیں، تو ہم میں بہتر آدمی وہ ہے جو کم از کم اس طبقہ کی حدود میں رہے۔

اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ بنی تمیم کے ایک شخص نے میرے والد سے کہا کہ اے ابو اسامہ ہم اپنے اندر وہ صفت نہیں پاتے جو اللہ تعالےٰ نے متقین کے لئے ذکر فرمائی ہے یعنی (کانوا قلیلاً مِّنَ اللَّیْلِ مَا یھجعون) کیونکہ ہمارا حال تو یہ ہے کہ قلیلا من اللیل ما نقوم یعنی رات میں بہت کم جاگتے اور عبادت کرتے ہیں۔ میرے والد نے اسکے جواب میں فرمایا طوبیٰ لمن رقد اذا نعس واتقی اللہ اذا استیقظ (بشارت ہے اس شخص کے لئے جسکو نیند آئے تو سو جائے مگر جب بیدار ہو تو تقویٰ اختیار کرے یعنی خلاف شرع کوئی کام نہ کرے۔ (ابن کثیر)

مطلب یہ کہ مقبولیت عند اللہ صرف رات کو بہت جاگنے میں منحصر نہیں، جو شخص نیند سے مجبور ہو اور رات میں زیادہ نہ جاگے مگر بیداری میں گناہ و معصیت سے بچے وہ بھی قابل مبارک باد ہے

(معارف ج ۸ ص ۱۶۰)

(۳۸)

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِیْمٍ ۝ فٰکِهِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ

وَ وَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۙ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۙ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۙ وَأَمْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۙ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ۙ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَكْنُونٌ ۙ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۙ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۙ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ۙ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۙ (سورۂ طور پ ۲۷)

(ترجمہ) متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے (اور) انکو جو چیزیں (عیش و آرام) کی انکے پروردگار نے دی ہونگی اس سے وہ خوش دل ہونگے اور انکا پروردگار انکو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھیگا (اور جنت میں داخل کرکے فرمائے گا کہ) خوب کھاؤ اور پیؤ مزہ کے ساتھ اپنے (نیک) عملوں کے بدلہ میں (جو دنیا میں کیا کرتے تھے) تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم انکا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے (یعنی حوروں سے) بیاہ کر دینگے (یہ حال تو سب اہل ایمان کا ہوا) اور (آگے ان خاص مومنین کا ذکر ہے جنکی اولاد بھی موصوف بالا یمان تھی پس ارشاد ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انکی اولاد نے بھی ایمان میں انکا ساتھ دیا (یعنی وہ بھی ایمان لائے گو اعمال میں وہ اپنے آباء کے مرتبے کو نہیں پہونچے تو گو مقتضٰی ان کے انحطاط عمل کا انحطاط درجہ تھا لیکن ان آبائے مومنین کے اکرام و سرور کے لئے) ہم انکی اولاد کو بھی (درجہ میں) انکے ساتھ شامل کر دینگے۔

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۵۴۳)

حال : نوازش نامہ عین انتظار میں موصول ہوا دلکو فرحت آنکھوں کو سرور ہوا الحمد للہ ایسی مسرت اور خوشی ہوئی کہ ساری پریشانیاں اور الجھن فوراً ختم ہوگئیں ۔ تحقیق : اللہ تعالیٰ آپ کو خوش عیشی نصیب کرے اور راحت سے رکھے ۔

حال : آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور ایک ٹھنڈک سی قلب پر محسوس ہوئی اسکا اثر جو ہوا وہ ظاہر ہے یہ آنسو خوشی کے باعث نمودار ہوئے تھے ۔

تحقیق : مبارک ہو الحمد للہ کہ محبت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں ۔

حال : حضرت والا کی شفقت و محبت ہی کے باعث اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اس عاصی کمینہ پر ہے جو اسکو انواع و اقسام کی نعمتوں سے نوزا ۔ ورنہ میں اس قابل کہاں تھا ۔

تحقیق : بیشک ہم کہاں اس قابل تھے ۔

حال : اللہ تعالیٰ سب مجھے شکر کی کبھی سچی توفیق عطا فرمائے اور اپنے شاکر بندوں میں شمار کرے اور صحیح بندگی اور عبادت کرنے کی عقل و فہم بخشدے ۔ فرائض و سنن پر مضبوطی سے جمادے ۔ تحقیق : آمین ۔

حال : حضور والا ! بندہ صحت و عافیت کی ، کاروبار میں خیر و برکت کی ، خاتمہ بالخیر کی ، بھائی صاحب ، بھاوج صاحبہ ، اہلیہ اور بچوں کی صحت و عافیت کی اور لڑکیوں کی نسبت ٹھیک ہونے کی اور جو کچھ کبھی ٹوٹے پھوٹے اعمال کی توفیق عطا کی ہے اسکے اندر اخلاص پیدا ہونے کی اور اس پر استقامت و مداومت کی مخصوص وقت میں دعا ر چاہتا ہے ۔

تحقیق : دل سے سب کی دعا ر کرتا ہوں ۔

(مکتوب نمبر ۵۴۴)

حال : الحمدللہ ثم الحمدللہ حضور والا کی خصوصی توجہات اور حقیقی شفقتوں اور معنوی کرامات کے ثمرات سے یہ ناکارہ اپنی فہم ناقص میں منتفع مستفیض اور متلذذ ہو رہا ہے اور ایمانی حلاوت سے قلب مملو ہو رہا ہے۔ اللھم زدفزد

تحقیق : الحمدللہ

حال : حضور والا کی دلی دعاؤں کی برکت سے بفضلہ تعالیٰ اعتقاد ہی کے تحت حضور والا کی ذات گرامی سے منسلک ہوں اور روز افزوں ترقی کے ساتھ اپنے اس انتساب میں رسوخ اور استقامت پیدا کرنے کا تا دم آخر اخلاص کے ساتھ طالب و داعی ہوں۔ آمین ثم آمین۔

تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

حال : الحمدللہ ثم الحمدللہ خوش قسمتی سے یوماً فیوماً اپنی اس نسبت اور تعلق للّٰہیت میں اضافہ ہو رہا ہے اور اب اس منزل پر حضور والا کے حقیقی احسانات عنایات اور شفقتوں کی قدر اور شکر کے لئے بفضلہ تعالیٰ آنکھوں میں نمایاں روشنی بڑھتی جا رہی ہے۔ بجز اس اندھے کی مادہ زدہ آنکھوں سے حضور والا اپنی وہبی اور برقی قوتوں سے مادہ کو دور کر کے بینا کرتے جارہے ہیں نفس و شیطان کے خیال کو جو دل و دماغ پر جہل سے چھا گیا تھا حضور والا ہٹاتے جا رہے ہیں اور اس ناکارہ کی فلاح دارین کے لئے راستہ صاف اور ہموار کر رہے اور مہلکات سے بیدار فرما رہے ہیں۔ ایسے شفیق مربی اس دور میں کمیاب اور کالعدم ہیں۔ بیشک اس ناکارہ پر حق تعالیٰ کا یہ فضل عظیم ہے کہ مقصود حیات کی تحصیل میں بامراد کرنے کے لئے ایک شفیق اور مربی کے آستانۂ قدسیہ سے چپکا دیا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ عقیدت میں نمایاں جلا ہو گیا ہے۔ تحقیق : الحمدللہ۔

حال : اپنی فہم ناقص میں یہ ناکارہ اگر اب تک مقلد تھا تو اب حق تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے عقیدت میں محقق کر دیا ہے ۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : اور اب بفضلہ تعالیٰ اس دولت عظمیٰ کی تصحیح کے مضاعف در مضاعف کی طلب اور چاٹ پیدا ہو گئی ہے ۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : حضرتا ! یہ ناکارہ بیشک نفس کی اصلاح کے سلسلہ میں غفلت ہی کو بیداری فقدان خلوص ہی کو خلوص پر محض اپنے کورپن، قلت فہم اور عدم بصیرت کے باعث محمول کئے ہوئے تھا ۔ تحقیق : نعوذ باللہ منہا ۔

حال ، حضور والا کا یہ احسان عظیم ہے کہ حضور والا نے اپنے کریمانہ اور حکیمانہ شفقتوں سے تصحیح عقیدت کے ساتھ تصحیح اعمال اور تصحیح اخلاص و احسان کا طالب و داعی اور جویا بنا دیا ہے ۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء ۔ تحقیق : آمین

حال : بفضلہ تعالیٰ اپنے بگڑے ہوئے حالات کی درستگی اور کام کا مسلمان بننے کی چاٹ اور فکر ایک برقی قوت کے ساتھ اس مردہ اور لاشے میں ہے ۔ خلوص سے جو عند اللہ معتبر ہے متصف ہونا مجھ ایسے خستہ حال کے لئے ظاہراً ایک امر محال ہی ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ حضور والا کی خصوصی توجہات اور شفقتوں کی برکات سے یہ حقیقت بھی قلب میں جاگزیں ہے کہ نیاۃ کی تصحیح اور طلب خلوص کے ساتھ ساتھ اپنے مخلص اور محقق مربی سے، صحیح اور پختہ نسبت سے منتسب ہونے کی سعی اور جد و جہد رکھنے والا طالب صادق فضل الٰہی سے انشاء اللہ حرماں سے مامون رہیگا اور کام کا بندہ بنکر رہے گا ۔

تحقیق : انشاء اللہ تعالیٰ ۔

حال : بس خدمت والا میں یہ ناکارہ اپنے منصوبوں اور ارادوں میں بامراد ہونے کی بجائے و دل دلی دعاؤں کی درخواست کرتا ہے ۔

تحقیق : دعا کرتا ہوں ۔

(مکتوب نمبر ۵۴۵)

حال: ایک دن حضرت والا کو خواب میں دیکھا کہ میں حضرت والا کے پاس الہ آباد میں حضرت کے پیچھے خانقاہ میں بیٹھا ہوں۔ حضرت والا بڑے ابا کے ظلم کو سنکر دعا کرتے ہیں اور حضرت نے مجھے دیکھا نہیں کہ حضرت والا کے پیچھے بیٹھا ہوں، دعا کرتے کرتے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا کو غشی طاری ہو گئی حضرت والا پیچھے کو جھکے جا رہے ہیں، میں نے سوچا کہ حضرت والا کے چوٹ نہ آجائے اپنا دونوں ہاتھ بڑھایا حضرت والا کا سر مبارک میرے دونوں ہاتھ پر آگیا حضرت نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور فرمایا کون فلاں؟ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ حضرت کی زبان مبارک سے نکلا الحمد للہ۔ اس کے بعد میں باہر آرہا تھا ایک صاحب پہچان کے دروازے پر ملے مجھکو کتابیں دے رہے تھے مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یہ کتابیں دوسری جماعت کی ہیں میں نے فوراً جواب دیا کہ میں تو حضرت والا کی کتابیں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں دیکھتا ہوں، اسی اثنار میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں کتاب "مضمون ذکر" ہے پھر آنکھ کھل گئی۔ حضرت والا یہ خواب کیسا ہے؟

تحقیق: بہت اچھا ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

حال: اس خواب کے بعد ہمارے بڑے ابا اور ان کے لڑکوں نے اور زیادتی کی ہمارے والد بزرگوار کو بھی ٹالا کیونکہ سوتیلی ماں کی وجہ سے ہمکو والد صاحب نے بیس سال ہو گیا الگ کر دیا تھا، بڑے ابا جب زیادتی کرتے ہیں تو والد صاحب جب کچھ میری ہمدردی میں کہنا چاہتے ہیں یا میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں تو سوتیلی ماں والد صاحب پر دباؤ ڈال دیتی ہیں جس کی وجہ سے وہ بیچارے خاموش ہو جاتے ہیں، بڑے ابا وغیرہ کو خوب موقع مل جاتا ہے۔ اسی زیادتی کی وجہ سے کئی رات قریب ایک ہفتہ کے نہ سو سکا، نیند ختم ہو گئی میں مسجد میں

رات رات بھر ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا کرتا رہا کہ اے اللہ میں ان لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آؤں کس سلوک سے ان لوگوں کے سامنے رہوں، اور قصور تو میرا نہیں ہے پھر بھی یہ لوگ ہر طرح مجھے آزار پہونچاتے ہیں، اسی عالم میں میرا دماغ ماؤف ہوگیا دیوانوں کی طرح میرے والد صاحب نے مخالفت لوگوں کے کہنے پر میرے پیر میں زنجیر لگا دی اور ہوش میں تھا نماز وغیرہ جماعت سے پڑھتا تھا کچھ بولتا نہ تھا جیسے گونگے لوگ ہوتے ہیں اسی طرح تھا دو ایک دن جنون کی شکل ہوگئی تھی نیند نہ آنے پر پانچ دن زنجیر پیر میں رہی والد صاحب سے عاجزی کرتا رہا کہ زنجیر کھول دیجئے اور دیکھتے تھے زنجیر رہنے پر بھی نماز اسی جگہ پڑھتا تھا بہت عاجزی کیا لیکن نہیں کھولا اللہ تعالےٰ کی مہربانی اور حضرت کی دعا کی برکت سے جمعہ کی صبح تھی میں زنجیر میں جو تالا تھا اسکو پکڑ پکڑ کر روتا تھا اور تالا کو کبھی زور سے کھینچتا تھا حضرت والا کا وسیلہ دیکر خدا سے روتا ہوا زور سے تالا کھینچ رہا تھا کہ تالا کھل گیا اسقدر خوشی ہوئی کہ زندگی میں اتنی خوشی نہ ہوئی ہوگی، تمام لوگ دنگ رہ گئے گھر کے اندر تالا لیکر گیا تو خالہ جان اور بیوی کو حیرت ہوئی کہا کیسے تالا کھلا۔ میں نے کہا کہ خدا نے اپنی قدرت سے کھولدیا۔ تمام محلے والے گھر میں گھس گئے والد صاحب آئے پوچھتے ہیں کہ فلاں تالا کیسے کھلا؟ میں نے جواب دیا کہ خدا نے کھول دیا، میں بے قصور ہوں۔ حضرت والا اسکے بعد سے آج ڈیڑھ ماہ ہوگیا لوگ ششدر ہیں کوئی کچھ بولتا نہیں ہے۔ بڑے ابا اور ان کے لڑکے بھی خاموش ہیں۔ مولوی صاحب کے لڑکے آئے لوگوں سے کہا کیا آپ تعجب کرتے ہیں! استنے بڑے مولانا سے بیعت ہیں، آپ لوگوں کو مذاق سوجھا ہے تب سے لوگ خاموش ہیں۔ **تحقیق**: الحمد للہ

حال: اور محض سوتیلی ماں اب بھی زیادتی کرنے اور والد صاحب کو دبانے کی فکر میں رہتی ہیں۔ حضرت سے استدعا ہے کہ حضرت والا میرے

حال پر خاص توجہ فرمائیں ۔
تحقیق : ضرور اب فائدہ ہوگا
حال : ادب کے خلاف اس خط میں ہو تو معاف فرمائیں تحقیق : سب معاف ہے
حال : حضرت والا ! ایک اور خواب صحت ہونے پر دیکھا ۔ زنجیر پیر سے کھلنے کے ایک ہفتہ بعد خواب میں اپنے کو اندھا دیکھا یہ کہ میں دونوں آنکھوں کا نابینا ہوگیا ہوں مگر پہلے سے زیادہ سجھائی دیتا ہے ۔ بار بار خواب ہی میں کہتا ہوں کہ اندھے لوگوں کو سجھائی نہیں دیتا مجھے تو بہت سجھائی دے رہا ہے اسی عالم میں نیند کھل گئی کچھ دیر تک بیٹھا خدا سے عاجزی کرتا رہا کہ الٰہی اس خواب کی تعبیر اچھی ہو ۔ یہ خواب کیسا ہے ؟
تحقیق : بہت اچھا ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے ۔

(مکتوب نمبر ۵۴۶)

حال : گذشتہ عریضہ میں اعتقاد تقلیدی و تحقیقی کا جو مفہوم احقر کی سمجھ میں آیا تھا اسکو پیش کر کے حضرت والا سے ان دونوں کی مزید تشریح کرنے کی درخواست کی تھی ۔ حضرت والا کی تشریح کرنے سے ان دونوں کا فرق معلوم ہوا ۔ تحقیق : الحمد للہ
حال : اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احقر کو حضرت اقدس سے من وجہ اعتقاد تقلیدی اور من وجہ اعتقاد تحقیقی حاصل ہے ۔ تحقیق : الحمد للہ
حال : ایک امر کے بارے میں احقر کے اندر کبر ہونے کا شبہ ہے وہ یہ کہ جو مسلمان بھی راستے میں ملتے ہیں خواہ متشرع یا غیر متشرع انکو از خود ابتداءً ہی سلام کر لیتا ہوں ۔
تحقیق : الحمد للہ جو ابتداء بالسلام کرتا ہے وہ اپنے کبر کو رفع کر دیتا ہے ۔ یہ حدیث شریف کا مضمون ہے ۔

حال : مگر جن مسلمانوں کی وضع و لباس خلاف شریعت ہے مثلاً سر پر انگریزی بال رکھے ہوئے بلا ٹوپی کے آزادانہ پھر رہے ہیں انکو کبھی کبھی سلام کرتا ہوں اور کبھی سلام کرنے سے طبیعت رکتی ہے بوجہ ان کے افعال شنیعہ سے نفرت ہونے کے لیکن بفضلہ تعالیٰ کبھی انکی ذات کو حقیر نہیں سمجھتا ہوں اس لئے کہ نہ معلوم کس کا انجام کس طرح ہوگا اعتبار خاتمہ ہی کا ہے ۔ ایسوں کو سلام کرنے کے لئے طبیعت کا مائل نہ ہونا معلوم نہیں کبر کی وجہ سے ہے یا غیرت کی وجہ سے

تحقیق : غیرت اسلامی ہے

حال : اسمیں جو کید نفس ہو اس سے حضرت والا آگاہ فرما دیں ، ایسوں کو سلام کرنے نہ کرنے کے متعلق حضرت والا جو ہدایت فرمائیں گے ۔ انشاء اللہ تعالے اس پر عمل کروں گا ۔

تحقیق : جب کبر کا شبہ ہونے لگے یا حفظ ما تقدم کے لئے گاہے سلام کردیا کیجئے

حال : استقامت فی الدین و مداومت علی الاعمال کے لئے حضرت والا اس ناکارہ کے حق میں دعار فرمائیں ۔

تحقیق : دعار کرتا ہوں ۔

(مکتوب نمبر ۵۴۷)

حال : حضرت والا کی زیر تالیف کتاب جس کا کچھ حصہ نقل کر کے میرے نام سے والا نامہ کے ساتھ روانہ ہوا تھا جس میں مرید کی تعریف وغیرہ میں بہت ہی محققانہ مضامین تھے صفحہ ڈیڑھ صفحہ کی نقل تھی اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ ایک بہت ممتاز اور خاص شان کی کتاب ہوگی وہ کتاب پوری ہوگئی یا نہیں ؎

ساعد شہ مسکن ایں باز باد تا ابد بر خلق ایں در باز باد

(اس باز کا مسکن بادشاہ کی کلائی ہو (اور) خدا کرے یہ در خلق کے اوپر قیامت تک کھلا رہے)

حال : حضرت یہاں مدرسہ کے اساتذہ میں سے تین صاحبان میرے قریبی رشتہ دار ہیں ایک تو میرے شقیقی برادر مولانا . . . . . صاحب اور دوسرے میرے تائیر سے بھائی اور تیسرے میرے داماد ہیں اور دو مولوی . . . . . . صاحبان ہیں یہ دونوں رشتہ دار نہیں ہیں ان دونوں کی حاضری ٹھیک ہے اور مدرسہ کے قواعد کی پابندی بھی کرتے ہیں لیکن اول الذکر تینوں رشتہ داروں کی حاضری ٹھیک نہیں ہے کئی بار کہا سمجھایا کہتے تو ہیں کہ آئندہ ٹھیک حاضری دیں گے مگر پھر بھی وہی حال ہے۔ میں نے ان سے کہا بھی کہ میرے دلمیں یہ بات آتی ہے کہ ایسی حالت میں میں خود ہی مدرسہ کی نگرانی سے مستعفی ہوجاؤں، تو چار دن حاضری ٹھیک رہتی ہے پھر وہی حالت ہوجاتی ہے اگر ضابطہ کی کارروائی کیجائے تو اسکا اثر ذات البین پر برا پڑنے کا قوی اندیشہ ہے خاصکر مولوی . . . . . کے متعلق مجھے زیادہ خطرہ معلوم ہوتا ہے اور اگر میں خود ہی علحدگی اختیار کرلوں تو اولاً تو مدرسہ کے اراکین اسکو نہیں مانیں گے دوسرے موجودہ حالات کے پیش نظر بظاہر یہاں ان لوگوں کا نباہ بھی مشکل ہے نیز مدرسہ کا نباہ بھی مشکل ہوگا کیا صورت اختیار کروں سمجھ میں نہیں آتا۔

تحقیق : شرعی حکم بیان کرکے فارغ ہوجائیے۔ جو کوتاہی کرے گا خود ذمہ دار ہوگا۔

حال : حضرت والا اسکے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں بڑی بندہ نوازی ہوگی اور دعا بھی فرمائیں اب حضرت والا کی توجہ اور دعا کے بغیر کوئی صورت کارگر نظر نہیں آتی۔

تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

حضرت کی مجالس میں دیکھا یہ جاتا تھا کہ لوگ ہمہ تن شوق سے سن رہے ہیں اور ختم مجلس کے بعد ہر شخص بقدر اپنی طلب اور ذوق ایک مخصوص تأثر اپنے قلب میں پاتا تھا وعظ تو علی گڈھ والوں نے بہت سنے ہوں گے ایک سے ایک مقرر وہاں آتے رہے لیکن حضرت کی مجلس میں ان لوگوں نے ایک مخصوص اثر پایا اور مؤثر یہی تھا کہ اپنے معاصی پر نظر ہو کر اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ ہو دین کی اہمیت اور بزرگوں کی قدر دلوں میں پیدا ہو جاتی تھی۔ سبھی لوگ نہایت ادب سے تشریف لاتے اور اگلی مجلس کی شرکت کا شوق قلب میں لئے واپس جاتے دو ہی تین دن کے اندر کالج کے چپہ چپہ میں اور شہر کے گوشہ گوشہ میں حضرت والا کی مجلس فیض اثر کی خبر پھیل گئی چنانچہ وقتاً فوقتاً لوگ بھی زیادہ آنے لگے اور علیگڈھ کے جو بڑے حضرات سمجھے جاتے تھے انکو بھی حضرت سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ ایک دن حافظ سعید احمد خاں صاحب معروف بہ نواب چھتاری حضرت کی خدمت میں تشریف لائے۔ حضرت اقدس بہت تپاک سے ان سے ملے نواب صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ اہل علی گڈھ کی اور ہم سب کی خوش قسمتی ہے کہ آپ کے قدم مبارک یہاں آئے اس آمد خیر پر ہم جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ حضرت والا میرے لئے میری اولاد کے لئے دعا فرمائیں اور ہم پر ہی کیا منحصر ہے تمام مسلمانوں کے لئے دعا فرمائیں بالخصوص یوپی کے مسلمانوں کے لئے بڑی نازک حالت ہے۔ آدمی چونکہ مہذب تھے اسلئے کچھ ہی دیر بیٹھنے کے بعد عرض کیا کہ میں حضرت کا زیادہ وقت خراب کرنا نہیں چاہتا بس حضرت سے مکرر درخواست ہے کہ میرے لئے اور میرے لڑکے کے لئے دعا فرمائیں یہ ارشاد میاں آپ کو یاد دلاتے رہیں گے اس سے مراد نواب ارشاد علی خاں صاحب تھے۔ اس کے بعد نواب صاحب رخصت ہو گئے۔

ڈاکٹر حفیظ الرحمن صاحب نے جب دیکھا کہ حضرت والا روزانہ صبح وشام باہر تشریف لیجاتے ہیں اور رکشہ پر بیٹھنے میں حضرت کو تکلیف ہوتی ہے تو انکو

نے اس خدمت کے لئے اپنے کو اور اپنی کار کو پیش کیا۔ چنانچہ روزانہ صبح و شام کار لاتے اور حضرت اس پر تشریف لے جاتے۔ علی گڑھ کے قیام کے تیسرے ہی دن حکیم انعام اللہ صاحب کی درخواست پر حضرت والا نے طبیہ کالج ملاحظہ فرمایا حکیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہی وہ عمارت ہے جسکی بنیاد سر سید مرحوم نے سب سے پہلے رکھی تھی، کالج کے مختلف شعبوں کو حضرتؒ نے ملاحظہ فرمایا اور کچھ فاصلہ پر طبیہ کالج کا بیت المرضیٰ تھا وہاں بھی حضرتؒ تشریف لے گئے پھر ۲۴ر فروری ۱۹۶۵ء بروز چہارشنبہ ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن کی درخواست پر حضرت والا آزاد لائبریری دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت نے انکی درخواست پر فرمایا میں علیگڈھ آیا ہوں تو یہاں کی ہر چیز دیکھوں گا لیکن اسکے لئے شرط یہ ہے کہ نہ کوئی اہتمام کیا جائے نہ کوئی انتظام اور نہ اعلان لیکن ہوا یہ کہ حضرت والا کی کار ... جیسے ہی آزاد لائبریری پہونچی تار کیطرح ہر شعبہ والوں کو خبر ہوگئی۔ ہر شعبہ کے لوگ نکلکر حضرت والا کے پیچھے پیچھے ہو لئے یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب جو ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر جمہوریۂ ہند کے برادر خورد تھے حضرت والا کا ہاتھ پکڑے ساتھ ساتھ رہے۔ ڈاکٹر یوسف حسین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسلم یونیورسٹی لائبریری کو اس بات پر فخر ہے کہ اسوقت ہماری لائبریری میں بیس ہزار قلمی نسخے موجود ہیں اور ایک سے ایک بڑھکر ہیں ان میں ایک قرآن پاک جو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک کا خط کوفی میں لکھا ہوا ہے وہ بھی موجود ہے۔ حضرت والا نے اور سب خدام نے اپنی آنکھوں سے اسکی زیارت کی۔ ڈاکٹر یوسف حسین صاحب نے عرض کیا کہ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ حضرت والا علیگڈھ تشریف لائے۔ وقت کافی گزر چکا تھا حضرت والا نے خود فرمایا کہ بھائی اب تھک گیا ہوں بقیہ چیزیں پھر دیکھوں گا۔ ڈاکٹر یوسف حسین صاحب بدستور حضرت کا ہاتھ پکڑے ہوئے کار تک تشریف لے آئے اور عرض کیا کہ انشاء اللہ شام کو حاضر خدمت ہونگا چنانچہ حسب وعدہ

بعد مغرب حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کہ حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ بلیات سے محفوظ رکھے۔ اسکے بعد انھوں نے اپنی اہلیہ کیلئے بیعت کی درخواست کی حضرت نے درخواست منظور فرمالی اور اگلے دن صبح جب بسلسلۂ تفریح تشریف لے گئے تو انکی کوٹھی پر پہونچکر انکی اہلیہ کو سلسلہ میں داخل فرمالیا۔ دوسرے دن ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر حضرت والا ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر ایک واقعہ خاص یہ پیش آیا کہ ڈاکٹر یوسف حسین کا ایک ملازم زندہ حسین نامی خدمت والا میں حاضر ہوا حضرت سے مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں اسکا یہ کہنا تھا کہ حضرت کو تھانہ بھون اور مجدد تھانہ بھونؒ یاد آ گئے۔ حکیم اہمام اللہ صاحب کو بلایا اور دس روپیہ کا نوٹ نکال کر یہ کہتے ہوئے دیا کہ میری طرف سے اس شخص کو ہدیہ دیدو۔ سبحان اللہ اپنے شیخ کی عظمت و محبت کا یہی تقاضا ہے کہ دیار شیخ کی ہر چیز سے ایک محبت اور تعلق ظاہر ہو۔ چنانچہ حضرت کے اس عمل نے ہم لوگوں کو یہ سکھلایا کہ اپنا شیخ بھلائی جانے والی چیز نہیں۔ اگر عشق مجازی میں مجنوں کو لیلیٰ کی گلی کا کتا پیارا ہوسکتا ہے تو جو تعلق محض للہ و فی اللہ ہو اسمیں دیار شیخ کا ہر انسان محبوب ہوتا ہے۔

اثنائے قیام میں ایک دن شعبۂ فارسی کے لکچرر جناب وارث حسین صاحب کرمانی حضرت والا کی زیارت کو آئے ملکر بہت محظوظ ہوئے۔ عرض کیا کہ حضرت علم میں نے بہت حاصل کیا لیکن مجھے سکون نہ حاصل ہوا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ دنیا میں کہاں کسی کو سکون ملتا ہے سکون کی جگہ تو آخرت ہے۔ کرمانی صاحب کو دیکھتے ہی حضرتؒ کو شاہ شجاع کرمانی یاد آ گئے ان سے فرمایا میں آپ میں شاہ شجاع کرمانی کی شان دیکھ رہا ہوں۔ حضرت سے ملاقات کے بعد بعض احباب سے کرمانی صاحب نے تذکرۃً فرمایا کہ یہی وہ حضرات ہیں جنکے سامنے سلاطین جہاں سر برہنہ اور پا برہنہ سر جھکائے کھڑے رہتے

ہیں انھیں میں سے ایک حضرت والا بھی ہیں۔

مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی صدر شعبۂ دینیات نے حضرت والا سے عرض کیا کہ آنجناب کی آمد سے بے انتہا مسرت ہوئی کاش کہ آپ سال میں دو ایک ماہ کا پروگرام علیگڈھ کے لئے بنائیں تو اسکی برکت سے یونیورسٹی کے چھوٹے بڑے سب افراد میں دین کی روح سرایت کرجائیگی۔ مکرمی جناب ڈاکٹر صلاح الدین صاحب سفرنامہ علیگڈھ میں فرماتے ہیں کہ انھیں تاریخوں میں احقر کا دہلی جانا ہوا۔ جناب مفتی عتیق الرحمٰن صاحب سے شرف نیاز حاصل ہوا مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا کے علیگڈھ تشریف لانے کی خبر مجھکو بمبئی میں معلوم ہو گئی تھی اہل بمبئی حضرت والا کے فیوض وبرکات سے بیحد متاثر ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ مولانا کے لئے بمبئی میں ایک مکان تلاش کیا جارہا ہے مکان ملتے ہی مولانا کو بمبئی تشریف لانے کی دعوت دی جائے گی ان کے آنے پر کم ازکم چھ ماہ قیام کی درخواست پیش کیجائے گی مفتی صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اسوقت مولانا وصی اللہ صاحب کی بڑی شہرت ہے جو کام وہ کر رہے ہیں وہ کوئی نہیں کر رہا ہے۔

قیام علی گڑھ کا آج پانچواں دن ہے جناب پروفیسر علیم القدر صاحب نے حضرت والا سے درخواست کی کہ حضرت ہمارا انجینئرنگ کالج بھی دیکھ لیجئے حضرت والا نے مسکرا کر فرمایا کہ بھائی اس شعبہ سے تو مجھکو خاص لگاؤ ہے اسلئے کہ تم تعلیم دے رہے ہو چلو دیکھوں کہ تم کیا پڑھاتے ہو۔ بعد مجلس ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صاحب کار لے آئے، جب انجینئرنگ کالج پہونچے تو یہاں کے اساتذۂ کرام اور طلبا انتہائی مؤدب اور مہذب معلوم ہوئے حضرت والا کے پہونچتے ہی یہ سب حضرات پیچھے ہو لئے۔ ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صاحب اور علیم القدر صاحب ہر ایک شعبہ کو دکھاتے رہے بعض طلبار یونیورسٹی نے اسی دن شام کو حضرت والا کو کھانے پر مدعو کیا تھا۔ حضرت والا معہ چند خدام

کے بعد مغرب سر سید ہال پہونچے جس میں مخصوص طلبار کا اجتماع تھا۔ چنانچہ حضرت والا نے پہلے تو ایک مختصر سا خطاب طلبار کو فرمایا، یہ فرمایا کہ مجھے آپ حضرات سے مل کر روحانی مسرت حاصل ہوئی توقع سے زائد خوشی ہوئی اور آپ سے امید قائم ہوئی۔ علم انسان کوئی پڑھے۔ زبان کوئی سی سیکھ لے جہاں چاہے جائے کچھ حرج نہیں بس ضرورت اسکی ہے کہ مذہب کا پابند رہے اور تمام امور کو دین کے ماتحت رکھے۔ آخر مسلمان ساری دنیا میں موجود ہیں عرب میں، امریکہ میں، لندن میں، اور چین و جاپان میں اور سب کی زبانیں الگ الگ ہیں لیکن قدر مشترک جو چیز ہے وہ اسلام ہے اس میں شک نہیں ہم لوگ ایک نازک دور سے گذر رہے ہیں سب لوگ اس کو جانتے ہیں ہمکو مٹانے کی بھلی کوشش کیجا رہی ہے لیکن کوئی مٹا نہیں سکتا ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے ہماری نظر اسباب پر نہیں ہے۔ ہمارا ناصر و محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ بس ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور نصرت کا مستحق بنالیں اور یہ ہوگا دین اختیار کرنے سے۔ میں آپ کے یہاں آکر اور آپ میں رہ کر کچھ اجنبیت نہیں محسوس کر رہا ہوں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اپنوں میں آگیا ہوں اور یہ محض آپ حضرات کی دینداری کی وجہ سے ہے۔ دین خدا کا ہے اس لئے سب کو اس سے تعلق ہونا چاہیئے خواہ وہ عربی پڑھنے والے ہوں یا انگریزی پڑھنے والے۔ آپ نے دین کے اندر جو قدم اٹھایا ہے اس سے بہت خوشی ہوئی جی چاہتا ہے کہ آپ سے کہوں کہ اس میں مسابقت (یعنی مقابلہ) کیجئے یعنی اب اسکی کوشش کیجئے کہ دینداری میں اور حق تعالیٰ کے تعلق میں عربی طلبہ سے بڑھ جائیں اور انھیں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ انگریزی طلبہ سے بڑھ جائیں وَسَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سبقت کرو

اپنے رب کی مغفرت اور اسکی جنت کیطرف جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہوگا اور جو متقین کے لئے بنائی گئی ہے۔

الونہ ہاؤس جس میں حضرت والا کا قیام تھا اسکے مالک جناب تجمل الدین صاحب ایک نہایت ضعیف العمر اور بوڑھے آدمی تھے۔ حضرت سے ملاقات کے وقت عرض کیا کہ حضرت مجھ ضعیف وناتواں اور معذور کو بھی اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیجئے چنانچہ حضرت والا نے انھیں اور انکے پوتے مجیب علی خاں دونوں کو بیعت فرمالیا۔

جوں جوں حضرت والا کی واپسی کا وقت قریب آتا جاتا تھا مجلس میں لوگوں کی شرکت بڑھتی جاتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ علی گڑھ کے رؤسا کے طبقہ کی توجہ بھی بڑھتی جاتی تھی یہ لوگ شخصی طور پر کسی وقت حاضر ہو کر ملاقات کرتے اور چار پر یا کھانے پر کسی وقت حضرت اقدسؒ کو اپنے مکان پر بلانے کی سعادت بھی حاصل کرنا چاہتے ملاقات تو حضرت سب سے فرمالیتے لیکن دعوت کے سلسلے میں فرماتے کہ میرے میزبان حکیم انعام اللہ صاحب ہیں اس سلسلہ میں آپ لوگ ان سے گفتگو فرمالیں۔ چنانچہ جناب عمار صاحب رئیس علیگڈھ نے بھی درخواست پیش کی حضرت والا نے دعوت قبول فرمالی اور صبح کی مجلس ختم ہونے کے بعد لوگوں نے مصافحہ کا سلسلہ شروع کیا جس میں کافی وقت گذر گیا اتنے میں عمار صاحب کے یہاں سے موٹروں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا حضرت والا اور مخصوص خدام یکے بعد دیگرے عمار صاحب کے دولتکدے پر کھانے کے وقت تک پہونچ گئے عمار صاحب فرط مسرت سے بچھے جاتے تھے انکی لق و دق کوٹھی اسوقت بقعۂ نور بنی ہوئی تھی، عمار صاحب نے اسوقت اپنی مہمان نوازی اور بلند اخلاقی کا حق ادا کردیا آپ کا ڈرائیور مہمان کو لانے اور لیجانے میں کافی تھک گیا تھا عمار صاحب اسکی اس کیفیت کو دیکھکر اپنی فراست سے سمجھ گئے اور اسکو دسترخوان پر کھانے کے لئے بٹھادیا اور خود بغیر کھائے ہوئے

اپنے معزز مہمانوں کو پہونچاتے رہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ وقت بھی گذر گیا۔

تین بج گئے ہیں آج آخری مجلس کا آغاز ہے اتنی وسیع جگہ ہونے کے باوجود لوگ یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ "جائے تنگ است مرداں بسیار" عصر کی نماز کے بعد نواب چھتاری صاحب کے یہاں حضرت والا چائے پر مدعو تھے۔ حسب وعدہ ٹھیک وقت پر حضرت والا انکی کوٹھی پر پہونچ گئے۔ نواب صاحب کے متعلقین نے نہایت خلوص و محبت کا ثبوت دیا، مہمانوں کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس دعوت کے موقع پر نواب صاحب کی ایک بہت بڑی خوبی ظہور میں آئی وہ یہ کہ معلوم ہوا کہ ابتک نواب صاحب محترم نے ستر محرابیں قرآن پاک کی سنائی ہیں۔ بچوں نے دعاء کی درخواست کی، حضرت نے دعاء دی اور وہاں سے رخصت ہوئے۔

تبلیغی جماعت کے چند ذمہ دار حضرات جن میں مولانا جمیل احمد صاحب حیدرآبادی خاص طور پر قابل ذکر ہیں حضرت والا کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضرت ہم سب کو جمع کر کے کسی خاص وقت میں دعاء فرما دیں چنانچہ شام کو قبل مغرب حضرت والا نے دعاء کا وعدہ فرمایا۔ بعد نماز عصر حضرت والا اپنے چند خدام کے ساتھ پہلے تو مولوی غلام مصطفیٰ کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں سے مسجد میں دعاء کے لئے تشریف لائے۔ پوری مسجد طلباء سے بھری ہوئی تھی۔ حضرت والا نے ہاتھ دعاء کے لئے اٹھائے، دل سے متوجہ تھے گو زبان سے کچھ نہیں فرمایا لیکن حاضرین کی گریہ وزاری کا جو حال تھا وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ لوگوں کی چیخ سے مسجد گونج رہی تھی اور ایک عجیب منظر تھا، دربارِ باری کی تضرع وزاری کا ایک سماں بندھ گیا حکیم انعام اللہ صاحب کا بیان ہے کہ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا کی قیادت میں ہم سب بارگاہ رسالت میں حاضر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ مبارک سے ہمارا قلب روشن ہوگیا ہے۔ دعاء فرما کر حضرت والا باہر

تشریف لائے اور مولانا جمیل احمد حیدر آبادی نے حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ حضرات دیکھ رہے ہیں کہ ایک شخص بلا جبہ و دستار کے سادے سیدھے لباس میں آپ کے شہر میں آیا ہوا ہے مگر بایں ہمہ اسکی قبولیت کا یہ عالم ہے جس کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں آخران کے پاس کوئی چیز تو ہے جسکی وجہ سے یہ رفعت و منزلت حاصل ہے اسکی جانب بھی ہم لوگوں کو توجہ کرنی چاہیئے ۔

علی گڈھ سے واپسی حضرت والا کے رفقار سفر میں بھائی ذکی اللہ خانصاحب اور بھائی عبدالمجید صاحب صبح ہی سے سامان کی درستگی میں مشغول ہیں علی گڈھ کے مقامی حضرات کا مجمع آہستہ آہستہ بڑھتا جارہا ہے بعض احباب حضرت سے اجازت لیکر پہلے ہی اسٹیشن جانے کی فکر میں لگ گئے بالآخر حضرت والا کے ساتھ ہم لوگ بھی اسٹیشن پہونچے اور ہجوم کا یہ عالم تھا کہ پلیٹ فارم پر تل رکھنے کی جگہ نہ تھی یہانتک کہ مسافروں کا چلنا پھرنا دشوار ہوگیا۔ اسنے میں عشار کا وقت آگیا حضرت والا کو خیال ہوا کہ گاڑی آنے سے پہلے ہی نماز یہیں پلیٹ فارم پر پڑھ لی جائے چنانچہ حضرت کے لئے مصلیٰ بچھایا گیا اسی کے پیچھے لوگوں نے اپنے رومال چادریں اور چٹائیاں بچھانی شروع کردیں ان سے کہا گیا کہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ لوگوں کے آنے جانے کا راستہ خالی رکھا جائے غرض نماز ختم ہوئی لوگ پھر رواں دواں نظر آنے لگے ۔ اسی اثنار میں گاڑی بھی آگئی باوجود ریزرویشن نہ ہونے کے ایک پوری بوگی دہلی سے خالی آئی اسلئے کہ علی گڑھ کا ریلوے اسٹاف بھی ہمارا میزبان ہوگیا تھا گاڑی آتے ہی ہم سب لوگ اسی بوگی میں سوار ہوگئے اور اسی وقت ریزرویشن ہوگیا ۔

(باقی آئندہ)

اور لوگوں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرنا - اور میرے غیر کے نام پر کبھی کوئی جانور ذبح نکرنا اسلئے کہ میں اس قربانی کو قبول نہیں کرتا جس پر کہ میرا نام نہ لیا جائے اور جو خالص میری رضا کے لئے نہ ہو - اور ہفتہ کے دن کو میرے لئے فارغ رکھئے آپ بھی اور آپ کے سب اہل بیت بھی - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے عید کا دن قرار دیا تھا اور میں نے جمعہ کو پسند کیا پس اسے میرے لئے عید بنا دیا -

فقیہ ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ محمد ابن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر اپنی داہنی مٹھی کو بند فرمایا اور پھر فرمایا کہ ایک کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے نام نسب کے ساتھ لکھدیئے ہیں اور اب اسمیں کچھ کمی اور زیادتی نہیں ہو سکتی ، اور البتہ اہل سعادت اہل شقاوت جیسا عمل کرینگے یہانتک کہ کہا جانے لگے گا کہ یہ لوگ انھیں میں سے ہیں بلکہ وہی ہیں پھر اللہ تعالیٰ باہر نکال لے گا انکو اپنی قضا سے شقاوت سے سعادت کی جانب اگرچہ موت سے تھوڑی دیر قبل ہی کیوں نہ ہو - اسی طرح سے عمل کرینگے اہل شقاوت اہل سعادت کا سا عمل یہانتک کہ کہا جاوے گا کہ گویا یہ انہی میں سے ہیں بلکہ یہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انکو نکال لیگا اور پھر انکو نکال لیگا اگرچہ موت سے تھوڑی دیر قبل ہی کیوں نہ ہو - (اس سے معلوم ہوا کہ سعید وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی قضا میں سعید ہو اور اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے -

حضرت فضالہ بن عبیدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کہ آپ نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ کیا میں تمھیں مومن کے متعلق خبر نہ دوں ؟ مومن وہ ہے کہ جس سے لوگ اپنے مال اور جان پر مامون رہیں اور مسلم وہ ہے کہ لوگ جسکی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں اور مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے

جہاد کرے اللہ تعالیٰ کی طاعت کے سلسلہ میں اور مہاجر وہ ہے جو ذنوب اور خطایا کو چھوڑ دے۔

حضرت ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اسکو دیکھ رہے ہو اور اپنے نفوس کو مردہ شمار کرو اور جانو کہ تھوڑی سی چیز جس سے تمھارا کام چل جائے وہ اس کثیر سے بہتر ہے جو تمکو خدا سے مشغول کر دے اور سمجھ رکھو کہ نیکی پرانی نہیں ہوا کرتی اور گناہ بھلایا نہیں جا سکتا

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی پرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلانے کی چیز نہیں۔ بدلہ دینے والا ہمیشہ باقی رہیگا اب تم جس طرح چاہو رہو اور جو چاہو کرو جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

مولف فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اگر تم عمل خیر کرو گے تو اچھا بدلہ پاؤ گے اور اگر کوئی برا عمل کرو گے تو قیامت میں اسکا بدلہ پاؤ گے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَأْتُمْ فَلَهَا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں فرماتے اور نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کرتے ہیں اور نہ بدون قصور کے مواخذہ فرماتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم واضح فرما دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کا ناصح و خیر خواہ بنایا جنھوں نے جنت کا راستہ بتایا اور دوزخ سے ڈرایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور تم لوگوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ جلائی اور اس پر پتنگے آکر گرنے لگے اسی طرح میں تمکو منع کرتا ہوں جہنم میں گرنے سے، مطلب یہ کہ تمکو منع کرتا ہوں گناہ اور عصیاں سے اس لئے کہ گناہ انسان کو جہنم رسید کر دیتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ انکے پانچ حسن خصال

کی بنا پر قبول کی گئی اور ابلیس علیہ اللعنۃ کی توبہ اسکی پانچ خُلقِ بد کی بنا پر نہیں قبول کی گئی۔ آدم علیہ السلام نے بذات خود گناہ کا اقرار کیا اور نادم ہوئے اپنے نفس کو ملامت کی اور توبہ کرنے میں جلدی کی اور حق تعالیٰ کی رحمت سے نا امید نہیں ہوئے اور ابلیس علیہ اللعنۃ نے نہ تو اقرار جرم کیا نہ اس پر نادم ہوا اور نہ اپنے نفس کو اس پر ملامت کی نہ توبہ میں سبقت کی بلکہ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے نا امید ہو گیا تو جس شخص کا حال حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہوگا اسکی توبہ قبول ہوگی اور جسکی حالت ابلیس جیسی ہوگی اسکی توبہ قبول کیجائیگی۔

مروی ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ میں جہنم میں داخل ہوجاؤں لیکن اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرتا رہوں تو یہ مجھکو زیادہ محبوب ہے اس سے کہ جنت میں داخل ہوجاؤں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کئے رہوں۔ مطلب یہ کہ جو شخص جنت میں داخل ہوگا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی تو اپنے گناہوں کیوجہ سے اسکو اللہ تعالےٰ سے شرم باقی رہے گی اور اگر دوزخ میں داخل ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کا مطیع رہا ہو تو اسکو شرم اور خجالت نہ لاحق ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہوگی کہ اس سے نکل جائے۔

حضرت مالک ابن دینارؒ سے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک غلام عتبہ نامی کے ساتھ شدید سردی میں کہیں تشریف لے گئے عتبہ ایک پرانا اور پھٹا ہوا کپڑا پہنے ہوئے تھے اور کھڑے ہوئے کچھ سوچ رہے تھے تمام بدن سے پسینہ نکل رہا تھا ان سے حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ اس جگہ کیوں کھڑے ہوئے ہو انھوں نے کہا کہ استاذی یہ وہ مقام ہے جہاں میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ اس جگہ کھڑے ہوکر اپنے گناہ کو سوچ اور حق تعالےٰ سے شرم کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔

حضرت مکحول شامیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بستر پر لیٹے اور اپنے

دن کے کئے ہوئے کاموں میں تفکر کرے یعنی اگر کوئی صالح عمل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو اپنے رب سے استغفار کرے یہ تفکر اگر اس نے نہیں کیا تو اسکی مثال اس تاجر جیسی ہے جو خرچ کرتا چلا جائے اور حساب نہ رکھے یہانتک کہ مفلس ہو جائے اور اسکو پتہ بھی نہ چلے۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتب میں فرمایا ہے کہ اے میرے بندے میں بادشاہ ہوں مجھکو زوال نہیں لہٰذا میں نے جو کچھ تجھے حکم دیا ہے تو میری اطاعت اور جن امور سے تجھکو منع کیا گیا ہے ان سے اجتناب کر تاکہ میں تجھے ایسی زندگی بخشوں جس میں موت نہ ہو۔ اور اے میرے بندے میں وہ ذات ہوں کہ جب کسی شے سے کہتا ہوں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔

ابی محمد بن یزید فرماتے ہیں کہ اگر تم سے ہو سکے تو تم اپنے محب کے ساتھ برائی سے نہ پیش آؤ تو ضرور ایسا کرو۔ کہا گیا کہ کیا کوئی شخص اپنے محب کے ساتھ بھی برائی سے پیش آتا ہے؟ فرمایا کہ ہاں دیکھو تمکو تمھارا نفس سب سے زیادہ محبوب اور عزیز ہے اور جب تم گناہ کرتے ہو تو اسکے ساتھ برائی ہی کرتے ہو۔

بعض حکما سے عرض کیا گیا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے فرمایا کہ اپنے رب پر ظلم نکرو اور کسی مخلوق پر ظلم نکرو اور اپنے نفس پر ظلم نہ کرو۔ اپنے رب کے ساتھ جفا تو یہ کہ تم مخلوق میں سے کسی کی خدمت میں لگ جاؤ۔ اور مخلوق کے ساتھ جفا یہ ہے کہ تم ان کو لوگوں کے سامنے برائی سے یاد کرو اور اپنے نفس کے ساتھ جفا یہ ہے کہ تم اللہ کے فرائض میں سستی کرو۔

حضرت کہمس بن حسن سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے ایک بار ایک گناہ ہو گیا جس پر میں چالیس سال رویا۔ عرض کیا گیا کہ وہ کونسا

گناہ تھا فرمایا کہ میرا ایک بھائی مجھ سے ملاقات کو آیا میں نے اسکے لئے مچھلی خریدی پس اس نے کھایا پھر میں پڑوسی کی دیوار کے قریب گیا اور اس میں سے ذراسی مٹی لیکر اپنے ہاتھ کو دھولیا (اسی پر چالیس سال نادم رہا کہ بدون اجازت دوسرے کی دیوار کی مٹی میں نے کیوں استعمال کی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا وہ گناہ ہے جس کو لوگ چھوٹا سمجھیں اور وہ گناہ حق تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہے جس کو لوگ بڑا سمجھیں۔ مولفؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جس گناہ کو گناہ کرنے والا بڑا سمجھے اور ڈرے وہ اللہ کے نزدیک چھوٹا گناہ ہے اور جو گناہ، گناہ کرنے والے کی نظر میں چھوٹا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے اسلئے کہ بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس پر انسان اصرار کرے (اور ظاہر ہے جس گناہ کو انسان بڑا سمجھے گا اور کرکے ڈرے گا تو آئندہ بھی اس سے بچے گا اور جسے معمولی اور حقیر جانے گا تو بعید نہیں کہ اسکو پھر کر گزرے اور اس پر اصرار ہو جائے اسلئے یہ بڑا گناہ ہوا) اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض صحابہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اصرار کے ساتھ صغیرہ، صغیرہ نہیں رہ جاتا اور استغفار کے بعد کبیرہ گناہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت عوام بن حوشب سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ گناہ کے بعد چار چیزوں کا ہونا گناہ سے بڑھکر ہے، اسکو حقیر جاننا، اسکی وجہ سے دھوکہ میں پڑنا، اس پر خوش ہونا اور اس پر اصرار کرنا۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ تمکو یہ آیت دھوکہ میں نہ ڈالے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص قیامت میں ایک نیکی لیکر حاضر ہوگا تو اسکو دس گنا ثواب ملیگا اور جو شخص کوئی گناہ لیکر جائے گا تو بس اسی کے بقدر بدلہ

دیا جائیگا اور وہ لوگ ظلم نہ کئے جائیں گے۔ دھوکے میں پڑنے سے اسلئے منع کیا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرط لگائی ہے اس نیکی کو قیامت تک محفوظ رکھنے اور پھر قیامت میں پیش کرنے کی، اور عمل کا حال یہ ہے کہ وہ تو عامل کے لئے سہل ہے لیکن قیامت تک محفوظ رکھکر لیجانا بڑا مشکل ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ گناہ تو ایک ہوتا ہے یہ ٹھیک ہے لیکن اس میں دس عیب ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے اور اپنے اوپر اپنے خالق کو ناراض کرلیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ناراضگی کا بدلہ ہر وقت لینے پر قادر ہے۔ دوسرے یہ کہ گناہ کرکے اس نے ایسی ذات کو خوش کیا ہے جو اسے مبغوض تر ہونی چاہیئے اور وہ ابلیس ہے جو اللہ کا کھلی دشمن ہے اور اِسکا کھلی دشمن ہے۔ تیسرے یہ کہ گناہ کرکے اپنے آپکو بہترین دار سے دور کردیا یعنی جنت سے، اور چوتھے یہ کہ اپنے کو بدترین جگہ یعنی جہنم سے قریب کرلیا۔ پانچویں یہ کہ اس نے اپنے محب پر ظلم کیا یعنی اپنے نفس پر۔ اور چھٹے یہ کہ اس نے اپنے نفس کو ناپاک کرلیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو طاہر پیدا کیا تھا۔ ساتویں یہ کہ اس نے اپنے رفقا رکو ایذار پہونچائی جو اسکو کبھی تکلیف نہیں پہونچاتے یعنی کراماً کاتبین۔ آٹھویں یہ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکی قبر شریف میں ایذار پہونچائی۔ نویں یہ کہ اس نے اپنی ذات پر لیل ونہار کو گواہ بنالیا اور اس وجہ سے انکو ایذا رپہونچائی اور غمگین کیا دسویں یہ کہ اس نے تمام مخلوق سے خیانت کی برابر ہے کہ وہ انسان ہوں کہ غیر انسان اسلئے کہ انسانوں سے خیانت تو یہ کہ اہل معصیت میں سے کسی سے کوئی شہادت ہوتی ہے تو وہ اسکے گناہ کیوجہ سے قبول نہیں کیجاتی بس اس نے اپنے ساتھی کا حق محض اپنے گناہ کی وجہ سے ضائع کیا۔ اور بقیہ دوسری مخلوقات کے ساتھ خیانت یہ کہ کہا گیا کہ بارش میں کمی ہوجاتی ہے تو گویا تمام مخلوق کا نقصان ہوا۔

لہٰذا اے میرے عزیز! گناہ سے اجتناب کرو اسلئے کہ ایک گناہ میں اتنے عیوب ہیں جن میں اپنے نفس پر ظلم بھی ہوتا ہے
اور کہا گیا ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر بخل کرے ایسی چیز کے ساتھ جس میں سراسر اسکا نفع ہو اور سب سے ظالم وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر ظلم کرے معصیت کر کے اسلئے کہ جس نے کوئی معصیت کی اس نے اپنے آپکو ہلاک کیا۔
بعض حکماء فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو گناہ سے بچاؤ اور اس کی نحوست یہ ہے جیسے کوئی منجنیق میں پتھر ڈال کر طاعت کی دیوار پر مارے جس سے وہ پارہ پارہ ہو جائے اور اس انسان کا نفس خواہشات سے بھر جائے اور یہ نور معرفت کو بجھا دیتا ہے۔
بعض حکماء سے مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے کہ ہم علم کی باتیں سنتے ہیں اور نفع نہیں ہوتا؟ فرمایا کہ پانچ خصائل بد کی وجہ سے ایک یہ کہ تم پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اور تم اسکا شکر ادا نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ جب تم گناہ کرتے ہو تو استغفار نہیں کرتے۔ تیسرے یہ کہ جو کچھ علم تم پہلے سیکھ چکے ہو اس پر عمل نہیں کرتے۔ چوتھے یہ کہ تم صلحاء اور اخیار کی صحبت میں بیٹھتے ہو اور انکا اتباع نہیں کرتے۔ پانچویں یہ کہ تم نے کتنے مردے دفن کر دیئے ہونگے لیکن عبرت نہیں حاصل کرتے۔
فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مرحومؒ سے سنا فرماتے بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی کرتے تھے کہ کوئی دن نہیں گذرتا مگر یہ کہ آسمان سے پانچ فرشتے اترتے ہیں، ایک مکہ شریف میں دوسرا مدینہ منورہ میں تیسرا بیت المقدس میں، چوتھا مسلمانوں کے قبرستان میں اور پانچواں مسلمانوں کے بازار میں۔ چنانچہ جو مکہ شریف میں آتا ہے وہ تو یہ اعلان کرتا ہے کہ لوگو! سن لو کہ جس شخص نے اللہ کے فرائض کو

چھوڑ دیا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوگیا اور جو فرشتہ مدینہ شریف میں نازل ہوتا ہے وہ اعلان کرتا ہے کہ لوگو! جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو چھوڑ دیا تو وہ آپکی شفاعت سے محروم رہا اور جو فرشتہ بیت المقدس میں نازل ہوتا ہے وہ اعلان کرتا ہے کہ جس شخص نے حرام مال کمایا تو اللہ تعالیٰ اسکا کوئی عمل قبول نکرے گا اور جو فرشتہ مقابر مسلمین پر نازل ہوتا ہے وہ اعلان کرتا ہے کہ اے قبرستان والو! کس چیز پر تمکو غبطہ ہو رہا ہے (یعنی رشک کے طور پر حسرت ہو رہی ہے) اور کس چیز پر تمھیں ندامت ہو رہی ہے؟ وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ ہماری ندامت اس حصہ عمر پر ہے جو ہم سے فوت ہوگیا، اور غبطہ ہمیں اس جماعت پر ہو رہا ہے جنھوں نے کلام اللہ پڑھا ہے، باہم علم کا مذاکرہ کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے اور اپنے گناہوں پر استغفار کیا ہے اور ہم ان میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہو سکے۔ اور وہ فرشتہ جو مسلمانوں کے بازار میں نازل ہوتا ہے وہ اعلان کرتا ہے اور کہتا ہے اے لوگوں کی جماعت نیک کاموں میں جلدی کرو اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک رعب اور دبدبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس بدلہ اور سزا ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے رعب و دبدبہ اور اسکی سزا سے ڈرا اسکو چاہیئے کہ اپنے زخم کا علاج کرے یعنی اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ اور کہتا ہے کہ دیکھو ہم نے تمکو شوق دلایا پس تم متوجہ نہ ہوئے اور تمکو ڈرایا پس تم ڈرے بھی نہیں۔ سن لو! کہ اگر اہل خشوع اللہ والے اور چھوٹے دودھ پینے والے بچے اور چرنے والے بہائم اور چوپائے اور عبادت گذار بوڑھے نہ ہوتے تو تم پر عذاب اس طرح بہا دیا جاتا جس طرح مشک کے دہانے سے پانی گرتا ہے۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے عائشہ اپنے آپ کو معمولی معمولی گناہوں سے بھی بچاؤ اس لئے کہ ان گناہوں کیلئے بھی اللہ کی جانب سے باز پرس ہے۔

(۱۲۲۱) ایضاً انکی ایک کرامت یہ ہے کہ انھوں نے چند امور غیبیہ کی خبر دی اور وہ اسی طرح واقع ہوئے۔ چنانچہ ایک خبر دی تھی کہ بغداد غرق ہونے والا ہے سو دجلہ ہولناک طریقہ سے چڑھا اور پانی شہر پناہ سے شہر میں داخل ہوا اور وزیر کا گھر اور خلیفہ کا دار الخلافہ اور تین سو تیس گھر اور منہدم ہو گئے اور بہت سی خلقت ان منہدم مکانوں کے نیچے ہلاک ہو گئی اور بہت سے آدمی غرق ہو گئے۔ اور یہ واقعہ جمادی الاخری ۶۵۴ھ میں ہوا۔

اور ایک خبر مسجد نبوی میں آگ لگ جانے کی دی تھی سنہ مذکور میں اول رمضان میں اسمیں آگ لگی۔ اور ایک خبر واقعۂ تاتار کی دی کہ ایسا حادثہ فلک دوار کے تحت کبھی واقع نہیں ہوا اور اسمیں خلیفہ کبلی صفر ۶۵۶ھ میں قتل کیا گیا اور یہ تینوں قصے انکی وفات کے بعد واقع ہوئے۔ اور ایک خبر حضر موت میں ایک سیل عظیم آنے کی دی تھی چنانچہ اسکے تمام وادی بہہ نکلے اور متعدد شہروں کو تباہ کر دیا اور چار سو سے زائد آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ ۷۹ سال کی عمر میں شہر تریم میں وفات فرمائی اور انکی قبر مشہور ہے لوگ زیارت کرتے ہیں شرع ردی میں اسکو نقل کیا ہے

(۱۲۲۲) محمد بن عمر ابوبکر بن قوامؒ۔ شیخ شمس الدین خابوری جو کہ شیخ ممدوح کے اصحاب میں سے ہیں کہتے ہیں کہ میں انکی زیارت کو چلا اور میرے دل میں۔۔ یہ بات آئی کہ ان سے روح کے متعلق سوال کروں گا جب سامنے حاضر ہوا تو انکی ہیبت سے وہ سوال کرنا بھول گیا جب رخصت ہو کر سفر کو چلا تو بعض فقراء کو میرے تعاقب میں بھیجا اس نے کہا شیخ سے ایک بات کر لو جب میں واپس ہو کر انکے پاس پہونچا مجھ سے فرمایا اے احمد (یہ انکا نام تھا) میں نے کہا لبیک یا سیدی (یعنی میں حاضر ہوں فرمائیے) فرمایا تم قرآن پڑھے ہوئے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں! حضرت نے فرمایا یہ آیت پڑھو وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا اے بیٹا اسمیں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام نہیں فرمایا تو ہمکو کیسے جائز ہوگا کہ ہم اسمیں کلام کریں

(۱۲۲۳) ایضاً ۔ شیخ شمس الدین خابوری خطیب جامع حلب سے مروی ہے کہ ہم شیخ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کسی مکان میں انکو بلایا گیا جب اُس مکان کے قریب پہونچے تو انکا رنگ بدل اور بار بار کہتے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ میں نے عرض کیا حضرت کیا بات پیش آئی فرمایا جب ہم اس قریہ کے قریب پہونچے تو اموات کی ارواح مجھکو سلام کرنے آئیں اور ان میں ایک خوبصورت جوان تھا کہنے لگا میں ظلماً قتل کیا گیا ہوں مجھکو اُس قریہ کے دو شخصوں نے قتل کیا ہے ۔ میں انکی بکریاں چراتا تھا وہ دونوں بھائی ہیں انھوں نے مجھکو ملک عزیز کے زمانہ میں قتل کیا ہے۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے مجھکو اپنی ایک بیٹی کے ساتھ تہمت لگائی حالانکہ میں اس سے بری تھا ۔ شمس الدین مذکور کہتے ہیں کہ جن دو شخصوں نے یہ کام کیا تھا وہ دونوں شیخ کا کلام سن رہے تھے ۔ میرا انکا تعارف تھا جب انکا میرا تخلیہ ہوا تو کہنے لگے ارے میاں شیخ نے جو کچھ کہا واللہ بالکل راست اور درست ہے اور ہم نے اسکو قتل کیا ہے ۔ میں نے کہا کہ تم کو کون چیز اسکا باعث ہوئی کہنے لگے سبب وہی ہے جو شیخ نے بیان کیا اُس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کام کسی اور کا تھا اور وہ شخص اس سے بری تھا جیسا شیخ نے فرمایا

(۱۲۲۴) ایضاً ۔ شیخ معضاد بن حامد بن نولہ نے بیان کیا کہ ہم شیخ کیساتھ نہر کھودنے میں شریک تھے جس کو وہ باس تک لے گئے بعض تاریخوں میں ہمارے پاس کام میں بہت مخلوق جمع ہوگئی ہم کام کر رہے تھے کہ دفعتہً رعد قوی آیا کہ جسمیں بڑے بڑے اولے تھے شیخ سے محمد عقیبی نے کہا (اور یہ بھی شیخ کے اصحاب میں سے تھے) کہ حضرت یہ رعد آگیا اور ایسا رعد بعض وقت جماعت کو عمل سے معطل کر دیگا ۔ شیخ نے ان سے فرمایا کہ کام کئے جاؤ اور دل کو مطمئن رکھو جب رعد قریب پہونچا تو شیخ نے ادھر رخ کیا اور ہاتھ

سے اسکی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ تجھ میں برکت فرمائے تو دائیے بائیں ہو جا۔ چنانچہ خدا کے حکم سے وہ ہم سے بالکل متفرق ہوگیا اور ہم برابر کام کرتے رہے اور ہم پر دھوپ نکل رہی تھی اور شہر میں جو گئے تو پانی میں گھس کر چلتے تھے۔

(۱۲۲۵) ایضاً۔ شیخ صالح عابد اسمعیل بن ابی الحسن معروف بابن الکروی سے روایت ہے کہ میں ایک سال اپنے والدین کے ساتھ حج کو چلا جب ارض حجاز میں پہونچے اور ایک شب کو قافلہ چل رہا تھا اور میرے والدین ایک ہودج میں سوار تھے اور میں اسکے نیچے چل رہا تھا مجھکو کچھ اثر تو لیج کا ہوا تو میں ایک جانب کو ہٹ کر چلا گیا اور (اپنے دل میں) کہا میں کچھ استراحت کرکے قافلہ سے مل جاؤنگا۔ میں سوگیا مجھکو اپنی خبر نہ رہی یہانتک کہ آفتاب نکل آیا اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ آگے کیسے جاؤں پس مجھکو اپنی فکر الگ ہوئی اور ماں باپ کی الگ، اور اسکی الگ کہ بجز میرے انکے ہمراہ کوئی شخص ایسا نہیں جو انکی خدمت کرے اور انکی ضروریات کا اہتمام کرے پس میں اپنی اور انکی حالت پر رونے لگا میں رو ہی رہا تھا کہ اچانک کسی کہنے والے کو سنا کہ کہہ رہا ہے کیا تو شیخ ابوبکر بن قوام کے اصحاب میں سے نہیں میں نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے کہا اللہ تعالےٰ سے دعا کر قبول ہوگی۔ پس میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی جیسا اس نے کہا تھا واللہ کلام پورا ہونے پایا تھا کہ دیکھتا ہوں وہ شخص میرے پاس کھڑا ہے اور کہا کچھ اندیشہ نہیں اور اپنا ہاتھ میرے بازو پر رکھا اور میرے ساتھ تھوڑی دور چلا اور کہا کہ یہ اونٹ ہے تیرے ماں باپ کا میں نے انکی آواز سنی وہ دونوں میری وجہ سے رو رہے تھے میں نے کہا کوئی اندیشہ نہیں اور اپنے تمام واقعہ کی خبر دی۔

(۱۲۲۶) ایضاً۔ ان ہی شیخ اسمٰعیل سے مذکور ہے مروی ہے کہ ہم شیخ کے ساتھ شیخ رافع کی صحبت میں بیٹھے تھے اور فرات کی سیر کر رہے تھے اچانک فرات

کے کنارے پر ایک شخص نمودار ہوا شیخ نے کہا یہ شخص اولیاء اللہ سے ہے اور میرے اصحاب میں سے ہے اور یہ ہند سے میری ملاقات کے لئے آیا ہے اور اس نے عصر اپنے گھر پڑھی تھی اور اسکے لئے طی ارض ہو گیا اور گھر سے کنارۂ فرات تک ایک قدم میں آیا اور فرات سے یہاں تک پیادہ آویگا میرے ادب کی وجہ سے، وہ آیا تو شیخ نے پوچھا تمھارا گھر بار کہاں ہے اس نے کہا ہند میں انھوں نے پوچھا تم وہاں سے کب چلے۔ کہا عصر پڑھکر شیخ نے فرمایا آج تم ہمارے مہمان ہو جب اگلے دن صبح ہوئی ہم اسکے وداع کے لئے جنگل میں پہونچے اور وہ شیخ کو وداع کرنے لگا شیخ نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے شانے پر رکھکر آگے کو دھکا دیا وہ وہیں غائب ہو گیا ہم کو نظر نہ آیا شیخ نے قسم کھاکر فرمایا کہ میرے دھکے کے ساتھ ہی اس نے اپنا پاؤں ھند میں اپنے گھر کے دروازہ میں رکھا۔ (ص ۱۳۰)

(۱۲۲۷) ایضاً۔ ان ہی شیخ اسمٰعیل سے مروی ہے کہ میں نے امیر کبیر معروف بہ اختری سے سنا کہ میرے والد سے کہتے تھے کہ میں ملک کامل کے ہمراہ تھا جب وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوئے جب ہم باس میں پہونچے تو ملک کامل نے فخر الدین عثمان کے ساتھ شیخ کی زیارت کا قصد کیا اور ہمارا ایک مجمع امراء کا تھا ہم اسکے پاس حاضر تھے اچانک ایک شخص لشکریوں میں سے داخل ہوا اور کہا کہ حضرت میرا ایک خچر تھا اور اس پر پانچہزار درہم تھے وہ میرے پاس سے جاتا رہا اور لوگوں نے مجھکو آپ کے پاس آنے کی رائے دی ہے شیخ نے فرمایا بیٹھ جا قسم ہے عزت معبودی کی میں نے اسکے لینے والے پر زمین کو تنگ کر دیا ہے یہاں تک کہ بجز اس مکان کے دروازہ کے اسکے چلنے کا کوئی راستہ ہی نہیں رہا اور وہ ابھی آتا ہے۔ جب وہ آوے اور بیٹھ جاوے میں تجھکو اٹھنے کا اشارہ کرونگا اسوقت تو اٹھ جانا اور اپنا خچر اور مال لے لینا اور ہم نے جب شیخ کا یہ کلام سنا تو ہم نے (دل میں) کہا کہ ہم بھی یہاں سے نہ اٹھیں گے جب تک

کہ وہ شخص نہ آجاوے سو ہم بیٹھے ہوئے تھے دفعتاً وہ شخص آپہونچا شیخ نے اس شخص لشکری کو اشارہ کیا وہ کھڑا ہوا اور اسکے ساتھ ہی ہم بھی اٹھے سو ہم نے خچر کو اور مال کو دروازہ پر پایا اور اسکو مالک نے لے لیا۔

(۱۲۲۸) **ایضاً** ۔ شیخ امام عالم شمس الدین خابوری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں حلب کے مدرسہ سلطانیہ میں فقہار کے سامنے شیخ کا کثرت سے ذکر کیا کرتا انھوں نے کہا ہم چاہتے کہ تمھاری معیت میں انکی زیارت کریں اور فقہ و تفسیر وغیرہ کے ان سے کچھ سوالات کریں پس ہم سب کا عزم ہوا کہ باہر جاکر انکی زیارت کریں سو ہم عزم کرہی رہے تھے کہ دفعتہً ایک فقیر آیا اور کہا کہ حضرت شیخ تمکو بلاتے ہیں میں نے کہا کہ حضرت شیخ کہاں ہیں؟ کہا شیخ ابوالفتح کنانی کے زاویہ میں ہیں۔ اور وہ بھی شیخ کے اصحاب میں سے تھے پس میں اور ایک جماعت فقہار کی انکی زیارت کو چلے۔ جب ہم انکے پاس حاضر ہوئے تو مجھ سے شیخ محمد عقیبی نے کہا کہ ان فقہار کی کیا حالت ہے میں نے کہا حضرت شیخ کی زیارت کرنے اور سلام کرنے آئے ہیں۔ انھوں نے کہا ایک عجیب واقعہ پیش آیا میں نے کہا کیا قصہ پیش آیا انھوں نے کہا شیخ نے ان سب کو لگام پہنا دی ہے اور شیخ کا باطن ایک درندہ کی شکل میں متمثل ہوکر ان سب کے منہ کو دیکھ رہا ہے۔ جب جلسہ طویل ہوگیا اور کوئی فقیہ گفتگو نہ کرسکا شیخ نے کہا تم کلام کیوں نہیں کرتے، تم سوال کیوں نہیں کرتے؟ تب بھی کسی کی جرأت نہیں ہوئی کہ کلام کرے اسوقت شیخ نے اپنے داہنے والے سے کہا کہ تمھارا یہ سوال تھا اور یہ اسکا جواب ہے پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے پھر تیسرے کیطرف، غرض ہر ایک سے اسکا سوال بھی ذکر کردیا اور اس سوال کا جواب بھی دیدیا اسی طرح اخیر تک نوبت پہونچادی۔ سب کے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور استغفار اور توبہ کی۔

(۱۲۲۹) ان ہی شیخ شمس الدین خابوری سے روایت ہے کہ مجھ سے ہمارے شہر کے ایک تاجر نے بیان کیا کہ میں اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حلب گیا اور

میں جوان تھا پس مجھکو میرے بعضے خاندان والے ایک جگہ لے گئے اور شراب حاضر کر کے پینے کو کہا جب میں نے پینے کے لئے پیالہ اٹھایا دیکھتا کیا ہوں کہ شیخ میرے سامنے کھڑے ہیں اور میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اٹھو اور نکل، اور میں ایک اونچے مکان میں تھا وہاں سے منہ اور سر کے بل گر گیا اور منہ اور سر سے خون نکلا میں اپنے چچا کے پاس آیا اور خون میرے ٹپک رہا تھا اور انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ معاملہ تیرے ساتھ کس نے کیا۔ میں نے تمام ماجرا بیان کیا۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تجھ پر اپنے مقبول بندوں کی عنایت اور اپنی حمایت فرمائی۔

(۱۲۳۰) ایضاً۔ شیخ اسماعیل بن سالم سے مروی ہے کہ میرے پاس کچھ بکریاں تھیں اور انپر ایک چرواہا مقرر تھا ایک روز معمول کے موافق چرانے لے گیا جب اسکے لوٹنے کا وقت آیا تو وہ لوٹا نہیں میں اسکی تلاش میں نکلا تو نہ وہ ملا اور نہ اسکی کوئی خبر ملی میں شیخ کے پاس آیا اور انکو اپنے دروازے پر کھڑا پایا جب مجھکو دیکھا تو فرمایا بکریاں جاتی رہیں میں نے کہا ہاں یا حضرت فرمایا ان کو بارہ آدمیوں نے لیا ہے اور انھوں نے راعی کو فلاں وادی میں باندھ رکھا ہے اور میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ ان پر نیند بھیج دیجئے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا تو تم فلاں جگہ جاؤ ان کو سوتا پاؤ گے اور بکریاں بیٹھی ہونگی مگر ایک بکری کھڑی ہوئی بچے کو دودھ پلاتی ہوگی وہ کہتے ہیں میں اسی جگہ گیا جہاں انھوں نے کہا تھا تو میں نے تمام واقعہ اسی طرح پایا جیسا انھوں نے کہا تھا اور ایک بکری کھڑی اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی پس میں بکریوں کو ہانکتے شہر کی طرف چلا آیا۔

(۱۲۳۱) ایضاً۔ انکی ایک کرامت یہ ہے کہ وہ ایک جنازہ پر تشریف لائے اور اس میں ایک جماعت عائد شہر کی بھی تھی جب سب میت کے دفن کے انتظار میں بیٹھے تو قاضی اور خطیب اور والی ایک سمت میں بیٹھ گئے اور شیخ اور

نقراء دوسری سمت میں بیٹھ گئے اور قاضی اور والی نے کرامات میں کلام شروع کیا اور یہ کہ اسکی کوئی حقیقت نہیں اور خطیب صالح (خوش عقیدہ) آدمی تھا جب سب اٹھے تاکہ میت والوں کی تعزیت کریں تو یہ جماعت شیخ کو سلام کرنے کے لئے آئی، شیخ نے فرمایا اسے خطیب میں تمکو سلام نہیں کرتا اس نے کہا کیوں اسے حضرت! فرمایا تم نے اولیاء کی غیبت کو رد نہیں کیا اور انکی طرفداری نہ کی۔ پھر شیخ قاضیؒ والی کیطرف ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ کرامات اولیاء کا انکار کرتے ہو تبلاؤ تمھارے پیروں کے نیچے کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہم کو معلوم نہیں فرمایا تمھارے پیروں کے نیچے ایک غار ہے کہ پانچ سیڑھیوں سے وہاں پہونچ سکتے ہیں اسمیں ایک شخص اور اسکی بیوی مدفون ہیں اور وہ شخص کھڑا ہوا مجھ سے باتیں کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں قریب ہزار سال کے ہوا کہ ان دونوں شہروں کا بادشاہ تھا اور وہاں ایک تخت پر وہ ہے اور ایک تخت پر اسکی زوجہ ہے اور ہم اس جگہ سے نہ ہٹیں گے جب تک انکو کھولکر نہ دیکھ لیں گے پس پھاوڑے وغیرہ منگا کر اس جگہ کو کھولا اور سب مجمع حاضر تھا تو اسکو اسی حالت پر پایا جیسا شیخ نے فرمایا تھا۔

(۱۲۳۲) ایضاً۔ شیخ ابراہیم بطائحی سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں شیخ ابوبکر بن قوام کی زیارت کے قصد سے چلا رستہ میں بعض لوگوں کا ساتھ ہو گیا انھوں نے شراب اسکے جلسوں اور سامان کا تذکرہ شروع کیا جب میں شیخ کے پاس پہونچا کہنے لگے یہ کیا حالت ہے میں نے عرض کیا حضرت کیسی حالت، فرمایا تیرے سامنے شراب اور اسکا سامان موجود ہے۔ میں نے کہا حضرت میں کچھ لوگوں کے ساتھ (سفر میں) ہو گیا تھا انھوں نے شراب کا تذکرہ کیا تھا اس نے مجھ پر وہی اثر کیا جو آپ فرما رہے ہیں، فرمایا تو نے سچ کہا (آئندہ کے لئے) نیک لوگوں کی صحبت اختیار کر اور برے لوگوں سے پرہیز رکھ۔

(۱۲۳۳) ایضاً۔ انکی ایک کرامت یہ ہے کہ ایک روز یہ اپنے یاروں

کے ساتھ دمشق میں بیٹھے تھے دفعتاً انھوں نے تواضع سے اپنی گردن جھکادی لوگوں نے
انسے پوچھا فرمایا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اسوقت اپنی مجلسِ وعظ میں بغداد میں
فرمایا ہے "قدمی ہٰذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ" اسلئے تمام اولیاء اللہ نے مشرق
سے مغرب تک اپنی گردن جھکادی۔ لوگوں نے تاریخ یاد رکھی پھر چند روز کے بعد
متواتر خبریں پہونچیں کہ حضرت نے یہ کلمہ اس تاریخ میں فرمایا تھا اسکو تحفۃ الانام
میں نقل کیا ہے۔ ۵۵۶ھ میں قریۂ علم میں انکی وفات ہوئی اور تابوت میں
رکھکر وہاں ہی دفن کئے گئے پھر ۵۶۱ھ میں دمشق کی طرف منتقل کئے گئے اور
قاسیون میں دفن کئے گئے۔ اور انھوں نے اپنے صاحبزادے سے پیشین گوئی
کی تھی کہ مجھکو ارض شام کیطرف منتقل کیا جاوے گا۔

(۱۲۳۴) ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن الحسین بن عبداللہ الزوقری

ثم الرکبی معروف بابن الخطاب۔ یہ بڑے فقیہ عالم عارف اور اکثر علوم کے محقق تھے۔ فقیہ
علی بن قاسم حکمی وغیرہ سے فقہ حاصل کیا تھا یہانتک کہ اپنے زمانہ کے فقہاء پر
فائق ہوگئے۔ اور یہ ان کے ایام شباب کا قصہ ہے اس سے ان میں ایک خود بینی
پیدا ہوگئی اور لوگوں کے مقابلہ میں ترفع ظاہر کیا کرتے اور فاخر لباس پہنا کرتے
(اب انکی ہدایت کا وقت آیا) پس ایک روز اپنے بھائی کو بلایا اور کہا کہ اے
بھائی میں نے آج شب کو اپنے پروردگار عزوجل کو خواب میں دیکھا فرماتے
ہیں کہ اے محمد مجھکو تجھ سے محبت ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کو جس سے محبت
ہوتی ہے آپ اسکو کسی بلا میں مبتلا کیا کرتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے فرمایا تو بھی
بلا کے لئے مستعد ہوجا (سو مجھ پر کوئی بلا ضرور آویگی) اور تم اے بھائی!...
میرے حالات کے متعلق دیکھ بھال رکھنا جب اس دن کا اخیر حصہ ہوا تو انھوں
نے شہر زبید مسجد اشاعر میں عصر کی نماز پڑھی پھر اپنے گھر کیطرف جلدی جلدی چلے اور
انکا معمول تھا کہ عصر کے بعد بیٹھا کرتے تھے اور پڑھاتے تھے یہ اثنا راہ ہی
میں تھے کہ بیہوش ہوکر گرگئے۔

(باقی آئندہ)

علیٰ ہذا ہمکو یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ جہت کعبہ ہی کو استقبال کیلئے کیوں مخصوص کیا گیا وہاں اسکا راز ہم نے بتلا دیا کہ خاص جہت کی تعیین میں کیا مصلحت ہے ۔ یہ جواب تو ضابطہ کا ہے۔

اور طالب کے لئے جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انکی یعنی (حق تعالیٰ کی) توجہ کس طرف زیادہ ہے جس طرف انکی توجہ زیادہ تھی اسی کو جہت صلوٰۃ مقرر فرمادیا رہا یہ کہ کیسے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی توجہ کعبہ کی طرف زیادہ ہے سو جنکے آنکھیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ واقعی کعبہ پر تجلیات الٰہی بہت زیادہ ہیں اور توجہ سے یہی مراد ہے اور وہی تجلیات روح کعبہ اور حقیقت کعبہ ہیں یہی وجہ ہے کہ کعبہ ظاہری کی جہت پر کلی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ اسوقت گو صورت کعبہ سامنے نہیں مگر حقیقت کعبہ یعنی تجلی الٰہی تو سامنے ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان صرف تجلیٔ الٰہی کا استقبال کرتے ہیں کعبہ کی دیواروں کا استقبال نہیں کرتے مگر چونکہ تجلی الٰہی کا احساس ہر شخص کو نہیں ہوتا اسلئے حق تعالےٰ نے اس خاص بقعہ کی حد مقرر فرمادی جس پر انکی تجلی دوسرے مکانوں سے زیادہ ہے ۔ پس یہ عمارت محض اس تجلی اعظم کی جگہ دریافت کرنے کے لئے ہے ورنہ عمارت خود مقصود بالذات نہیں ہے چنانچہ انہدام عمارت کے بعد نماز کا موقوف نہ ہونا اور کعبہ کی جہت پر نماز کا درست ہونا اسکی دلیل ہے ۔ فقہاء نے اس راز کو سمجھا ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ قبلہ وہ ہوا ہے جو کعبہ کے محاذات میں آسمان تک اور اسکے نیچے زمین کے

لہ اسی طرح اگر اندھیرے میں جہت کعبہ نہ معلوم ہوا اور اپنے گمان پر کسی طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے اور بعد میں معلوم ہو کہ نماز قبلہ کیطرف نہیں ہوئی بلکہ کسی اور طرف کو ہوئی ہے اس صورت میں اسلام کا حکم ہے کہ نماز درست ہوگئی اس سے بھی معلوم ہوگیا کہ مسلمان کعبہ کی پرستش نہیں کرتے ورنہ اس صورت میں بطلان صلوٰۃ کا حکم ہوتا بلکہ تعیین جہت کی وہی حکمت ہے جو اوپر مذکور ہوئی

اسفل طبقات تک ہے لیکن چونکہ عمارت کعبہ کو اور اس جگہ کو تجلی الہی سے
تلبس ہے اس تلبس کیوجہ سے اسمیں بھی برکت آگئی اور یہی تجلی اہل لطائف
کے نزدیک معنی ہیں اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اِسْتَوٰی یعنی عرش پر تجلی رحمانیت
ہوتی ہے۔ یہ معنی ہرگز نہیں کہ عرش پر خدا تعالے بیٹھے ہیں اور وہ انکا مکان ہے
کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مکان کو مکین کے برابر یا کم از کم اُسکے مقارب ہونا چاہیئے
اگر کوئی شخص زمین پر بیٹھے اور اسکے نیچے رائی کا دانہ آجائے تو زمین کے خاص
حصہ کو تو اسکا مکان کہا جائے گا رائی کے دانہ کو کوئی شخص اسکا مکان نہ کہیگا
کیونکہ انسان سے اسکو کچھ بھی نسبت نہیں پھر وہ اسکا مکان کیونکر ہو سکتا ہے
اسی طرح یہاں سمجھئے کہ عرش حق تعالیٰ کا مکان نہیں ہو سکتا کیونکہ عرش محدود
ہے اور ذات خداوندی غیر محدود ہے۔ محدود کسی طرح غیر محدود کا مکان نہیں
ہوسکتا بس استوی علی العرش کے معنی وہی ہیں کہ حق تعالیٰ کی تجلی صفت رحمانیت کے اعتبار
سے اسپر ہوتی ہے اسی واسطے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ استوی فرمایا اللہ علی العرش استویٰ
نہیں فرمایا کیونکہ اللہ علم ذات ہے اور رحمٰن اسم صفت ہے اس سے معلوم ہوگیا عرش محل ذات
نہیں بلکہ مظہر صفت رحمت ہے اور وہاں تجلی رحمت اور مکانات سے زیادہ ہے۔ یہ تو
استقبال قبلہ کا راز ہوا۔ رہا تقبیل حجر کا راز تو میں کہہ چکا ہوں کہ اسکا منشا عظمت و عبادت
نہیں بلکہ محض محبت اسکا منشا ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کو مجمع عام
میں ظاہر فرمایا ایکبار آپ طواف کر رہے تھے اسوقت کچھ لوگ یہات کے موجود تھے جب آپنے تقبیل حجر کا
ارادہ کیا تو حجر کے پاس ذرا ٹھیرے اور فرمایا انی لا علم انک لحجر لا تضرو لا تنفع و لولا انی رأیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک یعنی میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے
جو نہ کچھ نفع دیسکتا ہے نہ ضرر دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے
بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا کیا خشک معاملہ کیا ہے حجر کے ساتھ
بھلا اگر یہ مسلمانوں کا معبود ہوتا تو کیا اس سے یہی خطاب کیا جاتا کہ نہ تو نفع دے سکتا ہے
نہ ضرر پہونچا سکتا ہے اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس تقبیل کا منشا محض محبت ہے اور محبت کیوجہ یہ ہے

کہ حضورؐ نے اسکو بوسہ دیا ہے۔ حضور کا فضلہ بھی اگر کسی جگہ گرا ہو تو ہمکو اس جگہ سے محبت ہوگی چہ جائیکہ وہ جگہ جہاں حضورؐ کے ہاتھ لگے ہوں اور اور اس سے بڑھکر یہ آپ کا دہان مبارک لگا ہو ؎

درمنزلیکہ جاناں روزے رسیدہ باشد   با خاک آستانش داریم مرحبائے

(جس مقام میں کسی دن میرے محبوب کی رسائی ہوگی اسکے آستانہ کی خاک کو لبیک میں مرحبا کہوں گا)

رہا یہ کہ حضورؐ نے اسکو کیوں بوسہ دیا اس سوال کا کسی کو حق نہیں اور نہ ہمکو اس کی وجہ بتلانا ضروری ہے۔ ہاں اتنی بات ضروری ہے کہ حضورؐ نے بطور عبادت و عظمت کے بوسہ نہیں دیا ورنہ حضرت عمرؓ اس بیباکی کے ساتھ لا تضر ولا تنفع نہ فرماتے وہ حضورؐ کے مزاج شناس تھے جب انھوں نے حجر کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو یقیناً اس تقبیل کا منشا، عبادت ہرگز نہیں اور تبرعاً اسکا جواب بھی دیئے دیتا ہوں کہ ممکن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر کے اندر تجلیات الٰہیہ کا بہ نسبت دوسرے حصص بیت کے زیادہ ہوتا منکشف ہوا ہو پس منشاء اس تقبیل کا تلبس زائد ہے تجلیات الٰہیہ سے اور جس چیز کو محبوب کے انوار سے زیادہ تلبس ہو اسکا بوسہ دینا اقتضائے محبت ہے۔ وقال الشاعر ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ   اقبل ذاالجدار و ذاالجدارا

(میں لیلیٰ کے دیار سے گذرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں)

وما حب الدیار شغفن قلبی   ولکن حب من سکن الدیارا

(کسی مکان کی محبت سے میرا کوئی قلبی تعلق نہیں ہے لیکن اس سے ضرور تعلق ہے جو اس مکان میں بسا ہے)

اس جگہ شاید کسی کو یہ اشکال پیش آئے کہ جس وقت حضرت عمرؓ نے حجر اسود کے متعلق یہ فرمایا تھا لاعلم انک حجر لا تضر ولا تنفع اسوقت حضرت علی وہاں موجود تھے انھوں نے فرمایا انہ لینفع انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یشھد لمن قبلہ یوم القیامۃ (اوکما قال) کیوں نہیں وہ نفع دیگا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو لوگ اسکو چومتے

ہیں قیامت کے دن یہ ان کے واسطے گواہی دیگا۔ تو اس سے حجر کا نافع ہونا معلوم ہوا اور یہ معارض ہے حضرت عمرؓ کے قول کے سو خوب سمجھ لیجئے کہ اگر حضرت علیؓ سے یہ قول بسند صحیح ثابت ہو تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے قول میں تعارض کچھ نہیں بلکہ حضرت علیؓ کا قول حضرت عمرؓ کے قول کا مکمل ہے اور اسکی حقیقت کو ظاہر کرنے والا ہے کیونکہ جب حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو نہ ضرر دیسکتا ہے نہ نفع تو اس پر یہ شبہ وارد ہو سکتا ہے کہ پھر یہ تقبیل محض لغو ہے جس کام میں کچھ بھی نفع نہیں اسکا کرنا فضول ہے، حضرت علی نے اس شبہ کو دفع فرمایا اور بتلا دیا کہ حضرت عمر ایک خاص نفع و ضرر کی نفی فرماتے ہیں یعنی جو نفع و ضرر معبود کا خاصہ ہے حجر اسود میں وہ نہیں ہے باقی مطلق نفع کی نفی مقصود نہیں چنانچہ حجر میں ایک نفع ہے کہ وہ شاہد بنے گا قیامت میں اپنے بوسہ دینے والوں کے لئے اور ظاہر ہے کہ شاہد کا درجہ حاکم سے کم ہوتا ہے۔ شاہد کے قبضہ میں نفع و ضرر نہیں ہوتا وہ تو صرف واقعہ بیان کر دیتا ہے اب آگے حاکم کی رائے پر فیصلہ کا مدار ہے نفع و ضرر وہی دے سکتا ہے۔ حاکم اصل اور شاہد تابع ہوتا ہے۔ پس حجر کا شاہد ہونا خود اسکی عبادت کی نفی کرتا ہے۔ چنانچہ شاہد تو انسان بھی ہو سکتا ہے چنانچہ قیامت میں بہت سے انسان بھی شاہد ہوں گے۔ پس حضرت عمرؓ کا مطلب یہ ہے کہ نفع و ضرر تیرے قبضہ میں نہیں ہے اس سے تو شبہ عبادت کی نفی ہو گئی اور حضرت علیؓ کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفع تیرے اندر موجود ہے جو مخلوق سے مخلوق کو پہونچا کرتا ہے یعنی شاہدیت۔ اس سے لغویت تقبیل کی نفی ہو گئی ہے خوب سمجھ لو۔

دوسری تکمیل توحید کی اسلام میں یہ ہے کہ تصویر کو حرام کر دیا گیا۔ تصویر کا بنانا بھی حرام ہے اور گھر میں رکھنا بھی حرام ہے حالانکہ تصویر قابل پرستش نہیں نہ کفار تصویر کو پوجتے ہیں بلکہ وہ تو مجسم مورتوں کو پوجتے

ہیں۔ اسوقت بھی کفار کی یہی حالت ہے اور پہلے بھی یہی دستور تھا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں اتعبدون ما تنحتون یہ نہیں فرمایا اتعبدون ما تصورون مگر باینہمہ اسلام نے شرک سے اتنا بچایا ہے کہ تصویر کو بھی حرام کردیا کیونکہ گو اسکی عبادت نہیں ہوتی مگر مفضی الی العبادت ہونے کا احتمال اسمیں ضرور ہے کیونکہ جب تصویر کی اجازت ہوتی تو لوگ حضورؐ کی اور صحابہؓ اور بزرگان دین کی بھی تصویریں اتارتے اور عادۃً تصویر کا اثر وہی قلب پر ہوتا ہے جو صاحب تصویر کا اثر ہوتا ہے۔ تو وہ تصویروں کی تعظیم بھی کرتے پھر رفتہ رفتہ جہلار شرک میں مبتلا ہوجاتے چنانچہ پہلے زمانہ میں اسی سے شرک کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور تصویر کا اثر صاحب تصویر کے برابر ہونے کا مجھے ایک واقعہ یاد آیا جو مجھ سے کانپور میں ایک مسافر نے نقل کیا تھا کہ ایک مرتبہ مجمع غلاۃ مبتدعہ نے بطور استہزار کے ایک نقل کی جس میں ظالموں نے امام حسینؓ، امام حسنؓ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ کہ اللہ میاں کی بھی تصویر بنائی تھی اس مجمع میں کوئی دیہاتی سنی بھی جا پھنسا تھا۔ سب سے پہلے امام حسینؓ کی تصویر لائی گئی لوگوں نے مفتی مجلس سے پوچھا کہ ان کے بارے میں کیا حکم ہے اس نے کہا کہ یہ حضرت قیامت تک کے لئے ہم پر مصیبت ڈال گئے ہیں کہ اپنے ساتھ سارے خاندان اہل بیت کو مروا ڈالا جنکو ہر سال روتے ہیں اگر یہ تقیہ کرلیتے تو کچھ بھی نہ ہوتا لہٰذا انکو لیجاؤ اور قتل کرڈالو۔ اس کے بعد امام حسنؓ لائے گئے، پوچھا ان کے واسطے کیا حکم ہے کہا انھوں نے اپنے کو خلافت سے معزول کرکے (حضرت) معاویہؓ کو خلافت دیدی جس سے یزید کو خلافت پہونچ گئی یہ سب انھیں کا فساد ہے انکو بھی قتل کرو اسکے بعد حضرت علیؓ کی تصویر لائی گئی کہا کہ سارے فتنہ کی جڑ یہی ہیں انھوں نے خوامخواہ حضرت معاویہؓ سے لڑائی کی جس سے انکا خاندان اہل بیت کا دشمن ہوگیا تقیہ کرلیتے تو

کچھ بھی نہ ہوتا انکو بھی ختم کرو۔ حضرت فاطمہؓ کی تصویر لائی گئی کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوچکا تھا کہ (حضرت) حسینؓ کربلا میں شہید ہوں گے انھوں نے اپنے ابا جان سے دعا، نہ کرالی کہ میری اولاد یوں تباہ نہ ہو انکو بھی صاف کرو۔ پھر نعوذ باللہ حضورؐ کی تصویر لائی گئی کہا ارے یہ تو سب کچھ کر سکتے تھے ایک بد دعا کر دیتے تو یزید کی کیا مجال تھی جو اہل بیت پر یہ مصیبت ڈالتا، پھر جو حکم اوروں کے لئے ہوا تھا آپؐ کی تصویر کے لئے بھی وہی ہوا۔ بیچارہ دیہاتی مسلمان یہ سب دیکھتا رہا اور دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا آخر سب کے بعد ایک بہت بڑی تصویر لائی گئی مفتی نے نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ اللہ میاں ہیں (نعوذ باللہ) اس نے کہا ارے سارا فساد تو انھیں کا ہے انکو سب کچھ قدرت تھی مگر انھوں نے اہلبیت کا ساتھ نہ دیا یزیدیوں کا ساتھ دیا اور اہلبیت کو ان کے ہاتھ سے مروا ڈالا پھر ان کے واسطے بھی وہی حکم ہوا جو اوروں کے لئے ہوا تھا اسوقت بیچارے دیہاتی مسلمان سے نہ رہا گیا وہ یہ سمجھا کہ اگر اللہ میاں نہ ہوئے تو بارش کون برسائے گا، روزی کون دیگا، جنت کون دے گا۔ بیچارہ غلبۂ جوش میں اٹھا اور دوڑ کے اس تصویر کو اٹھا کر لے بھاگا۔ بدعتی اس کے پیچھے پیچھے لاٹھیاں لیکر دوڑے کہ یہ کون اجنبی ہماری محفل میں آگیا مگر دیہاتی مضبوط تھا ایسا بھاگا کہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ قریب ہی اہل حق کے دیہات تھے اس نے وہاں جاکر پکارا کہ مجھے بچاؤ لوگ جمع ہوگئے۔ بدعتی مجمع کو دیکھکر لوٹ گئے اب لوگوں نے اس سے کہنا شروع کیا تو ان کمبختوں میں کہاں جا پھنسا تھا، خیر خدا کا شکر ہے اس نے تجھے بچالیا۔ کہنے لگا واہ خدا مجھے کیا بچاتا میں نے ہی خدا کو بچالیا (توبہ توبہ) لوگوں نے کہا کمبخت یہ کیا بکتا ہے؟ کہنے لگا دیکھو یہ خدا میرے سامنے موجود ہے یہ لوگ انکو قتل کر رہے تھے میں اٹھاکر لے بھاگا اور انکی جان بچائی۔ لوگ ہنسنے لگے اور اسے سمجھایا کہ بیوقوف

یہ خدا نہیں ہے یہ تو بنائی ہوئی تصویر ہے خدا کو بھلا کون دنیا میں دیکھ سکتا ہے اور وہ بیجان تھوڑا ہی ہے کہ نہ بولتا ہو نہ بات کرتا ہو پھر وہ کسی کے ہاتھ کیوں آنے لگا کس کی مجال ہے جو خدا تعالیٰ کو آنکھ بھر کر بھی دیکھ سکے وہ دیہاتی بچہ جاہل تھا مگر تھا خدا کا محب اسلئے وہ اس قول سے کہ میں نے خدا کو بچایا ہے کافر نہیں ہوا وہی قصہ ہوگیا جو شبان موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تھا۔ اخلاص و محبت کیوجہ سے اسکی یہ جہالت معاف ہوگئی۔ اس قصہ سے آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ تصویر کا اثر قلب پر کیا ہوتا ہے اسی لئے شریعت نے اس کو حرام کردیا مگر آجکل مسلمانوں کا کچھ ایسا مذاق بدلا ہے کہ تصویر سے ذرا بھی اجتناب نہیں رہا حتیٰ کہ مسائل کی کتابوں میں بھی تصویریں بننے لگیں۔ جہاں وضو کا بیان ہے وہاں ایک تصویر آدمی اور لوٹے کی بنا دی ہے گویا وہ بیٹھا ہوا وضو کر رہا ہے وعلیٰ ہذا اگر یہی مذاق رہا تو چند دنوں کے بعد قرآن میں بھی تصویر ہونے لگے گی۔ جب مسلمانوں کی یہ حالت ہو تو مخالفین اسلام کو ہم کیا جواب دیں؟ مگر ہم تو اب بھی جواب دیں گے کیونکہ اسلام میں تو ممانعت ہی ہے۔ اسلام اپنے پیرؤں کے اعمال کا ذمہ دار تھوڑا ہی ہے ایک خوبی اسلام کی یہ ہے کہ نماز کو کس خوبصورتی کے ساتھ مشروع فرمایا ہے اسکی نظیر کوئی مذہب نہیں دکھا سکتا شروع سے لیکر آخر تک خدا کی حمد و ثناء تکبیر و تعظیم ہی ہے۔ کبھی رکوع ہے کبھی سجدہ کبھی قیام کبھی قعود گویا عاشق اپنے محبوب کی خوشامد کر رہا ہے نہ کسی طرف دیکھتا ہے نہ کسی سے بات کرتا ہے کبھی محبوب کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہے، کبھی جھکتا ہے کبھی پاؤں پڑتا ہے کبھی ادب سے بیٹھکر عرض و معروض کرتا ہے غرض عجیب عبادت ہے۔ ایک خوبی اسلام میں یہ ہے کہ غرباء کے لئے امراء پر زکوٰۃ کو فرض فرما دیا جس میں صرف چالیسواں حصہ دینا پڑتا ہے اور کھیتی میں دسواں یا بیسواں حصہ یہ ایسی مقدار ہے جس میں دینے والے پر کچھ بھی بار نہیں اور اگر پابندی سے سب

ادا کریں تو اہل اسلام کے تمام فقرا و معذورین کے لئے کافی ہے کوئی بھی بھوکا نہ رہے مگر افسوس لوگ پابندی سے زکوٰۃ نہیں نکالتے پھر لطف یہ کہ زکوٰۃ دینے سے مال میں برکت بھی ہوتی ہے کمی نہیں آتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختگی کے ساتھ فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی آخرت کا تو ثواب ملے ہی گا زکوٰۃ سے دنیا میں بھی مال بڑھتا ہے آفات سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ تجربہ کرکے دیکھ لیا جاوے۔ پھر ایک عبادت حج کی مقرر فرمائی جسکی بنا یہ ہے کہ چونکہ بدون حال کے قال بیکار ہے دل پر بھی چرکہ لگانے کی ضرورت تھی اسلئے عشق و محبت کا چرکہ دل پر لگانے کے لئے یہ ایک عبادت ایسی بھی مشروع فرمائی جس میں ابتدار سے انتہار تک جنون عشق کی کیفیت ہوتی ہے۔ یعنی حج۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ سب باتیں ظاہری ہی ہیں نہیں صاحب انکا دل پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ احرام کی کیفیت دیکھکر دشمنوں پر بھی اثر ہوتا ہے کہ بادشاہ اور غلام سب کے سب ننگے سر ہیں چادرہ لنگی پہنے ہوئے ہیں، ناخن بڑھے ہوئے ہیں، بال پریشان ہیں نہ خوشبو لگا سکتے ہیں، نہ ناخن کتر سکتے ہیں نہ خط بنوا سکتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے لبیک اللھم لبیک پکارتے ہیں۔ جب حاجی لبیک کہتے ہیں تو پتھر بھی موم ہو جاتا ہے۔ پھر جب مکہ پہونچتے ہیں اور کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہے تو نظر کے ساتھ آنکھوں سے گھڑوں پانی بہنے لگتا ہے کیا یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں کوئی تو چیز ہے جو یوں بیتاب کر ڈالتی ہے یہ رونا نمعلوم خوشی کا ہے یا غم کا کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہمارے حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ رونا گرم بازاری عشق کا ہے جسکا ذکر ان اشعار میں ہے ؎

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت ونداں برگ ونوا صد نالہائے زار داشت

(ایک بلبل پھول کی خوشرنگ پنکھڑی اپنی چونچ میں لئے ہوئے تھی اور لئے ہونیکے باوجود سیکڑوں نالہ فریاد کر رہی تھی)

گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست گفت مارا جلوۂ معشوق دراین کار داشت

(میں نے اس سے پوچھا کہ یہ عین وصل میں نالہ و فریاد کیسی؟ اسنے کہا کہ معشوق کے جلوہ ہی نے مجھے اس شغل میں مشغول رکھا ہے)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۲ بخشی بازار الہ آباد

حامل مضامین تصوف و عرفان ماہنامہ ادارت وصی اللہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

چندہ سالانہ
تیس ۳۰ روپیہ
چندہ ششماہی
۱۶ سولہ روپیہ

چندہ سالانہ
غیر ممالک
پاکستان
عرب امریکہ پونڈ
انگلینڈ افریقہ پونڈ

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین روپیہ
مدیر: احمد مکین عفی عنہ

جلد ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۷ء شمارہ ۱۲

فہرست مضامین

اعزازی پبلشر نے [illegible] مولوی عبد المجید صاحب سرا ایکسپریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۳۳ بخشی بازار الہ آباد سے شائع کیا

ترسیل زر کا پتہ [illegible] مکان نمبر ۳۳ بخشی بازار الہ آباد ۳ - ۲۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حضرت اقدس مصلح الامۃ علیہ الرحمۃ نے اپنی حیات مبارکہ میں اشاعت دین اور اصلاح و تبلیغ کے لئے جو شمعیں روشن کی تھیں الحمد للہ وہ آج تک پرنور و ضیا بار ہیں، خانقاہ، مکتبہ، مدرسہ، بحمد اللہ یہ تمام سلسلے علی حالہٖ قائم ہیں، چونکہ سن عیسوی کے اعتبار سے یہ آخری مہینہ اور سال رواں کا آخری رسالہ ہے اس لئے اوارہ اور رسالہ کے احوال و کوائف سپرد گذارش کریں گے۔

خانقاہ مصلح الامت سے ماہنامہ رسالہ کا اجراء ۱۹۶۳ء سے شروع ہوا، بفضلہ تعالیٰ یہ ماہنامہ پابندی اوقات کے ساتھ برابر شائع ہوتا رہا درمیان میں بعض قانونی عوارض کی بنا پر قدیم نام تبدیل کرکے "وصیۃ العرفان" کے نام سے موسوم ہوا۔ الحمد للہ یہ رسالہ وصیۃ العرفان بھی اپنی عمر کی دسویں منزل کیطرف گامزن ہے۔ ہم اللہ رب العزت کا انتہائی شکر بجالاتے ہیں کہ اس دین بیزاری اور مذہب سے عموماً بے رغبتی کے دور میں خالص دینی، اصلاحی اور تصوف و احسان کے حامل رسالہ کی اشاعت کا سلسلہ باقی و قائم رکھا بلاشبہ یہ حضرت والا علیہ الرحمۃ کی روحانی توجہ اور انکے خلیفہ و جانشین حضرت قاری صاحب مدظلہ کے خلوص نیت کا ثمرہ ہے۔

نیز اپنے ان مخلصین و قدر دانوں کے مشکور ہیں جنکے تعاون اور دلچسپی نے ہمارے حوصلوں کو قائم رکھا جب کبھی راہ سخت اور دشوار گذار آئی انکے حوصلہ افزا نغموں نے محمل گرانبار میں تیز گامی کی روح پھونکدی یقیناً ہماری رفتار آپکے حوصلوں کی رہین منت ہے۔ قارئین کو آجکل کی ہوش ربا گرانی کا اندازہ ہی نہیں بلکہ سابقہ بھی پڑ رہا ہوگا! ہر چیز کی قیمت دو چند سے بڑھکر سہ چند بلکہ چہار چند پہونچ گئی ہے۔ لہٰذا گرانی کے اثرات لازماً ادارے تک بھی پہونچیں گے۔ آپ حضرات کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ رسالہ وصیۃ العرفان اشتہارات اور چندے وغیرہ کی گذارشات سے قطعی خالی ہوتا ہے اسکی آمدنی کا ذریعہ صرف زر تعاون ہے ان وجوہات کی بنا پر مجبوراً معذرت کیساتھ بادل ناخواستہ سال آئندہ کے زر تعاون میں پانچ روپیہ کا اضافہ کیا جا رہا ہے اب سالانہ چندہ پینتیس ۳۵ روپیہ ہوا کریگا۔ امید ہے کہ ناظرین کرام ہماری دشواریوں کے سبب سے اس قلیل اضافہ کو گوارا کرلیں گے۔

دیگر یہ کہ وہ حضرات جنھوں نے ابھی تک زر تعاون روانہ نہیں کیا ہے ان سے درخواست ہے کہ زر تعاون جلد ارسال کرنے کی کوشش کریں اور منی آرڈر کوپن پر خریداری نمبر ضرور تحریر کر دیں۔ دوسرے اس ادارہ کے ساتھ تعاون کی ایک شکل یہ ہے کہ آپ اپنے احباب کو اس رسالہ کے خریدار بننے کی دعوت و ترغیب دیں انشاء اللہ آپ عند اللہ ماجور ہوں گے۔

استاذ مکرم مولانا عبدالرحمن صاحب جامی مدظلہ اسوقت سخت علیل ہیں گٹھیا کے عارضہ میں عرصہ سے مبتلا تھے گذشتہ چند سال سے مرض کی شدت میں اضافہ ہوگیا اور چند ماہ سے صاحب فراش ہیں دعاء فرمائیں اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو صحت عاجلہ اور شفائے کامل عطا فرمائے انکے سایہ کو تادیر باقی و قائم رکھے اور جملہ تکالیف و پریشانیوں سے نجات دے آمین۔ ع این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

بفضلہ تعالےٰ اس ادار سے سے نشر و اشاعت کا سلسلہ برابر جاری رہا حضرت مصلح الامۃ قدس سرہ، حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمہ اور دیگر سلف صالحین کی کتب و تراجم شائع ہوتے رہے ہیں اب تک جو کتابیں طبع ہوئی ہیں وہ آپ کے علم میں آچکی ہیں ابھی حال میں "دائرۃ الاشاعۃ" سے جو کتابیں شایع ہوئی ہیں ان سے آپکو آگاہ کرتے چلیں

(۱) امثال عبرت : یہ انمول کتاب تقریباً تین سو دلچسپ اور نصیحت آموز حکایات کا مجموعہ ہے جنکا انتخاب حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے مواعظ حسنہ سے کیا گیا ہے۔ قیمت ۵۰ ــ ۱۲ روپیہ

(۲) زاد السعید : یہ رسالہ حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ قدس سرہٗ کا تصنیف فرمودہ ہے جسمیں درود شریف کا حکم، اسکے ترک پر وعید اسکے فضائل و برکات و خواص اور مسائل بیان کئے گئے ہیں قیمت ۰۰ ــ ۳ روپیہ

(۳) رفیق سفر : اس مختصر سے کتابچہ میں آداب سفر، احکام سفر اور مسائل سفر بیان کئے گئے ہیں۔ قیمت ۵۰ ــ ۳ روپیہ ـــــ مذکورہ بالا کتابوں میں خریداران رسالہ کیلئے ۳۰ جون تک بیس فیصد قیمت میں رعایت رکھی گئی ہے۔

دیگر مطبوعہ کتب "حیات مصلح الامۃ"۔ "اسوۃ الصالحین"۔ "تالیفات مصلح الامۃ" "تصوف و نسبت صوفیہ" "درد و درماں" اور "حکایات الاولیاء" وغیرہ بھی فراہم ہو سکتی ہیں۔ — (ادارہ)

اور اس شامل کرنے کے لئے) ہم ان (اہل جنت متبوعین) کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہ کریں گے (یعنی یوں نہ کریں گے کہ ان متبوعین کے بعض اعمال لیکر انکی ذریت کو دیکر دونوں کو برابر کردیں بلکہ متبوع اپنے درجہ عالیہ میں بدستور رہے گا اور تابع کو وہاں پہونچا دیا جائیگا اور متبوع اور ذریت میں ایمان کی شرط اسلئے ہے کہ اگر وہ ذریت مومن نہیں تو آباء مومنین کے ساتھ الحاق نہیں ہوسکتا کیونکہ کافروں میں سے ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) میں محبوس (فی النار و ماخوذ رہے گا (بقولہ تعالیٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ یعنی کفر سے نجات کی کوئی صورت نہیں لہٰذا الحاق با آباء مومنین متصور نہیں اسی لئے الحاق میں ایمان ذریت شرط ہے) اور (آگے پھر مطلق اہل ایمان اور اہل جنت کا بیان ہے کہ) ہم انکو میوے اور گوشت جس قسم کا انکو مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے (اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے۔ اس شراب میں نہ بک بک لگے گی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ کوئی بیہودہ بات عقل و متانت کے خلاف ہوگی) اور انکے پاس (فواکہ وغیرہ لانے کے لئے) ایسے لڑکے آوینگے جو خاص انہی کی خدمت کے لئے ہوں گے (اور غایت حسن و جمال سے ایسے ہونگے کہ گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں (کہ ان پر ذرا گرد و غبار نہیں ہوتا اور آب و تاب اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے (اور انکو روحانی مسرت بھی ہوگی)۔ چنانچہ اسمیں ایک کا بیان یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کیطرف متوجہ ہوکر بات چیت کریں گے اور اثناء گفتگو میں یہ بھی کہیں گے کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر (یعنی دنیا میں انجام کار سے) بہت ڈرا کرتے تھے سو خدا نے ہم پر بہت احسان کیا اور ہمکو عذاب دوزخ سے بچالیا (اور) ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے (کہ ہمکو دوزخ سے بچا کر جنت میں لیجاوے سو اللہ نے دعا قبول کرلی) واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے (اور اس مضمون سے مسرت ہونا ظاہر ہے اور چونکہ یہ امر دو حیثیت سے نعمت تھا ایک فی نفسہ مضرت سے بچانا دوسرے ہم ناچاروں کی ناچیز عرض قبول کرلینا اسلئے دو عنوان سے تعبیر کیا گیا)۔ (بیان القرآن ج ۱۲ ص ۲۰)

مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ حضرت ہثیم بن مالک طائی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی (اہل جنت میں سے) چالیس برس تک تکیہ لگا کر بیٹھا رہے گا نہ وہاں سے پھرے گا نہ آزردہ ہوگا اس کے خواہش کی چیزیں اسکے پاس آتی رہینگی اور اسکی آنکھیں لذت اٹھاتی رہینگی۔

حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ ایک آدمی جنت میں ستر سال تک تکیہ لگائے بیٹھا رہے گا اس کے پاس اسکی بیبیاں اور خادم اور تمام نعمت اور کرامت کی چیزیں جو اللہ تعالےٰ نے اسکو عنایت فرمائی ہونگی موجود ہونگی اسکے بعد وہ اچانک نظر اٹھائے گا تو (دیکھتا کیا ہے کہ) بہت سی بیبیاں ہیں جنکو اس سے قبل دیکھا ہی نہ تھا وہ کہیں گی اب وقت آیا ہے کہ آپ اپنی ذات سے ہمیں بھی کچھ حصہ دیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ الخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی جنت میں داخل ہوگا تو اپنے والدین اور زوجہ اور اولاد کے متعلق سوال کرے گا کہ وہ کہاں ہیں؟) جواب ملیگا کہ وہ لوگ تمھارے درجہ کو نہیں پہونچے وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب میں نے تو اپنے اور ان سب کے لئے عمل کیا تھا اس پر اس کے ساتھ ان لوگوں کے الحاق کا حکم ہوجائیگا اور حضرت ابن عباس نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَالَّذِيْنَ اٰمنوا الخ۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ الخ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوجائیں گے تو وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی (زیارت) کے مشتاق ہونگے اس پر ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلکر آجائیگا اور دونوں تکیہ لگا کر باتیں کرینگے (اس سلسلہ میں) واقعات دنیا کا تذکرہ کرینگے اور ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہے گا کہ اے فلاں کیا جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے کس دن ہماری مغفرت فرمائی؟ جس دن کہ ہم فلاں جگہ

تھے اور ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اسی دن مغفرت فرمائی تھی۔
(ابن کثیر ص۲۴۳ ج ۴)

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

بزرگوں کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں بھی نفع دیگا بشرط ایمان

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور انکی اولاد بھی ایمان میں انکے تابع رہی یعنی مومن ہوئی تو ہم انکی اولاد کو بھی جنت میں انہی کے ساتھ ملحق کر دینگے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی ذریت و اولاد کو بھی ان کے بزرگ آبا کے درجہ میں پہونچا دیں گے اگرچہ وہ عمل کے اعتبار سے اس درجہ کے مستحق نہوں تاکہ ان بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (رواہ الحاکم والبیہقی فی سننہ والبزار وابونعیم فی الحلیۃ وابن المنذر وابن جریر وابن ابی حاتم، از مظہری۔)

اور طبرانی نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا اور میرا گمان یہ ہے کہ انھوں نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں باپ اور بیوی اور اولاد کے متعلق پوچھے گا کہ (وہ کہاں ہیں) اس سے کہا جاویگا کہ وہ تمھارے درجہ کو نہیں پہونچے (اسلئے انکا جنت میں الگ مقام ہے) یہ شخص عرض کرے گا اسے میرے پروردگار! میں نے جو کچھ عمل کیا تھا وہ اپنے لئے اور ان سب کیلئے کیا تھا تو حق تعالیٰ شانہ کیطرف سے حکم ہوگا کہ ان کو بھی اسی درجۂ جنت میں انکے ساتھ رکھا جائے (ابن کثیر)

حافظ ابن کثیر نے روایات مذکورہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ آخرت میں ان روایات سے تو یہ ثابت ہوا کہ آبا ر صالحین کی برکت سے انکی اولاد کو فائدہ پہونچیگا

اور عمل میں انکا درجہ کم ہونے کے باوجود اپنے آباء صالحین کے درجہ میں پہونچا دیئے جائیں گے اسکا دوسرا رخ کہ اولاد صالحین کیوجہ سے والدین کو نفع پہونچے یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کا درجہ جنت میں اسکے عمل کی مناسبت سے بہت اونچا کر دینگے تو یہ دریافت کریگا کہ میرے پروردگار مجھے یہ مقام اور درجہ کہاں سے مل گیا (میرا عمل تو اس قابل نہ تھا) تو جواب یہ دیا جائیگا کہ تمھاری اولاد نے تمھارے لئے استغفار و دعا کی اسکا یہ اثر یہ ہے۔ (رواہ الامام احمد و قال ابن کثیر اسنادہ صحیح ولم یخرجوہ و لکن لہ شاہد فی صحیح مسلم عن ابی ہریرہ)

وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۔ اَلَت اور ایلات کے لفظی معنی کم کرنے کے ہیں (قرطبی) معنی آیت کے یہ ہیں کہ صالحین کی اولاد کو ان کے درجۂ عمل سے بڑھاکر صالحین کے ساتھ ملحق کرنے کے لئے ایسا نہیں کیا گیا کہ صالحین کے عمل میں سے کچھ کم کر کے انکی اولاد کا عمل پورا کیا جاتا بلکہ اپنے فضل سے ان کے برابر کر دیا گیا۔

كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ یعنی ہر انسان اپنے عمل میں محبوس ہوگا ایسا نہیں ہوگا کہ کسی دوسرے کا گناہ اسکے سر ڈال دیا جائے یعنی جس طرح آیت سابقہ میں اولاد صالحین کو صالحین کی خاطر سے درجہ بڑھا دیا گیا۔ یہ عمل حسنات میں تو ہوگا، سیئات میں ایک کے گناہ کا کوئی اثر دوسرے پر پڑیگا (ابن کثیر) (معارف ۸/۱۸۱)

(۳۹)

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (ترجمہ) اور جو پرہیزگار لوگ ہیں وہ بہشت کے باغوں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مکان میں قدرت والے بادشاہ کے پاس (یعنی جنت کے ساتھ قرب بھی ہوگا)

مَقْعَدِ صِدْقٍ ۔ مقعد کے معنی مجلس اور مقام کے ہیں اور صدق بمعنی حق ہے مراد یہ ہے کہ یہ مجلس حق ہوگی جس میں کوئی لغو اور بیہودہ بات نہ ہوگی۔ (معارف القرآن ۸/۲۳۷)

آہ مولانا سید صباح الدین عبدالرحمنؒ

۱۹ نومبر ۱۹۸۷ء کو یہ خبر انتہائی رنج وغم کے ماحول میں سنی گئی کہ نامور ادیب، مایہ ناز مورخ مستند عالم اور بے باک نقاد مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن ایک تھوڑے سے اشارہ پر اس "دار محن" سے "دار النعیم" کی طرف پرواز کر گئے۔ ؎

در پردہ چشم یار کی شہ پا کے چل دیئے　　دنیا کے ہر خیال کو ٹھکرا کے چل دیئے

۱۹ نومبر کو آپ لکھنؤ میں سڑک کے حادثہ میں پیش آنے والے صدمہ کی تاب نہ لاکر اس دارفانی سے رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا سید صباح الدین عبدالرحمن مرحوم، مولانا سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ کے حقیقی بھانجے اور شاگرد رشید تھے، آپ "دار المصنفین" اعظم گڈھ کے ناظم اور ماہنامہ "معارف" کے مدیر اعلیٰ اور برصغیر ہند وپاک کے ممتاز عالم اور مستند مورخ اسلام تھے آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ سید صاحب کے زیرنگرانی شروع کیا اور بہت جلد تصنیف وتالیف کے بلند مرتبہ پر فائز ہوگئے۔ آپ کا شمار، نامور، معتبر اور محقق تصنیف کاروں میں ہونے لگا۔ آپ کا اصل موضوع تاریخ تھا۔ تادم وفات علمی وتحریری مشغولیتوں میں منہمک رہے بلاشبہ مولانا سید سلیمان ندویؒ کے باصلاحیت جانشین کے حادثاتی وفات سے "دار المصنفین" اور "معارف" کو جو سخت صدمہ اور نقصان پہونچا ہے اسکی تلافی ایک مدت تک نہیں ہوسکتی کیونکہ۔ ؎

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تبارک وتعالےٰ مولانا موصوف کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان اور احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)

جملہ کارکنان ادارہ "وصیۃ العرفان" اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور رحمت ومغفرت کے لئے بارگاہ قدس میں دعا گو ہیں۔

(مکتوب نمبر ۵۴۸)

حال : حضرت والا نے جو کچھ بھی فرمایا ہے بالکل صحیح اور درست ہے صرف اخلاص ہی کی کمی کیوجہ سے آدمی بھاگتا ہے ۔ جب تک رہتا ہے حضرت والا کے کرم کی وجہ سے رہتا ہے اور جب حضرت والا اسکو پرکھنا شروع کر دیتے ہیں تو بھاگ نکلتا ہے اسکا اقرار ہے اور تسلیم کرتا ہوں کہ خلوص کی کمی کی وجہ سے ایسا ہوتا رہا ہے ۔ حضرت والا حکیم ہیں ۔ حضرت میں اب بھی کسی وقت آپکی یاد سے غافل نہیں ہوتا اور دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ حضرت والا کو صحت و قوت عطا فرمائے ۔ آمین ۔ اور حضرت والا جو کچھ فرمائیں گے ۔ انشاء اللہ عمل کروں گا ۔

علٰحدہ رہ کر بھی سکون نہیں، حضرت والا کے پاس تھا تو کم از کم سکون حاصل تھا اب تو سکون بھی نہیں ہے اور نہ خاطر خواہ دنیا ہی کما سکتا ہوں ۔ ادھر حضرت والا تقریباً ایک ماہ سے بخار کا سلسلہ ہے کھانسی بھی آرہی ہے ۔ کافی کمزور ہوگیا ہوں ۔ حضرت والا سے دعاء کی التجا ہے ۔ اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمادیں ۔ آمین ۔ حضرت والا راضی نہ ہوں گے تو سکون کا ملنا مشکل ہے ۔

(جواب میں یہ تحریر بھیجی گئی)

بحکم حضرت والا دامت برکاتہم عرض ہے کہ آپکا خط موصول ہوا حالات معلوم ہوئے آپ نے اخلاص کی کمی کا اقرار فرمایا ہے ۔ جزاک اللہ ۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھئے کہ صرف اپنے نقص و جرم کا اقرار مفید نہیں جب تک کہ اس کمی و نقص کو پورا کرنے میں نہ لگ جایا جائے ۔ یوں تو زبان سے کہدینا بہت آسان ہے مگر اس راہ میں عمل کا اعتبار ہے ۔ حضرت والا مدظلہ، آپ سے ناراض نہیں ہیں اسکے پہلے خط میں لکھا جاچکا ہے ۔ پھر بھی اگر آپ کے دل کو قرار و سکون نہیں ہے اور صحت بھی جواب دے رہی ہے تو اسکے ذمہ دار آپ خود ہیں، اللہ تعالےٰ آپ کو

صحت و عافیت عطا فرمائیں اور جملہ پریشانیاں دور فرما دیں۔
(بقلم حضرت والاؒ) :۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ ہی کا ہوں، میرا وہ ہوگا جو مجھ سے خلوص رکھے اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اللہ و رسول پر ایمان اور اس میں خلوص پیدا کیجئے۔

(مکتوب نمبر ۵۴۹)

حال : حضرت والا اپنی ناکامی اور محرومی کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت والا نے برابر چاہا کہ ہم لوگ اپنے حالات جیسے کچھ ہوں بتائیں اور جو کچھ حکم ہو اسکا اتباع کرتے رہیں لیکن اس منشار کے مطابق کبھی پابندی نہ ہو سکی اور اب کرنا بھی چاہتے ہیں تو نہیں ہو سکتا اسلئے کہ بار بار کی ایذار رسانی اور مرضی کی مخالفت کی سزا میں بتلا کر دیئے گئے ہیں کہ کوئی عمل نہ پڑے۔
تحقیق : اس میں شک نہیں کہ ایسا ہی ہے۔ اب جبکہ بار بار کی مخالفت سے ایسا ہوا ہے تو اسکی ضد سے اسکے خلاف ہو جائے گا یعنی دوام موافقت اور اتباع سے اور عدم ایذار سے یہ حالت مبدل بہ اصلاح ہو جائیگی
حال : واقعی اصل مرض یہی ہے کہ نہ اطلاع ہوتی ہے حالات کی اور نہ اتباع ہوتی ہے فرمان کی۔
تحقیق : بالکل یہی حال ہے آپ لوگوں کا۔
حال : حضرت جب تک معاف نہ فرمائیں گے توفیق نہ ہوگی اور توفیق کے لئے دعا فرمائیں کہ۔ع۔ بدرگاہ امیدوار آمدم۔
تحقیق : اصل معافی خدا کی ہے اسکے بعد شیخ کی شیخ خدا ہی کے لئے کرتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۵۵۰)

حال : خانصاحب نے دریافت فرمایا کہ آپ لوگوں کی گفتگو کسی نہج پر پہونچی یا نہیں حضرت والا جواب کے منتظر ہیں ۔ ان سے مواخذہ کی نوعیت بیان کی

اس پر انھوں نے از خود فرمایا کہ دو چیزیں ہیں جو طالب کے لئے ضروری ہیں۔ ایک اطلاع احوال، دوسرے اتباع شیخ۔ تم لوگ دیکھ لو کہ اس میں کچھ خامی تو نہیں ہے؟ ہم نے ان سے اسوقت بھی عرض کیا تھا کہ یہی بات ہے اس میں ہم لوگوں سے بہت کوتاہی ہو رہی ہے۔

تحقیق: یہ نہیں کہا کہ ہمیشہ باوجود فہمائش اور سرزنش اور عتاب اور ناراضی کے اور جب سے آئے ہیں نفس کی انتہائی سرکشی سے جو علماء میں عدم اخلاص اور عدم للہیت سے پیدا ہو جاتی ہے اور اس آیت وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ کے مصداق ہو جاتے ہیں، ہم بھی اسی کے مصداق ہیں ؎

کعبہ بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا　　زمزم بھی پیا پر نہ بجھی آگ جگر کی

حال: اور اب حضرت والا سے بھی اپنے اس مرض کا اقرار کرتے ہیں کہ واقعی یہی ہمارا اصل مرض ہے اور نفس کا چور ہے جو ہمکو چلنے نہیں دیتا اور جس کی وجہ سے حضرت والا کو ایذا ارہتی ہے گذشتہ بار جب سے حضرت والا سے وعدہ کیا اسوقت سے معمولات کی پابندی کر رہا ہوں اور درمیان میں خطوط بھی لکھے لیکن دیر دیر سے لکھے اب سے انشاء اللہ اسکا بھی مزید اہتمام کروں گا۔

تحقیق: جب یہی مرض ہے آپ لوگوں کا تو اس تحریر کا اعتبار کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا میں بے بصیرت ہوں کہ آپ الفاظ سے مجھکو دھوکا دے سکتے ہیں، میرا تو یہی کام ہے۔ مگر جس سے دعا کرنا ہے اسی سے آپ کا معاملہ بگڑا ہے وہ کیسے قبول کرے گا؟

حال: حضرت والا کے بار بار فرمانے سے اپنی اس بدحالی پر ندامت رہتی ہے زیادہ کام کرنا چاہتا ہوں لیکن توفیق نہیں ہوتی۔ حضرت والا دعا فرمادیں کہ اب کام میں لگنے کی توفیق ہو جاوے۔ **تحقیق**: مولوی صاحب ..... کے خط سے اسکا جواب حاصل کیجئے۔

(مکتوب نمبر ۱۵۵)

سوال: حضرت والا اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب آپکی طرف قلبی خیال کرتا ہوں تو عجب طمانینت اور سکون نصیب ہوتا ہے جو بیان سے باہر ہے اور جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سوال فرمارہے ہیں تو اس قدر خوف و ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے کہ کہ اب قلب نکل جائے گا اور عجیب حالت ہوجاتی ہے اس خوف سے کہ کہیں کوئی غلطی نہ ہوجائے جس سے خسران کا مورد ہوجائے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

سوال: مکرمی مولوی ...... صاحب نے اپنا اصلاحی خط دکھلایا تھا جس کا ایک جواب تو تحریری بندہ نے ان کو دیدیا اور چند معروضات جو اسکے ناقص فہم میں آئیں حضرت کو دکھلانے اور اصلاح کے لئے قلم بند کرلیا جو دوسرے پرچہ پر ہے۔ حضرت نے جو فرمایا ہے کہ مولویوں پر انکا نفس مسلط ہوگیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اعلیٰ درجہ کا حکیم حاذق اور طبیب ماہر ہزاروں مریض دیکھنے اور تجربہ کرنے کے بعد یہ کہے کہ فلاں مرض تمام مریضوں میں قدر مشترک ہے۔ اور کم و بیش تمام مریضوں میں یہ مرض پایا جاتا ہے اور سب اسکے شکار ہیں۔ بالکل ایسا ہی حضرت نے مرض پکڑا ہے جس میں ہم سب گرفتار ہیں۔ تحقیق: بیشک۔

سوال: جو کام ہمکو کرنا چاہیئے تھا وہ کام اور انگریزی واں اصحاب، پولیس وغیرہ جیسے محکمہ میں رہنے والے لوگ، حضرت سے صحیح تعلق قائم کرکے کرتے ہیں اور کہاں سے کہاں پہونچ گئے دین و دنیا دونوں سنوار رہے ہیں اور انابت کی زندگی گذار رہے قال و حال سب کو درست کرنے کی فکر میں ہیں اور روز بروز درست کرتے جارہے ہیں اور ہم سب رسمی علوم پڑھ پڑھا کر اپنے اوپر حجت پوری کرتے جارہے ہیں بلکہ ختم پر حالت پہونچ گئی ہے اور اس نالائق کے فہم میں اسکی وجہ اصلی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اعتقاد خالص اور اعتقاد صحیح لیکر ہم آپکے پاس نہیں آتے ظاہرداری محض ہے۔

تحقیق: بیشک۔

حال: اور اسکے بعد دوسری وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ جو چیزیں ہمارے لئے مہلکات ہیں ان سے پرہیز تو درکنار انھیں میں لگتے ہیں اسلئے مرض اور بڑھتا جاتا ہے۔
تحقیق: اور کیا۔

حال: حضرت سب سے پہلے یہ بندہ آپ کے دست مبارک پر تجدید توبہ کرتا ہے کہ انشاء اللہ حضرت سے اپنی استطاعت بھر اولاً اپنے اعتقاد کو ٹھیک کریگا اور انشاء اللہ برابر اس خیال میں رہے گا کہ اس میں فساد نہ آنے پائے اور مہلکات سے بھلی حتی المقدور پرہیز کرے گا شاید حضرت کی برکت سے اب سے اسکا حال کچھ درست ہو جائے۔ تحقیق: آمین۔

حال: آخیر میں گذارش ہے کہ حضرت دعاء فرمائیں کہ اسکو ہر قسم کی ظاہری و باطنی پریشانیوں سے نجات نصیب ہو بلکہ ان سے حفاظت رہے۔ اور ہر قسم کا سکون نصیب ہو۔ اور سیدھے راستہ پر برابر چلتا رہے اور اسکی خاتمہ ہو۔ تحقیق: آمین

حال: اپنے اہل وعیال اور گھر اور سب خاندان والوں کے لئے بھلی دعاء کی درخواست ہے۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

(مکتوب دیگر منسلکہ مکتوب بالا)

حال: مکرمی مولوی ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب نے اپنا خط اصلاحی جو حضرت کے پاس ارسال کیا تھا اور حضرت نے اسکے جواب میں ارقام فرمایا تھا کہ بندہ سے جواب حاصل کر کے پھر لکھو، لیکر آئے۔

اولاً تو بندہ نے اسکے پڑھتے ہی معاً دل سے یہ دعاء کیا کہ یا اللہ! اس سے دل میں کسی قسم کا عجب نہ پیدا ہونے پائے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: اور پھر یہ دعاء کیا کہ اس خط کے بعد مولوی صاحب کی عزت پہلے سے زیادہ میرے دل میں بٹھا دیجئے۔ تحقیق: آمین

حال: اور تیسری دعا یہ کہ مجھے صحیح فہم عطا کیجئے اور اسکا جواب بتلا دیجئے کیونکہ میں بہت نافہم ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ

حال : پھر بھی کچھ کہتے ہوئے طبیعت خوف کھاتی ہے مگر حضرت کا ارشادِ گرامی ہے بس یہ سمجھکر کہ حضرت کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم یہ بھی ہے تحقیق : بیشک
حال : بس جس طرح ممتحن کے سوالات کا جواب دینا طلبہ کے لئے ازبس ضروری ہے ورنہ امتحان میں فیل ہی ہوجائیگا بس یہی یقین کرکے ناقص عقل میں جو کچھ سمجھ میں آیا ہے عرض کررہا ہے اور حضرت سے اسکے اصلاح کی بھی درخواست ہے
تحقیق : دعا کرتا ہوں ۔
حال : ہم مدرسہ کے بگڑے ہوؤں کو اور خاصکر ان پڑھے لکھوں کو جو حضرت دامت برکاتہم کو اپنا شیخ اور پیر تسلیم کرچکے ہیں سب سے اول لازم بلکہ فرض ہے کہ اپنا عزم اور ارادہ درست کریں ۔
تحقیق : بیشک فرض ہے ۔
حال : کہ شیخ سے تعلق کا مقصد اصلاحِ ظاہر و باطن ہے اور اسکے حصول کے لئے کچھ کرنا دھرنا بھی لابدی اور واجب ہے ۔ اسمیں سب سے بڑی چیز اعتقاد اور خلوص کے ساتھ استسلام ہے اپنے کو شیخ کے ہاتھ میں اس طرح دیدینا " کالمیت فی ید الغسال " اسکے بعد شیخ کا جملہ امور میں اتباع کامل اور اتباع بھی ایسا کہ جس نہج سے شیخ پہونچانا چاہتا ہے اور جس طرح چلانا چاہتا ہے بعینہٖ اسی نہج پر چلنا اور اسی طرح چلنا ۔ تحقیق : بیشک ۔
حال : تیسری چیز یہ ہے کہ اس طریق کے لئے جو امور مضر اور مہلک ہیں ان سے انتہائی اجتناب و پرہیز ہر وقت لازم ہے ورنہ سب کچھ کرنے کے بعد اگر مضر سے پرہیز نہ کریگا تو سب بنا بنایا کام سالہا سال کا چند لمحات میں تباہ و برباد ہوجائے گا ۔ تحقیق : اور کیا ۔
حال : اب ہم لوگ اپنا اپنا دل سے جائزہ لیں کہ ہم لوگ ان امور میں کہاں تک درست ہیں اور اپنے اندر انکا وجود کتنا پاتے ہیں ۔ کیا شیخ کے پاس محض ظاہرداری طور پر یا صاف طور پر یہ کہہ لیجئے کہ ازراہ نفاق آجارہے ہیں یا محض شیخ کو خوش

کرنے کے لئے اسکے پاس جب آتے ہیں تو تہجد اور اذکار وغیرہ سب کر لیتے ہیں اور جب وہاں سے ہٹتے تو سب صاف کر دیا۔ صورت شکل صالحین کی بنا رکھی ہے اور دل و زبان اور حال و قال اسکے برعکس ہے یا شیخ کا اتباع تو کرتے ہیں مگر انھیں امور میں جہانتک کہ نفس کہتا ہے اور جب کوئی امر نفس کے خلاف پڑ گیا بس ترک کر دیا۔ اس میں سوتاویلیں کر دیں۔ تحقیق: یہی بات ہے۔

سوال: یا سب کچھ تو درست ہے اعتقاد بھی صحیح اور اتباع بھی ٹھیک مگر مضرات سے بچتے نہیں اور ان مضرات میں حسب تصریح اکابر طریق قدس اللہ اسرارھم صحبت ناجنس یعنی غیر لوگوں سے اختلاط لا حاصل یہ ایسا مہلکہ عظیمہ ہے کہ خدا کی پناہ آناً فاناً تمام عمارتِ اصلاح زمین آرہے گی اور اسکا ٹھکانا کیا اتا پتا چلنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ تحقیق: بیشک

سوال: اصولی طور پر چند الفاظ جو ناقص سمجھ میں آیا لکھ دیا۔ واللہ اعلم بالصواب والسائل الحضرۃ العالیۃ التمیز بین الخطاء والصواب۔

تحقیق: ٹھیک کہا۔

(مکتوب نمبر ۵۵۲)

سوال: بندہ نے خود بہت غور کیا اور اول مرتبہ کی طرح اس مرتبہ بھی مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت بھی کیا تو اس نتیجہ پر پہونچا کہ بندہ میں سرے سے اعتقاد ہی میں خلل ہے۔ صرف ظاہری طور پر لگاؤ ہے دل میں جاگزیں نہیں ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی کام سدھر نہیں رہا ہے ہر طرف خرابی ہی خرابی ہے۔ اور دوسری بڑی خرابی میرے اندر یہ ہے کہ اس راستہ کے جو مہلکات ہیں ان سے پرہیز نہیں کرتا۔ اور سب سے بڑا مہلکہ بندہ میں اختلاط لاطائل ہے کہ اسکی نحوست کی وجہ سے جو کچھ تھوڑا کام بھی کرتا ہے اسمیں بھی ابتری پیدا ہو جاتی ہے اور ان مفاسد کی وجہ سے یہ بندہ ہلاک ہو رہا ہے۔ مگر پھر بھی ناامید نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا

ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت کی برکت اور تنبیہ پر تنبیہ فرمانے سے یہ احساس ہوگیا اور خرابی کی جڑ معلوم ہوگئی۔ اب اولاً حضرت سے تعلق کو صحیح اور خالص کرنے کیلئے پوری جد و جہد کرینگا کہ اعتقاد درست ہو جائے تاکہ حضرت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت صحیحہ قائم ہونے کے لئے لگاؤ ہو اور اپنے حالات بلا کم و کاست برابر پیش کرتا رہے اور موافق ہدایت آنجناب کام پر لگ جائے خصوصًا اختلاط اور دخل در معقولات سے اجتناب کرنے کی توفیق ہونے کے لئے حضرت والا سے توجہ اور دعا کی درخواست ہے۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: اپنی فہم ناقص کے موافق عرض کر چکا، اب جو حضور فرمادیں۔
تحقیق: اس مرتبہ کچھ سمجھ کر لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ دل میں یہ سب پیدا کر دیں۔

(مکتوب نمبر ۵۵۳)

حال: احقر حضرت والا کی خیریت کا طالب ہے۔ معروض اینکہ احقر کا احساس یہ ہے کہ حضرت والا کے ورود مسعود سے اس دیار میں دین کی چہل پہل ہوگئی، حضرت والا کے رخ کے انوار اور فیوض کی ضیا باریوں سے جہل و بدعملی کی تاریکی چھٹنے لگی ہر وعظ حضرت والا کا ایمان افزا اور ہر مجلس دین کی چاشنی اور ہمت بڑھانے والی ہے لوگوں کے حالات سے یہی نقشہ آنکھوں کے سامنے ہے سوئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی اک آواز میں سوتی بستی جگا دی سچ ہے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مأۃ شہید۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ اس احقر کو بھی تمسک بالسنۃ کا صحیح جذبہ اور حوصلہ پیدا ہو اور یہ دولت نصیب ہو۔ احقر اور اسکے گھر والوں کے لئے صلاح و فلاح دارین کی دعا فرمائیں۔ خدا کرے حضرت والا مدظلہٗ اور جملہ متعلقین بخیر و عافیت ہوں۔

تحقیق: مولوی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آپکی تحریر نے مجھکو جگا دیا اور کیف آور حالات کا ایک نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ آپکو پر کیف کر دے اور لوگوں کو بھی۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ تمسک بالسنۃ کا صحیح جذبہ اور حوصلہ پیدا ہو اور دولت باطنیہ نصیب ہو۔

(پہلی تقریر کا خلاصہ)

مجلس کا وقت شروع ہوتے ہی حضرت والا نے پہلے تو مفتی فخرالاسلام صاحب سے فرمایا کہ کچھ آپ بیان کیجئے، انکی خاموشی پر پروفیسر مولوی غلام مصطفےٰ صاحب سے جو یونیورسٹی کے پروفیسر اور حضرت کے خدام میں سے تھے ان سے فرمایا کہ کچھ آپ ہی فرمائیے انھوں نے الامر فوق الادب کا خیال کر کے ایک آیت تلاوت فرمائی اور کچھ مختصر سا بیان کیا۔ پھر حضرت والا نے دیوبند سے تشریف لائے ہوئے مولوی ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم سے فرمایا کہ آپ نے کوئی بات مجھ سے سنی ہو تو بیان کر دیجئے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت الفاظ کا بیان کر دینا تو کچھ مشکل بات نہیں ہے لیکن جس قلب اور خلوص سے حضرت والا بیان فرمائیں گے وہ ہم کہاں سے لائیں اسلئے میں تو عرض کرونگا کہ حضرت ہی کچھ بیان فرمائیں۔

"حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے صحیح فرمایا ادب بڑی چیز ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا تو اسلئے کہ لوگ بالعموم اسی کے منتظر رہتے ہیں کہ آئے تھے تو کچھ کہتے اور ہم لوگ سنتے تو اس کے متعلق سن لیجئے کہ میں یہاں اس حیثیت سے نہیں آیا ہوں جس طرح اور لوگ آتے ہیں اسلئے میں خاموش بیٹھا تھا کہ آپ کو بتاؤں کہ کام کا ایک طریقہ خاموش رہنا بھی ہے اگرچہ لوگ عادی اسکے خلاف کے ہو گئے ہیں۔ یعنی بس یہ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص بکواس کرتا رہے اور ہم سنتے رہیں۔ حالانکہ صوفیاء کرام کا طریقہ آپ نے سنا ہو گا یہی رہا ہے کہ طریق میں قلتِ کلام اور قلتِ اختلاط مع الانام کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کثرت کلام سے بہت ضرر ہوتا ہے۔ آدمی خوب بولتا ہے تو اسکے بعد لوگ اسکی تعریف کرتے ہیں بس یہ اسکے حق میں زہر ہوتا ہے۔ میری بھی خاموشی اسی لئے تھی کہ میں آپ کو بتاؤں

کہ ایک طریقہ کام کا زبان کو بند کر لینا بھی ہے۔ میں کچھ اس لئے خاموش نہیں تھا کہ آپ سے ناراض تھا۔ اور زبان کا بند کرنا مفید اور نافع اسلئے ہوتا ہے کہ اس سے قلب ذاکر ہوتا ہے اور قلب ذاکر ہوتا نہیں جب تک کہ زبان ساکت نہیں ہو جاتی۔ چنانچہ پیر کے سامنے مرید بھی جب اپنی زبان کو بند کرتا ہے جبھی اسکو کچھ فیض پہونچتا ہے۔ یہ راستہ زبان سے طے نہیں ہوتا بلکہ دل سے طے ہوتا ہے۔ برکات زبان سے نہیں بلکہ قلب سے ملتے ہیں۔ اب لوگ نہ طریق کو سمجھتے ہیں نہ شیخ کے آداب سے واقف ہیں بلکہ سب کچھ بولنے ہی کو سمجھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے تو کسی کو نہیں سنا کہ اس پر گفتگو کرتا ہو۔ البتہ ایک مصری عالم کی کتاب میں دیکھا کہ اسپر انھوں نے کلام کیا ہے۔ لکھا ہے[۵] کہ تم لوگ اسقدر بولے ہو کہ آسمان و زمین کی فضا یعنی جو اور خلا بالکل بھر گیا ہے اب یہ بتاؤ کہ عمل کب کروگے ؟

محض زبان سے کوئی تقریر کر دینا اور قانون بنا دینا کیا مشکل ہے۔ کوئی قابل آدمی ہوگا تو کچھ نہ کچھ بنا ہی لے گا لیکن ہمارے پاس قاعدہ و قانون سب کچھ موجود ہے، قرآن شریف موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں لیکن فائدہ جو نہیں ہو رہا ہے تو اسلئے کہ اس پر عمل نہیں ہے۔ اب جب بھی کوئی آتا ہے اس سے لوگ بکواس ہی کی خواہش کرتے ہیں لیکن ہمارے بزرگوں نے بکواس نہیں کی بلکہ انکا فیض خاموش رہنے پر بھی پہونچتا تھا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ سندھ کے تھے وہ حضرتؒ سے بیان کرتے تھے، میں بھی اس مجلس میں تھا کہ حضرت! سندھ میں ایک بزرگ تھے کہ جو آخر عمر میں دو دو گھنٹے خاموش بیٹھے رہتے تھے مگر مریدین کو ان سے فیض

---

۵ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ اما بعد فقد ملانا الجو نداء وصیاحا وحتی کان نداء بالمشروع صیاحنا۔ ولکن قلنا کثیرا وما فعلنا قلیلا۔ (اصلاح الوعظ الدینی)

پہونچتا تھا وہ جانتے تھے کہ انکو خدا کی طرف سے فیض پہونچ رہا ہے اس لئے ہمکو بھی اسمیں سے کچھ حصہ لینا چاہیئے۔ چنانچہ سب لوگ بیٹھے رہتے تھے کوئی مجلس سے جاتا نہیں تھا تو یہ حضرات چپ رہنے میں بھی ادھر سے کچھ پاتے تھے۔ اسکا نام سکون، اطمینان اور سکینہ ہے۔ اللہ تعالے سے ملنے کا جسقدر شوق ہوتا ہے اور انکے قلب پر جو کیفیت طاری رہتی ہے اسکو آپ کیا جانیں۔ اسپر ایک بزرگ کا مقولہ یاد آیا جب ان کے سفر آخرت کا وقت آیا تو فرماتے ہیں ؎

بنگر کہ از سرائے فانی چوں شد منگر کہ دل ابن یمین پرخوں شد

باپیک اجل خندہ زناں بیروں شد مصحف بکف و پا براہ و دیدہ بدوست

یعنی یہ مت دیکھو کہ ابن یمین کا دل پُرخوں ہو گیا ہے اسکو دیکھو کہ وہ اس سرائے فانی سے کس طرح جا رہا ہے؟ مصحف ہاتھ میں ہے، پاؤں راہ محبوب پر ہے اور نظر دوست پر لگی ہوئی ہے موت کے قاصد کے ہمراہ ہنستا کھیلتا اس دنیا سے جا رہا ہے اسی طرح سے ہمارے حضرتؒ بھی کبھی کبھی ظہر سے لیکر عصر تک خاموش بیٹھے رہتے تھے اور کوئی شخص مجلس سے اٹھکر نہیں جاتا تھا۔ تعجب ہے کہ آپ لوگ صرف زبان ہی کے فیض کے قائل ہوں اور دوسری کسی چیز کے قائل نہ ہوں (یعنی قلب کے حالانکہ اصل وہی ہے غرض میں آپ کے یہاں بولنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ آپ لوگوں کو دیکھنے آیا ہوں اور آپ کے کالج کو دیکھنے آیا ہوں۔ ایک اور جگہ میں نے یہی کہا تھا کہ میں یہاں چندہ لینے نہیں آیا ہوں اور اگر آپ کو تعجب ہو کہ پھر یہاں کیوں آئے ہیں؟ تو سنئے میں یہاں آپ لوگوں کو دیکھنے آیا ہوں۔ اس پر لوگوں نے آپس میں کہا کہ ہمارا دین دیکھنے آئے ہیں۔ میں نے جب یہ سنا تو کہا ہاں اور نہیں تو کیا صورت دیکھنے آیا ہوں، صورتیں تو وہاں بھی تھیں جہاں سے آیا ہوں۔ بہرحال جب کوئی شخص کہیں جاتا ہے تو کوئی مطمح نظر ہی لیکر جاتا ہے۔ غرض میں یہاں تقریر کرنے نہیں آیا ہوں۔ بزرگوں کے یہاں خاموشی گفتگو سے بڑھکر موثر ہے اور دل کو ذاکر بنانے کے لئے زیادہ مفید سمجھی گئی ہے ؎

بطبعم ہیچ مضموں بہ زلب بستن نمی آید خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید

(میرے دل میں کوئی مضمون اس سے بہتر نہیں آتا کہ خاموش رہا جائے کیونکہ) خاموشی ایک معنی رکھتی ہے جو بیان میں نہیں آسکتا)

قلب میں جسقدر نور خموشی سے پیدا ہوتا ہے اور کسی چیز سے نہیں ہوتا لیکن خاموشی سے یہاں مراد نا جائز کلام سے خاموشی ہے ذکر سے نہیں بزرگان دین اس لئے اسکی عادت ڈالتے ہیں کہ فضول اور لغو کلام سے قلب میں جو ظلمت پیدا ہو جاتی ہے خود کو اس سے بچائیں چنانچہ انکی یہ خاموشی قلب میں ذکر پیدا کرنے کیلئے ہوتی ہے۔ جیسا کہ مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظلمات سے نکالتے ہیں تو اسکے متعلق کہتا ہوں کہ بیشک اصالۃً تو وہی اس سے نکالنے والے ہیں لیکن نیابۃً حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام بھی نکالتے ہیں اور یہی انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے کہ لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔ ایمان ایک نور ہے جو لوگ نور پیدا کرتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اسباب ظلمت کو بھی ختم کریں۔ باقی لوگ اس زمانہ میں کسی کو چھوڑتے نہیں اب میں آپ کے ڈر سے بولوں کہ اگر نہ بولوں گا تو آپ معتقد نہ رہیں گے یہ تو کوئی بات نہیں اور میں اپنے اختیار سے آیا ہوں اپنے اختیار سے رہوں گا اور اپنے اختیار ہی سے جاؤں گا اور جب اللہ تعالیٰ بلوائیں گے تو بولوں گا یہ کیا ضروری ہو کہ آدمی جمع ہو جائیں تو ضرور بولا ہی جائے معاملہ کچھ اجرت اور محنتانہ کا تو ہے نہیں کہ کوئی نہ بولے گا تو اسکو محنتانہ ہی نہ ملیگا یہاں تو معاملہ دین کا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضمون آتا ہے۔ لہٰذا جب یہ حضرات کچھ بولیں تو سنو اور اگر چپ رہیں تو تم بھی خاموش بیٹھے رہو آپ کو نہیں معلوم کہ صوفیاء کرام نے کلام ضرورۃً ہی کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی معرفت دوسروں کو سکھانے کا ذریعہ یہی کلام ہی ہے۔ اب کی طرح نہیں کہ جلدی سے کلام کرنا شروع کر دیا کہ دو چار آدمی بھی معتقد ہو جائیں گے تو کام چل جائے گا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ (گڑھی کلاں) کے لوگوں نے وعظ کا انتظام کیا۔ حضرتؒ کتنے بڑے ماہر و فاضل تھے لیکن فرماتے ہیں کہ ممبر پہ بیٹھا

خطبہ پڑھا اور خاموش ہوگیا بہت سوچا کہ کوئی مضمون بیان کروں کچھ سمجھ ہی میں نہیں آیا چاہا کہ اپنے پچھلے وعظوں میں سے ہی کوئی وعظ بیان کر دوں اسپر بھی قادر نہ ہوسکا، خیال کیا کہ کوئی آیت ہی پڑھ دوں اور اسکا ترجمہ کر دوں یہ بھی نہ ہوسکا بالآخر یہ کہکر ممبر سے نیچے اتر آیا کہ بھائی مضمون نہیں آتا۔ پھر فرمایا کہ اسکے بعد سے مجھے کبھی یہ وسوسہ بھی نہ آیا کہ مجھے کچھ آتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے اپنے متعلق خیال گذرا تھا کہ مجھے کچھ آگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکا علاج فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک قلب میں کلام کرنے کا داعیہ اور تقاضہ پیدا ہو کلام سب بے نور بے روح اور کمزور ہوگا۔ مشائخ تو یہ فرماتے ہیں اور اب سنتا ہوں کہ طلبا آپس میں باتیں کرتے کہ تقریر کی مشق کرلو نہیں تو کوئی پوچھے گا نہیں میں کہتا ہوں خوب مشق کرلو تب بھی کوئی نہ پوچھے گا۔ پوچھنا صرف بولنے سے ہوا کرتا ہے؟ آدمی اسوقت پوچھا جاتا ہے جب وہ عند اللہ مقبول ہوتا ہے اور مقبولیت بولنے سے نہیں بلکہ خدا کیطرف سے آتی ہے اور خلوص کیوجہ سے آتی ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ بول کر تم لوگوں کو خوش کر دو اور ان تک پہونچ جاؤ لیکن کیا اس مشق سے اللہ تعالےٰ کو بھی راضی کرلوگے؟ اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ تک تو کیا پہونچتے مخلوق تک بھی نہیں پہونچتے۔ اسلئے کہ پہونچنا جب کہا جائیگا کہ وہ دل سے تمھارے معتقد ہوں اور دل سے اعتقاد اسوقت انکو ہوگا جب تمھارا کلام ان کے دل تک پہنچے اور قلب اس سے متاثر ہو اور تاثیر زبان کا فعل نہیں خدا تاثیر دیتا ہے اور خدا تمھارے اس کام سے راضی نہیں، اثر اسی وقت ہوتا ہے جب اثر والی بات اور اثر والا کام کیا جائے۔

آپ لوگوں نے تو سنا ہوگا کہ تصوف میں خلوت کو بہت ضروری قرار دیا جاتا ہے بالخصوص مبتدی کے لئے اور جس طرح یہ خلوت مرید کے لئے ضروری ہے اسی طرح شیخ کے لئے بھی ضروری ہے گو اس قدر نہیں جتنی کہ مرید کے لئے تاہم کچھ وقت خلوت کے لئے نکالنا ضروری ہے اسلئے تاکہ سکوت کا موقع ملے

اور ذکر و فکر کا ذریعہ بن سکے اسی سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ سکندر نامہ میں ایک حکایت لکھی ہے کہ سکندر جب حملہ کرتا تو اطراف و جوانب کے مشائخ سے ملتا اور دعا کراتا۔ سپاہیوں کو یہ خیال گذرا کہ لڑتے تو ہم ہیں اور نام بزرگوں کا ہوتا ہے چنانچہ ایک قلعہ پر حملہ کیا اور بہت دنوں تک محاصرہ رہا مگر قلعہ فتح نہ ہوا دریافت کیا کہ یہاں کوئی بزرگ رہتے ہیں معلوم ہوا کہ غار میں ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں سکندر ان سے ملنے کے لئے غار کے اندر گیا اسکے ہاتھ میں ایک لالٹین تھی بزرگ نے کسی آنے والے کی آہٹ پاکر پوچھا کون ہے، سکندر؟ بادشاہ کو اس پر بہت تعجب ہوا کہ ان بزرگ نے میرا نام کیسے جان لیا۔ پوچھا کہ حضرت آپ نے مجھے کیونکر پہچانا انھوں نے فرمایا کہ تم ہاتھ میں جو روشنی لئے ہوئے ہو اسکی وجہ سے تمھیں راستہ نظر آتا ہے میں اتنے دنوں سے غار میں ہوں کیا میرے قلب میں اتنی بھی روشنی پیدا نہیں ہوئی جتنی تمھاری اس لالٹین میں ہے پھر پوچھا کہ اچھا بتلاؤ تو سہی کیسے آنا ہوا سکندر نے صورت حال عرض کر کے ان سے دعا کرائی انھوں نے فرمایا کہ جاؤ فتح ہو جائیگا اور اسکے بعد الا اللہ کی ایک ایسی ضرب لگائی کہ اسکی وجہ سے قلعہ دھڑام سے پانی میں آرہا۔ یہ بات غلط نہیں کہہ رہا ہوں سکندر نامہ میں قصہ موجود ہے دیکھ لیجئے اسکے بعد قلعہ والوں نے کہا کہ تم میں اس کے فتح کی طاقت نہیں تھی ضرور کسی بزرگ سے تمھاری ملاقات ہوگئی ہے جسکی توجہ سے ایسا ہوا، یہ سنکر لشکری شرمندہ ہوئے اور اپنی بدعقیدگی سے تائب ہوئے

(خلاصہ مجلس دوم)

فرمایا کہ حضرت عثمانؓ جب خلیفہ ہوئے تو ممبر پر بیٹھکر کچھ زیادہ بولے نہیں یہ فرمایا کہ انتم الی امام فعال احوج منکم الی امام قوال یعنی تمھیں امام قوال سے زیادہ امام فعال کی ضرورت ہے۔ حضرت علیؓ چونکہ نہایت ہی

فصیح و بلیغ خطیب بھی تھے اسکی جانب اشارہ کرنا مقصود ہوگا کہ میں اگرچہ اس درجہ خطیب نہیں ہوں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اسوقت ضرورت تھیں امام فعال کی ہے اور میں امام فعال ہوں ۔ اتنا فرمایا اور خاموش ہو گئے ۔ دیر تک خاموش رہے نہ بولتے تھے اور نہ کسی مجال تھی کہ اٹھ کر چلا جائے ۔ مولانا روم رحؒ نے مثنوی میں لکھا ہے کہ حضرت خاموش تو تھے مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں پر نور کی بارش ہورہی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے اسی کی توقع تھی ۔ خلیفہ کا کام نور پاشی ہی کرنا ہے اور حضرات صحابہؓ کو اسی چیز کی ضرورت تھی ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ایسا نہ تھا جس طرح آج تم لوگ مسلسل بولتے ہو بلکہ ھو بتکلم بکلا م فصل یعنی آپؐ لحظہ بہ لحظہ اس طرح سے ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص ارشاد فرمائے ہوئے کلمات کو گننا چاہے تو گن سکتا تھا ۔ آج اگر کوئی شخص اس قسم کا کلام کرے تو آپ لوگ اسکو فیل کر دیں ۔ میں جلسوں میں جاتا نہیں مگر لوگوں کے حالات کو جانتا ہوں کہ اسی کی توقع کرتے ہیں، ایسا طرز بدل گیا ہے اب عوام کی خاطر کلام کیا جاتا ہے اور کسی کو فیل پاس کرنا انھیں کے ہاتھ میں ہے ۔ ایک صاحب وعظ فرما رہے تھے بیان ختم کے قریب تھا سامعین میں سے ایک صاحب کیا فرماتے ہیں کہ اب ان مولوی صاحب کا کوٹلہ پانی ختم ہورہا ہے حالانکہ یہ عوام الناس خود جاہل ہوتے ہیں اگر ان سے کہدیا جائے کہ اچھا تمھیں وعظ کہہ لو یا امامت کرو یا تراویح میں قرآن سناؤ تو یہ سب نہ کر سکیں گے لیکن ہم لوگوں کا امتحان لینے کیلئے تیار، اور یہ عجیب بات ہے کہ عام طور سے تو یہ ہوتا ہے کہ ممتحن زیادہ قابل ہوتا ہے لیکن یہاں لوگ ہیں کچھ نہیں مگر ہم لوگوں کا فیصلہ انھیں کے ہاتھ میں ہے ۔ خود اگر ۵ منٹ بھی تقریر کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں مگر اپنی ہوائے نفسانی سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے رہتے ہیں، اسکا منشا محض ہوائے نفسانی ہے علم و فضل نہیں ہے اسکو سنئے! ایک چیز انسان میں ایسی نفس کی خواہش ہوتی ہے جسکو ہوائے نفسانی

بھی کہا جاتا ہے جسکی وجہ سے نفس اور طبیعت کے موافق چیزیں انسان کو پسند ہوتی ہیں کافروں کے اندر بھی یہی چیز تھی۔ ادھر سے نصوص خداوندی آتے تھے جس کے مقابلہ میں یہ لوگ اپنے نفس کو پیش کرتے تھے۔ ایک صاحب کسی جگہ تقریر کرنے گئے کچھ اصحاب جوان سے اختلاف رکھتے تھے انکی تقریر میں شریک نہیں ہوئے انھوں نے یہ کیا کہ خوش گلو تھے مثنوی پڑھنا شروع کیا اسکی آواز کا کان میں پڑنا تھا کہ وہ سب بھی آکر بیٹھ گئے اور انکا بائیکاٹ ختم کردیا، اسی کو ہوائے نفسانی کہتا ہوں کہ اسکی وجہ سے قرآن و حدیث کیجانب تو راغب نہیں ہوئے اور خوش الحانی کے ساتھ اشعار سنے تو رنجھ گئے۔ افسوس کہ آج ہم لوگ اسی دور سے گذر رہے ہیں۔ یعنی خوش الحانی پسند ہے قرآن پسند نہیں آج علم دین اور علمائے دین کے ساتھ لوگوں کا یہی معاملہ ہے کہ آپ کی مرضی کے مطابق آپ سے کلام کیا جائے تو آپ پاس کریں ورنہ وہ فیل ہو جائے۔ غرض آپ کے معیار کے مطابق کسی عالم کا پاس ہونا بہت مشکل ہے اور اگر کوئی شخص آپکی مرضی کے مطابق پاس ہونا چاہے تو اسکو بہت دیر لگتی ہے اور جب تک وہ پاس ہوا تو آپ ہی ختم ہو جادیں یا وہ ختم ہو جاوے۔ یہ اسلئے کہتا ہوں کہ میں اسکو جانتا ہوں۔ میں ایک جگہ گیا وہاں کے لوگوں نے خواہش کی کہ میں کچھ بیان کروں لیکن میں ادھر ادھر چلا جاتا تھا مکان پر ٹھہرتا ہی نہیں تھا ایک دن مسجد میں لوگوں نے مجھے گھیر لیا اور بغیر میری اجازت کے اعلان کردیا اب میں کشمکش میں پڑ گیا کہ یا اللہ کیا کروں اگر بیان کرتا ہوں لوگوں کی بد مذاقی کیوجہ سے طبیعت نہیں چاہتی تھی اور اگر نہیں کرتا تو یہ لوگ کیا کہیں گے کہ اعلان کرا کے وعظ نہیں بیان کیا الزام مجھ ہی پر رکھیں گے چنانچہ میں نے بھی انکار نہیں کیا بلکہ بیان کیا اور اس میں حضرت عائشہ کی یہی حدیث بیان کر کے اسی پر وعظ کہا، میں نے کہا کہ میں یہاں ایک ضرورت سے آیا ہوں وعظ کہنے کے لئے نہیں آیا اور یہ بھی کہا کہ آپ کو جس چیز کا انتظار ہوگا میں اس قسم کا آدمی نہیں ہوں۔

(باقی آئندہ)

اور کہا گیا ہے کہ مثال چھوٹے گناہوں کی ایسی ہے جیسے کوئی شخص چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جمع کرے اور اس سے آگ جلائے پس آگ کے روشن ہونے میں سبھی لکڑیوں کو دخل ہوا۔

کہا گیا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہے کہ جو شخص نیکی بوئیگا وہ سلامتی کاٹے گا۔ اور انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص گناہ بوئیگا ندامت کاٹے گا۔ مولف فرماتے ہیں کہ یہ تو قرآن شریف میں بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی برائی کریگا وہ اسکا بدلہ دیا جائے گا۔

ابوالقاسم بن محمدؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص جو کثیر الذنوب ہو اور کثیر العمل بھی ہے وہ آپ کو زیادہ پسند ہے یا وہ شخص جو قلیل الذنوب اور قلیل العمل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سلامتی سے بڑھکر کسی چیز کو نہیں سمجھتا مطلب یہ کہ . . . کم گناہوں والا مجھے زیادہ پسند ہے۔

بعض حکماء نے کہا ہے کہ ہر کمینہ آدمی بھی طاعت کیا کرتا ہے لیکن کریم وہ ہے جو معصیت کو چھوڑ دے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ میں دلیل موجود ہے اس بات پر کہ ترک معصیت افضل ہے عمل طاعت سے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے شرط لگائی ہے نیکی کے اندر کہ اسکو انسان آخرت تک لیجائے اور ترک گناہ میں سوائے ترک کے کوئی شرط نہیں ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا یعنی جو شخص قیامت میں کوئی نیکی لیکر آئیگا تو اسکو دس گنا ملیگا اور گناہ کے بارے میں فرمایا ہے وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ یعنی جس نے اپنے نفس کو برائی سے روکا تو جنت اسکا ٹھکانا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ سے ہم عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اڑتالیسواں باب
(ظلم کے بیان میں)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ ابتداءً ظالم کو مہلت دیتے ہیں لیکن جب اس کو پکڑ لیتے ہیں تو پھر وہ نہیں چھوٹتا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اِنَّ اَخْذَہٗ اَلِیْمٌ شَدِیْد یعنی اس طرح سے ہوا کرتی ہے آپ کے رب کی گرفت جب وہ کسی بستی کو جو ظالم ہو گرفت فرماتے ہیں، بلاشبہ انکی گرفت بہت سخت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا اپنے بھائی کے لئے اس کے ذمہ کوئی مطالبہ ہو ارضی یا مالی تو اس سے آج سبکدوش ہو جا قبل اسکے کہ وہ حق اس سے وصول کیا جائے ایسے دن میں جس میں نہ دینار ہو نہ درہم اب اگر اس کے لئے کوئی عمل صالح ہوا تو وہی دلوا دیا جائے گا بقدر اسکے ظلم کے اور اگر کوئی عمل نہ ہوا تو اسکے ساتھی کی سیئات اس پر ڈال دی جائینگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ جس کے پاس درہم و دنانیر نہ ہوں اور نہ کوئی سامان ہو، ہم لوگ تو اسی کو مفلس سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ (نہیں بھائی) میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ لیکر آئے اور حال یہ ہے کہ ایک شخص کو گالی دی ہوگی، کسی کو تہمت لگائی ہوگی کسی کا مال ناجائز طور پر کھایا ہوگا، کسی کا خون کیا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا تو

کسی شخص کو اسکی نیکیاں دیدی جائیں گی اسی طرح دوسرے کو اسکی نیکیاں دیدی جائینگی اب اگر حقوق کی ادائیگی سے پہلے نیکیاں ختم ہوگئیں تو اہل حقوق کی خطایا لیکر اس پر ڈالدی جائینگی۔ پھر اسے اٹھاکر جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

حضرت ابو میسرہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس اسکی قبر میں دفن کئے جانے کے بعد ایک کوڑا لایا گیا پس اسکے پاس منکر نکیر آئے اور اس سے کہا کہ ہم تجھے سو کوڑے لگائیں گے۔ میت نے کہا میں ایسا ایسا تھا لہٰذا میری سفارش قبول فرمائیے یہاں تک کہ انھوں نے دس معاف کر دیئے۔ پھر اسی طرح سے وہ آتے رہے اور یہ شفاعت چاہتا رہا اور وہ معاف کرتے رہے یہانتک کہ نوبت ایک کوڑے تک پہونچی ان دونوں نے کہا کہ ہم تو تجھے ایک کوڑا مار کر ہی رہینگے بس اسکو ایک کوڑا لگایا جسکی وجہ سے قبر میں آگ بھڑک اٹھی۔ اس شخص نے کہا یہ تو بتاتے جائیے کہ آپ نے یہ کوڑا کیوں مارا ان دونوں نے کہ تو ایک بار ایک مظلوم شخص کے پاس سے گذرا تھا جس نے تجھ سے فریاد رسی چاہی تھی تو نے اسکی امداد نہیں کی۔ تو دیکھو یہ حال ہے اس شخص کا جس نے مظلوم کی مدد نہ کی ہو۔ پس کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو خود ظالم ہوں۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ ایک شخص قرآن پڑھتا تھا اور اپنے اوپر لعنت بھیجتا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ بھلا یہ کیسے؟ کوئی اپنے اوپر لعنت کیسے کرتا ہے کہا وہ اس طرح کہ وہ پڑھتا ہے اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اور خود بھی ظالم ہوتا ہے

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ کوئی گناہ ظلم سے بڑا نہیں ہے اسلئے کہ گناہ جب تمھارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوگا تو اللہ تعالیٰ کریم ہیں تمکو معاف فرما دینگے لیکن جب گناہ تمھارے اور بندوں کے درمیان ہوگا تو تمھارے لئے کوئی تدبیر سوائے خصم کی رضامندی کے نہیں ہے۔ پس ظالم کے لئے ضروری ہے کہ ظلم سے توبہ کرے اور دنیا ہی میں مظلوم سے معاف کرالے اور اگر یہ نہیں کر سکا تو چاہیئے کہ اس کے حق میں دعا اور استغفار کرتا رہے کیونکہ امید ہے کہ وہ اسکو اسکی وجہ سے

معاف کر دیگا۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ آدمی جب کسی پر ظلم کرے اور پھر اس سے معاف کرانا چاہے اور اسکے فوت ہو جانے کی وجہ سے معاف نکرا سکے تو اللہ تعالے سے اسکے لئے استغفار کرے اپنی نماز کے بعد پس وہ اسکی حق تلفی سے بری الذمہ ہو جائیگا
حضرت ابن مسعود سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی ظالم کی اسکے ظلم پر مدد کریگا یا اسکو کوئی ایسی دلیل بتائیگا جس کے ذریعہ وہ کسی مسلمان کا حق مارے تو وہ اللہ تعالےٰ کے غضب کا مستحق ہو جائیگا اور اس پر اسکا گناہ ہوگا۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے احنف ابن قیس سے پوچھا کہ سب سے بڑا بیوقوف کون ہے انھوں نے عرض کیا وہ شخص جو اپنی آخرت کو اپنی دنیا کی خاطر بیچ ڈالے حضرت عمر نے فرمایا کیا میں تمھیں اس سے بڑے نادان کی خبر نہ دوں۔ انھوں نے عرض کیا کہ ضرور یا امیرالمومنین! فرمایا کہ جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کی خاطر بیچ دے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے فرمایا کہ نہ میں نے کسی کے اچھائی کی اور نہ برائی اسلئے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا۔
جو شخص کوئی نیک عمل کرتا ہے تو وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے تو اسکا کبھی وبال اسی کے اوپر پڑتا ہے۔ یعنی اگر میں نے کسی کے ساتھ احسان کیا تو وہ احسان اپنے ہی ساتھ کیا اور اگر کسی کے ساتھ برائی کی تو درحقیقت اپنے ہی ساتھ برائی کی۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ مہاجرین میں سے ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ضرورت تھی انھوں نے چاہا کہ آپ سے تنہائی میں مل کر اپنی حاجت پیش کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بطحا میں تھے رات میں تشریف لاتے تھے اور طواف کرتے تھے یہاں تک کہ جب صبح ہونے کو ہوتی تو واپس ہوتے اور فجر کی نماز پڑھتے۔ ایک رات آپ طواف میں مشغول رہے

یہانتک کہ صبح ہوگئی تو جب آپؐ اپنی اونٹنی پر بیٹھ گئے وہ صحابی آپؐ کے سامنے آ گئے اور آپکی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑو عنقریب تمھاری ضرورت پوری ہو جائے گی مگر انھوں نے مہار نہیں چھوڑی۔ حضورؐ کو اندیشہ ہوا کہ وہ آپؐ کو روک لیں گے تو آپ نے آہستہ سے کوڑے سے انھیں مارا اور تشریف لیگئے اور صبح کی نماز پڑھی۔ پھر جب فارغ ہو گئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جس کو میں نے ابھی کوڑا مارا تھا۔ پھر آپؐ نے دوبارہ فرمایا کہ اگر وہ اس مجمع میں موجود ہو تو اُٹھے تو وہ شخص کہنے لگا کہ میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی اور اس کے رسول کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانے لگے میرے قریب آجاؤ۔ میرے قریب آجاؤ یہاں تک کہ وہ آپؐ کے قریب آگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے سامنے بیٹھ گئے اور انکو کوڑا دیا اور فرمایا کہ یہ کوڑا لو اور اپنا بدلہ مجھ سے لے لو۔ اور اس شخص نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ اسکے نبی کے کوڑا ماروں۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ یہ کوڑا پکڑو اور اپنا بدلہ لے لو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اسنے پھر عرض کیا کہ معاذ اللہ کہ میں حضور کو کوڑا ماروں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں (یا تو کوڑا مارو) یا معاف کردو۔ تو انھوں نے کوڑا پھینک دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے معاف کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور تم میں سے کوئی کسی مومن پر ظلم نہیں کرے گا مگر اللہ تعالےٰ اس سے قیامت کے دن انتقام لیں گے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن مظلومین ہی فلاح پانے والے ہوں گے۔

حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالےٰ سے ملاقات کرو ستر ایسے گناہوں کے ساتھ جو تمھارے اور اللہ کے درمیان

ہوں یہ زیادہ ہلکا ہے اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس بات سے کہ تم ملاقات کرو اللہ تعالےٰ سے ایک ایسے ظلم کے ساتھ جو تمھارے اور بندوں کے درمیان ہو۔

حضرت ابراہیم ادہمؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جب کسی پر قرض ہو تو اسکے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ روغن زیتون یا اس سے کلی معمولی چیز کا سالن استعمال کرے جب تک کہ اپنا قرض ادا نہ کرلے۔

حضرت فضیل ابن عیاضؒ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کی ایک آیت کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا مجھے ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کرنے سے زیادہ محبوب ہے اور مومن کو خوش کرنا اور اسکی ضرورت کو پورا کرنا مجھے ساری زندگی کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔ اور دنیا سے زہد اور اسکو ترک کرنا مجھے زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں تمام اہل زمین و آسمان کی عبادت کے برابر عبادت کروں۔ اور ایک دانگ حرام (ایک چھوٹا سکہ) کو چھوڑ دینا مجھے زیادہ محبوب ہے ایسے سو حج سے جو مالِ حلال سے کئے جائیں۔

حضرت ابوبکر وراقؒ سے منقول ہے کہ سب سے زیادہ دل سے ایمان کو سلب کرنے والی چیز بندوں پر ظلم و ستم کرنا ہے

حضرت ابوالقاسم حکیمؒ سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی گناہ ایسا ہے جو بندے کے ایمان کو سلب کرلیتا ہو؟ فرمایا کہ ہاں تین چیزیں بندوں کے ایمان کو سلب کرلیتی ہیں سب سے پہلی چیز اپنے اسلام پر شکر نہ کرنا، دوسری چیز ایمان کے سلب کا اندیشہ نہ رکھنا تیسری چیز مسلمانوں پر ظلم کرنا۔

حضرت حمید حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ایک شخص کو تین باتوں کی نصیحت فرمائی، فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو وہ اپنے ماسوا سے تجھکو غافل کر دیگی اور شکر کو لازم پکڑلو اسلئے کہ وہ نعمت کی زیادتی کا سبب ہے اور دعا، کو لازم پکڑلو اس لئے کہ

تمکو معلوم نہیں کہ کب تمھاری دعا قبول ہو جاوے۔ اور میں تمھیں تین باتوں سے منع کرتا ہوں۔ عہد شکنی نکرو اور عہد شکن پر کسی کی مدد نکرو اور ظلم سے بچو اس لئے کہ جس پر ظلم کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اسکی مدد فرماتے ہیں اور بچو کسی کے ساتھ مکر و فریب کرنے سے کیونکہ مکر و فریب کا وبال خود کرنے والے ہی پر پڑتا ہے

حضرت یزید ابن سمرہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہنم کی کچھ جگہیں ہیں ساحل سمندر کی طرح اسمیں بختی اونٹوں جیسے (بڑے بڑے) سانپ ہیں اور سیاہ خچروں جیسے بچھو ہیں جب اہل جہنم فریاد کریں گے کہ ان سے عذاب کچھ ہلکا کر دیا جائے تو ان سے کہا جائے گا کہ ساحل کی طرف نکلو چنانچہ جب وہ نکلیں گے تو سانپ ان کے ہونٹوں اور چہروں سے اور جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ چاہیں گے وہاں لپٹ جائیں گے پس وہ انکی کھال کھینچ لینگے تو وہ ان سے بھاگ کر جہنم میں پناہ لیں گے۔ پھر ان پر خارش مسلط کر دی جائیگی تو اپنے جسم کو اتنا کھجلائیں گے کہ ہڈیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ پھر کہا جائے گا کہ اے فلاں کیا تمکو اس سے اذیت پہونچ رہی ہے تو وہ کہیگا جی ہاں تو کہا جائیگا کہ یہ تمھارے مومن کو ایذا پہونچانے کی سزا ہے۔ اور یہی معنیٰ ہیں اللہ رب العزت کے اس ارشاد کے زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ان کے لئے ہم ایک سزا پر دوسری سزا بڑھا دینگے ان کے فساد کے عوض۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی گمراہی کیلیے تین باتیں کافی ہیں۔ لوگوں پر ایسی چیز سے عیب لگائے جس میں خود مبتلا ہے اور لوگوں کے عیوب دیکھنے میں اتنا مشغول ہو جتنا اپنے عیوب نہیں دیکھتا اور اپنے ہمنشیں کو بلا وجہ تکلیف پہونچائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا عرش کے نیچے سے پکاریگا کہ اے امت محمدیہ! میرے جو کچھ حقوق تمھارے اوپر تھے وہ سب میں نے تمھیں معاف کر دیئے اور

تمھارے باہمی حقوق باقی رہ گئے ہیں تو باہم ایک دوسرے کو معاف کردو اور میری رحمت سے جنت میں چلے جاؤ۔ ...

(انچاسواں باب)
(رحمدلی اور شفقت کے بیان میں)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی راستہ پر چلا جارہا تھا کہ اس اثناء میں اسکو سخت پیاس لگی تو اسے ایک کنواں ملا تو وہ کنوئیں میں اترا اور پانی پیا اور باہر آگیا تو اچانک ایک کتا نظر آیا جو پیاس کی شدت سے ہانپ رہا تھا اور گیلی مٹی چاٹ رہا تھا۔ تو اس شخص نے (دل میں) کہا بخدا اس کتے کو ایسی ہی سخت پیاس لگی ہے جیسی مجھے لگ رہی تھی تو وہ کنوئیں میں اترا اور اپنے چرمی موزہ میں پانی بھرا پھر اسکو اپنے منہ سے پکڑ کر اوپر آگیا اور کتے کو پانی پلادیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی (رحم دلی کی) قدر فرمائی اور اسکی مغفرت فرمادی۔ اس پر صحابہؓ نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کیا ہمارے لئے جانوروں سے ہمدردی کرنے میں بھی ثواب ہے آپ نے فرمایا کہ ہر جاندار کے ساتھ ہمدردی کرنے میں ثواب ہے۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں نہیں داخل ہونگے مگر رحم کرنیوالے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سب ہی رحم کرنیوالے ہیں آپ نے فرمایا میری مراد تمھارا خاص اپنے نفس پر رحم کرنا نہیں ہے بلکہ تمام لوگوں پر عمومی رحم مراد ہے اور تمامی مخلوق پر رحم کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی ہی صفت ہے۔

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ تم اپنے بھائی پر لعنت نہ کرو جب دیکھو کہ اس پر کوئی حد جاری ہو رہی ہے اور نہ اسکے خلاف شیطان کی مدد کرو بلکہ یوں کہو کہ اے اللہ اسکی توبہ قبول فرمائیے۔

منقول ہے کہ فقیہ اسمٰعیل حضرمی کا انپر گذر ہوا اور یہ اسی بیہوشی کی حالت میں تھے تو انکی دونوں آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دیا اور فرمایا تم کو مبارک ہو اے محبوب! (انکو کشف سے اس خواب کا مضمون معلوم ہوگیا) پھر ان کے بھائی آئے اور انکو گھر اٹھا کر لے گئے اور اسوقت انکی عمر پچیس برس کی تھی اور برابر انکی یہی حالت رہی اور کسی کسی وقت انکو افاقہ ہوتا تھا۔ اور ان کے لئے انکے مال سے ایک لونڈی خریدی گئی اور وہ انکی خدمت اور حفاظت کرتی اور جب انکو ہوش آتا تو اس سے پوچھتے کہ میری کتنی نمازیں فوت ہوئیں وہ بتلا دیتی یہ سب نمازیں قضا پڑھتے (حالانکہ جب چھ نماز کے وقت تک بیہوشی رہے قضا واجب نہیں) اور بعض دفعہ اوقات افاقہ میں ان کے پاس طلبہ پہونچ جاتے اور انکی وفات ۶۶۵ھ میں ہوئی۔ اور مقبرہ باب سہام میں مدفون ہوئے۔ یہ شرجی نے کہا ہے۔

(۱۲۳۵) سید محمد بن عبدالرحمن ابن الاستاذ الاعظم (انکی ایک کرامت یہ ہے کہ) حاکم تریم یمانی بن عمرو نے ان کے ابن العم شیخ امام عبداللہ بن علوی کا کچھ سامان (ظلماً) لے لیا تھا اور وہ موجود نہ تھے جب سید محمد مذکور نے یہ سنا تو حاکم کے پاس آئے اور وہ اسوقت سوار ہونا چاہتا تھا انھوں نے اس سامان کے واپس کرنے کے بارے میں سفارش کی اس نے منظور نہیں کیا انھوں نے اسکو (آخرت کا) خوف دلایا اور یہ کلام ذرا جلدی جلدی کرتے تھے حاکم نے کہا یہ کیا کہتا ہے اور اپنا پاؤں رکاب میں رکھا (تاکہ سوار ہوکر جا دے) وہ پاؤں اس رکاب میں گڑگیا اور کسی پاؤں کے ہلانے کی بالکل قدرت نہ رہی پس اس نے سید سے عذر کیا اور جو لیا تھا انکو واپس دیدیا (تاکہ یہ ابن العم کو دیدیں) یہ مشرع روی میں نقل کیا ہے۔

(۱۲۳۶) ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن علی الہرمل الیمنی بڑے فقیہ، عالم صالح، متورع زاہد تھے اور جودت علم میں مشہور تھے اور جنات کو پڑھاتے

تھے اور آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے پھر بطور کرامت کے اللہ تعالےٰ نے انکی نگاہ دوبارہ درست کر دی تھی اور انکی وفات ۵۶۲ھ میں ایک قریہ میں جو عطفہ کہلاتا ہے ہوئی اور انکی قبر مشہور ہے جسکی زیارت ہوتی ہے یہ شرجی کا قول ہے

(۱۲۳۷) محمد بن عبد اللہ بن الاستاذ الاعظم۔ اکابر علماء و سادات اولیاء سے ہیں انکی ایک کرامت یہ ہے کہ انکی بہن فاطمہ کے پاس ایک گائے تھی اسکو حاکم نے غصب کر لیا جب انھوں نے سنا تو جس گھر میں وہ گائے تھی اسکی دیوار کے پاس آکر کچھ کلمات منہ سے کہے وہ دیوار گر گئی اور گائے اپنے مالک کے پاس آگئی۔

(۱۲۳۸) ایضاً - اور ایک کرامت (جو بعد وفات ظاہر ہوئی) یہ ہے کہ صبرات کی ایک جماعت سے انکی وفات کے بعد بنی علوی کو کچھ اذیت پہونچی ان بزرگ کے بعض اصحاب نے انکو خواب میں دیکھا کہ یوں فرمار ہے ہیں کہ میں نقیطلی ہوں۔ یہ انکا لقب حیات میں معروف تھا اور انھوں نے چار موقع پر اللہ اکبر کہا، جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ صبرات کے عمائد میں سے چار آدمی ان ہی مواقع مقتول پڑے ہیں۔ مشرع روی میں اسکو نقل کیا ہے۔ (غالبا صبرات کسی قبیلہ کا لقب ہے)

(۱۲۳۹) محمد بن اسحق رومی صدر الدین قونوی - مشہور امام ہیں حضرت محی الدین ابن العربی کے خاص مریدوں میں ہیں - مناوی کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنی خود حکایت بیان کی کہ میرے شیخ یعنی ابن العربی اپنی حیات میں مجھکو ایک خاص تجلی سے مشرف کرنا چاہتے تھے مگر اسپر قادر نہوئے میں انکی وفات کے بعد قبر پر گیا اور زیارت کر کے واپس آرہا تھا اور گرمی کے دن میں ترسوس کے پاس ایک میدان میں جارہا تھا اور صبا سے پھولوں کو حرکت ہو رہی تھی میں نے انکی طرف نظر کی اور حق تعالیٰ کی قدرت میں فکر کر رہا تھا اور حق تعالےٰ کی محبت کا اسقدر غلبہ تھا کہ قریب تھا کہ تمام کائنات سے بے خبر ہو جاؤں اس حالت میں

حضرت شیخ کی روح بہت ہی اچھی شکل میں متمثل ہوئی گویا محض نور تھی اور اسوقت مجھکو اس تجلی سے مشرف کیا اور جب مجھکو افاقہ ہوا تو سلام اور معانقہ کیا اور فرمایا الحمدللہ جس نے حجاب کو مرتفع کیا اور احباب کو ملایا اور قصد وسعی کو ناکام نہیں کیا' والسلام۔ انکی وفات قونیہ میں ۶۷۲ھ میں ہوئی اور یہ شافعی المذہب تھے۔ اسکو مناوی نے نقل کیا ہے۔

(۱۲۴۰) ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ المعروف بابی شعبۃ الحضرمی۔ بڑے فقیہ، عالم اور صالح مشہور تھے انھوں نے بہت اعیان سے نقہ حاصل کیا اور بہت سوں نے ان سے نقہ حاصل کیا۔ مدت دراز تک عدن میں ایک مسجد میں رہے جو مسجد توبہ کے نام سے معروف ہے لوگ ان کے بہت معتقد تھے اور زیارت کیلئے آتے تھے اور ان سے برکت حاصل کرتے تھے اور بہت سی کرامتیں مشاہدہ کرتے تھے (ایک کرامت یہ ہے کہ) جندی کہتے ہیں کہ مجھکو انکے ایک شاگرد نے خبر دی جو ان سے پڑھتے تھے کہ ایک دفعہ حسب معمول ان کے پاس پڑھنے گیا جب مسجد کے دروازہ پر پہونچا تو ایک مجمع کی آواز سنی کہ شیخ سے باتیں کر رہے تھے میں سمجھا کہ زیارت کرنے والے لوگ ہوں گے میں تھوڑی دیر ٹھیر گیا جب باتیں بند ہوگئیں اسوقت میں نے کھنکارا شیخ نے پوچھا کون ہے میں نے کہا آپ کا غلام فلانا۔ فرمایا اندر آجاؤ میں اندر گیا تو وہاں کسی کو نہ پایا، میں نے پوچھا حضرت میں نے آپ کے ساتھ بات چیت کرنے کی آواز سنی تھی فرمایا تو نے سن لیا تھا؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا میرے پاس ایک جماعت تمہارے طالب علم بھائی جنات کی آئی تھی مجھ سے کچھ مسائل پوچھتے تھے

(۱۲۴۱) محمد بن ابی المجد الحرانی۔ انکی کرامت یہ ہے کہ یہ ایک روز قلعہ بیرہ کی جامع مسجد میں بیٹھے تھے مجمع میں سے کسی نے درخواست کی کہ کوئی ایسی بات دکھلائیے جس سے قلوب کو اطمینان ہو انھوں نے ایک خالی صراحی لی اور اسکو فرات سے بھر دیا اور ان میں اور فرات میں بقدر دو قلعوں کی اونچائی کے فاصلہ تھا

(۱۲۴۲) اسی طرح مجمع میں سے کسی اور نے کوئی ایسی ہی درخواست کی انھوں نے جامع مسجد مذکور کی جالی میں سے اپنا پاؤں فرات کی طرف لٹکا دیا اور اسکے پانی میں تر ہوا اٹھا لیا۔

(۱۲۴۳) اسی طرح شیخ محمد کاتب قلعہ بیرہ نے جو کہ نومسلم تھے اور ان کے ساتھ ایک روز فرات کے کنارے پر جا رہے تھے عرض کیا کہ حضرت میں مسلمان تو ہوگیا مگر کوئی ایسی دلیل نہیں دیکھی جو موجب (تقویت یقین) ہو آپ صاحب تمکین ہیں چاہتا ہوں کوئی ایسی نشانی دکھلائیے جس سے میرا دل خوش ہو جاوے انھوں نے انھوں نے پوچھا کیا ضروری ہی ہے۔ انھوں نے کہا ہاں۔ پس یہ فرات کے آدھے عرض تک پانی پر چلے پھر واپس آگئے اور اسکی مسافت بقدر تین سو قدم کے تھی پھر پاپوش اتار کر جھاڑ دی تو اس میں سے گرد اڑی وہ کاتب ان کے پیروں پر گر گیا انکو بوسہ دیکر کہا اب میرا قلب پورا مطمئن ہوگیا ۷۰۶ھ میں انکی وفات ہوئی۔ اور بیرہ کی عیدگاہ کے میدان میں دفن ہوئے۔ یہ سراج کا قول ہے۔

(۱۲۴۴) ابو عبد اللہ محمد بن علی الریاحی۔ امام عارف فقیہ صالح متورع زاہد تھے شہر تغر کے قاضی ہو گئے تھے محمود السیرۃ تھے مسلمانوں کے مصالح میں بہت سعی کرتے تھے اور لوگ انکے نہایت معتقد تھے اور انکی کرامتیں بہت ظاہر تھیں۔ محمد بن عباس شعبی نے انکے باب میں ایک رؤیا رصالحہ بھی دیکھا تھا کہ گویا قیامت قائم ہے اور لوگ سب برہنہ ہیں مگر قاضی ایک بلند جگہ پر کپڑے پہنے کھڑے ہیں اور لوگ انکو گھیرے ہوئے ہیں، میں انکے پاس دوڑ کر گیا۔ جب میں قریب پہنچا تو میں نے انکو یہ کہتے سنا کہ تم سب میری شفاعت میں ہو۔ میں نے کہا حضرت میں بھی انکے ساتھ ہوں انھوں نے کہا تم بھی انکے ساتھ ہو۔ میں نے یہ خواب قاضی سے کہکر کہا کہ وعدہ سچا کیجئے وہ رونے لگے اور غایت تواضع سے کہا میں کس قابل ہوں۔ میں نے کہا کہ ان باتوں کو جانے دیجئے میں نہ مانوں گا۔ فرمایا اگر میں اس قابل ہوا تو اسکے سئے حاضر ہوں ۷۰۶ھ میں

وفات فرمائی اور کچھ مال نہیں چھوڑا قرض کا کفن دیا گیا۔

(۱۲۴۵) **ابو عبد اللہ محمد بن عباس الشعبی** ۔ بڑے فقیہ، عالم عامل، ورع وزاہد تھے بہت سے اکابر سے فقہ حاصل کیا اور بہت سے اکابر نے ان سے فقہ حاصل کیا اور شہر تعز کے قاضی ہو گئے تھے پھر تورع کے سبب اسکو ترک کر دیا اور بہت سی انکی کرامتیں بھی ہیں (ایک کشف انکا یہ کہ) وہ کہتے ہیں کہ میں مسجد جند میں آتا جاتا تھا اور اس میں جماعت کی نماز پڑھا کرتا تھا جب امام تکبیر تحریمہ کہتا تو میں ایک جماعت کی آواز سنتا تھا جو ہوا میں تکبیر کہتے تھے اور امام کے ساتھ نماز پڑھتے تھے ۵۸۶ھ میں انکی وفات ہوئی

(۱۲۴۶) **ابو عبد محمد بن الحسین بن ابی السعود الطھمدانی** ۔ بڑے فقیہ، عالم فاضل صالح عامل تھے عبادت ان پر غالب تھی، کلام اللہ کی بکثرت تلاوت کرتے تھے۔ قریہ فرادی میں رہتے تھے انکی ایک کرامت (جس کا ظہور بعد وفات ہوا) یہ ہے کہ جب انکی وفات ہوگئی تو ان کے غسل دینے والوں میں ایک فقیہ ابوبکر تباعی بھی تھے اور یہ رمد میں مبتلا تھے انھوں نے انکی ناف میں کا جمع شدہ پانی لیکر دونوں آنکھوں سے مل لیا بس رمد ختم ہوگیا انکی وفات ۶۹۰ھ میں ہوئی یہ شرجی کا قول ہے۔

(۱۲۴۷) **محمد الجلیق** ۔ اور انکو ترکی میں طرلق محہ اور یا باطرلق بھی کہا جاتا تھا اس عین الحابور میں متعلقات ماردین میں رہتے تھے اور ان کے مریدوں اور محبین کی ایک جماعت تھی اور عوام الناس اور خود ماردین کے حاکم کا بھی ان پر بہت اعتراض تھا (کیونکہ انکی بعض باتیں انکے سمجھ میں نہ آتی تھیں) ایکبار حاکم ماردین شیخ کے ساتھ جمع ہوگیا شیخ نے اسکی (اس باب میں شکایت کی اسنے کہا میں معذور ہوں آپ سے اور آپ کے اصحاب سے بہت سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں جن پر اعتراض واقع ہوتا ہے سو آپ ہمکو کوئی ایسی بات (منجملہ خوارق) دکھلا دیں جس سے ہم آپ کی حالت کو تسلیم کرلیں (اس نے اپنی فہم کے موافق

بات کہی) شیخ نے کہا بسم اللہ میں ابھی مرتا ہوں اور تم مجھکو جس طرح چاہو دفن
کر دینا اور میں پانچ مہینے کے بعد پھر ظاہر ہو جاؤں گا حاکم نے کہا منظور ہے شیخ
فوراً مر گئے حاکم نے تجہیز و تکفین کر کے کئی قد آدم کنواں کھدواے اسمیں دفن کیا
اور اسکے اوپر مضبوط پتھروں کی ضریح بنائی ایسے طور پر جیسے کوئی ضد اور
امتحان اور تعصب سے بناتا ہے پھر اس کنوئیں کو پاٹ کرا سکے اوپر لکڑی
کی ضریح بنائی اور وہاں بہت سے آدمیوں کو مقرر کردیا جو باری باری جاگتے رہیں۔
وہ مدت گذر گئی اور شیخ ظاہر نہ ہوئے حاکم نے انکی جماعت کو بلا کر طرح
طرح کی ایذاؤں سے انتقام لیا اور جو کچھ سب و شتم ہو سکا کمی نہیں کی اور ظاہر میں
کسی قدر معذور بھی تھا پھر جب بیس روز اور گذر گئے تو شیخ ظاہر ہوئے وہ حاکم
ذلت و ندامت اور عذر کے پیرایہ میں حاضر ہوا اور کہا حضرت جو تاریخ آپ نے
معین کی تھی اس میں ظاہر نہ ہوئے شیخ نے کہا ارے کوڑ مغز اس معینہ
مدت تک تو میں حق تعالیٰ کی روک میں رہا اور زائد ایام میں تیرے حبس میں رہا
اور اسکا سبب یہ تھا کہ تو نے اس امتحان اور ضد میں جو کچھ صرف کیا وہ سب
حرام تھا (اسکی کدورت سبب توقف کا ہوا) حاکم نے کہا حضرت سچ ہے
(واقعی وہ سب حرام تھا) پھر اس نے توبہ کی اور معافی مانگی اور جس جماعت
کی اہانت کی تھی اسکا اکرام کیا اور بڑی محبت کرنے والوں میں سے ہو گیا۔ یہ
سراج کا قول ہے۔ اور یہی سراج کہتے ہیں کہ ایک شخص ان کے اصحاب میں حسن
نام ہیں ان سے روایت ہے کہ میں نے شیخ محمد جلبین سے اس حالت کے انقضار
پر پوچھا کہ آپ جب ظاہر ہوئے تو قبر اپنے حال پر رہی تو خیر آپکی شان تو اس سے
ارفع ہے (اسلئے اسکو تو نہیں پوچھتا) لیکن ہم نے آپکو لاغر دفن کیا تھا اور آپ
فربہ ظاہر ہوئے (اسکی کیا وجہ) انھوں نے چپکے سے فرمایا اسکی وجہ صرف یہ ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے خلفاء راشدین کے دستر خوان پر افطار کیا کرتا تھا
(یہ اسکی برکت ہے) ۔ اور اکثر پتھر کھایا کرتے تھے کسی معتقد صادق نے کہا

کہاجوآپ کھاتے ہیں مجھکوبھی کھلایئے اسکو ایک پتھر دیدیا اس نے جو کھایا تو نہایت پاکیزہ حلوا تھا انکی وفات تقریبًا ۶۹۰ھ میں ہوئی۔ یہ سراج کا قول ہے

(۱۲۴۸) **ابو عبداللہ محمد بن اسعد علی بن فضل صبعی** ۔ بڑے فقیہ، عالم متقی صالح تھے۔ انکی تدریس میں بڑی برکت تھی صاحب افادات وکرامات تھے ایک زمانہ میں ایک جماعت ان سے تفسیر نقاش پڑھتی تھی ان لوگوں کے پاس ایک سوال نحو کے متعلق آیا ان لوگوں سے نہ تو یہ ہوسکا کہ فقیہ سے سبقت کر کے خود جواب لکھیں (کہ یہ خلاف ادب تھا) اور نہ سوال کی انکو اطلاع دے سکے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ فقیہ علم نحو میں مہارت نہیں رکھتے اور نہ یہ ہوسکتا تھا کہ سوال واپس کر دیں مگر جب بدون اطلاع کے کوئی چارہ نہ دیکھا تو انکو سوال دیا اس خیال سے کہ کسی کو جواب لکھنے کے لئے فرماویں گے جب اس سوال کو دیکھا تو قلم برداشتہ ایسا شافی جواب لکھا جیسے کوئی بڑا نحوی ہوتا ہے اور لکھکر جماعت کو دیدیا، انھوں نے غور سے دیکھا تو نہایت پسند کیا اور اس سے تعجب کیا اور انکی کرامت میں شمار کیا۔

(۱۲۴۹) **ایضًا**۔ جندی نے فقیہ صالح بن عمر سے روایت کیا کہ کتاب مذکور (یعنی تفسیر نقاش) کو میں پڑھا کرتا اور سب سنا کرتے اور فقیہ مذکور اثناء قرأت میں کبھی کبھی اونگھتے یہاں تک کہ گمان غالب یہ ہوتا کہ کچھ نہیں سنتے اسلئے میں نے ایک زمانہ میں ارادہ کرلیا کہ ان سے پڑھنا چھوڑ دوں اسی اثناء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں کہ فقیہ کی جگہ پر تشریف رکھتے ہیں اور مجھ سے فرمارہے ہیں کہ اے صالح پڑھ اور میں پڑھ رہا ہوں اس کے بعد نقیہ نے آنکھیں کھولدیں اور خاص میری طرف دیکھکر تبسم فرمایا (جس سے معلوم ہوا کہ انکو یہ واقعہ مکشوف ہوگیا یا یہ کہ ان ہی کا تصرف تھا) انکی وفات قریہ سہفنہ میں ۶۹۴ھ میں ہوئی۔ یہ شرجی کا قول ہے۔

(۱۲۵۰) **محمد بن الشیخ ابوبکر العرودک**۔ منجملہ اکابر مردان خدا ورؤساء طریقت

کے ہیں ۔ سراج کہتے ہیں کہ ہمکو اہل منبج وغیرہم کی ایک جماعت سے روایت
پہونچی ہے انھوں نے ہم سے بیان کیا کہ ہم ۶۸۰ھ میں تتار سے بھاگ کر سلیمہ
کی سرزمین کے ایک پہاڑ میں جو کہ حمص سے ایک منزل پر ہے پہونچے جب بدھ
کا دن اور عصر کے بعد کا وقت ہوا تو شیخ ممدوح ساز و سامان سے تیار ہوئے اور کمر باندھی
اور ایک خیمہ کی چوب یا اسی طرح کی کوئی چیز لی اور ایسی حالت میں لڑنا شروع کیا
کہ بظاہر مدہوش تھے اور تمام جماعت ان کے گرد و پیش میں سمجھتے تھے کہ کسی
بڑی مہم میں ہیں اور اسی حالت میں اگلے دن یعنی جمعرات کے ایسے ہی وقت
تک مشغول رہے پھر اس طرح لیٹ گئے جیسے کوئی مردہ ہوتا ہے اور جتنا ان پر
سامان تھا مع بدن اور چوب کے سب خون آلود تھا پھر ایک گھنٹہ کے بعد افاقہ
ہوا اور آس پاس بیٹھے سب رو رہے تھے، سب نے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور ماجرا
دریافت کیا انھوں نے اطلاع دی کہ وہ لشکر تتار سے لڑے اور انکے سردار
کو قتل کیا اور ان لوگوں کو آج شکست ہو جاویگی اور (واقعی) تتار کو سرزمین
حمص میں جمعرات کے روز رجب کی ۱۶ تاریخ ۶۸۰ھ میں شکست ہوئی اور ۷۰۳ھ
میں شیخ شہید ہوئے انکو ایک تتاری نے قتل کیا اور وقوع سے پہلے انھوں نے
اسکی خبر دی تھی اور قاطر سے اوپر منبج کے قریب دفن کئے گئے۔ اور یہ قاطر ایک
وسیع مقام ہے منبج سے قبلہ کی سمت پر منبج سے تین گھنٹہ کا رستہ ۔

(۱۲۵۱) **محمد بن عبداللہ بن زاکی الیمنی** ۔ عالم باعمل عارف، صوفی ہیں
ان کے متعلق یہ شہرت تھی کہ یہ جنات کو پڑھاتے تھے اور انکی بہت کرامات ہیں۔
منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے اہل صنعا میں سے جو کہ زیدی تھا ان پر
قرأت سبعہ پڑھی جب تکمیل کر چکا تو اپنے بلاد کو واپس ہوا انکے اہل وطن کو اسکی
فن دانی پسند آئی اور اس سے کہنے لگے کیا خوب کمال ہے اگر تیرا استاد
زیدی ہوتا ۔

(باقی آئندہ)

غرض حج ایسی عجیب عبادت ہے کہ اگر اسکو طریقہ سے ادا کیا جائے تو انسان ایک ہی حج میں واصل ہو جاتا ہے مگر بعضے حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ایک مسافر مسجد میں پڑا سو رہا تھا کسی چور نے اسکا چادرہ کھینچا تو وہ کہتا ہے نہ حاجی صاحب چادر نہ کھینچو۔ کسی نے کہا تجھے اسکا حاجی ہونا کیسے معلوم ہوا کہا معلوم تو نہیں ہوا مگر ایسے کام حاجی ہی کیا کرتا ہے۔ تو بعضے حاجی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ حج سے پہلے تو وہ کچھ ڈھکے منڈسے نیک بھی تھے اور حج کے بعد کھلم کھلا بدمعاش ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ حجر اسود کسوٹی ہے اسکو چھونے کے بعد انسان کا اصلی رنگ ظاہر ہو جاتا ہے جو حالت پہلے سے مخفی تھی وہ اب کھل جاتی ہے۔ اگر طبیعت میں نیکی تھی تو پہلے سے زیادہ نیک ہو جاتا ہے۔ اگر بدی تھی تو وہ بدی اب کھل جاتی ہے۔ بہت لوگ ظاہر میں نیک معلوم ہوتے ہیں مگر کسوٹی پر لگانے سے کھرا کھوٹا معلوم ہو جاتا ہے ؎

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

(صوفی کا نقد سب صاف نہیں ہوتا، بہت سی گدڑیاں آگ کے قابل ہوتی ہیں۔)

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیاں تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد

(کیا اچھا ہو اگر تجربہ کی کسوٹی درمیان میں آئے تاکہ جس کسی میں کھوٹ ہو وہ رو سیاہ ہو جائے)

شاید تم یہ کہو کہ اچھا ہوا تم نے یہ بات ظاہر کر دی اب تو ہم حج ہی کو نہ جائیں گے نہیں صاحب حج کو جاؤ۔ مگر اکسیر بنکر جاؤ اور لو میں تمکو اکسیر بننے کا طریقہ بھی بتلاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ کسی کیمیا گر سے تعلق پیدا کرو ؎

کیمیائیست عجب بندگیٔ پیر مغاں خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

(پیر مغاں کی بندگی عجب کیمیا ہے میں اسکی (راہ کی) خاک بنا اور اس نے مجھے بے نہایت درجے دے دیئے)

کیمیا گر سے میری مراد یہ لنگوٹی باندھنے والے نہیں ہیں بلکہ باطن کے کیمیا گر مراد ہیں جن کو اہل اللہ کہتے ہیں انکی شان یہ ہوتی ہے ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورت طلا شد

پارس ایک پتھر ہوتا ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ جہاں لوہے کو اس سے مس کیا

فوراً سونا ہو جاتا ہے اہل اللہ کی تو یہ خاصیت مشاہد ہے۔ پارس میں یہ بات ہو یا نہو اہل اللہ کی صحبت سے توبہ نصوح حاصل ہو جاتی ہے جس سے پہلی تمام گندگیاں دھل جاتی ہیں پس تمکو چاہیئے کہ کسی اللہ والے سے تعلق پیدا کر کے حج کو جاؤ اسکی صحبت سے تمکو توبہ خالص عطا ہوگی۔ توبہ کر کے جاؤ گے تو پھر حج کا اثر یہ ہوگا کہ پہلے سے زیادہ تمکو اعمال صالحہ کی توفیق ہوگی۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ مرید ہو کر جاؤ اسکی ضرورت نہیں۔ صرف تعلق محبت اور چند روزہ صحبت کی ضرورت ہے

معاملات میں اسلام کا یہ حسن ہے کہ مخلوق کو دھوکہ فریب دینا حرام ہے چاہے مسلمان کو دھوکہ دے یا کافر کو مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں گذرے تو گیہوں کے ایک ڈھیر میں آپ نے ہاتھ ڈالا تو اسمیں اوپر تو سوکھے گیہوں تھے اور اندر بھیگے ہوئے تھے اسوقت آپؐ نے فرمایا مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا اور اس شخص سے فرمایا کہ بھیگے ہوئے گیہوں اوپر کرو تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو۔

اسی طرح جن صورتوں سے معاملات میں نزاع پیدا ہو ان سب کو ناجائز کر دیا نہی عن بیع الغرر۔

اسی طرح سود ربوا کو مطلقاً حرام کیا گیا کیونکہ اس سے قرض لینے والا بہت جلد تباہ ہو جاتا ہے۔

معاشرت کی خوبی یہ ہے کہ سب سے پہلے تواضع کی تعلیم دی گئی ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ تواضع کے یہ معنی ہیں کہ اپنے کو سب سے کمتر سمجھے حتیٰ کہ جانوروں سے بھی کمتر سمجھے کیونکہ اگر نجات ہوگئی تب تو اپنے کو ان سے افضل کہنے کا حق ہے اور اگر خدانخواستہ نجات نہ ہوئی تو جانوروں سے بھی بدتر ہوئے کیونکہ وہ غضب الٰہی سے محفوظ ہیں۔ کیا اس تواضع کی نظیر کوئی دکھا سکتا ہے۔ الحمدللہ اسلام میں اسکی صدہا نظائر موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے اور جو لوگ آپکے سچے نائب ہیں وہ بھی اسی مذاق کے ہوتے ہیں

اور تواضع حسن معاشرت کی جڑ ہے معاشرت میں خرابی اسی سے آتی ہے کہ میں اپنے کو بڑا سمجھتا ہوں اور تم اپنے کو اور جب دونوں اپنے کو دوسرے سے کمتر سمجھیں گے تو پھر نزاع کی نوبت ہی نہ آئیگی اور اگر آئیگی بھی تو وہ حد سے متجاوز نہ ہوگی آجکل لوگ اتفاق اتفاق پکارتے پھرتے ہیں، ہمارے حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اتفاق کی جڑ تو ان لوگوں میں ہے نہیں محض باتوں سے اتفاق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اتفاق کی جڑ تواضع ہے جو لوگ متواضع ہوں گے ان میں آپس میں نزاع ہو ہی نہیں سکتا اور بدون تواضع کے کبھی اتفاق پیدا نہیں ہو سکتا۔ واقعی عجیب گر کی بات ہے۔ ایک خوبی معاشرت کی یہ ہے کہ استیذان کا مسئلہ مشروع کیا گیا ہے کہ بدون اجازت و اطلاع کے اپنے گھر میں بھی نہ آئے شاید کوئی پردہ دار ہو اسکی پردہ دری ہوگی۔ جب اپنے گھر کا یہ حکم ہے تو دوسروں کا تو کیا پوچھنا۔ اور زنانہ تو زنانہ مردانہ میں بھی جب قرائن سے معلوم ہو کہ مجلس خاص ہے مثلاً کوئی شخص پردے چھوڑ کر بیٹھا ہو تو بدون اسکی اجازت کے اندر نہ جاؤ گو مکان مردانہ ہی ہو اخلاق کی خوبی یہ ہے کہ اصلاح نفس کا جسقدر اہتمام اسلام میں ہے کسی مذہب میں بھی نہیں جاہ طلبی، نام آوری، ریاکاری سے سخت ممانعت ہے۔ حسد۔ بغض وغیرہ پر سخت سخت وعیدیں وارد ہیں۔

معاشرت میں ایک حکم یہ ہے کہ اپنے غلاموں کی ستر خطائیں روز معاف کیا کرو اس سے زیادہ خطائیں ہوں تو کچھ سزا دو بھلا غلاموں کے ساتھ یہ برتاؤ کوئی غیر مسلم کر سکتا ہے غلام تو کیا اولاد کے ساتھ بھی کوئی ایسا برتاؤ نہیں کر سکتا۔ مگر افسوس باوجود اسقدر رعایت کے پھر بھی مخالفوں کو اسلام کے مسئلہ غلامی پر اعتراض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسلام نے تو غلاموں سے وہ برتاؤ کیا ہے کہ ان کے باپ بھی ان کے ساتھ ویسا نہیں کر سکتے تھے۔

مسئلہ غلامی کی اصل یہ ہے کہ اسمیں مخلوق کی جان بچائی گئی ہے۔ کیونکہ جب ایک دشمن مسلمانوں کے مقابلہ میں فوج کشی کرتا ہے اور اسکے ہزاروں لاکھوں آدمی

مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوں تو اب کوئی ہمیں تبلا دے کہ ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہئیے ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سب کو رہا کر دیا جاوے اسکا حماقت ہونا ظاہر ہے کہ دشمن کی ہزاروں لاکھوں کی تعداد کو پھر اپنے مقابلہ کے لئے مستعد کر دیا۔ ایک صورت یہ ہے کہ سب کو فوراً قتل کر دیا جاوے، اگر اسلام میں ایسا کیا جاتا تو مخالفین جتنا شور و غل مسئلہ غلامی پر کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اسوقت کرتے کہ دیکھئے کیا سخت حکم ہے کہ قیدیوں کو فوراً قتل کر دیا جاوے۔ ایک صورت یہ ہے کہ سبکو کسی جیل خانہ میں بند کر دیا جاوے اور وہاں رکھکر انکو روٹی کپڑا دیا جاوے یہ صورت آجکل کی گو بعض متمدن سلطنتوں میں پسندیدہ ہے مگر اسمیں چند خرابیاں ہیں ایک یہ کہ اس سے سلطنت پر بڑا بار عظیم پڑتا ہے اور ان سے کمائی کرانا خودغرضی کیصورت ہے۔ پھر جیل خانہ کی حفاظت کے لئے ایک خاص فوج مقرر کرنا پڑتی قیدیوں کی ضروریات کے لئے بہت سے آدمی ملازم رکھے جاتے ہیں، یہ سارا عملہ بیکار محض ہو جاتا ہے سلطنت کے کسی اور کام میں نہیں آسکتا قیدیوں ہی کی حفاظت کا ہو رہتا ہے۔ پھر تجربہ شاہد ہے کہ جیل خانہ میں رکھکر چاہے آپ قیدیوں کو کتنی ہی راحت پہونچائیں اسکی انکو کچھ قدر نہیں ہوتی کیونکہ آزادی سلب ہونے کا انکو غیظ اس قدر ہوتا ہے کہ وہ آپکی ساری خاطر مدارات کو بیکار سمجھتے ہیں تو سلطنت کا اتنا خرچ بھی ہوا اور سب بے سود کہ اس سے دشمن کی دشمنی میں کمی نہ آئی۔ پھر قید خانہ میں ہزاروں لاکھوں قیدی ہوتے ہیں وہ سبکے سب علمی و تمدنی ترقی سے بالکل محروم رہتے ہیں اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے اسلام نے اسکے بجائے یہ حکم دیا کہ جتنے قیدی گرفتار ہوں سب لشکر والوں کو تقسیم کر دو ایک گھر میں ایک غلام کا خرچ معلوم بھی نہ ہوگا اور سلطنت بار عظیم سے بچ جائیگی پھر چونکہ ہر شخص کو اپنے قیدی سے خدمت لینے کا بھی حق ہے اسلئے وہ اس کو روٹی کپڑا جو کچھ دیگا اس پر گراں نہ ہوگا وہ سمجھے گا کہ میں تنخواہ دیکر نوکر رکھتا جب بھی خرچ ہوتا اب اس سے خدمت لونگا اور اسکے معاوضہ میں روٹی کپڑا دوں گا

پھر چونکہ غلام کو چلنے پھرنے سیر و تفریح کرنے کی آزادی ہے قید خانہ میں بند نہیں ہوتا اسلئے اسکو اپنے آقا پر وہ غیظ نہیں ہوتا جو جیلخانہ کے قیدی کو ہوتا ہے اس حالت میں اگر آقا نے اسکے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اسکا احسان غلام کے دل گھر کر لیتا ہے اور وہ اسکے گھر کو اپنا گھر اور اسکے گھر والوں کو اپنا عزیز سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں پھر اس صورت میں غلام علمی و تمدنی ترقی بھی کر سکتا ہے کیونکہ جب آقا و غلام میں اتحاد ہو جاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب اور شائستہ ہو وہ اسکو تعلیم بھی دلاتا ہے صنعت و حرفت بھی سکھلاتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں صدہا علماء وزہاد اور عباد ایسے ہوئے ہیں جو اصل میں موالی تھے۔ غلاموں کے طبقہ نے تمام علوم میں ترقی حاصل کی بلکہ غلاموں کو بعض دفعہ بادشاہت بھی نصیب ہوئی ہے سلطان محمود کو مخالفین بہت بدنام کرتے ہیں کہ انھوں نے تلوار سے اسلام پھیلایا مگر تاریخ میں انکا ایک واقعہ لکھا ہے اس سے انکی رحم دلی اور شفقت کا اندازہ ہو جائے گا اور یہ کہ غلاموں کے ساتھ انکا کیا برتاؤ تھا۔ ایک بار سلطان محمود نے ہندوستان پر حملہ کیا اور بہت سے ہندو جنگ میں قید ہوئے جنکو وہ اپنے ساتھ غزنی لے گئے ان میں ایک غلام بہت ہونہار اور ہوشیار تھا اسکو آزاد کرکے سلطان نے ہر قسم کے علوم و فنون کی تعلیم دی جب وہ تعلیم سے فارغ ہوا تو اسکو حکومت کے عہدے دیئے گئے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اسکو ایک بڑے ملک کا صوبہ دار بنا دیا صوبہ دار کی حیثیت اسوقت وہ تھی جو آجکل کسی والی ریاست کی حیثیت ہوتی ہے۔ جس وقت سلطان نے اسکو تخت پر بٹھلایا اور تاج سر پر رکھا تو غلام رونے لگا سلطان نے فرمایا یہ وقت خوشی کا ہے یا غم کا اس نے عرض کیا کہ جہاں پناہ اسوقت مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آگیا اور پھر اپنی یہ قدر و منزلت دیکھکر رونا آگیا حضور جس وقت میں ہندوستان میں بچہ سا تھا تو آپ کے حملات کی خبریں سن سن کر ہندو

کانپتے تھے اور انکی عورتیں اپنے بچوں کو آپ کا نام لیکر ایسا ڈرایا کرتی تھیں جیسا ہوّا سے ڈرایا کرتی ہیں، میری ماں بھی مجھے اسیطرح آپکے نام سے ڈرایا کرتی تھی میں سمجھتا تھا کہ نمعلوم محمود کیسا ظالم و جابر ہوگا! حتیٰ کہ آپ نے خود ہمارے ملک پر حملہ کیا اور اس فوج سے آپکا مقابلہ ہوا جس میں یہ غلام موجود تھا اسوقت میں آپ کے نام سے بھی ڈرتا تھا پھر میں آپ کے ہاتھوں قید ہوا تو میری جان ہی نکل گئی کہ بس اب خیر نہیں مگر حضور نے دشمنوں کی روایات کے خلاف میرے ساتھ ایسا برتاؤ فرمایا کہ آج میرے سر پر تاج سلطنت رکھا جا رہا ہے تو اسوقت مجھے یہ خیال کرکے رونا آگیا کہ کاش آج میری ماں ہوتی تو میں اس سے کہتا کہ دیکھ یہ وہی محمود ہے جسکو تو ہوّا بتایا کرتی تھی۔

صاحبو! ایسے واقعات اسلام میں بکثرت ہیں اور یہ اسی مسلۂ غلامی کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ لوگ جیل خانہ میں قید کر دیئے جاتے نہ ان کو مسلمانوں سے انس ہوتا اور نہ مسلمانوں کو ان سے تعلق ہوتا غلام بنکر یہ لوگ مسلمانوں میں ملے جلے رہے علمی ترقی حاصل کرتے رہے اور آخرکار اپنی حیثیت کے مطابق درجات اور مناصب پر فائز ہوتے رہے، کوئی محدث بنا اور کوئی فقیہ کوئی قاری بنا کوئی مفسر کوئی نحوی بنا کوئی ادیب کوئی قاضی ہوا کوئی حاکم۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کی یہانتک رعایت فرمائی ہے کہ آپکا حکم ہے کہ جو خود کھاؤ وہی غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی پہناؤ اور جب وہ کھانا پکاکر لائے تو اسکو اپنے ساتھ بٹھاکر کھلاؤ۔ عین وصال کے وقت آپؐ کی آخری وصیت یہ تھی اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ یعنی نماز کا خیال رکھو اور ان غلاموں کا بھی جو تمھارے ہاتھوں کے نیچے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا رعایت ہوسکتی ہے۔ اور بحمداللہ حضرات صحابہ وتابعین اور اکثر سلاطین اسلام نے غلاموں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا۔ اگر کسی ایک نے دو نے اسکے خلاف عملدرآمد کیا تو وہ اپنے فعل کا خود ذمہ دار ہے۔ اسلام پر اس سے اعتراض نہیں ہوسکتا

اور اصل بات یہ ہے کہ آجکل مخالفوں کو اسلام پر اعتراض کرنے کی جرأت زیادہ تر ہمارے افعال کو دیکھکر ہو رہی ہے وہ ہمارے افعال کو دیکھکر محض تحکم سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ اسلامی تعلیم کا اثر ہوگا حالانکہ ہمارے اندر آجکل جو کچھ خرابیٔ اعمال آرہی ہے وہ کفار کے ساتھ اختلاط کا یا ان کے اتباع کا نتیجہ ہے کہ بہت مسلمانوں نے کفار کے طرز عمل اختیار کر لئے ہیں اگر ہم اپنی حالت کی اصلاح کرلیں اور اسلام کی تعلیم کے موافق اپنا طرز عمل بنالیں تو کسی کو اسلام پر اعتراض کی جرأت نہ ہو بلکہ کفار خود بخود اسلام کیطرف منجذب ہونے لگیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا قصہ ایک یہودی کے ساتھ پیش آیا یہودی کے پاس ایک زرہ تھی حضرت علیؓ نے فرمایا یہ زرہ میری ہے۔ یہودی نے کہا کہ میری ہے حضرت علی اسوقت خلیفہ تھے آپ نے اپنے ماتحت قاضی کے یہاں جنکا نام شریح تھا دعویٰ دائر کیا قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا جس کی شان یہ ہے کہ سلطان وقت مدعی ہے اور رعایا کا ایک یہودی مدعی علیہ قاضی نے حضرت علی سے کہا کہ آپ ثبوت پیش کیجیے حضرت علی نے گواہی میں اپنا ایک آزاد شدہ غلام قنبر پیش کیا اور دوسرے گواہ امام حسن پیش کئے قاضی نے کہا کہ قنبر کی گواہی تو معتبر ہے کیونکہ وہ آزاد شدہ غلام ہے مگر امام حسن کی گواہی قبول نہیں کیونکہ وہ آپ کے بیٹے ہیں اور باپ کی طرفداری میں بیٹے کی گواہی قبول نہیں ہوسکتی۔ اس مسئلہ میں حضرت علی اور قاضی شریح کی رائے میں اختلاف تھا حضرت علیؓ بیٹے کی گواہی کو جبکہ وہ دیندار ثقہ ہو جائز سمجھتے تھے اور حضرت شریح کسی حال میں جائز نہ سمجھتے تھے اسلئے انھوں نے امام حسن کی گواہی قبول نہ کی اور یہودی کی ڈگری کردی حضرت علیؓ کو یہ فیصلہ ذرا بھی ناگوار نہ ہوا خوش خوش عدالت سے باہر نکل آئے مگر یہودی کو اس فیصلہ پر ایسا تعجب ہوا کہ وہ بدون اسلام قبول کئے نہ رہ سکا وہ بار بار کہتا تھا کہ خلیفہ کا قاضی خلیفہ کو ہرا دے اور رعایا کے یہودی کو اسکے مقابلہ

میں جتا دسے عجیب بات ہے آخر حقانیت اسلام نے اسکے دل پر اثر کیا فوراً مسلمان ہو گیا
بھلا معترضین سے کوئی پوچھے کہ اس یہودی کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا کچھ نہیں صرف
صحابہ کا طرز عمل دیکھکر اسلام کیطرف اسے کشش ہوئی واللہ اگر ہملوگ اپنی اصلاح کرلیں
تو کفار کی خود بخود اصلاح ہو جائیگی۔ حضرات صحابہ کی تو بڑی شان ہے ہملوگ جو ان کے
سامنے محض نقال ہیں بلکہ نقل بھی پوری نہیں ہوتی ہم ریل کے سفر میں بار ہا اسکا مشاہدہ
کرتے ہیں کہ ہندوؤں پر ہماری باتوں کا اور طرز عمل کا بڑا اثر ہوتا ہے اور وہ خود بھی
چپکے چپکے اقرار کرتے ہیں کہ انکی طرف دل کو کشش ہوتی ہے یہ لوگ سچے معلوم ہوتے ہیں
چنانچہ چند واقعات اس قسم کے اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ لوگ اسلام کو بدنام کرتے ہیں
کہ وہ تلوار سے پھیلا ہے واللہ بالکل غلط ہے اگر مسلمان تلوار کے زور سے لوگوں کو
مسلمان کیا کرتے تو آج ہندوستان میں جہاں اسلامی سلطنت چھ سو برس تک
رہی ہے ایک بھی ہندو باقی نہ رہتا۔ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب
اس اعتراض کے متعلق یہ ہے کہ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو یہ بتاؤ کہ
وہ شمشیر زن کہاں سے آئے تھے کیونکہ تلوار خود تو نہیں چل سکتی تو جن لوگوں نے
سب سے پہلے تلوار چلائی ہے یقیناً وہ تو تلوار سے مسلمان نہیں ہوئے تھے کیونکہ
ان سے پہلے تلوار کا چلانے والا کوئی تھا ہی نہیں تو ثابت ہو گیا کہ اسلام تلوار سے
نہیں پھیلا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جہاد مدینہ میں آکر شروع ہوا اور اہل مدینہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی زیادہ تر مسلمان ہو چکے
تھے آخر ان کو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا اور مکہ میں جو کئی سو آدمی مسلمان ہوئے
اور کفار کے ہاتھ سے اذیتیں برداشت کرتے رہے وہ کس تلوار سے مسلمان
ہوئے تھے پھر ہجرت مدینہ سے پہلے بعض صحابہؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ہے
اور وہاں کفار قریش کے ساتھ مسلمانوں کا مناظرہ ہوا نجاشی شاہ حبشہ نے حضرت
جعفر بن ابی طالب کی زبان سے قرآن سنکر بے تحاشا رونا شروع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کی حقانیت کی گواہی دی اور اسلام قبول کیا اس پر کسکی تلوار چلی تھی؟

(باقی آئندہ)

Regd. No.L2/9/AD-111
Monthly
Dec 1967

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

اُسوۃ الصالحین

قیمت تیس روپے

Rs. 45/-